بسم اللہ الرحمن الرحیم

واما بنعمۃ ربک فحدث

علمِ حدیث
اور
پاکستان میں اس کی خدمت

محمد سعد صدیقی

ریسرچ آفیسر

شعبۂ تحقیق قائد اعظم لائبریری

باغ جناح ۔ لاہور

نام کتاب :——— علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت

مؤلف :——— محمد سعد صدیقی

طبع اوّل :——— ۱۹۸۸ء

تعداد :——— ۱۱۰۰

مطبع :——— سراج محمدی پریس، لاہور (۷)

طابع :——— ملک سراج الدین اینڈ سنز، لاہور (۸)

ناشر :——— شعبہ تحقیق قائد اعظم لائبریری ———

——— باغ جناح لاہور

کتابت :——— دار الکتابت حضرت کیلیانوالہ (گوجرانوالہ)

قیمت :——— ۱۰۰/= روپے

انتساب

امیر المومنین فی الحدیث

الشیخ الامام ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل

البُخاری

کی نذر

محمد سعد صدیقی

علمِ حدیث ......
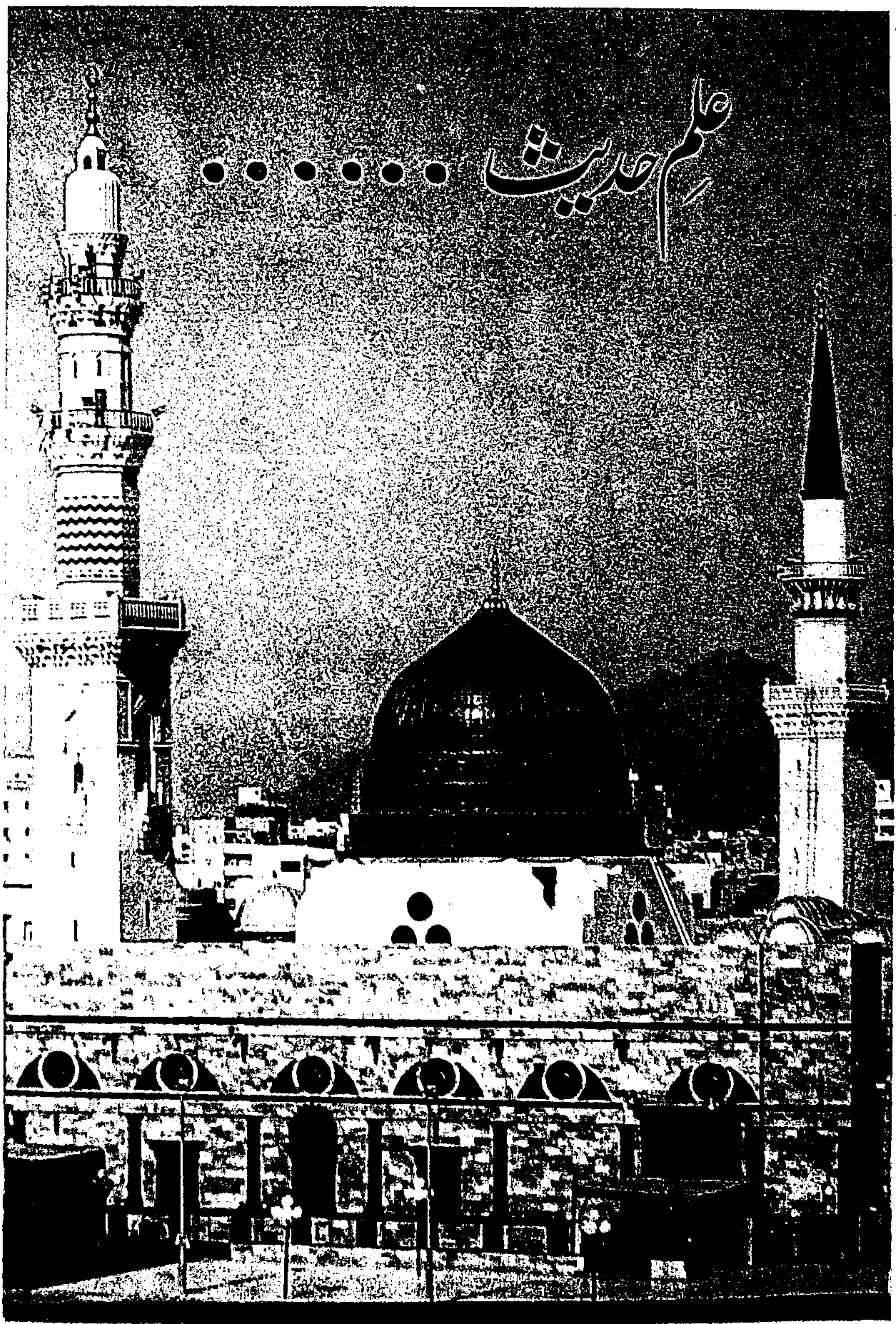
.... اور پاکستان میں اسکی خدمت

مشمولات

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	حرف اول	۳۴
۲	تقریظ مولینا محمد مالک کاندھلوی	۳۶
۳	تقریظ مولینا سید محمد متین ہاشمی	۳۸
۴ـ	تقریظ مولینا مفتی محمد حسین نعیمی	۴۰
۵ـ	حرف آغاز	۴۲
	باب اوّل ــــ حدیث کا مفہوم	
۱ـ	حدیث کا لغوی مفہوم	۵۲
۲ـ	حدیث کا اصطلاحی مفہوم	۵۶
۳ـ	حدیث کے مترادفات	۶۰
۴ـ	وحی کی تعریف	۶۱
۵ـ	وحی کی اقسام	۶۲
	باب دوم ــــ حجیت حدیث	
۱ـ	حجیت حدیث پر طلب دلیل	۶۵
۲ـ	حجیت حدیث پر دلائل قرآنی	۶۷
۳ـ	اللہ پر ایمان	۶۷
۴ـ	عصمت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	۷۰
۵ـ	مقام انبیاء علیہم السلام	۷۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۶۔	اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۷۲
۷۔	نبی کریمؐ کی زندگی، ایک اسوۂ کاملہ	۷۶
۸۔	جامعیت اسوۂ رسولؐ پر ایک دلیل عقلی	۷۸
۹۔	حفاظت وحی کے لیے نبی کریمؐ کا اہتمام	۸۰
۱۰۔	نبی کریمؐ کی شان میں گستاخی پر حبط اعمال	۸۲
۱۱۔	وہ جرائم جن پر حبط اعمال کی سزا متعین ہے	۸۴
۱۲۔	مقصود نزول قرآن	۸۶
۱۳۔	اوامر و نواہی رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۸۸
۱۴۔	آیت کے شان نزول کا حکم	۸۹
۱۵۔	ائمہ مفسرین کی آراء	۹۰
۱۶۔	احادیث سے دلائل	۹۲
۱۷۔	مطیع و عاصی کا امتیاز	۹۳
۱۸۔	اطاعت رسولؐ دراصل اطاعت الٰہی ہے	۹۳
۱۹۔	ملئکۃ کی گواہی	۹۴
۲۰۔	انبیاءؑ سابقین پر آپ کی فضیلت	۹۵
۲۱۔	صدیق اکبرؓ کا عمل	۹۷
۲۲۔	صحابہ کے اجتماعی اتباع کی مثالیں	۹۹
۲۳۔	عقلی دلائل	۱۰۰
۲۴۔	اللہ اور رسولؐ کے درمیان تفریق	۱۰۰
۲۵۔	نبی کریمؐ، صدوق امین	۱۰۱
۲۶۔	قاصد کی تشریح	۱۰۲
۲۷۔	قرآن کا کلام الٰہی ہونا	۱۰۲

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۰۳	احادیث متواترہ کی حجیت	۲۸۔
۱۰۴	صحابہ کرامؓ کا نبی کریمؐ سے تعلق	۲۹۔
۱۰۶	صحابہ کرامؓ کی زندگیاں، اتباعِ نبوی کا عملی نمونہ	۳۰۔
۱۰۶	حدیث کی حجیت قرآن پر عمل کے لیے ضروری ہے	۳۱۔
۱۰۷	فرائض نبوت	۳۲۔
۱۰۸	تاریخی حقائق کی حیثیت	۳۳۔
۱۰۸	معیاراتِ روایت	۳۴۔
۱۰۸	معیار برھانی	۳۵۔
۱۰۹	معیار وجدانی	۳۶
	باب سوم ــــــــ اقسام حدیث	
۱۱۱	حدیث کی بنیادی اقسام	۱۔
۱۱۲	تقسیم اوّل	۲۔
۱۱۲	حدیث مقبول	۳۔
۱۱۳	حدیث مقبول کی اقسام	۴۔
۱۱۳	متواتر	۵۔
۱۱۳	متواتر کی اقسام	۶۔
۱۱۵	حدیثِ متواتر کے راویوں کی کم از کم تعداد	۷۔
۱۱۷	حدیث متواتر کا حکم	۸۔
۱۱۷	خبر مشہور	۹۔
۱۱۸	مشہور و مستفیض میں فرق	۱۰۔
۱۱۹	خبر عزیز	۱۱۔

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۲	خبر غریب	۱۱۹
۱۳	اوصافِ راوی کے اعتبار سے اقسام	۱۲۰
۱۴	راوی کی شرائط	۱۲۱
۱۵	راوی کے اوصاف	۱۲۲
۱۶۔	حدیث صحیح	۱۲۲
۱۷۔	صحیح لذاتہ	۱۲۳
۱۸۔	صحیح لغیرہ	۱۲۵
۱۹۔	حسن لذاتہ	۱۲۶
۲۰۔	حسن لغیرہ	۱۲۸
۲۱۔	ضعیف	۱۲۹
۲۲۔	موضوع	۱۲۹
۲۳۔	اقسام سند	۱۳۱
۲۴۔	سند عالی	۱۳۱
۲۵۔	مسند	۱۳۲
۲۶۔	متصل	۱۳۲
۲۷۔	مرفوع	۱۳۲
۲۸۔	موقوف	۱۳۲
۲۹۔	مرسل	۱۳۳
۳۰۔	مقطوع	۱۳۳
۳۱۔	منقطع	۱۳۳
۳۲۔	معضل	۱۳۳
۳۳	مدلس	۱۳۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۴۔	معنعن	۱۲۳
۲۵۔	راوی پر طعن و جرح کے اعتبار سے اقسام	۱۲۵
۲۶۔	معلل	۱۳۵
۲۷۔	مدرج	۱۳۵
۲۸۔	مقلوب	۱۳۵
	باب چہارم ـــــ تاریخ تدوین حدیث	
۱۔	نبی کریمؐ کے زمانہ میں تدوین حدیث	۱۳۷
۲۔	اصحاب صفہ	۱۳۸
۳۔	نبی کریمؐ کی عظمت صحابہؓ کے قلوب میں	۱۳۸
۴۔	املاءت نبوی	۱۴۲
۵۔	کتاب الصدقۃ	۱۴۲
۶۔	صحیفہ عمرو بن حزم	۱۴۲
۷۔	مراسیل نبویؐ	۱۴۳
۸۔	تحریری ہدایات برائے قضاۃ و عمال	۱۴۴
۹۔	صحابہ کرامؓ کے تالیف کردہ مجموعہائے حدیث	۱۴۵
۱۰۔	حضرت ابو بکر صدیقؓ	۱۴۵
۱۱۔	حضرت عمر فاروقؓ	۱۴۶
۱۲۔	حضرت عبداللہ بن عباسؓ	۱۴۶
۱۳۔	صحیفہ علیؓ بن ابی طالب	۱۴۶
۱۴۔	صحیفہ الصادقۃ	۱۴۷
۱۵	حضرت ابو ہریرۃؓ	۱۴۸

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۴۹	حضرت انسؓ	۱۶۔
۱۴۹	حضرت عبید ابن ابی رافعؓ	۱۷۔
۱۵۰	حضرت جابر بن عبداللہ	۱۸۔
۱۵۰	عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ	۱۹۔
۱۵۱	عبداللہ بن زبیرؓ	۲۰۔
۱۵۱	دیگر مجموعات	۲۱۔
۱۵۲	صحابہ کرامؓ کی قوتِ حافظہ	۲۲۔
۱۵۳	نبی کریمؐ کی جانب سے کتابت کا حکم	۲۳۔
۱۵۶	تابعین کے مرتب کردہ مجموعات	۲۴۔
۱۵۷	عمر بن عبدالعزیزؒ کا حکم	۲۵۔
۱۵۷	ابن شہاب زہریؒ	۲۶۔
۱۵۷	زہریؒ کا مقام	۲۷۔
۱۵۹	دیگر مجموعات	۲۸
۱۶۰	تیسری صدی میں علم حدیث	۲۹
۱۶۱	چوتھی صدی میں علم حدیث	۳۰۔
	باب پنجم ——— علم حدیث برصغیر میں	
۱۶۴	برصغیر کی خوش بختی	۱۔
۱۶۵	ابن خلدون کی رائے	۲۔
۱۶۶	انطاکی کی رائے	۳۔
۱۶۶	برصغیر میں علم حدیث کی ابتداء	۴۔
۱۶۷	محمد بن قاسم کا سندھ میں داخلہ	۵۔

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۶۔	دورِ اوّل	۱۶۸
۷۔	دوسری صدی ہجری / آٹھویں صدی عیسوی	۱۶۸
۸۔	مفضل بن ابی مہلب	۱۶۹
۹۔	ابوعبداللہ مکحول	۱۶۹
۱۰۔	اسلم بن سندھی	۱۷۰
۱۱۔	عباس بن سندھی	۱۷۰
۱۲۔	عمرو بن مسلم الباہلی	۱۷۰
۱۳۔	محمد بن عبدالرحمن البیلمانی	۱۷۱
۱۴۔	محمد بن ابراہیم بیلمانی	۱۷۲
۱۵۔	ابوموسیٰ اسرائیل بن موسیٰ البصری	۱۷۲
۱۶۔	ابوحفص الربیع بن صبیح البصری	۱۷۳
۱۷۔	ابومعشر نجیح بن عبدالرحمن السندی	۱۷۵
۱۸۔	عبدالرحمن بن عمرو سندھی	۱۷۶
۱۹۔	سندھی بن شباس البصری	۱۷۶
۲۰۔	عبدالرحیم بن حماد السندی	۱۷۷
۲۱۔	عبدالرحمن بن سندھی	۱۷۷
۲۲۔	تیسری صدی ہجری / نویں صدی عیسوی	۱۷۷
۲۳۔	رجاء بن السندی	۱۷۸
۲۴۔	الفضل بن السکین السندی	۱۷۸
۲۵۔	سہل بن عبدالرحمن	۱۷۸
۲۶	ابومحمد خلف بن سالم	۱۷۸
۲۷	موسیٰ بن سندی الجرجانی	۱۸۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۸	ابو عبداللہ محمد بن رجاء السندی	۱۸۰
۲۹	محمد بن ابی معشر نجیح	۱۸۱
۳۰	حافظ عبد بن حمید الکسی السندی	۱۸۱
۳۱	الحسین بن محمد بن ابی معشر نجیح	۱۸۲
۳۲	فتح بن عبداللہ سندھی	۱۸۳
۳۳	احمد بن سندھی بن فروخ	۱۸۳
۳۴	قاسم بن معشری	۱۸۴
۳۵	حبیش بن سندھی قالغی	۱۸۴
۳۶	سندھی بن ابان	۱۸۵
۳۷	احمد بن سندھی الباغی الرازی	۱۸۵
۳۸	اسمٰعیل بن سندھی	۱۸۵
۳۹	احمد بن سندھی بن الحسن	۱۸۶
۴۰	سندھی بن عیدویہ کلبی	۱۸۶
۴۱	ابو بکر بن محمد بن رجاء السندی	۱۸۶
۴۲	اسمٰعیل بن محمد بن رجاء السندی	۱۸۷
۴۳	مہروک بن رائق	۱۸۷
۴۴	داؤد بن محمد بن ابی معشر	۱۸۷
۴۵	ابو جعفر السندی	۱۸۸
۴۶	ابو محمد الہندی البغدادی	۱۸۸
۴۷	دور اول کی خدمات پر تبصرہ	۱۸۸
۴۸	دورِ ثانی	۱۹۰
۴۹	چوتھی صدی ہجری / دسویں صدی عیسوی ۔ محدثین دیبل	۱۹۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۰	ابوجعفر محمد بن ابراہیم الدیبلی	۱۹۱
۵۱	الحسین بن محمد بن اسد الدیبلی	۱۹۱
۵۲	ابوالعباس احمد بن عبداللہ بن سعید الدیبلی	۱۹۱
۵۳	ابراہیم بن محمد الدیبلی	۱۹۲
۵۴	محمد بن محمد بن عبداللہ الدیبلی	۱۹۲
۵۵	حسن بن محمد بن اسد الدیبلی	۱۹۲
۵۶	خلف بن محمد الدیبلی	۱۹۳
۵۷	احمد بن ہارون الدیبلی	۱۹۳
۵۸	ابوالقاسم شعیب بن محمد بن احمد الدیبلی	۱۹۴
۵۹	محدثین منصورہ	۱۹۴
۶۰	ابوالفضل محمد بن عبدالعزیز الہاشمی المنصوری	۱۹۴
۶۱	ابوالعباس محمد بن محمد الحسن المنصوری	۱۹۵
۶۲	ابوجعفر عبداللہ بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن عیسیٰ بن ابی جعفر المنصوری	۱۹۵
۶۳	احمد بن محمد بن صالح المنصوری	۱۹۵
۶۴	ابومحمد عبداللہ بن جعفر بن مرۃ المنصوری	۱۹۶
۶۵	احمد بن سندھی الحداد	۱۹۶
۶۶	ابراہیم بن علی بن السندی	۱۹۷
۶۷	ابراہیم بن سندھی بن شاہک	۱۹۷
۶۸	ابراہیم بن عبدالسلام السندی البغدادی	۱۹۷
۶۹	محمد بن علی بن احمد الباميانی	۱۹۸
۷۰	احمد بن القاسم المعدل البیع ابن السندی	۱۹۸
۷۱	احمد بن محمد الحسین	۱۹۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷۲	پانچویں صدی ہجری / گیارہویں صدی عیسوی	۱۹۸
۷۳	حسن بن حامد بن حسن الدیبلی	۱۹۹
۷۴	نصراللہ بن احمد بن السندی	۱۹۹
۷۵	شیخ محمد اسمٰعیل اللاہوری	۱۹۹
۷۶	جعفر بن الخطاب قصداری	۲۰۰
۷۷	سیبویہ، العاص ابوالقاسم علی بن محمد الحسینی	۲۰۰
۷۸	ہبۃ اللہ بن سہل السندی	۲۰۱
۷۹	چھٹی صدی ہجری / بارہویں صدی عیسوی	۲۰۱
۸۰	ابوالحسن علی بن عمر لاہوری	۲۰۱
۸۱	محمود بن محمد اللاہوری	۲۰۲
۸۲	ابوالقاسم محمد بن خلف لاہوری	۲۰۲
۸۳	بختیار بن عبداللہ الفصاد الہندی	۲۰۳
۸۴	بختیار بن عبداللہ الہندی	۲۰۳
۸۵	ابوالفتوح عبدالصمد بن عبدالرحمٰن لاہوری	۲۰۴
۸۶	سید مرتضیٰ کوفی	۲۰۴
۸۷	عمرو بن سعید اللاہوری	۲۰۴
۸۸	ساتویں صدی ہجری / تیرہویں صدی عیسوی	۲۰۴
۸۹	حسن بن محمد صاغانی لاہوری	۲۰۴
۹۰	تعارف مشارق الانوار	۲۰۵
۹۱	رتن بن کرپال بن رتن الہندی	۲۰۶
۹۲	رتن بن کرپال کا دعویٰ صحابیت	۲۰۷
۹۳	ائمہ اسماء الرجال کی رائے	۲۰۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۹۴	واقعہ رتن کے اضطرابات	۲۱۱
۹۵	شیخ زکریا بن محمد الملتانی	۲۱۲
۹۶	قاضی منہاج السراج جرجانی	۲۱۳
۹۷	کمال الدین زاہد	۲۱۴
۹۸	محمود بن خیر البلخی	۲۱۴
۹۹	رضی الدین بدایونی	۲۱۴
۱۰۰	ابو توامہ بخاری	۲۱۵
۱۰۱	دورِ ثانی کی خدمات پر تبصرہ	۲۱۵
۱۰۲	دورِ ثالث	۲۱۸
۱۰۳	آٹھویں صدی ہجری / چودہویں صدی عیسوی	۲۱۸
۱۰۴	مولانا جلال الدین الرومی	۲۱۸
۱۰۵	شیخ نظام الدین اولیاءؒ	۲۱۸
۱۰۶	نظام الدین العلامی الہاشمی	۲۱۹
۱۰۷	محمود بن یوسف الکرانی	۲۱۹
۱۰۸	شیخ جمال الدین الاُچی	۲۱۹
۱۰۹	شیخ عبدالعزیز الاردبیلی	۲۲۰
۱۱۰	شمس الدین محمد بن یحییٰ	۲۲۱
۱۱۱	شیخ نصیر الدین چراغ دہلی	۲۲۱
۱۱۲	سید جلال الدین بخاری	۲۲۱
۱۱۳	شیخ علی بن شہاب الہمزانی	۲۲۲
۱۱۴	شیخ محمد بن محمد الدراجی	۲۲۲
۱۱۵	نویں صدی ہجری / پندرہویں صدی عیسوی	۲۲۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۱۶	قاضی حسین شیرازی	۲۲۳
۱۱۷	مظفر بن شمس بلخی	۲۲۳
۱۱۸	سید محمد گیسو دراز	۲۲۳
۱۱۹	محمد بن ابی بکر الدمیانی	۲۲۴
۱۲۰	جمال الدین کشمیری	۲۲۵
۱۲۱	احمد بن عبداللہ الشیرازی	۲۲۵
۱۲۲	یحییٰ بن عبدالرحمٰن ابی الخیر الہاشمی	۲۲۵
۱۲۳	خضر بن حسین البلخی	۲۲۶
۱۲۴	محمد بن حسین پٹنی	۲۲۶
۱۲۵	مولانا خواجگی الکردی	۲۲۶
۱۲۶	تیسرے دور کی خدمات پر تبصرہ	۲۲۷
۱۲۷	دور رابع	۲۲۷
۱۲۸	دسویں صدی ہجری / سولہویں صدی عیسوی۔ دور نشاط	۲۲۷
۱۲۹	شیخ راجح بن داؤد گجراتی	۲۲۷
۱۳۰	شیخ بلال المحدث	۲۲۸
۱۳۱	محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن	۲۲۸
۱۳۲	محمد بن محمد الایجی	۲۲۹
۱۳۳	ابوالقاسم بن احمد المکی	۲۲۹
۱۳۴	شیخ سعد الدین اللاری	۲۲۹
۱۳۵	عبدالعزیز ابھری	۲۳۰
۱۳۶	محمد بن عمر حضرمی	۲۳۰
۱۳۷	شیخ رکن الدین سندھی	۲۳۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۳۸	قاضی عبداللہ بن ابراہیم سندھی	۲۳۲
۱۳۹	میر سید عبدالاول	۲۳۲
۱۴۰	شیخ علی بن حسام الدین المتقی البرہانپوری	۲۳۳
۱۴۱	تعارف کنزل العمال	۲۳۴
۱۴۲	شیخ عبدالملک گجراتی	۲۳۵
۱۴۳	شیخ مبارک بنارسی	۲۳۶
۱۴۴	خواجہ میر کلاں ہروی	۲۳۶
۱۴۵	شیخ عبداللہ بن سعدالدین	۲۳۷
۱۴۶	شیخ محمد طاہر پٹنی	۲۳۷
۱۴۷	شیخ عبدالمعطی باکبیر المکی	۲۳۹
۱۴۸	مولانا طیب سندھی	۲۳۹
۱۴۹	شیخ بن عبداللہ بن عیدروس	۲۳۹
۱۵۰	شیخ عبداللہ انصاری سلطان پوری	۲۴۰
۱۵۱	شیخ عبدالنبی بن احمد گنگوہی	۲۴۰
۱۵۲	شہاب بن احمد عباسی	۲۴۱
۱۵۳	شیخ رحمت اللہ بن عبداللہ	۲۴۱
۱۵۴	میر ابوالغیث بخاری	۲۴۲
۱۵۵	مولانا وجیہہ الدین گجراتی	۲۴۲
۱۵۶	شیخ جمال محمد گجراتی	۲۴۳
۱۵۷	مولانا عباس سندھی	۲۴۳
۱۵۸	مولانا اثیرالدین کاکانی	۲۴۳
۱۵۹	محمد بن احمد شہر مالی	۲۴۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۶۰	ابراہیم بن احمد بغدادی	۲۴۴
۱۶۱	شیخ جمال الدین برہانپوری	۲۴۵
۱۶۲	مولانا ضیاء اللہ مدنی	۲۴۵
۱۶۳	مولانا عبدالرحمٰن ٹھٹھوی	۲۴۵
۱۶۴	مولانا محمد لاہوری	۲۴۵
۱۶۵	دور رابع کی خدمات پر تبصرہ	۲۴۶
۱۶۶	دور خامس	۲۴۸
۱۶۷	گیارہویں صدی ہجری / سترہویں صدی عیسوی	۲۴۸
۱۶۸	مولانا عبدالرحمٰن محدث سرہندی	۲۴۸
۱۶۹	شیخ ابراہیم المحدث اکبرآبادی	۲۴۸
۱۷۰	شیخ ضیاء اللہ اکبرآبادی	۲۴۹
۱۷۱	شیخ بہلول دہلوی	۲۴۹
۱۷۲	شیخ عبداللہ سندیلوی	۲۴۹
۱۷۳	شیخ امین بن سہارنپوری	۲۴۹
۱۷۴	مولانا رفیع الدین سہارنپوری	۲۵۰
۱۷۵	شیخ احمد بن عبدالاحد سرہندی، مجدد الف ثانی	۲۵۰
۱۷۶	سید سعد اللہ سلونی	۲۵۲
۱۷۷	شیخ عبدالقادر عبدالعیدروس	۲۵۲
۱۷۸	شیخ عبداللہ بن حضرمی	۲۵۳
۱۷۹	شیخ حسین بن ناصر الحسینی ہروی	۲۵۳
۱۸۰	محمد صدیق بن شریف	۲۵۳
۱۸۱	عبدالنبی شطاری گجراتی	۲۵۴

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۵۴	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۸۲
۲۵۵	تعارفِ تصانیف شیخ عبدالحق	۱۸۳
۲۵۹	شیخ ابوالرضا بن اسمٰعیل دہلوی	۱۸۴
۲۵۹	جعفر بن علی گجراتی	۱۸۵
۲۵۹	ضیاء الدین جونپوری	۱۸۶
۲۵۹	شیخ محمد سعید سرہندی	۱۸۷
۲۶۰	مفتی نور الحق دہلوی	۱۸۸
۲۶۰	شیخ معصوم بن احمد سرہندی	۱۸۹
۲۶۰	سید جعفر بن بلال، بدر عالم	۱۹۰
۲۶۱	شیخ احمد بن عبداللہ بیجاپوری	۱۹۱
۲۶۱	شیخ اسمٰعیل بیجاپوری	۱۹۲
۲۶۱	شیخ سلیمان بن احمد کردی	۱۹۳
۲۶۱	شیخ عبدالملک بن عبداللطیف گجراتی	۱۹۴
۲۶۱	خواجہ سیف الدین سرہندی	۱۹۵
۲۶۲	عبدالنبی اکبر آبادی	۱۹۶
۲۶۲	سید غضنفر بن جعفر گجراتی	۱۹۷
۲۶۲	قاضی خوب اللہ جونپوری	۱۹۸
۲۶۲	مرزا جان برکی	۱۹۹
۲۶۳	حصہ پاکستان	۲۰۰
۲۶۳	یعقوب بن حسن صرفی کشمیری	۲۰۱
۲۶۴	طاہر بن یوسف سندھی	۲۰۲
۲۶۴	جامی محمد کشمیری	۲۰۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۰۴	حمید الدین بن قاضی عبداللہ سندھی	۲۶۵
۲۰۵	شیخ منور بن عبدالمجید لاہوری	۲۶۵
۲۰۶	قاضی محمد اکرم نصرپوری	۲۶۶
۲۰۷	تعارف اعیان النظر	۲۶۷
۲۰۸	مولانا علم اللہ امیٹھوی	۲۷۰
۲۰۹	شیخ جوہرنات کشمیری	۲۷۱
۲۱۰	محمد بن علی بن خاتون العاملی	۲۷۱
۲۱۱	شیخ عیسیٰ بن قاسم سندھی	۲۷۱
۲۱۲	قاضی نصیر الدین برہانپوری	۲۷۲
۲۱۳	شیخ حیدر بن فیروز حنفی کشمیری	۲۷۳
۲۱۴	شیخ موسیٰ بن جعفر کشمیری	۲۷۳
۲۱۵	شیخ فتح محمد برہانپوری	۲۷۳
۲۱۶	عبداللہ ملا سعداللہ	۲۷۴
۲۱۷	خواجہ معین الدین	۲۷۴
۲۱۸	سید محمد جعفر بدر عالم	۲۷۴
۲۱۹	شیخ اسمٰعیل فتح اللہ لاہوری	۲۷۵
۲۲۰	مولانا جمال الدین برہانپوری	۲۷۵
۲۲۱	بابا داؤد مشکوٰتی	۲۷۵
۲۲۲	مولانا یعقوب البنانی	۲۷۶
۲۲۳	بارہویں صدی ہجری / اٹھارویں صدی عیسوی	۲۷۶
۲۲۴	شیخ محمد بن جعفر گجراتی	۲۷۶
۲۲۵	شیخ محمد اعظم سرہندی	۲۷۷

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۷۷	شیخ محمد صادق گجراتی	۲۲۶
۲۷۷	شیخ مبارک بن فخر الدین بلگرامی	۲۲۷
۲۷۸	مولانا فرخ شاہ سرہندی	۲۲۸
۲۷۸	شیخ عبدالاحد سرہندی	۲۲۹
۲۷۹	امین الدین جونپوری	۲۳۰
۲۷۹	مولانا جاراللہ سائینوری	۲۳۱
۲۷۹	سید عبدالجلیل حسینی	۲۳۲
۲۷۹	عبدالمقتدر بہاری	۲۳۳
۲۷۹	مولانا محمد عتیق بہاری	۲۳۴
۲۸۰	سیف اللہ بخاری دہلوی	۲۳۵
۲۸۰	عبدالوہاب منور آبادی	۲۳۶
۲۸۰	شیخ نورالدین گجراتی	۲۳۷
۲۸۱	شیخ قطب الدین سرہندی	۲۳۸
۲۸۱	مولانا فخر الدین دہلوی	۲۳۹
۲۸۱	مولانا شیخ الاسلام دہلوی	۲۴۰
۲۸۲	شیخ محمد بن عبدالرحمان	۲۴۱
۲۸۲	حصہ پاکستان	۲۴۲
۲۸۲	مولانا عنایت اللہ شال کشمیری	۲۴۳
۲۸۲	ابوالحسن کبیر سندی	۲۴۴
۲۸۴	تعارف تالیفات ابوالحسن	۲۴۵
۲۸۵	حاشیہ بخاری	۲۴۶
۲۸۶	حاشیہ مسلم	۲۴۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۴۸	حاشیہ ترمذی	۲۸۶
۲۴۹	حاشیہ سنن نسائی	۲۸۸
۲۵۰	حاشیہ سنن ابن ماجہ	۲۸۹
۲۵۱	شیخ محمد افضل سیالکوٹی	۲۹۱
۲۵۲	شیخ محمد قائم سندھی	۲۹۱
۲۵۳	علامہ محمد معین ٹھٹھوی	۲۹۱
۲۵۴	شیخ ابو طیب سندھی	۲۹۲
۲۵۵	شیخ محمد حیات سندھی	۲۹۳
۲۵۶	مولانا عبدالولی کشمیری	۲۹۳
۲۵۷	مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھائی	۲۹۴
۲۵۸	پانچویں دور کی خدمات پر تبصرہ	۲۹۴
۲۵۹	نقشہ سند شاہ ولی اللہ	۲۹۶
۲۶۰	دور سادس	۲۹۸
۲۶۱	بارہویں صدی ہجری	۲۹۸
۲۶۲	شیخ شاہ ولی اللہ دہلوی	۲۹۸
۲۶۳	شیخ محمد عاشق پھلتی	۳۰۰
۲۶۴	مرزا جانجاناں دہلوی	۳۰۱
۲۶۵	مولانا فخر الدین دہلوی	۳۰۱
۲۶۶	حصہ پاکستان	۳۰۲
۲۶۷	ابوالحسن سندھی (صغیر)	۳۰۲
۲۶۸	تیرہویں صدی ہجری / انیسوی صدی عیسوی	۳۰۲
۲۶۹	حصہ ہند	۳۰۲

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۰۲	مرتضیٰ بن محمد بلگرامی	۲۷۰
۳۰۴	مولانا خیر الدین سورتی	۲۷۱
۳۰۴	شیخ صفدر بن حسین اورنگ آبادی	۲۷۲
۳۰۴	شیخ نثار علی ظفر آبادی	۲۷۳
۳۰۴	شیخ احمد بن محمد حسینی	۲۷۴
۳۰۵	مولانا تفور علی نگینوی	۲۷۵
۳۰۵	شیخ رفیع الدین مراد آبادی	۲۷۶
۳۰۶	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	۲۷۷
۳۰۶	مولانا قطب الہدیٰ بریلوی	۲۷۸
۳۰۷	مولانا محمد مخدوم لکھنوی	۲۷۹
۳۰۷	سلام اللہ سرہندی	۲۸۰
۳۰۷	مولانا سراج احمد رامپوری	۲۸۱
۳۰۸	شاہ رفیع الدین دہلوی	۲۸۲
۳۰۸	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی	۲۸۳
۳۰۹	مولانا غلام محمد سورتی	۲۸۴
۳۰۹	شیخ ثناء اللہ سنبھلی	۲۸۵
۳۱۰	مفتی الٰہی بخش کاندھلوی	۲۸۶
۳۱۰	شیخ ببر علی اخباری	۲۸۷
۳۱۰	شیخ ابوسعید دہلوی	۲۸۸
۳۱۱	شیخ امین کاکوروی	۲۸۹
۳۱۱	مرزا حسن علی شافعی	۲۹۰
۳۱۲	شیخ امام الدین امروہی	۲۹۱

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۱۲	مولانا محمد علی رامپوری	۲۹۲
۳۱۲	عبدالخالق دہلوی	۲۹۳
۳۱۲	شیخ اسحٰق بن محمد افضل دہلوی	۲۹۴
۳۱۳	مولانا عبداللہ مدراسی	۲۹۵
۳۱۳	مولانا وجیہہ الدین سہارنپوری	۲۹۶
۳۱۴	مولانا محمد علی لکھنوی	۲۹۷
۳۱۴	مولانا ولایت علی صادق پوری	۲۹۸
۳۱۴	شیخ عبداللہ الہ آبادی	۲۹۹
۳۱۵	مولانا سخاوت علی جونپوری	۳۰۰
۳۱۶	مولانا فرحت حسین عظیم آبادی	۳۰۱
۳۱۶	مولانا حسین احمد ملیح آبادی	۳۰۲
۳۱۷	شیخ عبدالحق بنارسی	۳۰۳
۳۱۷	مولانا کرامت علی دہلوی	۳۰۴
۳۱۸	مولانا محبوب علی دہلوی	۳۰۵
۳۱۸	شیخ محسن بن یحییٰ ترھٹی	۳۰۶
۳۱۸	قاضی صبغۃ اللہ مدراسی	۳۰۷
۳۱۹	حصۂ پاکستان	۳۰۸
۳۱۹	سید محمد شاہ ہمدانی	۳۰۹
۳۱۹	شیخ احمد بن مصطفیٰ کشمیری	۳۱۰
۳۲۰	مولانا عبدالعزیز پہاروی	۳۱۱
۳۲۰	مولانا جلال الدین برہانپوری	۳۱۲
۳۲۱	چھٹے دور کی خدمات پر تبصرہ	۳۱۳

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۲۲	دورِ سابع	۳۱۴
۳۲۳	تیرہویں صدی ہجری (البقیہ ۷۰ سال)	۳۱۵
۳۲۳	حصہ ہند	۳۱۶
۳۲۳	محدثین کے اسماء گرامی	۳۱۷
۳۲۵	حصہ پاکستان	۳۱۸
۳۲۵	مولانا مصطفیٰ ابن طیب رفیقی	۳۱۹
۳۲۶	چودہویں صدی ہجری	۳۲۰
۳۲۶	حصہ ہند	۳۲۱
۳۲۶	محدثین کے اسماء گرامی	۳۲۲
۳۳۱	ساتویں دور کی خدمات پر تبصرہ	۳۲۳

باب ششم —— پاکستان میں علم حدیث کی خدمت

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۳۲	برصغیر میں علم دین کی اشاعت	۱
۳۳۴	مولانا محمد حسین اسرائیل بن عبدالستار	۲
۳۳۴	مولانا قاضی عبدالقادر ہزاروی	۳
۳۳۵	مولانا فیض عالم بن ملا جیون ہزاروی	۴
۳۳۶	مولانا محمد ایوب بن لطیف اللہ محدث پشاوری	۵
۳۳۷	مولانا سید عبداللہ قطب شاہ بن حبیب شاہ عباسی	۶
۳۳۷	مولانا عبدالعزیز بن عبدالسلام عثمانی ہزاروی	۷
۳۳۸	مولانا عبدالعزیز محدث سہالوی	۸
۳۳۹	تعارف نبراس الساری فی اطراف البخاری	۹
۳۴۰	مولانا محمد بن عبداللہ پکھلوی	۱۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۱	مولانا شبیر احمد عثمانی	۳۴۱
۱۲	تعارف فتح الملہم شرح صحیح مسلم	۳۴۱
۱۳	مقدمۂ فتح الملہم	۳۴۲
۱۴	اسلوب شرح	۳۴۳
۱۵	افضلیتِ مدینہ منورہ کی بحث	۳۴۴
۱۶	فتح الملہم پر علامہ زاہد الکوثری کی رائے	۳۴۸
۱۷	تعارف فضل الباری شرح اُردو صحیح بخاری	۳۴۹
۱۸	مولانا اشفاق الرحمٰن بن عنایت الرحمٰن کاندھلوی	۳۵۱
۱۹	تعارف الطیب الشذی	۳۵۲
۲۰	تعارف حاشیہ موطا امام مالک	۳۵۳
۲۱	تعارف کتاب علم حدیث	۳۵۴
۲۲	مفتی عبد الحفیظ بن مولانا عبد المجید حقانی	۳۵۵
۲۳	قاضی عبد السبحان علوی	۳۵۶
۲۴	مولانا احمد علی لاہوری	۳۵۷
۲۵	مولانا سید داؤد غزنوی	۳۵۷
۲۶	حافظ محمد ادریس طوروی	۳۵۸
۲۷	مولانا نصیر الدین غور غشتوی	۳۵۹
۲۸	سید انوار الحق کاکا خیل	۳۵۹
۲۹	مولانا سید احمد شاہ بخاری	۳۶۰
۳۰	مولانا خیر محمد جالندھری	۳۶۰
۳۱	مولانا عبد الحامد قادری بدایونی	۳۶۱
۳۲	محمد انوری	۳۶۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۳	مفتی احمد یار خان نعیمی	۳۶۲
۳۴	تعارف نعیم الباری فی انشراح البخاری	۳۶۳
۳۵	محمد نذیر صاحب حق بن فضل احمد سوانی	۳۶۴
۳۶	مولانا شیر زمان ہزاروی	۳۶۵
۳۷	مولانا محمد ادریس کاندھلوی	۳۶۵
۳۸	تعارف تحفۃ القاری بحل مشکلات البخاری	۳۶۶
۳۹	شبہائے ایمان کی تفصیل	۳۶۷
۴۰	تعارف التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح	۳۶۸
۴۱	گناہِ کبیرہ وصغیرہ کی بحث	۳۶۹
۴۲	کلمتانِ خفیفتان علی اللسان کی تشریح	۳۷۱
۴۳	تعارف کتاب حجیت حدیث	۳۷۲
۴۴	مولانا ظفر احمد عثمانی	۳۷۴
۴۵	تعارف اعلاء السنن	۳۷۵
۴۶	وجہ تالیف اعلاء السنن	۳۷۶
۴۷	مقدمۂ اعلاء السنن	۳۷۸
۴۸	عورت کی دیت کی بحث	۳۷۹
۴۹	مولانا عبدالرحمٰن بن سید امیر مردانی	۳۸۰
۵۰	مولانا سید ابوالبحر غزنوی	۳۸۰
۵۱	مولانا سید محمد یوسف بنوری	۳۸۱
۵۲	تعارف معارف السنن شرح سنن الترمذی	۳۸۲
۵۳	مولانا اکبر علی بن احسان علی سہارنپوری	۳۸۵
۵۴	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی	۳۸۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۵	تعارف کتاب سنت کی آئینی حیثیت	۲۸۶
۵۶	مولانا محمد محترم فہیم عثمانی	۲۸۷
۵۷	تعارف کتاب حفاظت و حجیت حدیث	۲۸۸
۵۸	مولانا سید احمد سعید کاظمی	۲۸۹
۵۹	پروفیسر حامد الرحمن صدیقی	۲۹۰
۶۰	مولانا حبیب الرحمن صدیقی	۲۹۱
۶۱	مولانا خلیل الرحمن نعمانی	۲۹۱
۶۲	مولانا سید بادشاہ گل	۲۹۲
۶۳	مولانا قاضی زاہد الحسینی	۲۹۳
۶۴	مولانا سرفراز خان صفدر	۲۹۴
۶۵	مولانا شمس الحق افغانی	۲۹۴
۶۶	مولانا عابد الرحمن صدیقی	۲۹۵
۶۷	تعارف ترجمہ صحیح مسلم	۲۹۵
۶۸	مولانا عاشق الٰہی بلند شہری	۲۹۶
۶۹	مولانا قاضی عبد الحئی ہزاروی	۲۹۷
۷۰	مولانا عبد الرشید نعمانی	۲۹۸
۷۱	قاضی عبد الکریم بن قاضی نجم الدین کلاچوی	۲۹۸
۷۲	مفتی عزیز احمد نادری	۲۹۹
۷۳	مولانا غلام رسول بن جیو دھری بنی بخش	۴۰۰
۷۴	مولانا محمد تقی عثمانی	۴۰۰
۷۵	تعارف تکملہ فتح الملہم	۴۰۱
۷۶	مولانا محمد رفیع عثمانی	۴۰۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷۷	تعارف کتاب کتابت حدیث عہد رسالت و عہد صحابہ میں	۴۰۳
۷۸	مولانا محمد طاہر بن غلام نبی مردانی	۴۰۵
۷۹	مولانا محمد مالک کاندھلوی	۴۰۶
۸۰	تعارف تجرید صحیح مسلم اردو ترجمہ صحیح مسلم	۴۰۷
۸۱	مولانا سید محمود احمد رضوی	۴۰۸
۸۲	تعارف فیوض الباری شرح بخاری	۴۰۹
۸۳	دیگر خدمات	۴۰۹
۸۴	اختتام	۴۰۹
۸۵	اشاریہ	۴۱۰
	رجال	۴۱۱
	خواتین	۴۲۸
	اصطلاحات	۴۳۹
	ماخذ و مصادر	۴۴۱

حرفِ اوّل

ملک میں تعلیم و تحقیق کے اعلیٰ پیمانہ پر فروغ کے لیے لاہور میں ایک تحقیقی اور حوالہ جاتی لائبریری "قائد اعظم لائبریری" کا قیام ڈھائی سال قبل عمل میں آیا۔ لائبریری میں ایک شعبہ تحقیق بھی قائم کیا گیا ہے جس کے ارکان لائبریری میں تحقیق کے لئے آنے والوں کی رہنمائی کے علاوہ مقالات، مضامین اور کتب تالیف کرنے کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ اس شعبہ کی جانب سے اس مختصر مدت میں دو مختصر کتابچے شائع کئے جا چکے ہیں اور اب اس شعبہ کی پہلی باقاعدہ کتاب مراحل طباعت کیلئے تیار ہے۔

شعبہ تحقیق کے ایک فاضل رکن محمد سعد صدیقی صاحب نے "علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت" کے عنوان پر ایک کتاب مرتب کی ہے جو گرانقدر قیمتی علوم و معارف پر مشتمل ہے اور پاکستان کے علماء نے از ابتداء تا حال علم حدیث کی تصنیف و تالیف کے میدان میں جو بیش بہا خدمات سرانجام دی ہیں، ان کا اس کتاب سے بخوبی علم ہوتا ہے۔ یہ کتاب جہاں اہل علم کی رہنمائی اور محققین کی تحقیق کے لئے مددگار ثابت ہوگی، وہاں اس نوجوان نسل کے لیے مطالعہ کا ایک قیمتی اثاثہ ثابت ہو گی۔ جو مغرب اور اہل مغرب کے اعتراضات سے مرعوب ہو کر دین میں شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں۔ اور علم حدیث کی تدوین، تاریخ اور اس کی حجیت پر پیدا ہونے والے نظریات سے متأثر نظر آتے ہیں۔ اس کتاب سے ان شکوک و شبہات اور نظریات کی ایسے دلائل و حقائق سے تردید کی گئی ہے کہ جن سے ان غلط نظریات کا علمی انداز کے ساتھ ابطال ہوتا ہے۔

اس کتاب پر ملک کے تین ممتاز علماء کرام، مولانا محمد مالک کاندھلوی، مولانا مفتی محمد حسین نعیمی اور مولانا سید محمد متین ہاشمی صاحب مدظلہم العالی سے جو علم و تحقیق اور خصوصاً علم حدیث میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں، آراء لی گئی ہیں۔ تینوں علماء نے مسودہ کا جستہ جستہ مطالعہ کیا اور اپنی تحسینی رائے کا اظہار فرمایا۔ میں اس پر ان حضرات کا بصمیم قلب ممنون ہوں۔ قائد اعظم لائبریری اہل علم کے استفادہ

کے لئے اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔ اس کتاب کی تالیف میں جن حضرات کا علمی تعاون مولف کے ساتھ رہا، میں ان حضرات کا بھی تہہ دل سے مشکور ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس خدمت کو قبول فرمائیے۔ دنیا میں علم و تحقیق کے اضافہ کا باعث اور آخرت میں نجات کا سبب بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔

انعام الحق
ایئر کموڈور (ریٹائرڈ) ڈائریکٹر جنرل پبلک لائبریریز
پنجاب لاہور

۳۰ / جنوری ۱۹۸۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

مولانا محمد مالک کاندھلوی ـــ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد والہ واصحابہ اجمعین

یہ بات محتاج بیان نہیں ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ دین اسلام کی اساس و بنیاد ہے اور سنت رسول ﷺ ہی قرآن حکیم کی تفسیر ہے۔ اس بناء پر امت کے لئے حدیث رسول ﷺ ہی معیار ہدایت اور ذخیرہ سعادت اور باعث نجات و فلاح ہے۔

قرون اولیٰ سے آج تک حدیث کے موضوع پر مختلف حیثیتوں سے اہل علم کتابیں اور مقالے مرتب کرتے رہے۔ اور ان میں بعض تصانیف اپنے معیار تحقیق کے لحاظ ایسی عظمت و برتری اور قبولیت کی حامل ہوئیں کہ تاریخ ان پر ہمیشہ فخر کرتی رہے گی۔

مجھے عزیزم مولوی حافظ محمد سعد صدیقی فاضل علوم اسلامیہ الشہادۃ العالمیۃ اور ایم اے اسلامیات کی مرتب کردہ کتاب "علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت" دیکھ کر بڑی ہی مسرت ہوئی۔ میں نے متعدد ابواب سے اس کا مطالعہ کیا۔ الحمد للہ کتاب کا اسلوب نہایت ہی اعلیٰ اور معیار تحقیق کا بہترین پیکر ہے۔ موصوف سلمہٗ نے بڑی ہی کاوش سے اس موضوع پر مرتب کردہ کتابوں کے گرانقدر ذخیرہ سے وہ تحقیقی مواد جمع کیا ہے جو انشاء اللہ آئندہ نسلوں کے لئے علم حدیث کی خدمت کے تعارف میں روشنی کا ایک بلند مینار ثابت ہوگا

مجھے اس بات سے بے حد خوشی ہوئی کہ ہر باب میں گرانقدر نقول مستند حوالوں سے جمع کر کے ان نقول و حوالوں سے مستنبط ہونے والے نتائج و حقائق پر بھی کلام کیا ہے۔ اور حدیث کی حجیت و تدوین اور برصغیر میں علماء اسلام نے جو خدمات انجام دیں تاریخی نوعیت سے اس کو بھی دلائل و حقائق کیساتھ مرتب کیا ہے

میں ان ابواب کے مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں یہ کتاب اپنی جامعیت اور افادیت میں ایک امتیازی مقام رکھتی ہے۔

مؤلف سلمہٗ کی اپنی کم عمری میں ایسی عظیم علمی خدمت بلاشبہ قابل قدر ہے۔ قائد اعظم لائبریری کے واسطے یہ بات انتہائی سعادت اور فخر کا باعث ہوگی کہ وہ اس کتاب کو شائع کر کے اہل علم کے لئے ایک نادر علمی ذخیرہ فراہم کر دے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے میرے دل میں یہ بات آتی ہے کہ میں قائد اعظم لائبریری کے بورڈ کو یہ مشورہ دوں کہ اس تالیف کی افادیت کو دیکھ کر اس شعبہ کے معیار کو اور زائد بلند کرے۔ اور مزید موضوعات پر ایسی تحقیقی کتابوں کی تالیف کے لئے ضروری اقدامات کرے۔ تاکہ یہ ادارہ پاکستان میں معیار تحقیق کے لحاظ اپنا عظیم مقام دنیا میں پیش کر سکے۔

بہر کیف میں مؤلف سلمہٗ کو مبارکباد کا پیغام دیتے ہوئے لائبریری کو بھی ہدیہ تہنیت پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں خدا تعالیٰ اس تالیف کو قبول فرمائے اور اہل علم کو منتفع فرمائے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بندہ ناچیز

محمد مالک کاندھلوی

(محمد مالک کاندھلوی)

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۳ دسمبر ۸۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

تقریظ

مولانا سید محمد متین ہاشمی،

ڈائرکٹر مرکز تحقیق (ریسرچ سیل) دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور

مولانا محمد سعد صدیقی (اللہ ان کی عمر دراز کرے اور اپنی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کی انہیں توفیق دے) کی تالیف "علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت" کے مسودے کو جستہ جستہ دیکھنے کا شرف حاصل ہوا اور میں اس امر کو اپنے لئے باعثِ سعادت تصور کرتا ہوں۔ اگرچہ کتاب کا موضوع پاکستان میں علم حدیث کی خدمت سے متعلق ہے جس پر گفتگو پانچویں باب سے شروع کی گئی ہے تاہم ابتدائی چار ابواب میں حدیث سے متعلق مباحث، حجیت حدیث اور تاریخ حدیث، فنی مباحث اور مختلف ادوار میں متحدہ ہندوستان کے علماء کی خدمات کے تذکرے نے کتاب کی اہمیت کو دوچند کر دیا ہے۔ بالخصوص حجیت حدیث پر فاضل مولف نے جو دلائل دیے ہیں۔ انہیں مُسکِت کہا جا سکتا ہے۔ نیز ضمناً حدیث کی اقسام اور مصطلحات کے تذکرے نے کتاب کو نہ صرف عام قارئین کے لئے بلکہ اہلِ علم کے لئے بھی نہایت مفید اور معلوماتی بنا دیا ہے۔ مسودے کے مطالعے کے بعد کامل طمانیتِ قلب سے بحمد اللہ میں یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ کتاب میں جدید ریسرچ کے تقاضوں کو کافی حد تک ملحوظ رکھا گیا ہے جس کے باعث کتاب مفید ہونے کے ساتھ ساتھ حوالے کی کتاب بھی بن گئی ہے۔ عام طور پر ایسا بہت کم ہوتا ہے اور ایک ایسے نوجوان سے جس نے حال ہی میں قلم سنبھالا ہے۔ اور تصنیف و تالیف کے میدان میں قدم رکھا ہے اس بات کی کم توقع کی جاتی ہے۔ بس اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء۔

مجھے اس کتاب سے ایک جدید عہد کی خوشبو مل رہی ہے۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

اگر فاضل مؤلف کی موجودہ محنت کا سلسلہ جاری رہا اور اس کتاب کی تالیف میں تحقیق و جستجو نیز مواد کی ترتیب کا جو انداز اختیار کیا گیا ہے باقی رہا تو انشاء اللہ العزیز یہ نوجوان مؤلف بہت جلد اپنے پیشروؤں کے برابر آجائیگا بلکہ ان سے آگے بڑھ جائیگا۔ اخیر میں میں ایک مرتبہ پھر فاضل مؤلف کی صحت و سلامتی اور درازیٔ حیات کے لئے بارگاہِ رب العزت میں دست بدعا ہوں تاکہ وہ آئندہ بھی اسی طرح دین قیم کی گراں قدر خدمات سرانجام دیتے رہیں اور جو شمع ان کے بزرگوں نے جلائی تھی۔ اس کی لو بی مدھم نہ ہونے پائیں۔ آمین

سید محمد متین ہاشمی

ڈائریکٹر مرکز تحقیق (ریسرچ سیل)

دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری نسبت روڈ لاہور

مورخہ ۲۰ جنوری ۸۷ء

تقریظ

مفتی محمد حسین نعیمی۔ مہتمم واستاد الحدیث جامعہ نعیمیہ لاہور

تعلیمات اسلامیہ کے ماخذ کی حیثیت سے قرآن کریم کے بعد اگرچہ سنتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام ہے لیکن اسلام کے احکامات اور دین کی تشریحات نیز مذہب حقہ کی تفصیلات کے پیشِ نظر احادیث مبارکہ وسیع تر۔ جامع تر۔ کامل تر ہدایت ہیں۔ قرآن کریم کے فرمودات کے اجمال کی واضح تشریح اقوال و افعالِ رسول سے ہی ممکن ہے قرآن عظیم کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے احادیث نبویہ ازبس ضروری ہیں یہی وجہ ہے کہ علماء اسلام نے جسقدر توجہ احادیث کی روایت اور ان کی نشر واشاعت کے لئے جو جدوجہد کی ہے کسی دوسرے علوم کے لئے نہیں کی۔

علم حدیث بڑا وسیع علم ہے اس کے ہر پہلو پر بڑی تحقیقات ہوئی ہیں اور اس کی متعدد جہات پر فقہائے اسلام نے بڑی کاوشیں کی ہیں اسی سلسلے میں مولانا العزیز محمد سعد صدیقی صاحب نے بڑی محنت اور انتہائی گہرے مطالعہ کے ساتھ احادیث مبارکہ کے مختلف پہلوؤں پر مشتمل یہ کتاب تالیف کی ہے اس میں نہایت مفید اور گرانقدر معلومات درج ہیں اس کتاب میں چھ ابواب ہیں ہر باب اپنی نوعیت کے لحاظ سے انتہائی افادیت کا حامل ہے پہلا باب علم حدیث سے متعلق اس کے مرادی معنی اور اصطلاحی مفہوم پر مشتمل ہے دوسرے باب میں حدیث کی عظمت اس کے درجے کی وضاحت اور حدیث کی حجیت کے سلسلے میں قوی دلائل درج کئے گئے ہیں۔

تیسرے باب میں علوم احادیث کی تفصیلات اور اس کے جملہ اقسام کی تعریفات کا بیان ہے۔

چوتھے باب میں علم احادیث کا تاریخی ارتقاء اور احادیث کی تدوین کے مختلف مراحل کا ذکر ہے پانچویں باب میں برصغیر میں علوم اسلامیہ کی اور بالخصوص علم حدیث کی خدمات کو سات ادوار پر تقسیم کر کے ہر دور میں خدماتِ حدیث پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور اس دور کو قیام پاکستان پر ختم کیا ہے چھٹے باب میں ان خدمات جلیلہ کا تذکرہ ہے جو پاکستان کے قیام کے بعد اس حکومت خداداد میں علمائے

پاکستان نے حدیث مبارک کے سلسلے میں خدمات انجام دی ہیں۔ مولنا محمد سعد صدیقی صاحب کی یہ کاوش قابل قدر اور لائق تحسین ہے احادیث رسول کی واقفیت کا شوق رکھنے والے افراد کے لیے یہ کتاب معلومات کا ایک گرانقدر ذخیرہ ہے مولی تعالی بطفیل سید کونین ﷺ اس کتاب کی ترتیب و تبویب پر جو محنت کی گئی ہے اسکو قبول فرمائے اور مولنا محمد سعد صدیقی صاحب کے لیے دارین میں کامرانی کا ذریعہ بنائے اور اس کے قارئین کے لیے وسیلہ رشد و ہدایت ٹھہرائے۔

مفتی محمد حسین نعیمی

(مفتی محمد حسین نعیمی)

۱۸ جنوری ۱۹۸۶ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حرفِ آغاز

(حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت دعا کرتے ہوئے بارگاہِ الٰہی سے جو سوال کرتے ہیں، اس کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم آیاتك ویعلمھم الکتب والحکمۃ ویزکیھم انك انت العزیز الحکیم۔" (۱)

(اے ہمارے رب ان لوگوں میں انہی میں سے ایک رسولؐ مبعوث فرما جو ان کے سامنے تیری آیات کی تلاوت کرے، ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔ اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرے۔)

اللہ کی ربوبیت اور اس کی عزت و حکمت کے ذکر کے ساتھ اللہ کے خلیل نے یہ دعا کی اور اللہ کے ذبیح نے اس پر آمین کہا۔ بارگاہ ربوبیت میں اس دعا کو قبولیت کا شرف حاصل ہوا اور حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی اولاد میں سے محمد بن عبداللہ ﷺ کو عالم انسانیت کے سامنے تلاوت آیات، تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیۂ نفوس کے لیے نبی آخر الزماں بنا کر نہ صرف مبعوث فرمایا۔ بلکہ حضرت ابراہیمؑ کی زبان سے نکلنے والے مقاصد نبوت کا اعلان بھی قرآن کریم میں کر دیا۔)

"لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔" (۲)

بیشک اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر یہ احسان کیا کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا۔ جو ان کے سامنے آیات اللہ کی تلاوت کریگا۔ ان کے نفوس کا تزکیہ کریگا۔ اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیگا۔ بلاشبہ یہ لوگ اس سے قبل صریح گمراہی میں مبتلا تھے)

(محمد بن عبداللہ ﷺ کی عمر مبارک کے چالیس سال گزرنے کے بعد آپؐ کو غار حراء میں خلعت

(۱) ۲:۱البقرہ: ۱۲۹ (۲) ۳:آل عمران: ۱۶۴۔

بنوت عطا کی گئی مقاصد نبوت میں سے اولین مقصد ـــ تلاوتِ آیات کا حکم پہلی وحیِ الٰہی میں ہوا۔)

إقرأ باسم ربك الذى خلق ۔ (۳)

(پڑھو اپنے اس رب کے نام سے جس نے انسانیت کو پیدا کیا۔)

فرائض نبوت، کوئی آسان فرائض نہ تھے، رسالت کی ذمہ داریاں کوئی سہل ذمہ داریاں نہ تھیں تبلیغ و اشاعتِ دین اور تنفیذ احکام کی تفویض کوئی معمولی امر نہ تھا، قرآن کریم کا اعجاز عقولِ انسانی کو حیران کر دینے والا تھا۔ نبی کریمؐ کی پیشانی عرق آلود ہوئی اور آپؐ نے اپنی رفیقۂ حیات، ہمدم و غمگسار، سے ارشاد فرمایا۔

زملونی ..... زملونی (۴)

بارگاہِ الٰہی کی جانب سے پہلی وحی میں پہلی ذمہ داری سپرد ہونے کے بعد زمانہ فترۃ شروع ہوا۔ اور زمانہ فترۃ کے بعد دوسری ذمہ داری عائد کی گئی۔

یا ایہا المدثر قم فأنذر ۔ (۵)

اے چادر اوڑھنے والے کھڑا ہو جا اور قوم کو عذاب الٰہی سے ڈرا دیجئے۔

وأنذر عشيرتك الأقربين ۔ (۶)

(اپنے اقرباء کو ڈرایئے)

(اب آپ پر تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیہ نفوس کی ذمہ داریاں بھی عائد ہو گئیں اور آپؐ نے ان کو سرانجام دینا شروع کر دیا) اہل مکہ کی تکالیف بھی سامنے آئیں، ان کی عداوتوں اور معاشرتی انقطاع کا سامنا بھی ہوا۔ ان کی طرف سے لالچ بھی دیا گیا۔ ذہنی و جسمانی اذیتیں اور تکالیف بھی دی گئیں، طائف کے اوباش نوجوانوں کی طرف سے سنگ باری بھی کی گئی لیکن آپؐ کو فرائض نبوت کی ادائیگی سے کوئی پند و نصیحت روک سکی۔ نہ کوئی لالچ راہ میں حائل ہو سکا نہ تکالیف و مصائب کا جم غفیر اس عزم شل کوہ کے پایہ استقلال میں کوئی تزلزل لا سکا

مکہ مکرمہ میں اشاعت و تبلیغ دین ممکن نہ رہی تو بارگاہِ الٰہی کی جانب سے یثرب کی جانب ہجرت کا حکم ہوا۔

۳۔ ۹۶ : العلق ۱؛ (۴) بخاری، محمد بن اسمٰعیل۔ الجامع الصحیح ج ۱: ص ۳؛ (۵) المدثر (۶) الشعراء ۲۱۴

ہجرت مدینہ منورہ کے بعد نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے مسجد نبوی کی بنیاد رکھی، اور اس طرح مسجد نبوی کی صورت میں اسلام کی سب سے پہلی درسگاہ اور تربیت گاہ صفہ کی شکل میں پہلا "دارالحدیث" اور اصحاب صفہ کی شکل میں سب سے پہلے "شیوخ الحدیث" اس عالم رنگ و لو میں منصہ ظہور پر آئے،

تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیہ نفوس کا کام ایک منظم شکل میں انجام پانے لگا۔ اصحاب صفہ کی شان یہ تھی کہ ان کا شغل و مشغلہ، معاش و معاد سب کچھ یہ تھا کہ آیات قرآنیہ کو یاد کریں۔ اور بارگاہ نبوت سے ملنے والی اس کی توضیحات و تفصیلات اور احکام کا مذاکرہ کریں۔ شب و روز نبی کریم ﷺ کی سیرت کا بغور مطالعہ کریں اور اپنی زندگی اس کے مطابق گزاریں۔ اور آئندہ نسلوں کو تعلیمات نبوی سے آگاہ کریں۔ مکی دور کے ۱۳ اور مدنی دور کے ۱۰ سال انہی فرائض نبوت کی تکمیل میں گزرے، حجتہ الوداع میں سوا لاکھ تربیت یافتگان نبوت کی ایک عظیم جماعت تیار ہو چکی تھی۔

وہ انسانیت کہ جو بقول ئے ارشاد الٰہی قبل از نبوت و رسالت گہری اور کھلی گمراہی میں مبتلا تھی۔ اس کو اسی گہرائی سے نکالنے کے لیے اس ۲۳ سالہ زندگی میں وقتاً فوقتاً احکام جاری کیے جاتے رہے اور وقت اخیر گمراہی سے بچے رہنے کے لئے خطبہ حجتہ الوداع میں ایک طریقہ بتادیا کہ اس طریقہ پر جب تک امت عمل پیرا رہے گی، گمراہی سے بچی رہے گی۔

قد ترکت فیکم ما ان استعصمتم بہ فلن تضلوا ابداً کتاب اللہ وسنۃ نبیہ (۷)

(اور میں تم میں ایک ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ تم سے اسے اگر مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے یعنی اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت کو،)

حجتہ الوداع کے موقع پر تکمیل دین اور اتمام نعمت اسلام کا اعلان ہوا اور نبی کریم ﷺ کو جبکہ دین میں لوگ فوج در فوج داخل ہو رہے ہوں، مخلوق سے کسی قدر منقطع ہو کر تسبیح و تحمید میں مشغول رہنے کا حکم دیا گیا۔

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد، صحابہ کرام نے اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں خواہ اس کا تعلق حکومت و مملکت سے ہو یا ذاتی زندگی سے، اقتصاد سے ہو یا سیاست سے، قرآن کریم اور سنت نبوی کو حرز جاں بنایا اور گمراہی سے بچے رہے۔

(۷) بخاری (۸) ۵ المائدہ: ۳ (۹) ۱۱۰: نصر: ۳

صحابہ کرامؓ نے اپنی زندگی میں دو جہتوں سے علم حدیث کی تعلیم و اشاعت کا فریضہ سرانجام دیا۔ ایک جانب حدیث کی درسگاہیں قائم کی گئیں اور تلامذۂ علوم حدیث ان سے بہرہ اندوز ہوتے رہے۔ دوسری جانب صحابہ کرامؓ کے قلوب میں حدیث و سنت کی عظمت اسقدر راسخ تھی کہ وہ نہ صرف اپنی زندگی مشغال حیات بھی سنت کے خلاف نہ گزارتے۔ بلکہ دوسرے کسی شخص سے بھی یہ گوارہ نہ کرتے کہ وہ اقوال یا افعال نبوئی کے خلاف کسی حرکت کا ارتکاب کرے، ایسے شخص کو وہ بلا امتیاز ٹوک دیا کرتے اور بلا لحاظ مرتبہ و عہدہ مخالفتِ اقوالِ نبیؐ پر اعلانِ انقطاع کر دیتے نبی کریم ﷺ کی احادیث صحابہ کرام سے قولاً اور عملاً تابعین میں منتقل ہوئیں۔ تابعین نے صحابہ کرامؓ سے اقوالِ نبیؐ کا سماع بھی کیا۔ ان کے مرتب کردہ مجموعہائے احادیث سے استفادہ بھی کیا اور ان کے اعمال کا گہرا مطالعہ بھی جو کہ ملّا اقوال و اعمالِ نبیؐ کا آئینہ تھے۔

(خلفاء راشدین کے زمانہ میں عموماً اور دورِ فاروقی و عثمانی میں خصوصاً تعلیماتِ نبیؐ کی اشاعت کے ساتھ سلطنتِ اسلامیہ کی حدود کو بھی پھیلایا گیا،

حضرت عثمان غنیؓ نے علوم نبوت کی حفاظت و تدوین کے لیے یہ اہتمام کیا کہ کبار صحابہؓ کو مرکز خلافت مدینہ منورہ میں رکھا اور ملکی و حکومتی ذمہ داریوں کا مسئول نوجوان صحابہؓ کو بنایا۔ اس دور کی یہ خصوصیت تھی کہ مسلمان جو ملک فتح کرتے تھے، فاتح جابر نہ ہوتے تھے۔ بلکہ وہاں کے لوگوں کے قلوب کو فتح کرتے تھے۔ اسلامی تہذیب و تمدن اور علومِ اسلامیہ کی اشاعت کرتے۔)

(محمد بن قاسم کی صورت میں جب سلطنتِ اسلامیہ سندھ کے راستہ برصغیر میں داخل ہوئی تو ہندو تہذیب و تمدن کے خلاف جہاد کیا گیا۔ اور علوم نبویہ کی اشاعت کی گئی (علوم قرآنیہ کا اعجاز اعلوم نبویہ کی جامعیت اور اہل اسلام کی پاکیزہ سیرت اور بلند کردار نے اہل سندھ کے قلوب میں ایک انقلاب برپا کیا اور ہندو مت کے ستائے ہوئے متلاشی حق لوگ نہ صرف دین اسلام میں داخل ہونے لگے، بلکہ علوم نبویہ کی تحصیل کے لیے شام و حجاز کے اسفارِ علمیہ بھی کیے۔ چنانچہ اس دور میں برصغیر سے تعلق رکھنے والے تقریباً تمام محدثین سندھ سے منسوب ہیں۔ سندھ میں اس تحریک کی ابتداء ہوئی۔ بعد ازاں برصغیر میں علوم نبویہ کی اشاعت و تبلیغ سندھ سے نکل کر برصغیر کے دوسرے حصوں میں بھی ہوئی۔ بعد کے ادوار میں علم حدیث کی ترقی زیادہ تر برصغیر کے ان حصوں میں ہوئی جو اب ہندوستان میں ہیں۔ لیکن یہ اعزاز و منقبت

سندھ کو ملا کہ برصغیر میں علوم نبویہ کی اشاعت کی ابتداء یہاں سے ہوئی۔ پاکستان کے لیے یہ اعزاز ایک عالی مرتبت اور بلند پایہ اعزاز ہے جس پر اہل پاکستان جسقدر بھی فخر کریں، کم ہے۔

اللہ نے حضرت آدمؑ کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایا اور پھر آدمؑ کے دو صلبی بیٹے ہابیل اور قابیل کو پیدا فرمایا، جن میں سے ایک کو اپنا مطیع اور فرمانبردار اور دوسرے کو نافرمان بنایا، ابتدائی تخلیق میں اضداد کا یہ لحاظ سنت اللہ کا مظہر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو عالم اضداد بنایا ہے۔ اللہ نے سمٰوات کی تخلیق کی تو زمینوں کو بھی پیدا کیا۔ اسی نہج پر بلندی کو بھی تخلیق کیا اور پستی کی تکوین بھی فرمائی، اللہ نے انوار بھی پیدا کیئے اور بحر ظلمات بھی بنائے۔ دن اور رات، خشکی و تری، حرارت برودت، پیدا کیئے۔

انسان کو تخلیق الٰہی میں سب سے اشرف اور ممتاز مقام دیا گیا، چنانچہ انسانوں میں بھی ایک عالم اضداد قائم کیا گیا۔ صفات و خصوصیاتِ انسانی میں اضداد کی ایک دنیا تخلیق کی گئی، ہدایت و گمراہی، دیانت و خیانت، تقویٰ و فجور، محبت و نفرت، دوستی و عداوت بغض و اخوت، خیر خواہی و بدخواہی اطاعت و نافرمانی، تکبر و تواضع، عزت و ذلت جیسی اضداد تخلیق فرمائیں۔ کیونکہ ان میں سے ہر اچھی خصلت کی بنیاد ایمان اور ہر بری صفت کی اساس کفر ہے۔ اور یہ اعلان بارگاہ الٰہی کی جانب سے کر دیا گیا ہے

فمنکم کافر ومنکم مؤمن۔ (۱۰)

(تم میں سے کچھ لوگ کافر ہوں گے اور کچھ مؤمن)

گویا سنت اللہ یہ ٹھہری کہ ہر اچھی چیز کے مقابلہ میں بری چیز بھی پیدا فرمائی کہ اچھی چیزیں میں پنہاں خوبیاں نکھر کر سامنے آئیں اللہ کی سنت ایک اٹل اور ناقابل تغیر حقیقت ہوتی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

ولن تجد لسنت اللہ تبدیلاً۔ (۱۱)

(اور تو اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہ پائیگا۔)

اللہ کی اس سنت کے پیش نظر اس عالم رنگ و بو میں انبیاء علیہم السلام بھی مبعوث ہوئے اور نمرود و فراعین بھی پیدا ہوئے۔ ابوبکرؓ و عمرؓ بھی پیدا کیئے گئے اور ابوجہل اور ابولہب جیسے رؤساء کفر بھی تخلیق کیئے گئے، مفسرین قرآن نے قرآن کریم کی تفاسیر و توضیحات بیان کیں۔ محرفین قرآن نے

(۱۰) ۶۴: التغابن: ۲۔ (۱۱) ۳۳: الاحزاب: ۶۲۔

قرآن کریم میں تحریفات کی ناپاک کوششیں کیں، عقل وخرد کو حرفِ آخر سمجھنے والے معتزلہ و فلاسفہ پیدا ہوئے تو ان کے مقابلہ کے لئے متکلمین وفقہا و محدثین بھی تخلیق کئے گئے۔ اکبر جیسا بادشاہ پیدا ہوا تو مجدد الف ثانی جیسا محی السنہ بھی احیاءِ سنت کے لئے متعین کیا گیا، علیٰ ھذا القیاس کبارِ محدثین پیدا ہوئے تو منکرینِ حدیث اور مخالفینِ سنت بھی صفحہ ہستی پر نظر آئے کیونکہ اس دنیا میں کوئی ہابیل کی اولاد ہے اور کسی کا شجرہ نسب قابیل سے ملتا ہے)

(انکارِ حدیث کے اس فتنہ کا بانی انگریز مستشرق گولڈزیہر ہے، اس نے بعض بے ونعت اور بودے دلائل سے انکارِ حدیث کیا، زہر کا زہر پھیل کر برصغیر میں بھی داخل ہوا۔ اور یہاں بھی کچھ لوگ اس کے دلائل سے متاثر اور اس فتنہ میں مبتلا ہوئے۔

ان لوگوں کے دلائل کی بنیاد آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے غلط انگریزی اور اردو تراجم کے علاوہ اس بات پر ہے حدیث کا ایک حصہ نقل کر دیا اور باقی کو ترک کر دیا۔ اسی اساس و بنیاد پر یہ لوگ اس فتنہ کو پروان چڑھاتے ہیں، ایک بادی النظر انسان کہ جو عربی زبان کی گہرائیوں اور گیرائیوں سے ناواقف ہے۔ ان دلائل سے متاثر ہو جاتا ہے۔ از روئے مثال صرف ایک حوالہ دینا کافی ہوگا نبی کریم ﷺ کے ارشاد کا ایک حصہ نقل کیا گیا ایاکم وکثرۃ الحدیث (کثرۃ روایات سے بچو)

اس روایت کو انکارِ حدیث کی بنیاد بنایا گیا اور اس کو نقل کرنے سے قبل یہ تمہید باندھی گئی کہ نبی کریم ﷺ نے شدید کثرت سے نقل کرنے کی مخالفت کی ہے، اور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کا یہ ترجمہ کیا کہ" ایسی حدیثوں سے خبردار رہو جن کو لوگ مجھ سے منسوب کریں گے"۔ روایت کے اسی قدر حصہ کو نقل کر کے نقلِ روایات اور کثرۃ احادیث کی ایک بنیاد فراہم کی گئی اور اس دعویٰ کو ثابت کرنے کی سعی کی گئی کہ نبی کریم بذاتِ خود اپنے اقوال وارشادات اور افعال و سنن کی اشاعت ونقل کے خواہاں نہ تھے۔ لیکن اسی روایت کے دوسرے حصہ کے نقل سے گریز کیا گیا کہ وہ حصہ احادیث کی حقانیت و صحت پر دلالت کرتا تھا۔ ابو قتادہ کی یہ روایت مسند دارمی میں نقل کی گئی جس کا متن کچھ اس طرح ہے

" یا ایھا الناس ایاکم وکثرۃ الحدیث عنی فمن قال علی فلا یقل الا حقا او صدقا من قال علی من لم اقل متعمدا

۱۲: ۲۳: المومنون : ۳

"فلیتبوأ مقعدہٗ من النار" (۱۳)

اے لوگوں میری نسبت باتیں نہ نقل کرو پس جو کوئی نقل کرے وہ صرف حق اور صحیح بات نقل کرے اگر کوئی شخص ایسی بات جان بوجھ کر مجھ سے منسوب کرے گا۔ جو میں نے نہیں کہی۔ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنانے والا ہوگا۔

روایت کے دوسرے حصہ میں اس بات کی تاکید کی جارہی ہے کہ صرف حق وصداقت پر مبنی بات ہی نقل کی جائے کیونکہ جھوٹ بولنا یا جھوٹ بات نقل کرنا یوں بھی موجب لعنت الٰہی ہے اور پھر جب اس کی نسبت خاتم الرسلؐ کی جانب ہو تو غضبِ الٰہی اور لعنت خداوندی میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے صحابہ کرامؓ کی زندگیاں، نبی کریمؐ سے ان کا تعلق اور ان کے دلوں میں آپؐ کی جو عظمت تھی، اس کے بعد کیا یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے نبی کریم ﷺ کے اس اساسی اور بنیادی ارشاد سے صرفِ نظر کیا ہوگا۔ نبی کریم ﷺ کی اس تاکید و وعید کے بعد تمام روایات کی حقانیت وصداقت کی ضمانت ملتی ہے گویا ان لوگوں کا طریقہ وہی ہے جو اہل کتاب کے متعلق قرآن نقل کرتا ہے۔

ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض۔ (۱۴)

آیات وروایات کی ان من مانی تاویلات، ان کے نقل میں قطع و برید من گھڑت ترجموں اور خواہشاتِ نفسانی کے مطابق مفاہیم نے بعض ایسے لوگوں کو متاثر کیا جن کی نظر ان خرابیوں تک نہ پہنچ سکی یا ابتداءً وہ کسی تذبذب کا شکار تھے اور اس قسم کی تاویلات و تحریفات نے حدیث کے متعلق ان کی بدگمانی کو پختہ کر دیا۔

(محدثین امت نے ان لوگوں کا بھرپور مقابلہ کیا اور علم حدیث کی تاریخ، تدوین، عظمت وفضیلت اور اس کا علمی و تاریخی مقام وضاحت وتفصیل اور علمی وتحقیقی دلائل کے ساتھ امت کے سامنے رکھ دیا۔ علم حدیث کی ان خدمات میں اہل برصغیر کا ایک حظِ وافر ہے۔ بلکہ اگر یہ کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ حجاز و بغداد کے بعد علمی میدان میں دین کی جو خدمت برصغیر میں ہوئی۔ دنیا کے کسی خطہ میں شاید ہی ہوئی ہو

(۱۳)؛ دارمی، ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن۔ سنن الدارمی، (۲۴۲)، (ملتان، نشر السنۃ،) ج ۱: ص ۷، تحقیق وتدوین یمانی، عبداللہ ہاشم۔

(۱۴) ۴: النساء: ۱۵۰۔

اور اس خدمت میں قطعہ پاکستان کا ایک عظیم حصّہ ہے۔

برصغیر میں علم حدیث کی خدمات پر اب تک بہت سی کتب شائع ہو چکی ہیں لیکن پاکستانی محدثین کے نقطۂ نظر سے کتب کی اشاعت نہیں ہوئی۔ اس لیے خیال پیدا ہوا کہ پاکستان کے حوالہ سے جو خدمات، حدیث صفحۂ ہستی پر نظر آتی ہیں، ان کا تعارف و جائزہ پیش کر دیا جائے، مجھے اپنی علمی بے بضاعتی، فہم و صلاحیت کی کمی، اور اس کے مقابلہ میں موضوع کی عظمت و وسعت کا پورا پورا اندازہ ہے۔ لہٰذا جو کچھ کاوش کی گئی وہ منزل نہیں نشانِ منزل ہے۔

(برصغیر میں علم حدیث کی خدمات کا ایک دور شاہ ولی اللہ سے قبل کا ہے۔ یہ دور اگرچہ متعدد صدیوں پر مشتمل ہے اور علم حدیث کی خدمات کے حوالے سے برصغیر کا حظ وافر بھی رہا لیکن ایک سلسلہ سند جو علم حدیث میں اہم، بنیادی اور اساسی حیثیت رکھتا ہے، موجود نہ تھا) شاہ ولی اللہ کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ انہوں نے علم حدیث کی خدمات میں ایک سلسلہ سند، اور ایک نظم و ضبط قائم کیا۔ اور اس وقت پاکستان کے تمام محدثین کا سلسلہ سند برصغیر میں شاہ ولی اللہ پر منتہی ہوتا ہے۔ معدودے چند افراد اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔ ان افراد میں بھی اکثریت ایسے افراد کی ہوگی جو علم حدیث میں کسی سلسلہ سند سے وابستہ نہ ہوں گے۔

شاہ ولی اللہ کی سند کے سات سلاسل ہیں اور ساتوں سلسلوں سے یہ سند ائمہ صحاح ستہ اور امام مالکؒ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ تک پہنچی ہے۔

امام بخاری اور امام ابو داؤد تک ۱۳، وسائط، امام نسائی تک ۱۴، وسائط، امام مسلم تک ۱۵ وسائط امام ترمذی اور ابن ماجہ تک ۱۶، وسائط اور امام مالک تک ۱۸، وسائط سے شاہ ولی اللہ کی سند پہنچتی ہے۔[۱۵]

اس لحاظ سے شاہ ولی اللہ کی سب سے مختصر سند امام بخاری کی سند ہے جو ۱۸، وسائط سے نبی کریم ﷺ تک پہنچتی ہے۔ اسی طرح امام ابوداؤد اور امام مالک کی سند ۱۹، واسطوں، امام مسلم کی ۲۰، امام ابن ماجہ کی ۲۱، امام ترمذی کی ۲۲ سندوں سے حضورؐ تک پہنچتی ہے۔

ائمہ اسماء الرجال و محدثین کے نزدیک افضل ترین سند کم سے کم وسائط والی ہوتی ہے جبکہ صوفیاء اور عارفین کے نزدیک سند میں جسقدر محدثین کا اضافہ ہوتا جاتا ہے، سند کی فضیلت و منقبت بڑھتی

(۱۵) محمد شفیع، مفتی، الاز دیاد السنی علی الیانع الجنی، کراچی، ادارۃ المعارف، ۱۳۸۳ھ، ص ۲۱ تا ۲۲ مفتی صاحب نے شاہ ولی اللہ کی تمام سندیں نقل کی ہیں، جن کو شاہ ولی اللہ کے تذکرے میں ایک نقشے سے واضح کیا گیا ہے۔

چلی جاتی ہے۔

اس لحاظ سے اب پاکستان میں جس کے پاس شاہ ولی اللہ تک سند محفوظ اور اس کے وسائط منضبط ہوں تو وہ اپنی سند میں نبی کریم ﷺ تک کے وسائط کو شمار کرسکتا ہے۔

(یہ کتاب چھ ابواب میں منقسم ہے باب اول میں علم حدیث کے اصطلاحی مفہوم اور اس کے مشمولات پر بحث کی گئی ہے۔ باب دوم حجیت حدیث پر مشتمل ہے جس میں منکرین حدیث کی طرف سے کیے گئے اعتراضات کے جوابات کے علاوہ حدیث کی حجیت پر قرآنی، حدیثی اور عقلی دلائل جمع کیے گئے ہیں، باب سوم میں علم حدیث کی اصطلاحات پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ باب چہارم سے تاریخ و تدوینِ حدیث کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔)

اس باب میں عہد نبوی، صحابہ و تابعین کے دور کے بعد ائمہ صحاح ستہ کے ادوار پہ کلام کیا گیا ہے باب پنجم میں برصغیر میں علم حدیث کی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے) اس جائزہ میں اس بات کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ حصہ پاکستان میں ہونے والی خدمات تفصیل کے ساتھ اور دوسرے حصّہ میں ہونے والی خدمات کا اختصار کے ساتھ جائزہ پیش کیا جائے۔

اس باب کو مختلف ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ دورِ اول دوسری صدی ہجری/ آٹھویں صدی عیسوی سے چوتھی صدی ہجری/ دسویں صدی عیسوی کے زمانہ پر مشتمل ہے، اس دور میں سندھ میں ہونے والی ان خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ جو ابتدائی دور میں انفرادی حیثیت میں سرانجام دی گئیں۔ دورِ ثانی چوتھی صدی ہجری سے شروع ہو کر ساتویں صدی ہجری/ تیرھویں صدی عیسوی منتہی ہوتا ہے۔ اس دور میں خصوصًا دیبل قصدار اور منصورۃ کے محدثین علم حدیث کی خدمت میں مصروف نظر آتے ہیں دور رابع دسویں صدی ہجری پر مشتمل ہے۔ یہ دور دورِ نشاط کہلاتا ہے۔ اس دور میں علم حدیث کی خدمات میں شمالی حصّہ برصغیر جن میں ملتان، لاہور اور دھلی خصوصًا قابل ذکر ہیں کا نمایاں حصہ نظر آتا ہے۔ اس دور کی سب سے نمایاں شخصیت شیخ محمد بن طاہر پٹنی کی ہے۔ پانچواں دور گیارہویں صدی ہجری/ سترہویں صدی عیسوی سے شروع ہوتا ہے۔ اور اس کی انتہا ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء پر ہوتی ہے۔ جو شاہ ولی اللہ کا سنہ وفات ہے اس دور میں مجدد الف ثانی خدمات حدیث میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ خدمات حدیث میں چونکہ شاہ ولی اللہ نے ایک عظیم انقلاب برپا کیا، اس بنا پر ان کے سنہ وفات کو چھٹے دور کی بنیاد بنایا گیا۔ شاہ ولی اللہ

نے علم حدیث کی خدمات میں جو نظم و ضبط پیدا کیا، اس کی ہمہ گیری نوعیت دیکھ کر عموماً لوگ شاہ ولی اللہ کو برصغیر میں علم حدیث کا موجد قرار دیتے ہیں۔ یہ دور ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۴ء پر منتہی ہوتا ہے جو قیام دارالعلوم دیوبند کا سال ہے۔ اس دور میں برصغیر علم حدیث میں خود مختار ہوگیا، اب طالبان و تشنگانِ علم کو حصول علم کے لیے بلادِ عربیہ کے اسفار کی صعوبتوں کی ضرورت نہ رہی۔ دارالعلوم دیوبند کے قیام سے شاہ ولی اللہ کا برپا کردہ یہ انقلاب مزید ترقی کرتا ہے اور پھر طالبانِ علم سفر کرکے ہند میں علم حدیث حاصل کرتے ہیں۔ ساتواں دور ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۸ء تا قیام پاکستان پر مشتمل ہے۔ یہ اس باب کا آخری دور ہے جس میں ان محدثین کے صرف اسماء گرامی دیئے گئے ہیں جنہوں نے خدماتِ حدیث میں نمایاں مقام پیدا کیا۔ اس دور پر اس باب کا اختتام ہوتا ہے۔

(باب ششم میں پاکستان میں علم حدیث کی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے)

چونکہ محدثین کی ترتیب باعتبار زمانہ ہے، اس لیے کتاب کے اخیر "اشاریہ" میں "فہرست رجال" کے عنوان سے ایک فہرست دیدی گئی ہے جو حروف تہجی کے اعتبار سے ہے۔ فہرست رجال کے علاوہ اصطلاحاتِ حدیث کی فہرست بھی دی گئی ہے۔ جائزہ کے دوران اختصار کے علاوہ دو امور کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ (۱) صرف عربی اور اردو کتب پر تبصرہ اور ان کے مولفین کی سوانح دی گئی ہے۔ فارسی اور انگریزی کتب کو زیر بحث نہیں لایا گیا۔

۲۔ صرف (۱۰۰) سو صفحات سے زائد کی کتاب پر تبصرہ پیش کیا گیا ہے۔

جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا جا چکا کہ اس کتاب کے تحقیق کے اعلیٰ ترین معیار پر ہونے کا دعویٰ ہے نہ اس کے حرفِ آخر ہونے کا یہ ایک طالب علمانہ کاوش ہے اور قارئین اس کاوش کو اسی نقطۂ نظر سے ملاحظہ فرمائیں اور علمی خامی دیکھیں۔ بلا تکلف مطلع فرمادیں، کہ یہ علمی دیانت کا تقاضہ ہے۔

اس کتاب کی تالیف پر میں بارگاہِ رب العزت کا سراپا تشکر و امتنان ہوں کہ اسی کی دی ہوئی توفیق، صلاحیت اور قوت سے یہ عظیم کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو میرے لیے علمی ترقی، دنیاوی سکون اور اخروی فلاح و کامیابی کا ذریعہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ اس خادم المحدثین کو ان سے شرف تلمذ اور نسبت کی بدولت دارین کی عزت و سربلندی عطا فرمائے۔ اور تا حیات علوم قرانیہ و نبویہ کی اخلاص کے ساتھ خدمت کا موقع عطا فرماتا رہے۔ آمین۔

اس کتاب کی ترتیب و تالیف میں جن حضرات نے علمی، عملی، اور نیک دعاؤں اور تمناؤں کے ساتھ تعاون کیا۔ ان کا بھی میں بصمیم قلب شکر گزار ہوں۔ خصوصاً محترم انعام الحق صاحب مدظلہ العالی ڈائرکٹر جنرل پبلک لائبریز پنجاب کہ جن کی سرپرستی کی بدولت اور دعاؤں کی برکت سے یہ عظیم خدمت سرانجام دی گئی۔ پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب کا بیحد ممنون ہوں کہ دورانِ تالیف نہ صرف انہوں نے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا بلکہ اپنے ذاتی کتب خانہ سے استفادہ کا موقع بھی عنایت فرمایا۔

ساتھ ہی میں ان ناظمین کتب خانہ کو بھی ہدیہ تشکر و امتنان پیش کرتا ہوں۔ کہ جن کے کتب خانوں سے اس کتاب کی تالیف میں استفادہ کیا گیا اور ان کا بھرپور تعاون ہر لحظہ و آن میرے ساتھ رہا ان حضرات میں قائد اعظم لائبریری، پنجاب پبلک لائبریری اور ڈیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری کے ناظمین کے علاوہ انسٹی ٹیوٹ آف سندھالوجی سندھ یونیورسٹی کی ڈائرکٹر اور ناظم کتب خانہ، محترم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ قاسمی صاحب ناظم اعلیٰ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو دین و دنیا میں ترقیاں عطا فرمائے۔ اور طالبان و تشنگان علم کی خدمت کی زیادہ سے زیادہ ہمت و قوت سے نوازے۔

اپنی معروضات اس التماس پر ختم کرتا ہوں کہ قارئین کرام اپنی خصوصی دعاؤں میں راقم کو یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ علومِ نبوت کی اشاعت کا کام تاحیات لیتا رہے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم

محمد سعد صدیقی

۳۰/نومبر ۱۹۸۶ء

الحمد للہ رب العٰلمین والعاقبۃ للمتقین والصّلوٰۃ والسلام
علیٰ خیر خلقہٖ محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین اما بعد۔
اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔
وما ینطلق عن الھوٰی ان ھو وحیٌ یُّوحیٰ ۔

باب اوّل

فصل اوّل :

حدیث کا لغوی مفہوم :

لفظِ حدیث کے لغوی مفہوم میں علمائے لغت نے بہت سی چیزیں بیان کی ہیں۔ جن سے حدیث کے لغوی مفہوم کے تعین، علم حدیث کے اصطلاحی و لغوی مفہوم کے درمیان مناسبت پیدا کرنے میں رہنمائی حاصل ہو گی۔

اولاً حدیث کے لغوی مفہوم کے بارہ میں علمائے محدثین اور علمائے لغت کی تحقیقات کا جائزہ لیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ ان میں قدرِ مشترک کیا چیز ہے؟

زبان عربی دنیا کی واحد زبان ہے کہ جس میں یہ خوبی پائی جاتی ہے کہ کسی مادہ میں جسقدر بھی تغیرات اور اشتقاقات ہوتے ہیں۔ ان تغیرات کی بنا پر اگرچہ ظاہری مفہوم میں کچھ نہ کچھ تبدیلی ہوتی نظر آتی ہے، مگر مادۂ اصل میں جو مفہوم اور معنی پائے جاتے ہیں، ہمیشہ برقرار رہتے ہیں۔ اور مشتقات میں قواعد وضوابط کے تحت ظاہری تبدیلی آتی رہتی ہے کہ مادہ اصل میں فلاں حروف بڑھانے سے مفہوم میں یہ اضافہ ہو گا۔ فلاں باب میں سے جانے سے معنیٰ میں یہ تبدیلی رونما ہو گی لیکن مادہ اصل میں جو مفہوم پایا

جاتا ہے وہ اپنی جگہ کسی نہ کسی صورت میں برقرار رہتا ہے۔

لہٰذا حدیث کے لفظ پر علمائے لغت نے جسقدر تحقیقات فرمائی ہیں، ان میں قدر مشترک تلاش کرنا ہمارا علمی فریضہ ہے کیونکہ ایک ہی لفظ کی تحقیقات مختلف پیرائیں اور صورتوں میں بیان ہوگی۔

(لفظ حدیث کا مادہ ح۔ د۔ ث، عین کلمہ یعنی دَ فتح (زبر) کے ساتھ اس کا مضارع یحدث عین کلمہ کے ضمہ (پیش) کے ساتھ ہے اسطرح یہ لفظ باب نصر ینصر سے ہے۔

اس لفظ کے مفہوم پر کلام کرتے ہوئے لسان العرب کے مؤلف ابن منظور بیان کرتے ہیں۔

"حدث! الحدیث، نقیض القدیم والحدوث نقیض القدمۃ" (۱)

(حدث! حدیث، قدیم کی ضد ہے اور حدوث (مصدر) قدامت کی ضد ہے)"

اس بیان سے یہ چیز سمجھ میں آئی کہ حدیث کے معنیٰ نئے اور جدید کے ہیں۔ اس پر فاضل مؤلف نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ۔" (۲)

(ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے) حدیث مذکورہ میں لفظ محدثۃ کی وضاحت کرتے ہوئے ابن منظور لکھتا ہے۔

الحدث! الامر الحادث المنکر الذی لیس بمعتادٍ ولا معروفٍ فی السنۃ "

(حدث وہ ناپسندیدہ اختراع ہے کہ جو نہ تو تمام زندگی میں مروّج ہو اور نہ ہی سنت میں اس کا کوئی مقام ہو)

لفظ حدث کے مختلف استعمالات پر بحث کرتے ہوئے ابن منظور نے حدثان کے معنی ابتدا کے معنیٰ جوانی اور انسانی عمر کے ابتدائی حصہ اسی طرح احداث اس بارش کو کہتے ہیں کہ جو موسم کے ابتدائی دنوں میں برسے لفظ حدث کی دال کو اگر ہم مشدّد پڑھیں یعنی اسے باب تفعیل میں لے جائیں تو اس کا تلفظ حدّث ہوگا، اس کا مفہوم یوں بیان کیا۔

"ورجل حدیث مثل فسیق ای کثیر الحدیث"

---

(۱) ابن منظور، لسان العرب، قاہرہ، دارالمعارف، ج ۲ ص ۷۹۶۔

(۲) ابن ماجہ، محمد بن یزید: سنن ابن ماجہ، مقدمہ (۴۶) ج ۱: ص ۱۸؛

(حَدّیث اس آدمی کو کہا جاتا ہے، جو زیادہ باتونی ہو)

ویقال للرجل الصادق الظن "محدّث بفتح الدّال المشددہ" (۳)

(جس شخص کے متعلق سچا ہونے کا گمان ہو۔ اسے مُحَدَّث کہتے ہیں)

الحدیث کا لغوی و اصطلاحی مفہوم بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر محمود الطحّان لکھتے ہیں۔

الحدیث لغة : الجدید ویجمع علی احادیث خلاف القیاس (۴)

(حدیث لغت میں نئے کو کہتے ہیں، اس کی جمع احادیث خلاف قاعدہ آتی ہے۔)

الیاس انطون نے حدیث کا مفہوم رَدی یعنی نقل کرنا، بیان کرنا لکھا ہے (۵)

عربی انسائیکلوپیڈیا کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ حدیث کا لغوی مفہوم خبر ہے ۔الحدیث کا مفہوم لغوی الموسوعہ میں ہر خبر اور اصطلاحی مفہوم ہر وہ خبر جو نبی کریم ﷺ سے منسوب ہو۔ (۶)

(اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں بھی حدیث کا لغوی مفہوم گفتگو، بیان اور بات چیت قرار دیا گیا ہے (۷)

اردو دائرہ معارف میں حدیث کے لفظ کی وضاحت یوں کی گئی ہے۔

"لفظِ حدیث کے بنیادی معنیٰ ہیں کوئی خبر، یا کوئی بیان، (یا کوئی نئی بات) خواہ وہ مذہب سے متعلق ہو یا دنیاوی معاملات سے (اسی سے حدوث، حادثہ حادث جیسے الفاظ بنے ہیں) (۸)

ان بیانات میں قدر مشترک یہ ہے کہ حدث، یا حدیث اس شئے کو کہا جاتا ہے جس کا وقوع و وجود قدیم اور ازلی نہ ہو بلکہ نیا ہو۔ ایک زمانہ گزرنے کے بعد اس کا معرض وجود میں آنا ثابت ہو خواہ وہ کوئی خبر ہو، واقعہ ہو، گفتگو ہو یا بیان، بنیادی طور پر "نیا" کا مفہوم سب میں پایا جاتا ہے۔

لفظ حدیث کے لیے انگریزی میں متبادل لفظ مختلف اہل لغت نے

---

(۳) ابن منظور، لسان، ج ۲ ص ۹۷، ۹۸ (۴) الطحان، محمود الدکتور، "تیسیر مصطلح الحدیث"، بیروت، ۱۹۷۹ ص ۱۴

(۵) "قاموس الیاس العصری"، بیروت، ۱۹۷۲ ص ۱۳۸ (۶) الموسوعة العربية الميسرة قاہرہ ۱۹۶۵ ص ۶۹۳

(۷)

(۸) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور دانشگاہ پنجاب، ۱۹۷۱، ج ۷ ص ۹۶۲

بیان کیئے ہیں۔

اُردو میں حدیث کا ترجمہ نیا اور جدید کے الفاظ سے کیا جا سکتا ہے اور باب تفعیل کی صورت میں گفتگو، بیان، اور سچی بات سے محدّث سچا شخص اور محدّث بیان کرنے والا کے الفاظ سے اس مفہوم کی ادائیگی ہو سکتی ہے حدیث کے لغوی مفہوم کے سلسلہ میں چند چیزیں اختصار کے ساتھ مختلف اہل لغت سے پیش کر دی ہیں تفصیلی کلام کے لئے قارئین اصل مراجع سے، جن کی طرف نشاندہی کر دی گئی ہے، رجوع فرمائیں۔

حدیث کا اصطلاحی مفہوم

لفظ حدیث کی کچھ لغوی وضاحت کے بعد کہ جس سے لغتِ حدیث کے سمجھنے میں مدد ملی ہوگی۔ اب حدیث کے اصطلاحی معنی بیان کیئے جائیں گے۔ اس سلسلہ میں علماء محدثین، اہل لغت کے علاوہ کتب اصول فقہ سے بھی حدیث کی تعریف اس کے اصطلاحی معنی، اس کے مشمولات پر تحقیق کی جائیں گی۔ ڈاکٹر محمود الطحان لکھتے ہیں۔

"الحدیث : ب) اصطلاحاً ما اضیف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قولٍ او فعلٍ او تقریر او صفۃ"(۱۰)

احدیث: اصطلاحی معنی میں وہ چیز جو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کی جائے۔

اس تعریف میں بنیادی طور پر چار چیزیں حدیث کی اصطلاح میں داخل ہوگئیں۔

(۱) آپ کا قول،

(۲) آپ کا فعل

(۳) صحابہ کرامؓ کا وہ قول یا فعل جس کو آپؐ نے علم ہونے کے باوجود منع نہیں فرمایا۔

---

(۱۰) ڈاکٹر طحان، تیسیر۔ ص ۔۱۴

(۴) آپ کی صفات

نورالدین عتر نے آپؐ کی صفات کو بھی دو قسموں میں منقسم کر کے حدیث کی تعریف کو زیادہ جامع بنا دیا۔

"ما اضیف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قول او فعل او تقریر او وصف خلقی او خلقی" (۱۱)

حدیث ہر وہ قول، فعل، تقریر اور عادت وسیرت ہے کہ جس کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی جائے۔

یہ تعریف پہلی تعریف سے زیادہ جامع ہے کیونکہ اس میں آپؐ کی صرف عادات کا تذکرہ تھا لیکن دوسری تعریف میں خلقی اور خلقی کی تقسیم کر کے جہاں آپؐ کی عادات کو حدیث میں شامل کر لیا وہاں آپؐ کی ان خوبیوں کو بھی شامل کر لیا جو فطری اور پیدائشی طور پر آپؐ میں ودیعت کر دی گئی تھیں یا جن صفات سے متصف ہونے میں آپؐ کے اپنے فعل واکتساب کو دخل نہ تھا۔

مثلاً آپؐ کے چہرے کا خوبصورت ہونا۔ آپؐ کے دانتوں کا ہموار ہونا۔ آپ کے متناسب جسم کا مالک ہونا جو ہر قسم کے عیب اور بدصورتی سے پاک ہے۔ یہ تمام صفات بھی اس تعریف کے ذریعہ حدیث میں داخل ہو گئیں۔ گویا حدیث میں آپؐ کے قول، فعل، تقریر اور صفات کے علاوہ آپؐ وہ خلقی صفات بھی داخل ہو گئیں جن کو علمائے سیر بیان کرتے ہیں۔

ابن حجر کی کتاب شرح نخبۃ الفکر کی شرح میں علی بن سلطان نے حدیث کی تعریف اور اس کے اصطلاحی معنی کے ضمن میں ایک اور چیز کا اضافہ کیا ہے کہ جس کی بنا پر حدیث میں وہ اقوال وافعال جو آپؐ نے اپنی زندگی میں سرانجام دیئے، ان کے داخل ہونے کے ساتھ وہ اقوال وافعال بھی آ گئے۔ جن کو نبی کریم ﷺ نے انجام نہیں دیا اور آپؐ کا انجام نہ دینا دلیل ہوا اس بات کی کہ یہ کام شرع میں ناجائز ہے۔ اسی طرح آپؐ کی بیداری کی حالت کے احکام وافعال کے علاوہ اس کی تعریف کے مطابق آپؐ کے رؤیا اور خواب بھی حجت ہیں اور حدیث میں داخل ہیں، اور یہ بات اس اصول پر مبنی ہے کہ انبیاء کے خواب وحیِ خداوندی ہوا کرتے ہیں اور شریعت میں حجت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ فرمایا۔

"وفی اصطلاحھم قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وفعلہ وتقریرہ وصفتہ حتی فی الحرکات والسکنات فی الیقظۃ والمنام" (۱۲)

(۱۱) عتر، نورالدین، الدکتور، منہج النقد فی علوم الحدیث، دمشق، دارالفکر، ۱۹۸۱ء ص ۲۶ (۱۲) القاری، علی بن سلطان الہروی شرح نخبۃ الفکر، کوئٹہ، ۱۲۹۷ھ ص ۱۶

(اصطلاحِ محدثین میں نبی کریم ﷺ کا قول، آپکا فعل، تقریر، آپ کی صفات حتیٰ کہ آپ کے وہ تمام کام جو آپ نے بیداری میں سرانجام دیئے یا حالتِ نوم ہیں)

اس طرح حالت نوم میں آپ کے رؤیا اور خواب کے علاوہ آپ کے سونے کی کیفیت، آپ کے سونے کے اوقات بھی حدیث میں داخل ہوگئے اور سکنات میں وہ تمام امور آگئے جن کے انجام دینے سے آپ رُک گئے اور آپ کا یہ رکنا اور اس کام کو ساری زندگی میں ایک مرتبہ بھی سرانجام نہ دینا اور اس کے متعلق کوئی حکم نہ دینا یہ تمام امور بھی حدیث کا حصہ بن گئے۔

ایسے امور جن پر نبی کریم ﷺ نے خود عمل نہیں فرمایا۔ لیکن اسپر عمل کرنے سے روکا بھی نہیں اگرچہ دنیاوی زندگی میں سرانجام دینا تو جائز ہیں لیکن ان کو دین میں داخل کرنا اور دین کا ایک جزو سمجھنا اور اس کے ثبوت پر دلیل پیش کرنا کہ نبی کریم ﷺ کے اقوال و افعال میں کہیں اسکی ممانعت نہیں ملتی، حدیث کی اس جامع تعریف کی رو سے غلط ہو گیا۔

حدیث کی یہ تعریفات تو وہ تھیں جن کو علمائے محدثین نے اپنی کتب حدیث میں بیان کیا ہے۔ ان تمام تعریفات پر غور کرنے کے بعد جو چیزیں لفظ حدیث کی مشمولات سمجھ میں آتی ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) آپ کے اقوال۔

(۲) آپ کے افعال

(۳) تقریر۔ (اس کی وضاحت گزر چکی)

(۴) آپ کی صفاتِ کسبیہ و وہبیہ۔

(۵) آپ کی تمام عادات وکیفیاتِ بیداری و حالتِ نوم۔

(۶) آپ کے تمام رؤیا اور خواب۔)

علمائے اصولین کے ہاں مصادرِ اسلامی میں دوسرا مصدر "سنت" ہے اصولین سنت کو حدیث کے مترادف قرار دیتے ہیں۔ البتہ علمائے اصولین کے نزدیک آپ کے اقوال، افعال اور تقریرات داخلِ تعریف ہیں آپ کی عاداتِ خُلقیہ اور خِلقیہ اس میں داخل نہیں، مثلاً سیف الدین ابی الحسن الاحکام میں لکھتے ہیں۔

"داما فی الشرع فقد تطلق علی ما کان من العبارات نافلة منقولة عن النبی

عليه السلام وقد تطلق على ما صدر عن الرسول من الادلة الشرعية مما ليس بمتلوٍّ ولا هو معجز ولا داخل فى المعجز ويدخل فى ذلك اقوال النبى عليه السلام، وافعاله وتقاريره ۔ (۱۳)

(شرع اسلام میں سنۃ کے لفظ کا اطلاق ان تمام امور پر ہوگا جو نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں اسی طرح ان دلائل پر بھی ہوگا جو نبی کریم ﷺ سے قولاً یا عملاً ثابت ہوئے لیکن وہ قرآنی نہیں ہیں)

(اس طرح لفظ سنت میں آپ کے تمام اقوال، افعال، اور تقاریر شامل ہوں گی) علامہ خضری بک لفظ سنت کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

یطلق اللفظ السنة على ما جاء منقولاً عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من قول او فعل او تقرير ويطلق فى مقابله البدعة " (۱۴)

(سنت کے لفظ اطلاق نبی کریم ﷺ سے منقول ہر قول، فعل اور تقریر پر ہوتا ہے اور اس لفظ کی ضد بدعت ہے۔)

ان دو تعریفوں پر تجزیاتی غور سے معلوم ہوگا کہ آپؐ کے افعالِ عبادیہ یعنی جو افعال آپؐ نے عبادت کے طور پر انجام دیئے، اگر وہ آپؐ کے ساتھ مخصوص نہیں تھے، وہ بھی حجت ہیں اور امت کے واسطے ان پر عمل کرنا اگر نبی کریم ﷺ نے مواظبت کے ساتھ کیا تو واجب بصورتِ دیگر سنت و مستحب ہوگا لیکن آپؐ کے ایسے افعال جو عبادت کے طور پر تھے مگر آپؐ کے ساتھ مخصوص تھے مثلاً چاشت کی نماز کا واجب ہونا، تہجد کا واجب ہونا، ان امور پر امت کے لیے عمل لازم و واجب نہیں۔ دیگر آنکہ وہ امور جو آپؐ نے عادت کے طور پر سرانجام دیئے لیکن امت کو ان کے اختیار کرنے کا حکم نہیں فرمایا ایسے امور جو انکے ضمن میں ہوں گے۔ جن کا کرنا راجح ہوگا۔ اور نہ کرنے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔

خضری بک کی تعریف کے آخیر میں بدعت کے لفظ سے سنت کی تعریف مزید واضح ہوگئی کہ ہر

---

(۱۳) آمدی، سیف الدین ابی الحسن، الاحکام فی اصول الاحکام، بیروت، ۱۹۸۰ء ج اص ۲۴۱ (۱۴) خضری بک، محمد اصول الفقة، بیروت، ۱۹۶۹ء ص ۲۱۴

قول نبی ﷺ فعل نبی اور رسول ﷺ کی تقریر حجت ہے لیکن ان تین چیزوں کے سوا امت میں دین بن کر جو بھی چیز داخل ہوگی وہ بدعت متصور ہوگی اور بدعت کا حکم حدیث کی رو سے گزر چکا۔ علمائے سیر و تاریخ بھی علم حدیث کے مشمولات کم و بیش یہی شمار کرتے ہیں جو محدثین و اصولیین کی تعریفات سے مستفاد ہیں۔

حدیث کے مترادفات

حدیث کے مترادفات یا متقاربات میں الاثر، السنة الخبر کو شمار کیا گیا ہے لیکن علماء محدثین نے ان کے درمیان کچھ فرق بیان کیا ہے۔

واما السنة: فهي لغة السيرة والطريقة المعتادة حسنة كانت او قبيحة "

وفي اصطلاح المحدثين: تطلق السنة على ما أضيف إلى النبي صلى الله عليه وسلم خاصة عند بعضهم، والاكثر أنها تشمل ما اضيف الى اصحابي او التابعي "

(سنت: لغت میں عادات اور طریقہ زندگی کو کہتے ہیں چاہے وہ اچھی ہو یا بری اور محدثین کی اصطلاح میں سنت بعضوں کے نزدیک صرف اس چیز کو کہتے ہیں جو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہو اور اکثر کے نزدیک جو صحابہؓ یا تابعی کی طرف منسوب ہو)

خبر و اثر کی تشریح کرتے ہوئے عتر لکھتے ہیں۔

واما الاثر، فقد خصه فقهاء خراسان بالموقوف اصطلاحا. ومنهم جماعة خصوا المرفوع بالخبر[۱۵]

(اثر کو فقہاء خراسان نے اصطلاحاً موقوف کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور ان میں ایک جماعت ایسی ہے کہ جس نے خبر کو مرفوع کے لیے مخصوص کیا ہے)

معلوم ہوا کہ سنت اور حدیث تو علمائے جمہور کے نزدیک مترادف المعنیٰ ہیں یعنی نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال، تقریرات اور احوال پر سنت و حدیث کا اطلاق ہوتا ہے۔ البتہ خبر و اثر کے مفہوم میں محدثین نے اختلاف بھی کیا ہے اور اسے لفظ حدیث کے متقارب قرار دیا ہے نہ کہ مترادف چنانچہ نورالدین عتر کے بقول فقہائے خراسان کے نزدیک صرف موقوف پر لفظ اثر کا اطلاق ہوتا ہے۔

(۱۵) عتر، منہج النقد، ص ۲۸

حافظ ابو عمرو بن صلاح نے مقدمہ ابن صلاح میں لکھا ہے کہ حدیث کا اطلاق احادیث مرفوعہ پر ہوتا ہے۔ اگر قرینہ ہو تو اس کی وجہ سے موقوف روایت پر اطلاق کیا جاسکتا ہے البتہ الخبر کے متعلق اکثر اصولیین اور محدثین کا رجحان یہی ہے کہ یہ غیر مرفوع روایت کیلئے ہوتا ہے۔

ڈاکٹر طحان لکھتے ہیں۔

الخبر اصطلاحاً فیہ ثلاثۃ اقوال وھی

۱۔ ھو مرادف الحدیث، اے معناھما واحد اصطلاحاً

۲۔ مغایر لہٗ فالحدیث ماجاء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم والخبر ماجاء عن غیرہ

۳۔ أعم منہ اے ان الحدیث ماجاء من النبی صلی اللہ علیہ وسلم والخبر ماجاء عنہ او عن غیرہ (۱۶)

(خبر کے اصطلاحی معنیٰ میں تین اقوال ہیں، مترادف یعنی معنیٰ ایک، تغایر نبی کریم ﷺ کے قول کو حدیث آپ کے علاوہ کے قول کو خبر، عام ہے یعنی حدیث نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص اور خبر عام ہے۔

گویا خبر کے بارہ میں محدثین کے تین اقوال ہو گئے جن میں سے ایک میں خبر و حدیث کو مترادف دوسرے میں متغایر اور تیسرے میں متقارب قرار دیا گیا ہے۔

الاثر کے متعلق بھی ڈاکٹر محمود نے دو اقوال نقل کیے ہیں کہ

(۱) حدیث کا مترادف ہے۔

۲۔ صحابہ و تابعین کے اقوال و افعال مراد ہیں

اس بحث سے یہ نتیجہ نکلا کہ حدیث کا لفظ نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اثر کا لفظ صحابہ و تابعین کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ خبر کا لفظ عام ہے۔ اس کا اطلاق اقوال و افعال نبی پر بھی ہوتا ہے صحابہ و تابعین کے اقوال و افعال پر بھی بلکہ خبر کا مفہوم اس لحاظ سے وسیع تر ہو جاتا ہے کہ مؤرخین کی روایت کو بھی خبر کہا جاتا ہے۔

وحی کی تعریف

(علم حدیث اور اس کی اصطلاحات پر بحث و گفتگو کرنے سے قبل یہ جاننا از بس ضروری ہے،

---

(۱۶) الطحان، تیسیر مصطلح الحدیث، ص ۱۴، ۱۵

کہ وحی کا لغوی مفہوم کیا ہے، اس کے اصطلاحی معنی کیا ہیں ؟ اور اس کے مصداقات کیا ہیں۔

علامہ ابن منظور لکھتے ہیں۔

"الوحی الأشارة، والکتابة، والرسالة والألهام والکلام الخفی" (۱۷)

(وحی اشارہ، کتابت، پیغام، الہام یا خفیہ گفتگو کو کہتے ہیں۔)

گویا وحی کے لغت کو حاصل کرنے کے لیے خفیہ کا ہونا ضروری ہے کیونکہ اشارہ پیغام، الہام تمام چیزیں اپنے معنی کے اندر پوشیدگی رکھتی ہیں۔

اور پھر کلام کے ساتھ تو خفیہ کی قید صراحتہً مذکور ہے۔

امام راغب نے وحی کی اصل بیان کرتے ہوئے سرعت کی قید لگائی ہے۔ فرمایا

"وحی: اصل الوحی الأشارة السریعة" (۱۸)

(وحی: وحی کی اصل ایک فوری اشارہ ہے)

یہ تعریف خفا کے معنیٰ کو خود بخود متضمن ہے کہ اشارہ ہو اور وہ بھی سرعت اور جلدی کے ساتھ کہ اس کو صرف وہی سمجھے اور اخذ کر سکے جس کی طرف کیا جا رہا ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اس کو دیکھ سکے نہ سمجھ سکے۔

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں۔

"والوحی لغة الأعلام فی خفاء، والوحی ایضًا الکتابة والمکتوب والبعث والإلهام والأمر والإیماء والإشارة والتصویت شیئًا بعد شیٔ:

وقیل: اصله التفهیم، وکل مادللت به من کلام اوکتابة اورسالة او اشارة فهو وحی وشرعًا الإعلام بالشرع۔" (۱۹)

(وحی لغت میں کسی بھی خفیہ علامت کے تعین کو کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں وحی یکے بعد دیگرے لکھنے کو لکھی ہوئی چیز کو، الہام کو کسی خاص معاملہ کو، اشارہ اور خاموشی کو بھی کہتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ اس کی اصل سمجھنا ہے۔ اور ہر وہ چیز جس پر کسی کلام کے ذریعہ، کتابت کے ذریعہ پیغام

(۱۷) ابن منظور، لسان العرب ج ۱۵ ص ۳۷۹ (۱۸) راغب، ابی القاسم، الحسین بن محمد الاصفہانی، المفردات فی غریب القرآن (بیروت)

(۱۹) ابن حجر، احمد بن علی العسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، (بیروت۔) ج ۱: ص ۹

رسانی یا اشارہ کے ذریعہ دلالت کی جائے، وہ وحی ہے۔ اور شرعاً کسی شرعی اشارہ کو کہتے ہیں۔)

ابن حجر کی وحی کے بارہ میں یہ تحقیق نہایت جامع معلوم ہوتی ہے، اس میں جو چیزیں وحی کے مصداقات میں شامل ہوئیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) خفیہ اشارہ۔

(۲) کتابت۔

(۳) مکتوب۔

(۴) رسالت۔

(۵) الہام

الاعلام بالشرع کہہ کر یہ بیان کر دیا کہ جب یہ تمام چیزیں مشروع ہو جائیں تو وہ وحی شرعی ہو گی۔

علامہ عینی نے درج بالا چیزوں کے علاوہ کلام خفی کو بھی وحی میں داخل کیا ہے۔

فرمایا!

وحيت اليه الكلام و أوحيت وهو أن تكلمه بكلام تخفيه" (۲۰)

(وحی اس کلام کو کہا جاتا ہے جو خفیہ طریقہ سے تو کسی سے کرتا ہے)

وحی کے اصطلاحی معنیٰ علامہ عینی جامع الفاظ میں بیان کرتے ہیں اور ان کے یہ الفاظ وحی کی اصطلاحی تعریف کے لئے بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔

وفى اصطلاح الشريعة هو كلام الله المنزل على النبى من انبيائه (۲۱)

(اصطلاح شریعت میں وحی کے معنیٰ اللہ کے اس کلام کے ہیں جو کسی نبی پر نازل ہو)

حاصلِ کلام یہ نکلا کہ بنیادی طور پر وحی کے معنی کلامِ خفیہ کے ہیں خواہ یہ کلام خفیہ، بذریعہ الہام ہو یا بذریعہ اشارہ اور جب یہی خفیہ اشارہ بذریعہ فرشتہ کسی نبی پر ہوتا ہے تو وہ کلام وحی اصطلاحی بن جاتا ہے۔

(بنیادی طور پر وحی کی دو اقسام ہیں۔

(۱) وحی متلو۔

---

(۲۰) عینی بدرالدین، العلامہ۔ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری (دمشق۔ ۱۹۰۹ء) ج ۱: ص ۱۴ (۲۱) حوالہ بالا

(۲) وحی غیر متلو۔

وحی کی جو صورتیں قرآن کریم نے بیان کی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

ما کان لبشر أن یکلمه الله الا وحیاً أو من ورآء حجاب أو یرسل رسولاً فیوحی باذنه ما یشآء (۲۲)

(کسی بھی انسان کے لیے ممکن نہیں کہ وہ اللہ سے گفتگو کرسکے سوائے ان صورتوں کے کہ وحی ہو یا پردہ کے پیچھے یا ایک پیغام بر اللہ بھیجے اور وہ نازل کردے اللہ کی اجازت سے جو اللہ چاہے)

اس آیۃ کریمہ پر غور کرنے سے وحی کی جو صورتیں سامنے آتی ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) وحیا: اس سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ کوئی بات نازل کرنا چاہتا ہے تو وہ براہ راست نبی کے دل پر اس بات کو اتار دیتا ہے اس میں درمیان میں کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔

(۲) أو من ورآء حجاب۔ کانوں سے صرف آواز سنے متکلم دکھائی نہ دے۔

(۳) أو یرسل رسولاً۔ قاصد کے توسط سے وحی آئے۔

پہلی صورت تو الہام نبوی کی ہے اور یہ وحی غیر متلو ہوتی ہے کہ ایک چیز نبی علیہ السلام کے دل میں القاء فرما دی اور نبی نے اس کو اپنے الفاظ میں بیان کر دیا۔

گویا ثابت ہوا کہ نبی کی گفتگو میں اگرچہ الفاظ نبی کے اپنے ہوتے ہیں لیکن وہ معانی و مفاہیم منزل من اللہ ہوتے ہیں۔ لیکن وحی متلو کی صورت میں الفاظ بھی منزل من اللہ ہوتے ہیں اور معانی بھی۔ اس کی صورت وہ ہے کہ فرشتہ آکر آپ کے سامنے تلاوت کرتا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ وہ تلاوت سے فارغ ہوتا ہے کہ تو اس کلام کو اپنے دل میں محفوظ کئے ہوئے ہوتا ہوں۔

وقد وعیت عنه ما قال (۲۳)

(خلاصہ مقصود یہ ہوا کہ حدیث بھی وحی الٰہی ہے اگرچہ اس کے الفاظ نبی کریم ﷺ کے الفاظ ہوتے ہیں لیکن معانی و مفاہیم کے اعتبار سے یہ القائے رحمانی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کے قلب پر اتارتے ہیں۔ اس اعتبار سے جہاں ایک طرف ہم قرآن کو حجت اور مصدر شرعی مانتے ہیں دوسری طرف ہمیں حدیث کو بھی بحیثیت وحی الٰہی، حجت ماننا ہوگا۔)

اس پر تفصیلی کلام انشاء اللہ آئندہ باب میں آئے گا۔

---

(۲۲) ۴۲: الشوریٰ: ۵۱ (۲۳) بخاری، الجامع الصحیح۔ ج ۱، ص ۲: باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

باب دوم

حجیتِ حدیث

حدیث کی تعریف، لغوی و اصطلاحی معنی اس کے مفاہیم و مترادفات پر تو گزشتہ باب میں کلام ہو چکا، باب زیر بحث میں حدیث کی تشریعی حیثیت اور اس کی حجیت پر بحث کی جائے گی۔

برصغیر میں ایک طبقہ ایسا پیدا ہوا ہے کہ جو حدیث کی حجیت سے منکر ہے اور اس کو کسی طور پر بھی شرعی ماخذ و مصدر کی حیثیت سے تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔

بحیثیت ایک مسلمان، احادیث کی حجیت پر بحث کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی شخص سورج کے روشن ہونے پر دلائل دینا شروع کر دے۔

علمائے متکلمین نے لکھا ہے کہ کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے۔ تو وہ صریحاً کافر ہے۔ لیکن اس کی نبوت پر دلیل و معجزہ مانگنا بھی کفر سے کمتر کوئی چیز نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ پر سلسلہ نبوت و وحی ختم ہو چکا اب نظریہ و عقیدہ یہ ہے کہ کوئی نبی مبعوث ہو ہی نہیں سکتا۔

چنانچہ ایک مسلمان کو کسی طور پر بھی یہ زیبا و جائز نہیں کہ وہ کسی مدعی نبوت سے اس کی نبوت کی دلیل یا معجزہ طلب کرے، اسی طرح کسی مدعی اسلام کے لئے یہ بات مناسب نہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کی کسی بات کی حجیت اور اس کے مطابقِ قرآن ہونے پر دلیل طلب کرے۔ لیکن دنیا، دنیاوی آسائش و لذات سے متاثر و مرعوب، اذہان، اپنی تنعم پسندی طلبِ شہرت و عزت اور اپنی انفرادیت قائم کرنے کے لیئے ایسی راہ اختیار کرتے ہیں، جو شرعی اصول و ضوابط سے ہٹ کر قرآن و سنت اور اجماع امت کے خلاف ہوتی ہے۔ اسی بنیاد پر تاریخِ اسلام میں کئی ایک فتنے پیدا ہوئے۔ علمائے حق نے ان فتنوں کا جسطرح مقابلہ کیا، وہ محتاج بیان نہیں۔

اسلام اور اصولِ اسلام کے خلاف ان فتنوں کی ابتداء نبی کریم ﷺ کے وصال سے ہی ہو گئی تھی جبکہ ایک طبقہ نے ارتداد کا راستہ اختیار کیا، دوسرے طبقہ نے ایک مدعی نبوت کی پیروی شروع

کر دی۔ اور تیسرے طبقہ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کی راہ اختیار کی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان فتنوں کا بڑی ثابت قدمی، جرأت اور بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا، جس کے نتیجہ میں اسلام کے خلاف یہ سازشیں کامیاب نہ ہوسکیں۔ اگر اسلام کے خلاف یہ سازشیں اس زمانہ میں کامیاب ہو جاتیں تو شاید آج ۱۴ صدیاں گزرنے کے بعد اسلام کا نام و نشان بھی باقی نہ رہتا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی قائم کردہ مضبوط بنیاد پر حضرت عمر فاروقؓ نے حکومتِ اسلامی کی عمارت بلند کی اور اسلامی سلطنت کو وسیع تر کیا۔

حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں پھر پُرآشوب فتنوں کا دور آیا جس کے نتیجہ میں جو جو واقعات تاریخ اسلام میں رقم ہوئے، ان سے کون واقف نہیں۔

فقہاء کے دور میں امام ابو حنیفہؒ کے زمانہ میں دہریوں کا ایک فتنہ کھڑا ہوا تھا جو سرے سے خدا کے وجود کے ہی منکر تھے، امامؒ نے ان کے خلاف علمی جہاد کیا۔

امام احمد بن حنبلؒ اور محمد بن نوحؒ کے زمانہ میں معتزلہ اور فلاسفہ کی جانب سے خلقِ قرآن کا فتنہ اٹھا اور اسے حکومتِ وقت کی جانب سے بھرپور حمایت بھی حاصل ہوئی۔

امام احمد بن حنبلؒ اور محمد بن نوح نے جس طرح اس پُرآشوب دور میں اس فتنہ کا مقابلہ کیا تاریخ میں وہ واقعات سنہرے حروف سے بھی لکھے جائیں تو شاید۔

حق تو یہ کہ حق ادا نہ ہوا

والی بات صادق آئے

انگریز کی سو سال سے زائد حکومت اور ہندوانہ رسوم و رواج نے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو بیحد متاثر کیا۔ اس خطہ کے مسلمان دو واضح حصوں میں بٹ گئے۔ تعلیم یافتہ طبقہ انگریز سے متاثر و مرعوب ہوا اور اس رعب میں آکر اس نے دین میں ایسی تاویلات کا راستہ کھولا کہ جو صریحاً اساسِ دینی کے خلاف تھیں۔

یہ ایک طویل باب ہے جسے اسوقت میں چھیڑنا نہیں چاہتا اور نہ ہی اسوقت یہ میرا موضوع ہے۔ دوسرا طبقہ وہ تھا جو تعلیم عصریہ سے محروم تھا۔ اس نے ہندوؤں کے رسوم و رواج سے مرعوب

ہو کر دین میں بدعت، اختراع اور ہندوانہ رسوم کی بنیاد ڈال کر دین کے بنیادی عقائد و اعمال میں اسقدر تغیرات کیے کہ اصل دین چھپ کر رہ گیا اور لوگ انہی باتوں کو دین سمجھنے لگے۔ اس روش نے جب ترقی کی تو اکبر کا دینِ الٰہی معرضِ وجود میں آیا۔

لیکن سنت اللہ یہ رہی کہ جہاں اس نے فتنے پیدا کیے۔ فتنوں کی سرکوبی کے لیے علماء صلحاء اتقیا اور مجددین بھی پیدا فرمائے جنہوں نے دین کو ان آلائشوں سے پاک صاف کر کے بیان کر دیا اور عوام تک پہنچا کر اپنا فرضِ منصبی بخوبی سرانجام دیا۔ اب یہ ہماری بدقسمتی ہو گی اگر ہم اس کے باوجود فتنوں سے متاثر و مرعوب ہو جائیں۔

دینِ اسلام کے خلاف ان سازشوں اور فتنوں کا ایک باب انکارِ حدیث کی صورت میں برِصغیر میں کھلا۔ یہ فتنہ پہلے طبقہ نے اٹھایا کہ جو انگریز سے متاثر و مرعوب تھا۔ اسی طبقہ نے ابتداءً نبی کریم ﷺ کی رسالت و نبوت کی عظمت کو کم کرنے کے لئے آپؐ کے بارہ میں جو آراء اختیار کیں۔ ان کا خلاصہ اور لبِ لباب یہ ہے کہ نبی کریمؐ بھی بالکل عام انسانوں کی طرح ایک انسان تھے آپؐ کے معجزات کو سائنسی انداز میں پیش کر کے ان کو عام معمول کی زندگی سے ہم آہنگ بنانے کی کوشش کی گئی اور یہی فتنہ جب پروان چڑھا تو اس نے انکارِ حدیث کی صورت اختیار کر لی۔

زیرِ بحث باب میں کوشش کی جائے گی کہ بیان کیا جائے کہ منکرینِ حدیث کے اعتراضات کی بنیاد کیا ہے۔ ان کے جوابات کیا ہیں اور حدیث کی حجیت پر قرآن، حدیث اور عقلی دلائل کس طرح دیئے جا سکتے ہیں۔

دلائل کے اس سلسلہ میں منکرینِ حدیث کے شبہات بھی ضمناً ذکر کیے جائیں اور مفسرین و محدثین متقدمین کی تحقیقات و آراء کی روشنی میں ان شبہات کے جوابات دیئے جائیں گے۔

دلائل قرآنی

(دلیل نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جابجا ایمان باللہ کے حکم کے ساتھ ایمان بالرسولؐ کا بھی حکم دیا ان آیات سے یہ بات واضح طور پر سامنے آجاتی ہے کہ ایمان باللہ کی تکمیل ایمان بالرسولؐ سے ہوتی ہے۔

"فآمنوا باللہ ورسلہ وإن تؤمنوا وتتقوا فلکم أجر" (۱)

(ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر، اگر تم ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا۔ تو تمہارے لیے بدلہ ہے۔)

"یآأیھا الذین آمنوا آمنوا باللہ ورسولہ" (۲)

(اے ایمان والوں اللہ اور اس کے رسول ؐ پر اپنا ایمان قائم رکھو)

"قد جآء کم الرسول بالحق من ربکم فآمنوا خیرًا لکم" (۳)

(تمہارے پاس آیا اللہ کا رسول ﷺ حق کے ساتھ تمہارے رب کی جانب پس تم اس پر ایمان لاؤ یہ تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔)

"فآمنوا باللہ ورسولہ ولا تقولوا ثلٰثۃ" (۴)

(اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور خدا کو تین نہ قرار دو)

فآمنوا باللہ ورسولہ النبی الأمی الذی یومن باللہ (۵)

(ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے نبی امی پر جو خود بھی اللہ پر ایمان رکھتے ہیں)

ایمان کے معنیٰ علمائے اہل سنت نے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیے۔

"ھو التصدیق بما علم مجیئ الرسول بہ ضرورۃ اجمالاً فیما علم اجمالاً وتفصیلاً فیما علم تفصیلاً" (۶)

(جن چیزوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے لانے کا واضح طور پر علم ہوجائے تو اجمالی چیزوں کی اجمالاً اور تفصیلی چیزوں کی تفصیل کے ساتھ تصدیق کرنے کو ایمان کہتے ہیں)

گویا ایمان کی بنیاد اسی بات پر ہے کہ انسان نبی کریم ﷺ کے ہر قول، فعل اور تقریر کی تصدیق کرے۔ ان کا انکار ایمان کے خلاف ہے اور انسان کو ایمان کی حدود سے نکالنے والا ہوگا۔

قرآن کریم اہل ایمان انہی لوگوں کو تصور کرتا ہے کہ جو اللہ کے ساتھ اللہ کے رسول ﷺ پر بھی ایمان

(۱) ۴ : آل عمران : ۱۷۹ (۲) ۴ : النساء : ۱۳۶ (۳) ۴ : النساء : ۱۷۰ (۴) ۴ : النساء : ۱۷۱ (۵) ۷ : الاعراف : ۱۵۸

(۶) عثمانی، شبیر احمد مولانا، فضل الباری شرح اردو صحیح بخاری، کراچی ۱۹۷۳، ج ۱ ص ۲۴۰

رکھتے ہوں ارشاد ہوا۔

"انما المؤمنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ واذا کانوا معہ علیٰ امر جامع لم یذ ھبوا حتی یستاذنوہ" (۷)

(بلاشبہ مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائیں اور جب رسول ﷺ کے پاس کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جس کے لیے جمع کیا گیا ہے تو (ضرورت پڑنے پر) جب تک آپ سے اجازت نہیں لے لیتے جاتے نہیں۔)

ایمان کا مفہوم گذر چکا کہ ایمان محض اس چیز کو مان لینے کا نام نہیں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں بلکہ ایمان کی بنیاد ان تمام باتوں کی تصدیق ہے جو نبی کریم ﷺ کے ذریعہ سے ہم تک پہنچیں خواہ وحی متلو کی شکل میں یا وحی غیر متلو کی صورت میں ان تمام چیزوں کی تصدیق اور ان کو حجت ماننا ایمان ہے۔ اس بات کو اگر فلسفیانہ نظر سے دیکھیں تو یہ کہا جائے گا کہ یہ موجبہ کلیہ ہے۔ یعنی ایمان تمام چیزوں کے ماننے کا نام ہے اور اس کی نقیض اور ضد سالبہ جزئیہ ہوتی ہے یعنی کسی ایک چیز کا انکار بھی کفر ہوگا اور اگر کوئی مجیات من رسول میں سے ایک حصہ پر تو ایمان رکھتا ہے۔ اور دوسرے کی حجیت کو تسلیم نہیں کرتا، اس کا ایمان نامکمل ہے۔

قرآن کریم نے انبیاء سابقین اور مومنین کے ایمان کی حقیقت بیان فرماتے ہوئے کہا۔

آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون، کل آمن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ لانفرق بین احد من رسلہ۔ (۸)

(ایمان رکھتے ہیں رسول اس چیز کا جو ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور مومنین بھی سب کے سب ایمان رکھتے ہیں اللہ کے ساتھ، اس کے فرشتوں کے ساتھ اس کی کتابوں کے ساتھ کہ ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے)

غرضیکہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ایمان باللہ کے ساتھ ایمان بالرسول ﷺ کو ذکر کیا ہے۔

مولانا سید بدر عالم صاحب لکھتے ہیں۔

"درحقیقت یہاں مولانا اسلم ایک شدید غلطی ایمان کے معنی سمجھنے میں پیش آگئی اگر وہ ایمان کی صحیح حقیقت کو معلوم کر لیتے تو اطاعت کو ایمان سے علیحدہ کر ہی نہیں سکتے تھے، وہ یہ سمجھے ہیں کہ ایمان صرف

(۷) ۲۴: النور: ۶۲ (۸): البقرۃ: ۲۸۵

زبان سے تصدیق کر لینے کا نام ہے، اور اسی لیے ان کے نزدیک رسول کا حق صرف تصدیق کر کے ادا ہو جاتا ہے۔ اور اس کے بعد اطاعت کی ضرورت نہیں رہتی۔ حالانکہ اگر وہ ذرا تحقیق کرتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ اولاً تو اطاعت کے بغیر ایمان ہی حاصل نہیں ہو سکتا، دوم قلبی تصدیق حاصل ہو جانے کے بعد یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اطاعت کا عہد دل میں نہ پیدا ہو جائے۔ جو شخص رسول ﷺ کی اطاعت کا عہد نہیں کرتا۔ یقیناً وہ دل میں اس کی تصدیق بھی نہیں رکھتا۔ اسی بنا پر ہرقل بادشاہ کو مسلمان نہیں کہا گیا حالانکہ اس نے آپ کی کھلی محفل میں تصدیق کر لی تھی اگرچہ اپنی قوم کی برہمی دیکھ کر بعد میں بات بنا دی تھی، اسی طرح ابوطالب کی تصدیق بھی ان کے اشعار سے ثابت ہوتی ہے۔ اس کے باوجود جمہور امت نے ان کا ایمان تسلیم نہیں کیا اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے ہزار آپ کی تصدیق کی ہو لیکن جب ان دل نے معمولی انسانوں عار کی خاطر رسول عربی کی اطاعت کرنا قبول نہیں کیا تو ان کو مسلمان کیسے کہدیا جائے"(۹)

دلیل نمبر ۲: عصمت رسول اکرم ﷺ

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

والنجم اذا ھوٰی ماضل صاحبکم وما غوٰی وما ینطق عن الھوٰی إن ھُوَ إلّا وحیٌ یُوحیٰ۔ (۱۰)

(قسم ہے (مطلق) ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے۔ یہ تمہارے ساتھ کے رہنے والے نہ راہ (حق) سے بھٹکے نہ غلط راستہ ہو لیے اور نہ آپ اپنی خواہش نفسانی سے بات بناتے ہیں۔ آپ کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے)

اس آیۃ مبارکہ کو نقل کرنے کے بعد مولانا محمد ادریس کاندھلوی فرماتے ہیں۔

یعنی جس طرح ستارہ اپنی ایک معین رفتار پر چلتا ہے۔ ذرہ برابر ادھر یا ادھر نہیں ہو پاتا اسی طرح نبی کریم ﷺ آسمان نبوت و رسالت کے ایک ستارے ہیں جو راہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر فرمادی ہے۔ اس سے ذرہ برابر آگے پیچھے نہیں ہو سکتے۔ اور جس طرح ظاہری ستاروں کا نظام محکم ہے، اسی طرح بلکہ زائد باطنی اور روحانی ستاروں کا نظام محکم ہے،، (۱۱)

اسلم جیراج پوری آیت کے بارے میں لکھتے ہیں: "آیت کا یہ مفہوم قرار دینا کہ نبی کریم ﷺ جو کچھ کلام کرتے

(۹) محمد بدر عالم: سید مولانا، حجیت حدیث، لاہور ۱۹۷۹ ص ۹۱ (۱۰) ۵۳: النجم: ۱تا۴ (۱۱) محمد ادریس کاندھلوی، مولانا حجیت حدیث، لاہور، ایم ثناء اللہ ص ۲۸، ۲۹

تھے، وہ سب کا سب وحی نفا، صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ دعویٰ قرآن کے وحی ہونے کا تھا جس کا کفار انکار کرتے تھے، اسی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ جو کچھ بولتے ہیں، وحی ہے۔ گھر میں ازواج مطہرات یا باہر دیگر حضرات سے جو گفتگو فرماتے تھے، اس کے متعلق نہ وحی ہونے کا دعویٰ تھا، نہ کفار کو کوئی بحث تھی جواب: اس کا تفصیل جواب آیت وما آتاکم الرسول فخذوہ بیان کے ضمن میں آئیگا۔ دیگر یہ کہ مشرکین بلکہ اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور تھے کہ جو کلام نبی کریم ﷺ تلاوت کرتے ہیں، وہ کسی مخلوق کا کلام نہیں۔

دلیل نمبر ۳: مقام انبیاء قرآنی آیات واصراحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں انبیاء کا درجہ ملائکہ سے بڑھ کر اور ان سے افضل تر ہے۔ جبکہ ملائکہ کے بارہ میں یوں فرمایا گیا۔

لا یعصون اللہ ما أمرھم ویفعلون ما یؤمرون " (۱۲)

(جو ان کو حکم دیا جائے، اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم دیا جائے اس کو بجا لاتے ہیں)

" وما یعلم جنود ربك إلّا ھو۔ (۱۳)

(اور تمہارے رب کے لشکر کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا)

اس فضیلت وبرتری کے باوجود زمین میں خلافت کے لیے اپنے نبی آدمؑ کو چنا اور ملائکہ کی تسبیح وتحمید اور عصمت کے باوجود آدم کو ان کے علم کی بنا پر فضیلت دی اور ملائکہ کو حکم دیا اسجدوا لآدم (۱۴) (آدم کو سجدہ کرو) اور یہ بات بھی ہے کہ ہمیشہ جس چیز کو مسجود بنایا جاتا ہے۔ وہ سجدہ کرنے والوں سے افضل ہوتی ہے۔ اور پھر ابلیس کو اس سجدہ سے انکار پر فرمایا۔

علیك لعنتی إلیٰ یوم الدّین۔ (۱۴)

انبیاء کی اس فضیلت کو مولانا کاندھلویؒ یوں بیان فرماتے ہیں۔

"اہل سنت والجماعت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام ملئکۃ اللہ سے افضل ہیں

کما قال تعالیٰ ان اللہ اصطفیٰ آدم ونوحا وآل ابراھیم وآل عمران علی العالمین" (۱۵)

(تحقیق اللہ تعالیٰ آدمؑ، نوحؑ، آلِ ابراہیم، آل عمران کو تمام جہانوں پر فضیلت دی"

(۱۲) آگے چل کر مولینا آیت، وتلك حجتنا۔ الی ولوطاً نقل کرکے فرماتے ہیں

۶۶: التحریم ۶: (۱۳) ۷۴: المدثر: ۳۱ (۱۴) ۳۸: ص: ۷۸ (۱۵) ۳: آل عمران

اور حق تعالیٰ جل شانہ نے ان آیات میں انبیاء کرام کا نام بنام تذکرہ فرمایا اور اس کے بعد فرماتے ہیں
وکلاً فضلنا علی العالمین (۱۶) اور ہر ایک کو ہم نے تمام جہانوں پر فضیلت دی اور
عالمین میں فرشتے بھی داخل ہیں۔
معلوم ہوا کہ انبیاء فرشتوں سے افضل ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب انبیاء کرام علیہم السلام کے کلام اور وحی
والہام کے حجت ہونے میں شیطان کو بھی شبہ و تردد نہیں تو انبیاء کرام کے قول و فعل کے حجت اور واجب
العمل ہونے میں بھی کوئی شبہ و تردد نہ ہونا چاہیے" (۱۷)

دلیل نمبر ۴: اطاعت رسول

وما کان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى الله ورسوله أمراً أن يكون لهم الخيرة
من أمرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالاً مبيناً۔ (۱۸)
(کسی مسلمان مرد و عورت کو یہ اختیار نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس کے کسی
معاملہ میں کوئی فیصلہ کیا کہ اسمیں کوئی بذب کا مظاہرہ کرے۔
اور جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی وہ بلاشبہ مکمل گمراہ ہوا)
اس آیت کی تشریح و وضاحت کرتے ہوئے پرویز لکھتے ہیں۔
"لیکن اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ اطاعت نظام خداوندی کی اطاعت ہے اگرچہ
اس نظام کے فیصلے رسول کی طرف سے صادر ہوتے ہیں اس سے رسول ﷺ کی ذاتی
اطاعت مقصود نہیں، رسول کی ذاتی رائے یا مشورہ سے تمہیں اختلاف کا حق حاصل ہے
اس اختلاف کا نام "معصیت خدا، رسول ﷺ نہیں ہوگا، اس باب میں زید کا واقعہ ایک بین مثال
جسے اس نکتہ کی وضاحت کے لیے یہاں بیان کیا جاتا ہے" (۱۹)
گویا پرویز کے نزدیک ایک ہی رسول ﷺ کی دو حیثیتیں ہیں، ایک حیثیت نظام خداوندی
کے پابند ہونے کی اور دوسری حیثیت اس کی ذاتی، بالفاظ دیگر نبی کریم ﷺ کی پیغمبرانہ زندگی تو نظام

(۱۶) ۶: الانعام: ۸۶ (۱۷) محمد ادریس کاندھلوی مولانا، حجیت حدیث ص ۲۰ تا ۲۲ (۱۸) ۳۳: الاحزاب: ۳۶

(۱۹) پرویز، غلام احمد، مفہوم القرآن (لاہور) ص ۴، ۹۷، ۷۵۔

واحکامِ خداوندی کے تابع ہے لیکن اس کی ذاتی، عائلی زندگی اللہ کے نظام و احکام سے ہٹ کر یا اس کے منافی ہے۔ لہٰذا اس کی اتباع اور پیروی لازم نہیں یہ بات اللہ کے رسول ﷺ پر ایسا سخت الزام ہے کہ جو مشرکین مکہ باوجود سخت دشمنی و عناد کے، نبی کریم ﷺ پر نہیں لگا سکے مشرکین مکہ بھی اس بات کو تسلیم کرتے تھے کہ آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں، امانت دار ہیں۔ آپ کی زندگی صداقت و امانت کا پیکر ہے۔ لیکن صاحبِ مفہوم القرآن کے نزدیک نبی کی زندگی پیغمبر کی حد تک تو قابلِ تقلید ہے اس سے آگے وہ عام انسانوں کی مانند ہیں کہ ان سے معصیت و خطا کا صدور ممکن ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی کی یہ حیثیتیں کہاں سے ثابت ہیں۔؟

قرآن نے تو نبی کو بامر خداوندی مطاعِ مطلق قرار دیا ہے اور یہ فرمایا۔

وما أرسلنا من رسولٍ إلا ليطاع بإذن الله ۔ (۲۰)

(ہم نے رسول کو صرف اس لیے بھیجا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے)

گویا رسول کی رسالت کا مقصد اور مراد یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے اور اس کی جانب مخالف یہ ہوگی کہ اگر اس کی اطاعت نہ کی جائے تو وہ مقصد جس کے لیے اسے بھیجا گیا، فوت ہو جاتا ہے۔ مزید ترقی کر کے یہ بھی فرمادیا گیا کہ رسول کی اطاعت ہی دراصل اللہ کی اطاعت ہے۔

ومن يطع الرسول فقد أطاع الله ۔ (۲۱)

(جس نے رسول کی اطاعت کی، گویا بلاشبہ اس نے اللہ کی اطاعت کر لی۔)

"قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفر لكم" (۲۲)

(اے اللہ کے رسول آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو، تو میری اتباع کرو جس کے نتیجہ میں اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔ اور تمہاری مغفرت کر دیگا۔)

گویا رسول کی اطاعت کر کے بندہ نہ صرف اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ بلکہ اللہ سے اپنی محبت کا ثبوت پیش کرتا ہے اور اس کے نتیجہ کے طور پر اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت کرنے لگتا ہے اور اس کی مغفرت کر دیتا ہے۔

آیات میں کہیں بھی رسول ﷺ کی اطاعت کو، اس کی زندگی کو، اس کی سیرت و طریقہ کو دو حصوں میں تقسیم

---

(۲۰) ۴: النساء: ۶۴ ۔ (۲۱) ۴: النساء: ۸۰ (۲۲) ۳: آلِ عمران: ۳۱

نہیں کیا گیا۔

اور مزید براں یہ بات صحابہ کیلئے ایک تکلیف ما لا یطاق کا درجہ رکھتی ہے، جب بھی نبی کریم ﷺ کوئی کلام فرمائیں، کوئی فعل سرانجام دیں، صحابہ کرامؓ ان سے پہلے دریافت کریں کہ یہ قول یا یہ فعل آپؐ کس حیثیت میں سرانجام دے رہے ہیں، آیا ہمارے لیے اس کا اتباع ضروری ہے یا نہیں، کسی صحابی کی سیرت سے اس بات کا ثبوت نہیں مل سکتا کہ اس نے نبی کریم ﷺ کی مخالفت اس وجہ سے کی ہو کہ نبی کا یہ قول ذاتی حیثیت میں تھا۔

رہا زید کا واقعہ، اس سے یہ استدلال کرنا کہ رسول کی ذاتی رائے یا مشورہ سے اختلاف کرنا جائز ہے، غلط استدلال ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے زید کو اختیار دیا تھا کہ تم اپنی بیوی کا ساتھ نبھاؤ اور یہ بات زید کی اور ان اہلیہ کی خیر خواہی میں کہی گئی تھی کہ طلاق اگرچہ شریعت نے بوقت ضرورت جائز کی ہے لیکن اللہ کے نزدیک پسندیدہ نہیں اس سے جب تک ہو سکے بچا جائے۔

لیکن اگر نبھانا اب قدرت سے باہر ہو گیا تو اس کی شریعت نے اجازت دیدی ہے چنانچہ زید نے طلاق کو اختیار کیا۔ اگر نبی ﷺ کے مشورہ سے مخالفت جائز ہوتی تو یہ شادی منعقد ہی نہ ہوتی۔ اور پھر اسی آیت میں صراحت کے ساتھ مطلقاً نبی ﷺ کی معصیت کو صریح گمراہی بیان کیا۔

قرآن کی آیت مطلق ہے، اس میں بلا قرینہ تقیید کرنا جائز نہیں۔

عجیب بات ہے جو لوگ اہل قرآن ہونے کے مدعی ہیں، ایک صحابیؓ کے عمل سے قرآن کی آیت کی تقلید کر رہے ہیں۔

یہ تو تھی اس آیت کی وہ تشریح و وضاحت جو پرویز صاحب نے کی،

اور اس کا جواب بھی ہو گیا۔

اب دیکھتے ہیں کہ دیگر مفسرین نے اس آیت تفسیر میں کیا اقوال اختیار کیے ہیں، حضرات قارئین خود فیصلہ و محاکمہ کر لیں کہ کسی کا قول مفہوم قرآنی کے زیادہ قریب ہے۔

اس آیت کی تشریح کے ضمن میں حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

"فھذہ الآیۃ عامۃ فی جمیع الامور، وذلک انہ اذا حکم اللہ ورسولہ بشیٔ فلیس لاحد مخالفتہ ولا اختیار لاحد ھھنا ولا رأی ولا قول" (۲۳)

(۲۳) ابن کثیر اسمٰعیل القرشی۔ تفسیر القرآن العظیم ملاہور، ۱۹۷۳ ج ۳۔ ص۔ ۴۹۰

(پس یہ آیت تمام امور پر حاوی ہے، اسطرح کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کسی معاملہ میں اسکا فیصلہ کریں تو کسی کو بھی اس کی مخالفت کی گنجائش نہیں اور نہ کسی رائے اور قول کے اختیار کی۔)

یعنی اللہ اور اس کے رسولؐ کا فیصلہ کسی بھی مومن مرد و عورت کے لیے اسقدر اٹل ہے کہ اس کے نفاذ کے بعد اس کے لیے کوئی اور راستہ نہیں رہ جاتا سوائے اس کے کہ وہ اس پر بلا چون و چرا عمل کرے۔ مولینا کاندھلوی فرماتے ہیں۔

"ولا یخفیٰ ان هذہ الایة الکریمة مشتملة علیٰ ذکر قضائین۔ قضاء اللہ وقضاء رسوله فدل ذلك ان قضاء الرسول حجة مستقلة سویٰ قضاء اللہ عز وجل۔ فلو کان قضاء اللہ وحکمه کافیا لم یکن لذکر قضاء الرسول بعدہ معنیً۔ (۲۴)

(یہ بات پوشیدہ نہیں کہ یہ آیت کریمہ دو قسم کے فیصلوں پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور نبی کریم ﷺ کے فیصلے، اس سے معلوم ہوا کہ رسولؐ کا فیصلہ بھی بذاتِ خود حجت ہے جو اللہ کے فیصلے کے علاوہ ہو۔ اور اگر صرف اللہ کا فیصلہ اور اسکا حکم کافی ہوتا تو اس کے ذکر کے بعد علیحدہ نبی کے فیصلے کے ذکر کی ضرورت نہ تھی۔)

اور پھر صرف یہی نہیں کہ وہ یہ فیصلہ قبول کریں بلکہ یہ بھی ہے کہ وہ اس فیصلہ کو زبردستی طوعاً و کرھاً اپنی طبعیت پر جبر و اکراہ کرتے ہوئے قبول نہ کریں بلکہ مکمل خوشی اور یکسوئی کے ساتھ اسے قبول کریں۔ اور ایسے لوگوں کے ایمان سے خارج ہونے کو خدا نے اپنی ربوبیت کی قسم کھا کر کہا جو نبی کریم ﷺ کے فیصلہ کو قبول کرنے میں اپنے دل میں کوئی تنگی محسوس کریں۔ فرمایا۔

"فلا وربك لا یؤمنون حتیٰ یحکموك فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی أنفسھم حرجًا ممّا قضیت ویسلموا تسلیمًا۔ (۲۵)

(اے رسول، ﷺ آپ کے رب کی قسم ایسے لوگ ہرگز مؤمن نہیں یہاں تک کہ اپنے

(۲۴) کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا، مقدمۃ الحدیث
بحث حجیت حدیث (غیر مطبوعہ) (۲۵) ۴ : النساء : ۶۵

معاملات میں آپ کے فیصلہ پر دل میں تنگی محسوس نہ کریں اور اس کو بخوشی قبول کریں۔)

یعنی اپنے تمام امورِ زندگی میں جب تک وہ نبی کریم ﷺ کے فیصلہ فرحتِ طبع کے ساتھ قبول نہ کریں دائرہِ ایمان میں داخل نہ ہو سکیں گے۔ حدیث میں آیا۔

والذی نفسی بیدہ لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعًا لما جئت بہ (۲۶)

(اس ذاتِ عالی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہیں ہو سکتا یہاں تک اس کی تمام خواہشات تابع نہ ہو جائیں ان احکام کے جن کو میں لیکر آیا ہوں۔)

دلیل نمبر ۵: نبی کریم ﷺ کی زندگی ایک اسوۂ کاملہ۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ (۲۷)

(تحقیق تمہارے لیے رسول کی ذات میں عمدہ نمونہ ہے) (۲۸)

امام راغب مفردات میں اسوۃ کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

وھی الحالۃ التی یکون الانسان علیہا فی اتباع غیرہ ان حسنا وان قبیحا۔ (۲۹)

اسوۃ انسان کی اس حالت کو کہتے ہیں جو کسی دوسرے کی اتباع اور پیروی میں وہ اپنے اختیار کرے خواہ وہ حالت اچھی ہو یا بری)

یعنی لفظ اسوۃ میں خود اتباع کا مفہوم پایا جاتا ہے پھر حسنۃ کی صفت کے بعد مزید اس میں تاکید پیدا کر دی گئی کہ اسوۃ بذاتِ خود قابل اتباع اور پیروی کے لائق چیز ہے مزید یہ کہ وہ اگر اچھا بھی ہو اخدا کی نظر میں، تو اس کا اتباع عقلاً مزید واجب ہو جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی زندگی کو اسی معنی میں امت کے لیے اسوۃ قرار دیا گیا ہے کہ اگر اللہ کی اتباع اور پیروی میں انسان کی جو حالت و کیفیت ہوتی ہے اس کا مشاہدہ کرنا ہے تو نبی کریم ﷺ کی زندگی میں کرو اور پھر

---

(۲۶) ملا علی قاری، شرح مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۲۳، (باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) (۲۷) ۳۳: الاحزاب: ۲۱ (۲۸) غلام احمد پرویز نے اس آیت کو واقعہ شانِ نزول کے ساتھ مخصوص کیا ہے، اس کا جواب آئندہ آئیگا، مفہوم ص ۹۶۹ (۲۹) الاصفہانی، ابوالقاسم الحسین بن محمد بن المفضل، مفرداتِ الفاظ القرآن، ۱۹۷۲، ص ۱۴۰

اس کا اتباع اور پیروی کرو تو گویا تم اللہ کی اطاعت اور پیروی کرنے والے ہو جاؤ گے) اردو میں اسوۃ کا ترجمہ نمونہ سے کیا جاتا ہے یعنی اگر تم کو خدا کی اطاعت و پیروی کا عملی، زندہ اور مکمل نمونہ دیکھنا ہے تو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں دیکھ لو ان کی زندگی اللہ کی اطاعت و پیروی کی ایک واضح اور مکمل تصویر ہے
مولانا کاندھلویؒ لکھتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاؑ کو فقط اس لیے نہیں بھیجا کہ وہ فقط بندوں تک اللہ کا پیغام پہونچا کر اپنی منصبی خدمات سے فارغ ہو جائیں بلکہ وہ من جانب اللہ امت کے لیے معلم، ہادی، مصلح اور مربی بلکہ اسوۂ حسنہ بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ تاکہ ان کا ہر قول ہر فعل ہر بیان وسکوت امت کے لیے حجت اور مشعل ہدایت ہو اور اللہ کے بندوں کو معلوم ہو جائے کہ خدا کی اطاعت اس طرح کرو جس طرح نبی ﷺ کو کرتے دیکھتے ہو" (۳۰)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

هٰذه الآية الكريمة أصل كبيرٌ في بالتأسي برسول الله صلى الله عليه وسلم في اقواله، وافعاله، واحواله ولهذا أمر تبارك وتعالى بالتأسي بالنبي صلى الله عليه وسلم يوم الاحزاب في صبره ومصابرته۔ (۳۱)

(یہ آیت کریمہ ایک بڑی اصل ہے نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال اور احوال کی اتباع میں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے احزاب کے دن مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ صبر واستقامت کی اتباع کا حکم دیا۔)

یعنی اگرچہ آیت کا شان نزول ایک خاص محل اور واقعہ ہے لیکن یہ حکم محض اس واقعہ کے ساتھ خاص نہیں کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی اس واقعہ میں قابل پیروی ہے باقی احوال میں نہیں بلکہ یہ حکم عام ہے زندگی کے ہر شعبہ و مرحلہ میں نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کی اتباع ازروئے آیت ہمارے لیے ازلبس ضروری ہے
دوسرا قابل غور امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زندگی کو ہمارے لیے نمونہ بنایا۔ بالفاظ دیگر قرآن ایک تحریری دستاویز Theory ہے اور اس کی عملی شکل نبی کریم ﷺ کی زندگی ہے جسے عرف عام میں Practical کہا جاتا ہے۔

---

(۳۰) کاندھلوی مولانا: حجیت حدیث، ص ۲۲، ۲۴۔ (۳۱) ابن کثیر: تفسیر القرآن العظیم، ج ۳، ص ۴۷۴

قرآن انسانی زندگی کے لیے ایک مکمل اور جامع دستاویز ہے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا قرآن کی طرح اس کا عملی نمونہ بھی جامع ہے یا نہیں۔۔۔؟

ابتداءً اس سوال کے جواب میں دو صورتیں اختیار کی جا سکتی ہیں۔

اثبات یا نفی۔۔۔

اگر ہمارا جواب نفی میں ہوتا ہے اور ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ نمونہ کامل نہیں تو اس میں دو احتمالات پیدا ہو جاتے ہیں۔

اولاً یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے مطابق یہ نمونہ ایک کامل و مکمل اور جامع نمونہ بنایا تھا مگر دنیا میں آنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ مکمل نہیں ہے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کے علام الغیوب اور علم کی تمام وسعتوں پر حاوی ہونے سے انکار پر مبنی ہے۔

حالانکہ قرآن یہ کہتا ہے۔

یعلم ما بین أیدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بشیءٍ من علمہ إلا بما شاء (۳۲)

(وہ جانتا ہے وہ تمام چیزیں جو ان کے سامنے ہیں، اور وہ تمام چیزیں جو ان کے پیچھے ہیں اور اس کے احاطۂ علمی سے کوئی چیز باہر نہیں سوائے اس کے جس کو وہ چاہے)

دوسرا احتمال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ یہ نمونہ مکمل و جامع نمونہ نہیں مگر اس سے زیادہ جامع نمونہ بنانے پر وہ نعوذ باللہ قادر نہ تھے۔ خدا کی صفتِ قدرت میں نقصان لازم آتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"انّ اللہ علیٰ کلّ شیءٍ قدیر۔" (۳۳)

(بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے)

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ کو نامکمل ماننا کہ اللہ کی دو صفات میں شک، تردد یا انکار کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ اور جو شخص اللہ کی کسی ایک صفت میں شک و تردد رکھتا ہے، دائرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے، ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات پر بلا کسی شک و تردد کے ایمان کامل ہو اور یقین صادق ہو، اور ایمان کا اعلیٰ مقام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر اس قدر پختہ

---

(۳۲) ۲: البقرہ: ۲۵۵ (۳۳) ۲: البقرہ: ۲۰

یقین ہو کہ گویا وہ خدا کو دیکھ رہا ہے۔ ارشاد ہوا۔

ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ۔ (۳۴)

(عبادت کی معراج یہ ہے کہ تو اس طرح عبادت کرے کہ گویا تو خدا کو دیکھ رہا ہے)
اور یہ بات یقین کامل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

اگر ہمارا جواب اثبات میں ہو، ہم اسوۂ رسول کو کامل مان لیں تو ہمیں اس کی حجیت کو تسلیم کرنا ہوگا اس کے بغیر قرآن پر عمل تو در کنار، اس کا سمجھنا بھی مشکل بلکہ ناممکن ہو جائیگا۔ صحیح بخاری میں کتاب الصلوٰۃ کی ابتداء میں ایک طویل حدیث نقل کی گئی ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ واقعہ معراج میں پنجگانہ نماز کی فرضیت کے بعد حضرت جبرئیلؑ آئے اور دو دن آپ کو نمازیں پڑھوائیں، پہلے دن تمام نمازیں شروع وقت میں اور دوسرے دن تمام نمازیں آخیر وقت میں پڑھوائیں اور اس کے بعد فرمایا۔

"بہذا اُمرتُ"

اس کی تشریح کرتے ہوئے ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

" والمعنی ھٰذا الذی امرت بہ (بالفتح) ان تصلیہ کل یوم ولیلۃ وروی بالضم ای ھٰذا الذی اُمرت بتبلیغہ لك۔ (۳۵)

(اور حضرت جبرئیلؑ کے اس لفظ کے معنی تَ کے زبر کی صورت میں یہ ہیں کہ آپ کو بھی انہی اوقات میں نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور تُ کے پیش کی صورت میں جو ایک روایت ہے، معنٰی یہ ہوں گے کہ مجھے آپ تک ان اوقات صلوٰۃ کو پہنچانے کا حکم اسی طرح کیا گیا تھا)

بہرحال صیغہ مخاطب کا ہو یا متکلم کا اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سنت اللّٰہ یہی ہے کہ اپنے احکام واوامر، عبادات وطاعات کے طریقے، اوقات اور آداب اس طرح سکھائے جاتے ہیں کہ ایک فرشتہ ان اعمال کو بجالا کر دکھاتا ہے۔ اور اس کے وہ تمام اعمال حکم خداوندی کے تابع ہوتے ہیں اور نبی پر ان کا اتباع ایسے ہی واجب ہوتا ہے جیسے کسی قولی وحی کا۔

(۳۴) بخاری، الجامع الصحیح، ج ۱؛ ص ۲۰ کتاب الایمان، باب سوال جبرئیل النبی عن الایمان، والاسلام والاحسان۔

۳۵۔ العسقلانی احمد بن علی بن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری، لاہور، ۱۹۸۱؛ ج ۲۔ ص ۵ (باب مواقیت الصلوٰۃ وفضلہا)

یہ تو طریقہ تھا نبی کے لیے اپنے احکام کی وضاحت و تفصیل کا اور دوسرے عباد کے لیے یہ طریقہ متعین کیا گیا کہ انبیا کے تمام اعمال و افعال کو امت کے لیے ہر حالت میں قابلِ تقلید بنا دیا اور واضح کر دیا کہ نبی کا کوئی قول، فعل، اللہ کے حکم سے ہٹ کر یا اس کا مخالف نہیں ہوتا۔ اور اس کی تمام حرکات و سکنات بیداری کی بھی حتیٰ کہ حالت نوم بھی صرف اور صرف اللہ کے حکم کے تابع ہیں اور جس طرح نبی پر اس فرشتہ معلم کی اتباع ضروری ہے کہ وہ بأمر خداوندی نازل ہوا ہے۔ امت پہ اسی نبی کی اتباع واجب و ضروری ہے کہ وہ بھی مامور من اللہ اور معصوم من اللہ ہے بلکہ گزشتہ اوراق میں آیاتِ قرآنیہ کی رو سے ثابت ہو چکا کہ انبیاء کا مقام فرشتوں سے بڑھ کر اور عالی تر ہوتا ہے تو جب فرشتے کی تقلید انبیاء کے لیے بحکم خداوندی خاص حالات میں ضروری ٹھہری تو انبیاء کی تقلید امت کے لیے بدرجہ اولیٰ ہر حالت میں واجب ہو گی۔

دلیل نمبر ۶: حفاظتِ وحی کیلئے نبی کریم ﷺ کا اہتمام:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لاتحرك بہ لسانك لتعجل بہ إن علینا جمعہٗ وقرآنہ فاذا قرأنٰہ فاتبع قرآنہ ثم إن علینا بیانہٗ۔ (۳۶)

(آپ قرآن کے ساتھ جلدی کرنے میں اپنی زبان کو حرکت نہ دیں۔ ہمارے ذمے ہے اس کو (آپ کے دل میں) جمع کرنا، پس جب ہم (فرشتے کی زبانی پڑھ رہے ہوں تو آپ اس کی پیروی میں خاموش رہیں پھر ہم پر واجب ہے اس کا بیان)

اس آیتہ کریمہ پر غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ اس آیت سے مندرجہ ذیل رخوں سے حدیث کی حجیت ثابت ہوتی ہے۔

(۱) حضرت جبرئیلؑ جب وحی لے کر آتے تھے، وحی کی آپ کے سامنے تلاوت کرتے تو اس اہتمام اور فکر میں کہ کہیں وحی کے الفاظ ذہن سے نکل نہ جائیں آپ حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ ساتھ تلاوت کرتے تاکہ وحی کے الفاظ پوری طرح ذہن نشین ہو جائیں اور ان میں کوئی شک و شبہ نہ رہے۔ چنانچہ آیت مبارکہ

(۳۶) ۷۵: قیامۃ: ۱۶، ۱۷، ۱۸۔

یں آپؐ کو منع کیا گیا کہ آپ اس فکر میں حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ نہ پڑھا کریں، یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس کو آپؐ کے دل میں جمع کرائیں اور پھر آپؐ کی زبان سے ادا کروائیں۔)

یعنی نبی کریم ﷺ وحی کے اخذ کرنے اور اسے محفوظ کرنے میں حد درجہ متفکر و محتاط تھے اور اہتمام کرتے تھے کہ شدید مشقت میں مبتلا ہو جاتے۔ کہ وحی کے الفاظ کے حفظ اور ان کے تحمل میں کوئی غلطی یا کمی بیشی نہ ہو۔ اور اس احتیاط کے لیے وہ اپنے جسم مبارک پر تکلیف بھی برداشت کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے اس طریقہ و معمول کو دیکھ کر یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ آپ نے قرآن کریم کے الفاظ، اس کے معانی، اسرار و رموز ضائع کر دیئے ہوں گے؟ مزید براں نبی کریم ﷺ سے یہ بھی ممکن نہیں کہ وہ ۲۳ سالہ دورِ نزولِ قرآن میں ایسے افراد تیار کرنے پر قادر نہ تھے کہ جو نبی کریم ﷺ کے بعد قرآن کے متون اور آپ کی زبانی تشریحات اور آپؐ کے اعمال کو محفوظ نہ کر سکیں۔

۲۔ دوسرے رخ پر اگر اس آیت غور کیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے جو کام اپنے ذمہ لیے وہ یہ ہیں۔

۱۔ ان علینا جمعہٗ (آپ کے دل میں اُسے جمع کرنا)

۲۔ وقرآنہٗ (جمع کرنے کے بعد اسے زبان رسول ﷺ سے ادا کروانا)

۳۔ ثم ان علینا بیانہٗ (پھر اس کا بیان و وضاحت بھی ہمارے ذمے ہے)

یہاں اللہ تعالیٰ نے پہلی دو ذمہ داریوں کے درمیان واؤ کا لفظ اور دوسری اور تیسری کے درمیان ثم کا لفظ استعمال کیا ہے۔ واؤ اور ثم یہ دونوں حروف عربی زبان میں عطف کے لیے استعمال ہوتے ہیں اور عربی قواعد کا یہ اصول ہے کہ معطوف (جس کو عطف کیا جائے) معطوف علیہ کے (جس پر عطف کیا جا رہا ہے) کے علاوہ کوئی چیز ہوتی ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی چیز کے دو عنوانوں کو معطوف اور معطوف علیہ بنا دیا جائے اس قاعدہ کی رو سے جمع قرآن، تلاوتِ قرآن اور بیانِ قرآن تین مختلف چیزیں ہو گئیں۔ اور تینوں چیزوں کو خدا نے اپنے ذمہ لے لیا، یعنی جس طرح خدا اس قرآن، اس کے الفاظ کی حفاظت کریگا، اسی طرح آپؐ کی زبانی بیان کردہ اس کی توضیحات، اور آپ کے عمل سے واضح شدہ اس کی صورتوں کی بھی حفاظت کریگا۔

واؤ اور ثم کے بارے میں علمائے اصولین کا مسلک یہ ہے۔

"الواؤ للجمع المطلق وقیل ان الشافعی جعلہٗ للترتیب" (۳۷)

۳۷۔ الشاشی، نظام الدین، اصول الشاشی، لاہور، مکتبہ مدینہ، ص ۵۲، ۵۳

(واؤ محض جمع کے لیے آتا ہے اور کہا گیا ہے امام شافعی نے اس کو ترتیب کے لیے بھی استعمال کیا ہے)

ثمّ للتراخی لکنہ عند ابی حنیفۃ یفید التراخی فی اللفظ والحکم وعندھما یفید التراخی فی الحکم۔" (۳۸)

(ثم تاخیر کے لیے ہوتا ہے لیکن امام ابو حنیفہ کے نزدیک لفظ اور حکم میں اور صاحبین کے نزدیک صرف حکم میں تراخی کے لیے ہے)

اس اصول کی رو سے معلوم ہوا کہ جمع و تلاوت کے درمیان تو کوئی تاخیر نہ ہوگی یعنی جیسے وحی نازل ہوگی بغیر کسی تاخیر کے آپؐ کے دل میں محفوظ ہو جائے گی اور آپؐ اس کو بلا تاخیر تلفظ کر سکیں گے لیکن اس کا بیان، تفسیر و وضاحت کچھ تاخیر کے بعد ہوگی۔ یہ بیان حدیث ہے، اللہ تعالیٰ نے جب تین چیزوں کو اپنے ذمہ لیا۔ یہ تصور ناممکن و محال ہے کہ وہ دو چیزوں میں تو اپنی ذمہ داری پوری کرے اور تیسری چیز یعنی بیان میں وہ ذمہ داری پوری کرنے پر قادر نہ ہو یا قدرت کے باوجود نہ کرے لامحالہ وہ الفاظِ قرآنی کے ساتھ آپؐ کی زبان مبارک سے بیان کردہ تشریحات و توضیحات کی بھی حفاظت کرے گا۔

دلیل نمبر ۷: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی پر حبط اعمال

نبی کریمؐ کی عظمت اور قدر و منزلت صحابہؓ اور پھر امت محمدیہ کے دل میں پیدا و ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کے ساتھ تاکید فرمائی۔

یاأیھا الذین آمنوا لاترفعوا أصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض أن تحبط أعمالکم وأنتم لاتشعرون۔ (۳۹)

(اے ایمان والوں اونچی نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر اور اس سے نہ بولو تڑخ

(۳۸) ایضاً ——— ص: ۵۶

(۳۹) ۴۹: الحجرات ۲۰۔

کر جیسے تڑختے ہو ایک دوسرے کے اوپر کہیں ضائع ہو جائیں تمہارے کام اور تم کو خبر ہی نہ ہو۔)

آیہ مبارکہ میں امت کو یہ ہدایت دی گئی کہ اپنی آوازیں نبی کریم ﷺ کی آوازوں سے اونچی نہ کریں اور اگر انہوں نے اس چیز کا ارتکاب کیا تو ساری زندگی میں جسقدر بھی نیکیاں کی ہوں گی، بلا تاخیر ختم کر دی جائیں گی اور افرادِ امت کو اس کا احساس تک نہ ہو گا۔)

آدمی جب کسی دوسرے شخص کی آواز سے اپنی آواز بلند کرتا ہے تو گویا وہ اس کی آواز کو دبا رہا ہے، اس کی بات کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

(آواز کو دبانا محض یہی نہیں کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے زور سے بولنے کی ممانعت ہے بلکہ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد آپ کی کسی درجہ میں بھی توہین کرنا۔ آپ کے ارشادات کو غیر اہم سمجھنا اور ان کی حجیت سے انکار کرنا یہ تمام باتیں اس آیت کے ضمن میں آگئیں۔ کیونکہ آواز اونچی کرنے سے نبی کریم ﷺ کو اذیت پہنچتی ہے اور آپ کے ارشادات کی اہمیت کو کم کرنا بھی آپ کو اذیت پہنچانے کے مترادف ہے۔

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں۔

فاذا رفع أصواتهم فوق صوته سببًا لحبوط اعمالهم، فكيف تقديم آرائهم وعقولهم وأذواقهم، وسياستهم ومعارفهم على ماجاء به ورفعها عليه؛ أليس هٰذا اولىٰ ان يكون محبطا لاعمالهم۔ (۴۰)

(جب اپنی آوازیں نبی کریم ﷺ کی آواز سے اونچی کرنا سبب بن سکتا ہے، اعمال کی بربادی کا تو کیا، اپنی رائیوں، عقلوں، تمناؤں، سیاستوں اور معرفتوں کو ان چیزوں پر بلند کرنا جو نبی کریم ﷺ لائے، کیا یہ اعمال کے برباد کرنے کا زیادہ بڑا سبب نہیں ہو سکتا؟)

ابن قیم کی مراد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی آواز سے اپنی آواز اونچا کرنا، بظاہر ایک معمولی امر ہے اس معمولی امر پہ اسقدر بڑی سزا کہ انسانی زندگی کی تمام نیکیاں، اچھائیاں اور ان پہ ملا ہوا اجر و ثواب اسقدر سرعت اور خاموشی کے ساتھ ختم ہو جائیگا کہ انسان کو پتہ نہیں چلے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ

---

(۴۰) ابن قیم؛

نبی کریم ﷺ کی رائے کو اپنی رائے پر مقدم کرنا، اپنی عقل کو نبی کریم ﷺ کی عقل سے بلند تر سمجھنا، اپنے ذوق و فہم علمی کو نبی کریم ﷺ کے فہم و فراست، عقل و دانش سے اعلیٰ خیال کرنا، زیادہ بڑا جرم ہے اور یہ باتیں بطریق اولیٰ وجہ و سبب بن سکتی ہیں اعمال کی بربادی کا۔

قرآن کریم میں جن جن جرائم پر حبطِ اعمال کی سزا متعین کی گئی ہے وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ اللہ کے احکام کو ناپسند کرنا۔

ذٰلك بأنهم كرهوا ما أنزل الله فأحبط أعمالهم۔ (۴۱)

(یہ اسپر کہ انہوں پسند نہ رکھا جو اتارا اللہ نے پھر برباد کر دیئے ان کے اعمال)

۲۔ اللہ کی ناپسندیدہ راہ پہ چلنا۔

ذٰلك بأنهم اتبعوا ما أسخط الله وكرهوا رضوانه فأحبط أعمالهم (۴۱)

(یہ اسپر کہ وہ چلے اس راہ پر جس سے اللہ بیزار ہے۔ اور ناپسند کی اس کی خوشی پھر اس نے اکارت کر دیئے ان کے کیئے۔)

۳۔ مادہ پرستی

اولٰئك الذين ليس لهم في الآخرة الا النار وحبط ما صنعوا فيها وباطل ما كانوا يعملون (۴۲)

(یہ ہی ہیں وہ لوگ، جن کا آخرۃ میں کچھ نہیں سوائے آگ کے اور مٹ گیا جو کیا تھا دنیا میں اور تباہ و برباد ہوا جو کیا تھا)

۴۔ نفاق۔

سورۃ توبہ میں منافقین کے جرائم کو بیان کر کے ان کو اقوام سابقہ سے تشبیہ دی گئی اور ان کے نفاق و استہزائے دین پر سزا کا اعلان کیا۔

"أولٰئك حبطت أعمالهم في الدنيا والآخرة وأولٰئك هم الخٰسرون"۔ (۴۳)

(وہ لوگ! مٹ گئے ان کے کیئے دنیا میں اور آخرت میں اور وہی لوگ پڑے ہیں نقصان میں)

---

(۴۱) ۴۷: محمد: ۹ ' ۲۸ (۴۲) ۴۷: محمد: ۲۸ (۴۳) ۱۶: ۹: التوبہ ۱ ۶۹

۵۔ کفر:
اولٓئک لم یؤمنوا فأحبط اللہ أعمالھم"۔ (۴۴)
(یہ لوگ ہیں، جو ایمان نہ لائے، ضائع کر دیئے اللہ نے ان کے کام)

۶۔ شرک۔
ولو اشرکوا لحبط عنھم ما کانوا یعملون"۔ (۴۵)
(اگر وہ لوگ شرک کرتے، البتہ ضائع ہوتا جو کچھ کیا تھا)

۷۔ ارتداد۔
ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولٓئک حبطت أعمالھم فی الدنیا والاٰخرۃ"۔ (۴۶)
(اور جو کوئی پھرے گا تم میں سے اپنے دین سے پھر مر جائیگا کفر پر ہی تو ایسوں کے ضائع ہوئے عمل دنیا میں اور آخرت میں)

اس سے واضح ہوا کہ حبط کی سزا کوئی معمولی سزا نہیں بلکہ یہ ایسی سزا ہے کہ جو استہزائے دین، کفر شرک ارتداد اور نفاق جیسے کبائر پر دی جاتی ہے

سورۃ محمد میں ان مجرمین کو یکجا کیا گیا جن کے اعمال اللہ تعالیٰ حبط کر لیتا ہے۔

ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ وشاقوا الرسول من بعد ما تبین لھم الھدیٰ لن یضرّ اللہ شیئا وسیحبط اعمالھم (۴۷)
(اور جو لوگ منکر ہوئے اور روکا اللہ کی راہ سے اور خلاف ہوئے رسول ﷺ سے بعد اس کے کہ واضح ہو چکی ان پر ہدایت، نہ بگاڑیں گے اللہ کا کچھ اور وہ ضائع کر دے گا ان کے اعمال)

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی آواز کو پست کرنا اور اپنی آواز کو بلند کرنا کفر، ارتداد، نفاق اور شرک کی طرح ایک عظیم جرم ہے کہ ان تمام جرائم پر ایک ہی سزا۔ حبطِ اعمال اللہ تعالیٰ نے متعین کی ہے۔

اللھم احفظنا من کلّ ما جھلنا۔

رفع صوت کی اسقدر بڑی سزا کی علت در اصل یہ ہے کہ یہ موجب ہے، ایذأ رسول ﷺ کا، اور جو کام ایذائے رسول ﷺ کا موجب بنے اس پر جو بھی سزا دی جائے کم ہے۔

---

(۴۴) ۳۳: الاحزاب: ۱۹ (۴۵) ۶: الانعام: ۸۸ (۴۶) ۲: البقرۃ: ۲۱۷ (۴۷) ۴۷: محمد: ۳۲

مولانا محمد مالک کاندھلوی لکھتے ہیں۔

"رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانا یا ایسی کوئی حرکت کرنا جس سے آپ ﷺ کے قلب مبارک پر تکدر واقع ہو، اصل ایمان ہی کی بربادی کا باعث ہے جیسا کہ سورۃ احزاب میں واضح طور پر اعلان فرما دیا گیا۔

"ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ" (۴۸)

اور اللہ کی لعنت کے مورد کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پھر اس کو اپنی رحمت، اور حق کی ہدایت سے یکسر محروم کر دیتے ہیں۔ شیطان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

علیک لعنتی إلی یوم الدین (۴۹)

تیرے اوپر میری لعنت ہوتی رہے قیامت تک)

قیامت تک اسے لعنتِ خداوندی مورد قرار دیکر اپنی رحمت و ہدایت سے محروم کر دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچاتے ہیں یا کسی طور سے آپ ﷺ کے قلبی تکدر کا باعث بنتے ہیں، دراصل شیطان ہی کی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لیے خدا نے ان کے لیے بھی وہی سزا متعین کی جو خود شیطان کے لیے کی گئی۔ (۵۰)

دلیل نمبر۸: مقصودِ نزولِ قرآن

اللہ تعالیٰ نے نزولِ قرآن کا مقصد یہی بیان کیا کہ مخلوق کی ہدایت کے لیے جو یہ کلام فصیح و بلیغ حکمت سے بھرپور اور ان خزائن سے معمور جو اب تک کتب سماویہ میں موجود تھے، نازل کیا گیا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ امت کے ہر فرد کی عقل و دانش اتنی پختہ اور علم و زہد و تقویٰ اسقدر راسخ نہ ہو گا کہ وہ اس کلام کی صحیح مراد کو اپنی عقل و فکر سے سمجھ سکے اور ہدایت حاصل کر سکے۔ ارشاد ہوا۔

"وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل إلیھم ولعلھم یتفکرون" (۵۱)

(ہم نے آپ پر اس لیے قرآن اتارا تاکہ آپ ﷺ لوگوں کیلئے اس کتاب کے معانی بیان فرمائیں

(۴۸) ۳۳: الاحزاب: ۵۷ (۴۹) ۳۸: ص: ۷۸ (۵۰) محمد مالک کاندھلوی، مولانا معارف القرآن، لاہور، مکتبہ عثمانیہ، ج ۶ ص ۴۴۴

(۵۱) ۱۶: النحل: ۴۴۔

کہ جو ان کی ہدایت کے لیے اتاری گئی) تاکہ اس کے بعد لوگ اس میں غور کریں)

یعنی قرآن کریم کے حقائق و دقائق، مجملات و مشکلات کی توضیح و تشریح امت کا ہر فرد کرنے سے قاصر ہوگا ان کی تفسیر کے لیے آپؐ کے اقوال و افعال ہی معتبر ہوں گے۔ آپؐ کے اقوال و افعال کو قرآن سے جدا کر کے اگر کوئی شخص محض زبان دانی اپنی عقل و فکر اور ذہن و دانش سے سمجھنے کی کوشش کریگا تو قرآن کے صحیح مفہوم اور معنیٰ و مراد کو نہیں سمجھ سکتا اور گمراہی کی راہ اختیار کریگا۔)

جسطرح کوئی شخص طب کی کتاب کو محض زبان دانی کی بنا پر نہیں سمجھ سکتا بلکہ اس کو وہ کتاب سمجھنے کے لیے بھی کسی طبیب و ڈاکٹر کی ضرورت ہوگی۔ اسی طرح طب روحانی کی کتاب قرآن کریم محض لسانی مہارت اور زبان پر عبور حاصل ہونے سے کس طرح سمجھ میں آسکتی ہے۔

مولانا کاندھلوئؒ لکھتے ہیں۔

" منکرین حدیث کا مقصد یہ ہے کہ جس طبیب روحانی (نبی کریم ﷺ) پر جس طب روحانی (قرآن کریم) کا نزول ہوا اور جس ذات بابرکات پر خدا کا فرشتہ طب روحانی کا صحیفہ لے کر اترا اس طب روحانی کے متعلق اس طبیب روحانی کی کوئی شرح اور تفسیر حجت اور معتبر نہیں اور ہماری لولی، لنگڑی اور لونجی عقل جو روحانی خبیثت سے سل، دق جزام، مالیخولیا اور سرسام میں مبتلا ہے وہ آیت قرآنیہ کا جو الٹا سلٹا مطلب بیان کر دے وہ سب معتبر و مستند ہے۔" (۵۲)

مزید براں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ عرب عجمیوں سے بہت زیادہ عربی زبان میں عبور و مہارت رکھتے ہیں اور پھر خصوصاً اہل مکہ کی عرب دانی اور عربی پر عبور تو تاریخ میں ممتاز ہے۔ زمانہ جاہلیت کے ادباء اور شعراء کے تذکروں سے ادب عربی بھرا پڑا ہے پھر نبی کریمؐ ان عربوں میں بھی سب سے زیادہ فصیح اللسان تھے تو اگر ان لوگوں کی جو زبانِ عربی میں اسقدر ماہر تھے، خواہ وہ خود نبی کریم ﷺ ہوں۔ یا آپکے صحابہؓ ان کی قرآنی تشریح و وضاحت حجت و معتبر نہیں تو ہماری اپنی عقل اختراعی تفسیر و وضاحت کس طرح حجت ہو سکتی ہے۔؟

اس پر مستزاد یہ کہ نبی کریم ﷺ کی سنت اور صحابہ کے اقوالِ تفسیری کو جدا کر کے تو پورے قرآن پر

---

(۵۲) محمد ادریس کاندھلوی، مولانا حجیت حدیث ص: ۳۹۔

عمل تو کیا قرآن کے ایک حکم پر بھی عمل نہیں ہو سکتا مثلاً قرآن میں نماز قائم کرنے کا حکم بارہا دیا گیا لیکن اس کی ہئیت اور اس کا طریقہ متعین نہیں کیا گیا۔ لہذا قرآن کے اس حکم پر عمل کرنے کے لیے ہمیں سنت کا سہارا لینا پڑیگا۔

دلیل نمبر۹: اوامر و نواہی رسولؐ

وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ۔ (۵۳)

(جو تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا اس کو لے لو اور جس سے منع کیا، اس سے رک جاؤ)

اس آیت کی تشریح و وضاحت اور مفسرین کے اقوال نقل کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم منکرین حدیث کی جانب سے اس آیت پر کیے گئے چند اشکالات، جن کا خلاصہ و نچوڑ یہ ہے کہ یہ آیت عام نہیں اور حدیث وما نھاکم میں داخل ہے نہ کہ وما آتاکم اور وما نھاکم سے رک جانے کا حکم قرآن نے دیا۔

(مقام حدیث میں اس اشکال کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

یہ آیت مال غنیمت کی تقسیم سے متعلق اتری تھی، مگر محدثین و علمائے دین اس کے مورد کو خاص مانتے ہوئے، حکم کو عام قرار دیتے ہیں کہ یہی اصول ہے ۔۔۔۔۔ ۔حدیثیں ما آتاکم الرسول میں داخل ہیں کہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو دی ہیں یا ما نھاکم میں داخل ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ان سے باز رکھا۔ (۵۴)

اس اشکال کو تین اجزاء میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

الف: یہ آیت مالِ فیئ کے بارہ میں ہے عام حکم نہیں۔

ب۔ آتاکم سے مراد کسی مادی اور جسمانی چیز کا دینا ہوتا ہے، جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مجموعہ احادیث کتابی شکل امت کو نہیں دیا۔

ج۔ احادیث وما نھاکم میں داخل ہیں نہ کہ وما آتاکم میں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ یہ آیت مال غنیمت سے متعلق ہے، اور اس کے شان

(۵۳) ۵۹: الحشر: ۷ (۵۴) مقام حدیث، (کراچی، ادارہ طلوع اسلام) ج دوم: ص ۲۴۱

نزول میں ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے، مفسرین کے نزدیک اگرچہ اس آیت کا مورد خاص ہے لیکن ہر آیت کا مورد اس کا شانِ نزول ہوتا ہے، اس کے حکم کی علت نہیں ہوتا یعنی اگر اس خاص واقعہ کو اس حکم کی علت بنا لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جب وہ واقعہ نہ ہو تو اس آیت کا حکم ختم ہو جائے، حالانکہ آیت کا حکم ہمیشہ اگر الفاظ عام ہوں تو عام ہوتا ہے اور بلا کسی قرینہ کے، اس کی تخصیص اصولاً جائز نہیں ہوتی۔ اگر ہم ان تمام آیات کو شانِ نزول کے ساتھ خاص کر دیں جو کسی واقعہ کے وقوع پذیر ہونے پر نازل ہوئی ہوں تو قرآن کی ہمہ گیری اور عالمگیری حثییت، یہ دعویٰ کہ قرآن قیامت تک کے لیے، اور یہ کہنا کہ قرآن ایک جامع کتاب ہے۔ شکوک و شبہات پر مبنی ہو جائیگا۔

مثلاً آیت

قل اللھم ملٰک الملک توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء (۵۵)

(اے نبی) آپ کہہ دیجئے کہ بیشک سلطنتوں کے مالک اللہ تعالیٰ ہیں وہ جس کو چاہیں بادشاہت عطا کر دیں اور جس سے چاہیں بادشاہت چھین لیں۔)

اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق مفسرین لکھتے ہیں کہ غزوہ احزاب کے موقع پر جس وقت خندقیں کھودی جا رہی تھیں، نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ اس کام میں مشغول تھے۔ ایک جگہ ایک چٹان نمودار ہوگئی جو صحابہ سے نہ ٹوٹتی تھی۔ صحابہؓ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، اور درخواست کی آپ اس پر ضرب لگائیں۔ آپ نے پہلی ضرب لگائی ایک روشنی نمودار ہوئی کہ جیسے اندھیرے میں چراغ روشن ہو گئے ہوں، آپ نے فرمایا مجھے حیرہ کے محلات دکھائے گئے ہیں۔ دوسری بار کدال مارنے پر روشنی ہوئی، آپ نے فرمایا مجھے اس روشنی میں روم کے سرخ محلات دکھائے گئے ہیں۔ یہ فرما کر پھر تیسری کدال ماری پھر ویسی ہی روشنی نمودار ہوئی۔ آپ نے فرمایا مجھے اس روشنی میں صنعاء یمن کے محلات دکھلائے گئے ہیں۔ اور مجھے جبرئیل امین نے خبر دی ہے کہ ان سب ممالک پر میری امت کا تسلط اور غلبہ ہوگا۔ کفار اور منافقین نے یہ سنا تو مذاق اڑانے لگے کہ تمہارا نبی بھی خوب ہے۔ یثرب میں بیٹھا ہے دشمن کے خوف سے خندق کھود رہا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے روم، حیرہ اور صنعاء کے محلات دکھلائی دیئے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ ان کفار کو کہہ دیجئے کہ سلطنتوں کا مالک خدا ہے

(۵۵) ۳: آل عمران: ۲۶۔

جسے چاہے عطا کر دے اور جسے چاہے محروم کر دے۔ (۵۶)

اس شانِ نزول یہ مطلب نہیں کہ اللہ کی یہ صفت محض روم و فارس کی سلطنت مسلمانوں کو دلانے کے لیے ہے بلکہ یہ صفت عام ہے کہ اللہ قادرِ مطلق ہے جب چاہے، جسے چاہے، جس علاقہ کا چاہے حکمران بنا دے اور جب چاہے حکمرانی سے محروم کر دے۔

اگر اس آیت کے شان نزول کو ان صفات کی علت بنا دیا جائے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ جب مسلمان روم و فارس پر فاتح بن کر حکمران ہو جائیں گے تو نعوذ باللہ اللہ کی یہ صفت مالکیت ختم ہو جائے گی۔

لہذا یہاں بھی یہی بات ہے کہ اگرچہ آیت کا شانِ درود ایک خاص واقعہ اور ایک خاص چیز ہے لیکن الفاظ کے عموم کی وجہ سے یہ حکم عام ہے، اب جو بھی کام نبی کریمؐ انجام دیں، جس کے کرنے کا حکم فرمائیں وہ سب کا سب ما آتا کم میں اور جس کام سے منع فرمادیں وہ ما نھا کم میں داخل ہے، امام رازیؒ جو مفسرین میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

" والاجود ان تکون هذه الآیة عامة فی کل ما اتی رسول الله و نهی عنه و امر الفئی داخل فی عمومه۔ (۵۷)

زیادہ بہتر یہ ہے کہ اس آیت کو عام پر محمول کیا جائے اور یہ کہا جائے جو کچھ نبی کریم ﷺ نے دیا بصورت امر یا بصورت نہی اور فیئی کا حکم اسی عموم میں داخل و شامل ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔

(۵۸)

أن مهما أمركم به فافعلوه و مهما نهاكم عنه فاجتنبوه فانه يأمر بخير وانما ينهى عن شر

(ان تمام کاموں کو سرانجام دو جن کا آپ نے حکم دیا اور ان تمام کاموں سے رک جاؤ جن سے آپ نے روک دیا چونکہ آپ ہمیشہ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔)

یعنی آپ امت کے ہمدرد و خیر خواہ ہیں اور کیوں نہ ہوں قرآن آپ کی رحمتوں کو عالمین کے لیے بیان کرتا ہے۔ تو کیا آپ کی یہ رحمتیں، ہمدردیاں اپنے ماننے والوں، اپنے جاں نثاروں اپنے

(۵۶) کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا۔ معارف القرآن، لاہور، ۱۹۸۲ء، ج ۱، ص ۴۶۷، ۴۶۸ (۵۷) رازی، فخر الدین، امام۔ التفسیر الکبیر، طہران ج ۲۹، ص ۲۸۶ (۵۸) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج ۴، ص ۳۳۷

مطیعین و محبین کے لیے نہ ہونگی۔ ؎ لہٰذا آپ جو بھی حکم دیں گے، امت کی اس میں بھلائی ہو گی اور جس بات سے منع فرمائیں گے، اس کا انجام دینا امت کے لیے بھلائی کا سامان نہ ہو گا۔

علامہ آلوسی روح المعانی میں کشاف کی ایک اصولی دلیل نقل کرتے ہیں۔ فرمایا۔

وفی الکشاف الأجود أن تکون عامة فی ما أمر به صلی اللہ علیه وسلم ونهی عنه وأمر الفیئ داخل فی العموم وذٰلك لعموم لفظ (ما) (۵۹)

(کشاف میں ہے کہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ یہ آیت نبی کریم ﷺ کے ہر حکم اور نہی کے لیے عام ہو۔ اور فیئ کا حکم اس عموم میں داخل ہو بوجہ لفظ "ما" کے عموم کے)

یعنی اصولاً ما کا لفظ عام چیز کے لیے بولا جاتا ہے اور جب تک اس عموم پر عمل ناممکن نہ ہو، اس کی تخصیص جائز نہیں۔

علمائے مفسرین کی ان تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ یہ آیت عام ہے اور اس کو عام پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے۔

مزید یہ کہ آیت کا سیاق وسباق بھی اسی بات کا متقاضی ہے کہ آخیر میں حکم دیا جاتا ہے۔ واتقوا اللہ (اللہ کا تقویٰ اختیار کرو) یہ حکم عام ہے اور ہر حالت، ہر وقت، ہر زمانہ اور ہر کیفیت کے لیے ہے، خواہ، جنگ ہو یا امن، غربت ہو یا امارت، غلامی ہو یا حکومت اس بات کا کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اللہ کے تقویٰ کا حکم صرف اسی واقعہ کے ساتھ خاص ہے۔ ایک ہی آیت کے نصف کو خاص اور نصف کو عام ماننا اصول کے لحاظ غلط ہے۔

اشکال کا دوسرا جزو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے کوئی مجموعہ احادیث امت کو نہیں دیا اس لیے ما آتاکم میں نہیں آسکتا۔ یہ اعتراض اسوقت صحیح تھا کہ جب کہ آتاکم کا لفظ محض کسی مادی اور جسمانی چیز کے دینے کے لیے استعمال ہوتا۔ یا پھر آتاکم کے لغت میں ایسے معنیٰ نہ پائے جاتے جس میں کوئی غیر مادی چیز داخل ہو سکتی ہو۔ حالانکہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے امام راغب لکھتے ہیں۔

"والأتیان یقال للمجیئ بالذات وبالأمر وبالتدبیر، ویقال فی الخیر وفی الشر

---

(۵۹) آلوسی، ابی الفضل شہاب الدین السید روح المعانی، بیروت، ج ۲۸ ص ۵۰

والأعیان والأعراض۔ (۶۰)

(اور اتیان کا لفظ بذاتِ خود آنے کے لیے کسی معاملہ یا تدبیر کے پیش نظر آنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ مزید اس کو خیر و شر، اجسام اور سامان کے آنے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔)

گویا بالذات، اعیان اور اعراض ہیں تو مادی دجسمانی چیزیں اور امر، تدبیر، اور خیر و شر میں ایسے امور آگئے جو کسی قول یا خبر کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان تمام کے لیے اتیان کا لفظ استعمال ہو سکتا ہے قرآن کریم میں یہ لفظ، کتاب، حسنہ، سیئہ، علم، حکمت ان سب کے لیے استعمال ہوا ہے۔

"خذوا ما آتیناکم بقوۃ واذکروا ما فیه لعلکم تتقون" (۶۱)

(مضبوط پکڑ لو اس کو جو ہم نے تم کو دیا (کتاب تورات) اور نصیحت حاصل کرو شاید تم تقویٰ والے ہو جاؤ)

وآتیناہ فی الدنیا حسنة وإنه فی الآخرة لمن الصالحین۔ (۶۲)

(ہم نے انکو دنیا میں نیکی دی اور وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں سے ہوں گے)

ففهمناها سلیمٰن وکلاً آتینا حکماً وعلماً۔ (۶۳)

(پھر سمجھا دیا ہم نے سلیمانؑ کو وہ فیصلہ۔ اور دونوں کو دیا تھا ہم نے حکم اور سمجھ)

ولقد آتینا لقمٰن الحکمة ان اشکر للّٰه۔ (۶۴)

(اور ہم نے دی لقمان کو دانش تاکہ وہ اللہ کا شکر ادا کرے)

گویا قرآن نے جہاں کتاب کے لیے اتیان کا لفظ استعمال کیا ہے وہاں حکم، علم، حکمت کے لیے بھی استعمال کیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ ساری تمام چیزیں مادی نہیں۔

ان توضیحات، تفصیلات اور تشریحات سے واضح ہو گیا کہ احادیث و ما آتاکم میں بھی اور میں داخل ہیں۔ یعنی آپ کے تمام اوامر، تمام افعال، اور وہ تمام چیزیں جن کے وقوع کے علم پر آپ نے کوئی نکیر اس وقت یا بعد میں نہیں فرمائی تمام کی تمام وما آتاکم میں اور آپ کے تمام

(۶۰) الاصفہانی، مفردات ص ۸ (۶۱) ۷: الاعراف: ۱۷۱ (۶۲) ۱۶: النحل: ۱۲۲ (۶۳) ۲۱: الانبیاء: ۷۹

(۶۴) ۲۱: لقمان: ۱۲

نواہی، وہ تمام امور جن سے آپ ساری زندگی پرہیز فرماتے رہے، اور وہ تمام امور جن کا انجام پانا آپ کے علم میں لایا گیا اور آپ نے اس سے منع فرمایا۔ یہ تمام وما نھاکم میں داخل ہیں۔

یہ چند آیاتِ قرآنیہ بھیں جو حجیت حدیث کی دلیل کے طور پر پیش کر دیں۔ خیال تو یہ تھا کہ ان تمام آیات پر منکرین حدیث کی طرف سے جو جو اشکالات کیے گئے ان تمام کو بھی نقل کیا جاتا اور سب کے بالتفصیل جواب دیئے جاتے لیکن طوالت کے خوف سے باز رہا۔ صرف چند اہم مبادیات واساسیات ذکر کر دیئے عموماً دوسری آیات پر اشکالات بھی انہی بنیادوں پر کیے جاتے ہیں۔

(اب ان احادیث کا جائزہ لیا جائیگا کہ جو حجیت حدیث پر دلالت کرتی ہیں اور بعض صحابہؓ کے احوال وآثار بھی نقل کیے جائیں گے۔ جس سے اندازہ ہوگا کہ صحابہ کے ہاں حدیث کی کسقدر عظمت تھی۔

دلیل نمبر ا: مطیع وعاصی کا امتیاز

نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں جسے امام بخاری نے نقل کیا جس میں نبی کریم ﷺ نے اپنی تمام امت کے جنت میں داخلہ کی بشارت دی لیکن منکر کو اس بشارت مستثنیٰ قرار دیا۔ فرمایا۔

کل امتی یدخلون الجنة إلا من ابیٰ قالوا یا رسول اللہ ومن یأبی قال من أطاعنی دخل الجنة ومن عصانی فقد أبیٰ۔" (۶۵)

(میرا ہر امتی جنت میں داخل ہوگا سوائے اس کے جس نے انکار کیا، صحابہؓ نے دریافت کیا انکار کرنے والوں میں کون داخل ہیں فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی وہ منکر ہوا)

گویا اسلام وکفر، جنت میں داخلہ یا اس سے محرومی نبی کریمؐ کی اطاعت یا نافرمانی پر منحصر ہے۔)

(دلیل نمبر ۲: اطاعت رسول اللہ ﷺ دراصل اطاعت الٰہی ہے۔

ابوہریرہؓ کی روایت مرفوعاً امام بخاری نے اپنی صحیح میں نقل کی ہے۔

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من أطاعنی فقد أطاع اللہ ومن عصانی فقد عصی اللہ۔" (۶۶)

(۶۵) بخاری، الجامع الصحیح، ج ۹، ص ۱۴۲، کتاب الاعتصام بالسنۃ (۶۶) بخاری، الجامع الصحیح، ج ۹، ص ۷۷، کتاب الاحکام

(نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی)

منکرین حدیث کہتے ہیں کہ ہم صرف اس حدیث کو مانیں گے جس کی تائید میں کوئی آیت پیش کی جائے گی اس حدیث کی تائید میں ایک آیت پیش کی جاتی ہے۔

ومن یطع الرسول فقد أطاع اللہ۔ (۶۷)

(اور جو رسول کی اطاعت کرے تو گویا اس نے اللہ کی اطاعت کر لی۔)

ومن یعصی اللہ ورسولہ فأن لہ نار جھنم خالدین فیھا أبدا۔ (۶۸)

(جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔ اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہوگا۔)

منقولہ بالا دونوں احادیث میں نبی کریم ﷺ نے اپنی اطاعت کرنے والے کو ناجی اور نافرمانی کرنے والے کو مستحق دوزخ بنایا ہے اور دونوں آیات بھی اسی کو ظاہر کر رہی ہیں۔

دلیل نمبر ۳: ملائکہ کی گواہی

(امام بخاریؒ نے کتاب الاعتصام میں ایک حدیث نقل کی ہے جس میں چند فرشتوں کی اس وقت آمد بیان کی گئی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ حالتِ نوم میں تھے۔ ان فرشتوں نے نبی کریم ﷺ کی نیند کو کہا کہ ان کی آنکھ سوتی ہے اور دل جاگتا رہتا ہے) اور پھر نبی کریم ﷺ کو ایک مثال سے تشبیہ دی کہ کوئی شخص گھر بناتا ہے اور اس میں عمدہ دسترخوان پر نعمت ہائے خداوندی کھانے کے لئے چن دیتا ہے اور پھر لوگوں کو دعوت دیتا ہے، چنانچہ جو شخص دعوت کو قبول کرتا ہے، وہ اس گھر میں داخل ہو جاتا ہے اور اس میں موجود نعمتیں کھاتا ہے اور جو دعوت کو قبول نہیں کرتا وہ داخلہ سے بھی اور دسترخوان کی نعمتوں سے بھی محروم رہتا ہے۔

اس مثال کو بیان فرمانے کے بعد ان ملائکہ نے مثل لہٗ یہ بیان کیا کہ وہ گھر جنت ہے۔ اور اس گھر کی طرف بلانے والے محمد ﷺ ہیں (اس مثال کو بیان کرنے کے بعد وہ ملائکہ کہتے ہیں۔

(۶۷) ۴: النساء: ۸۰ (۶۸) ۷۲: الجن: ۲۳۔

(فمن اطاع محمداً صلی اللہ علیہ وسلم فقد اطاع اللہ ومن عصیٰ محمداً فقد عصی اللہ ۔ (۶۹)

(پس جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی)

اور ملائکہ کے متعلق اللہ تعالیٰ عصمت کی گواہی دیتے ہیں۔

"لا یعصون اللہ ما أمرھم و یفعلون ما یؤمرون" (۷۰)

(وہ خدا کی (ذرا) نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں بھی اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے اس کو (فوراً) بجالاتے ہیں)

یعنی ملائکہ کا ہر قول وفعل، ہر حرکت وسکون اللہ کے حکم کے تابع ہے اور ذرہ برابر بھی ادھر ادھر نہیں ہو سکتی۔

اسی طرح ان کا یہ فرمانا کہ جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔
ایک عجیب لطیف نکتہ ان کے قول میں یہ رکھا ہوا ہے کہ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی بلکہ یہ کہا کہ جس نے محمد کی اطاعت کی یعنی محمد مطاع مطلق ہیں ان کی ذات کی اتباع اور ان کے ہر حکم کی پیروی خواہ وہ بحیثیت نبی دیں۔ یا بحیثیت ایک انسان تمام کی پابندی ضروری ہے اسی طرح ذاتِ محمد ﷺ کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔

دلیل نمبر۱۴: انبیاء سابقین پر آپ ﷺ کی فضیلت:

نبی کریم ﷺ نے انبیاء سابقین پر اپنی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔
ما من الأنبیا نبی الا اعطی من الآیات ما مثلہ أو من او آمن علیہ البشر و انما کان الذی اوتیت وحیاً أوحی اللہ الی فارجوا انی اکثرھم تابعاً یوم القیٰمۃ ۔ (۷۱)

(ہر نبی کو جس قدر آیات دی گئی اسی قدر اس پر ایمان لایا گیا یا (اسی قدر) لوگ ایمان لائے اور مجھے تو وحی دی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجی ہے، اس لیے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میری پیروی کرنے والے لوگ بہت زیادہ ہوں گے۔)

(۶۹) بخاری کتاب مذکور: ج ۱ ص ۱۱۵ ۔ (۷۰) ۶۶: التحریم: ۶ ۔ (۷۱) بخاری کتاب مذکور ج ۱ ص ۱۰۸۲ کتاب الاعتصام بالسنۃ

اس حدیث کی تائید میں درج ذیل آیت پیش کی جاسکتی ہے۔

"فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ" (۷۲)

(پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ پر وحی نازل فرمائی جو کچھ نازل فرمائی)

اس آیت میں بھی نبی کریم ﷺ پر وحی کا نزول بیان کیا گیا ہے۔

لیکن سوال طلب بات تو یہ ہے کہ وحی تو انبیاء سابقین پر بھی آئی تھی، قرآن کریم نے انبیاء پر وحی کا فرداً فرداً ذکر کیا ہے۔

واوحینا إلیٰ موسیٰ واخیہ۔ (۷۳)

(ہم نے موسیٰ پر وحی اتاری)

انا اوحینا الیك کما اوحینا إلیٰ نوحٍ والنبیّین من بعدہ واُوحینا إلیٰ ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والأسباط وعیسیٰ وایوب ویونس وھٰرون وسلیمٰن۔ (۷۴)

بیشک ہم نے آپ پر وحی کی جیسے نوحؑ پر اور ان کے بعد کے نبیوں پر اور ہم نے وحی کی ابراہیم پر، اسمٰعیل پر، اسحٰق پر، یعقوب پر، اولاد یعقوب پر، عیسیٰ پر، ایوب پر، یونس پر، ہارون پر اور سلیمان علیہم السلام پر)

آیت قرآنی کی رو سے مندرجہ بالا تمام انبیاء پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی تو پھر نبی کریم ﷺ نے اپنے اوپر وحی کے نزول کو کس بنا پر خصوصیت اور اپنی امتیازی شان کے ساتھ ذکر کیا؟

ابن حجر عسقلانیؒ اس کی توجیہ یہ بیان کرتے ہیں۔

"أن القران اعظم المعجزات وأفیدھا دأدومھا لاشمالہ علی الدعوۃ والحجۃ ودوام الانتفاع بہ إلیٰ آخر الدھر۔ (۷۵)

(کہ قرآن کریم عظیم ترین معجزہ ہے، سب سے زیادہ مفید اور ہمیشہ رہنے والا اور اس وجہ سے وہ دعوت پر مشتمل ہے اور اسکی حجیت ومنفعت دائمی ہے)

(علامہ عینیؒ لکھتے ہیں۔

---

(۷۲) ۵۳: النجم: ۱۰ (۷۳) ۱۰: یونس: ۸۷ (۷۴) ۴: النساء: ۱۶۳

(۷۵) عسقلانی، فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۴۸

ان کل نبی اعطی من المعجزات ماکان مثلہ لمن کان قبلہ من الانبیاء فآمن بہ البشر واما معجزتی العظمیٰ فھی القرآن الذی لم یعط احد مثلہ فھذا انا اکثرھم تبعاً" (۷۶)

(ہر نبی کو ایسے معجزات دیئے کہ ان کی مثال ان سے قبل کے انبیاءؑ میں موجود تھی۔ چنانچہ ان پر لوگ ایمان لائے لیکن میرا معجزۂ عظیم یہ قرآن کریم ہے کہ جس کا مثل کسی کو بھی نہیں دیا گیا۔ اس لیے میرے متبعین زیادہ ہوں گے۔)

یہ تو وہ امور تھے جو محدثین نے بیان کیے ان کے ساتھ ایک بات یہ بھی کہی جا سکتی ہے کہ انبیاءؑ سابقین کو وحی کی صرف ایک قسم یعنی وحی متلو عطا کی گئی تھی لیکن مجھے اللہ تعالیٰ نے وحی کی دوسری قسم وحی غیر متلو بھی عطا کی ہے اور وہ میری احادیث ہیں۔ اور دلیل اس بات کی یہ ہے کہ صرف نبی کریم ﷺ ہی ایسے رسول ﷺ ہیں کہ جن کے بارہ میں قرآن یہ گواہی دیتا ہے، وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ یعنی جو کلام وہ تلاوت کرتے ہیں وہ تو وحی ہے ہی حقیقت یہ ہے کہ جو بھی گفتگو نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ جو بات بھی فرماتے ہیں، وہ وحی ہوتی ہے آپ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے اس قسم کی گواہی اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ سابقین میں سے کسی کے لیے نہیں دی۔ کسی نبیؑ اور رسول ﷺ کی سو فیصد گفتگو کو وحی قرار نہیں دیا۔

(لہٰذا اس امتیازی شان کی بنا پر کہ نبی کریم ﷺ کو وحی متلو کے علاوہ وحی غیر متلو بھی عطا کی گئی۔ نبی کریم ﷺ نے یہ فرمایا کہ میرے ماننے والے، میری پیروی کرنے والے قیامت کے دن انبیاءؑ سابقین کے متبعین کے مقابلہ میں زیادہ ہوں گے۔)

(دلیل نمبر۵: صدیق اکبرؓ کا عمل

تاریخ و حدیث کی روایات میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد جب حضرت ابو بکرؓ خلافت پر متمکن ہوئے تو منکرین زکوٰۃ کا فتنہ اٹھا۔ مدینہ میں بعض لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور استدلال یہ پیش کیا کہ قرآن نے خاص نبی کریم ﷺ کو زکوٰۃ لینے کا حکم دیا ہے اور اس کے نتیجہ میں

(۷۶) عینی، بدر الدین ابی محمد۔ العلامہ، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، دمشق ج ۱۲ ص ۲۵

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زکوٰۃ ادا کرنے والوں کیلئے دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

خذ من أموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها وصل عليهم إن صلوٰتك سكن لهم (۷۷)

(آپ ان سے ان کے مالوں میں سے صدقہ لیں جس سے آپ ان کو پاک صاف کر دیں گے اور ان کے لیے دعا کیجئے بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لیے موجب اطمنان ہو گی۔)

اس آیت سے وہ استدلال کرتے تھے کہ اب جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے ہیں اب کسی کی دعا موجب اطمنان نہیں ہو سکتی اور جس کی دعا موجب اطمنان نہ ہو جو تزکیہ نہ کر سکے اسے زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسے لوگوں سے قتال کا اعلان کیا اور جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ بات فرمائی کہ آپ رضی اللہ عنہ ایسے لوگوں سے کیسے قتال کریں گے جو کلمہ گو ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"واللہ لو منعونی عقالاً کانوا یؤدونہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقاتلتھم علی منعہ" (۷۸)

(اگر کسی نے اس رسی کے دینے سے انکار کیا جو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیا کرتا تھا تو خدا کی قسم میں اس سے ضرور قتال کروں گا۔)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسے موقع پہ اتنی ظاہری شدت کیوں اختیار کی، کیا رسی کے بغیر جانور کی زکوٰۃ ادا کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، یا رسی کے بغیر زکوٰۃ ادا کرنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے کہ اس سے قتال مؤمن کے لیے جائز ہو جائے۔؟ اگر فقہی اعتبار سے دیکھا جائے تو دونوں سوالوں کا جواب نفی میں آئیگا۔

لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نظر اس سے کہیں زیادہ عمیق تھی۔ ان کے نزدیک ہر وہ کام جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں انجام دیا جاتا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا، قانون کی حیثیت رکھتا ہے اور قانون پر عمل سے انکار کرنے والے باغی ہوتے اور باغیوں کی سزا قتل ہی ہے۔ خواہ وہ قانون جس کو توڑا جا رہا ہے۔ جس پر عمل سے انکار کیا جا رہا ہے کسی قدر معمولی کیوں نہ ہو۔ معلوم ہوا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اعمال حجت و قانون کی حیثیت رکھتے تھے۔

---

(۷۷) ۹۔ التوبہ: ۱۰۳ (۷۸) بخاری، ج ۲ ص ۱۳۱ باب وجوب الزکوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ۔

(دلیل نمبر۶: صحابہ کرامؓ کے اجتماعی اتباع کی مثالیں

تمام صحابہ کرام بشمول حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ قرآن کے بعد مسائل کے لیے حدیث کو حجت مانتے تھے۔ اور اس بات کی تائید بارہا نبی کریم ﷺ خود بھی فرما چکے تھے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیج رہے تھے۔ اس وقت آپؐ نے پوچھا کہ تم کس چیز سے فیصلہ کرو گے کہا قرآن سے پوچھا اگر قرآن میں نہ ہو۔ کہا سنتِ رسولؐ سے کہا اگر سنت میں بھی نہ ہو تو کہا کہ پھر اجتہاد کروں گا) نبی کریم ﷺ نے خوش ہو کر جو کلمات فرمائے تھے وہ نقل کیے جا چکے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا منکرین زکوٰۃ کے خلاف اقدام نقل کیا جا چکا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ اتباع سنت کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔

اتخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتماً من ذہب فاتخذ الناس خواتیم من ذہب فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انی اتخذت خاتما من ذہب فنبذہ وقال ان لن ألبسہٗ ابداً فنبذ الناس خواتیمھم۔" (۷۹)

(نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ سونے کی انگوٹھی پہنی۔ تو لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں پہن لیں۔ پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے سونے کی انگوٹھی لی ہے، اور پھر اسے اتار دیا اور فرمایا کہ آئندہ میں اسے ہرگز نہ پہنوں گا تو تمام لوگوں نے اپنی انگوٹھیاں اتار دیں)۔

اس سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی اتباع اور پیروی دل وجان سے زیادہ عزیز تھی، وہ جیسا نبی کریم ﷺ کو کرتے دیکھتے، خود بھی ویسا ہی کرتے اور جس کسی چیز سے نبی کریم ﷺ کو باز آتا دیکھتے، خود بھی رک جاتے،

مدینہ منورہ کی گلیوں میں شراب بہنا اور ایک ہی نماز نصف بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھنا اور نصف کعبۃ اللہ کی طرف کر کے پڑھنا اسی اطاعت رسولؐ کی بین مثالیں ہیں۔)

یہ چند جھلکیاں تھیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہؓ کے نزدیک حدیث حجت تھی اور وہ قرآن کے بعد حدیث کو ہی سب سے بڑا ماخذ سمجھتے تھے۔

---

(۷۹) صحیح بخاری، ج ۹: ص ۱۱۱، کتاب الاعتصام بالسنۃ، باب الاقتداء بافعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(اب چند عقلی دلائل پیش کیے جائیں گے جن سے یہ مسئلہ انشاء اللہ مزید واضح ہو جائیگا

دلیل نمبر ۱: اللہ اور رسولؐ کے درمیان تفریق۔

حدیث کی حجیت سے انکار کرنا اور قرآن پر حجیت کو ختم کر دینا اللہ اور اس کے رسولؐ کے درمیان تفریق پیدا کرنے کے مترادف ہے، اور اللہ اور رسول ﷺ کے درمیان تفریق پیدا کرنے والوں کے متعلق قرآن کہتا ہے۔

ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلاً اولئک هم الکافرون حقاً " (۸۰)

(بیشک جو کفر کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور رسول ﷺ کے درمیان تفریق پیدا کریں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم کتاب کے کچھ حصہ پر تو ایمان اور کچھ حصہ پر نہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ ان کے درمیان کوئی راستہ نکالیں۔ بیشک یہ لوگ صریح کافر ہیں۔)

یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول میں جدائی پیدا کرتے ہیں، اللہ کو مطاع مانتے ہیں۔ رسول کو قابل اطاعت نہیں سمجھتے۔ اور اللہ اور رسول کے درمیان راستہ اختیار کرنا چاہتے ہیں ایسے لوگوں کے کفر میں قطعاً کوئی شبہ نہیں۔)

اور اہل ایمان کی نشانی یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ دونوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ دونوں کو مطاع مطلق مانتے ہیں۔ فرمایا۔

والذین آمنوا باللہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منهم اولئک سوف یؤتیهم اجورهم وکان اللہ غفوراً رحیماً " (۸۱)

(اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اللہ اور رسول کے درمیان تفریق نہیں، اللہ ایسے لوگوں کو عنقریب اجر و ثواب دیں گے بیشک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے مہربان ہیں)

---

(۸۰) ۴: النساء: ۱۵۰ (۸۱) ۴: النساء: ۱۵۲)

دلیل نمبر۲: نبی کریم ﷺ صدوق وامین :

یہ بات عام زندگی میں مشاہدہ ہے کہ اگر کسی شخص کے متعلق اس کے شہر کے عام لوگ اس بات کی شہادت دیں کہ یہ شخص اپنی زندگی میں عموماً سچ بولتا ہے تو ایسے شخص کی بات قابل قبول ہوگی۔ حتیٰ کہ عدالت میں اس کی گواہی قبول کی جائے گی اور اس کے متعلق یہی تصور کیا جائیگا کہ وہ سچا ہے اسس سے منسوب جو بھی بات ہوگی وہ بھی صحیح اور سچی سمجھی جائے گی۔

اس حوالہ سے جب نبی کریم ﷺ کی زندگی کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اکثر اہل مکہ نہیں بلکہ تمام اہل مکہ آپ کو "صدوق وامین" کے لقب سے یاد کرتے حتیٰ کہ آپ کے دشمن بھی آپ کو سچا کہتے تھے۔ روایات میں ابتدائے اسلام کا ایک واقعہ یوں منقول ہے۔

تین سال تک آنحضرت ﷺ مخفی طور پر اسلام کی دعوت دیتے رہے پھر بحکم خداوندی دعوت عام کا سلسلہ شروع ہوا اور آپ کوہِ صفا پر چڑھے اور قبائل قریش کو نام بنام پکارا جب سب جمع ہو گئے تو ارشاد فرمایا۔

"اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ پہاڑ کے عقب میں ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ آور ہونے والا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ بیشک ہم نے تو آپ سے سوائے صدق وسچائی کے کچھ دیکھا ہی نہیں" (۸۲)

معلوم ہوا تمام اہل مکہ متفقہ طور پر آپ کو سچا مانتے تھے۔

ایسے شخص کی بات کو قبول نہ کرنا جس کے متعلق اس کے دشمن بھی سچا ہونے کی شہادت دیتے ہیں خلافِ عقل بات ہے یعنی جو بات بھی اس سے منسوب ہوگی وہ سچی ہے۔

رہ گئی بات اس ذریعہ کی کہ جس ذریعہ سے وہ ہم تک یعنی صاحب کتاب تک پہنچی، وہ ذریعہ صحابہ کرام اور تابعین ہیں اور قرآن بھی یہیں اسی ذریعہ سے پہنچا۔ جب ہم قرآن کو مانتے ہیں تو حدیث کے ماننے میں کیا اشکال ہو سکتا ہے جب کہ ہم تک پہنچنے کا دونوں کا ذریعہ ایک ہی ہے۔

(۸۲) کاندھلوی، محمد ادریس مولانا، سیرت المصطفیٰ ج ۱ ص ۱۴۲ ؛ ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک، السیرۃ النبویۃ (بیروت۔ ۱۹۷۶ء) ج ۱: ص ۴۵۶ ؛

اور اگر یہ کہا جائے کہ قرآن تو نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں لکھ لیا گیا تھا۔
تو کہا جا سکتا ہے کہ نبی کریم امّی تھے۔ آپ لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے۔ اور جب کوئی وحی نازل ہوتی تو فوراً کاتبِ وحی کو بلا کر لکھوا دیتے۔ اگر کاتب وحی کے دل میں ذرا بھی کھوٹ ہو تو وہ کتابت میں جو چاہے تبدیلی کر سکتا تھا۔ اگرچہ اس کی تبدیلی برقرار نہ رہتی مگر روایت میں اختلاف کا ثبوت مل جاتا۔ چنانچہ قرآن پر اس بات کے ایمان سے کہ یہ حرف بحرف ہم تک پہنچا ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی صحابہ پر اعتماد کرنا پڑے گا اور جب صحابہؓ پر اعتماد کر لیا تو حدیث بھی انہوں نے ہی بیان کی اس کے قبول کرنے میں کیا عذر رہے۔

دلیل نمبر ۳: قاصد کی تشریح

اگر کسی حکمران کے پاس کسی دوسرے بادشاہ کا قاصد آتا ہے اور اس بادشاہ کے نام کوئی تحریری پیغام لے کر آتا ہے۔ وہ بادشاہ پیغام وصول کرتا ہے اور اگر اس میں کوئی بات مجمل ہوتی ہے۔ کوئی مشکل ہوتی ہے، یا اس کی سمجھ سے بالاتر ہوتی ہے تو اس پیغام کی جو تشریح وہ قاصد کرتا ہے وہ تشریح سب سے زیادہ قابل اعتماد سمجھی جاتی ہے کہ اس بادشاہ کا نمائندہ خاص ہے۔ نہ کہ وہ تشریح وضاحت زیادہ معتبر ہو گی جو کہ مرسل الیہ خود کریں۔ چنانچہ اگر بقول منکرین حدیث. نبی کریم ﷺ کو مطاعِ مطلق نہ بھی مانا جائے اور آپ کی حثییت محض ایک قاصد کی (نعوذ باللہ) بنا دی جائے۔ تب بھی وہ اللہ کے قاصد ہیں اور اللہ کا پیغام لے کر مخلوق کی طرف آئے ہیں۔ کیونکہ وہ اللہ کے خصوصی نمائندے ہیں اس لیے اپنے لائے ہوئے پیغام کی جو وضاحت وہ خود کریں وہی سب سے زیادہ معتبر ہو گی۔

دلیل نمبر ۴: قرآن کا کلام الٰہی ہونا۔

اگر حدیث کی حجیت سے انکار کر دیا جائے تو قرآن کا کلام الٰہی ہونا کس طرح معلوم ہو گا؟ علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں۔

"قرآن کو حجت مان کر سوال یہ ہوتا ہے کہ اس قرآن کا قرآن ہونا آخر ہمیں کیسے معلوم ہوا؟ اگر خود قرآن ہی سے معلوم ہوا کہ درحالیکہ ابھی خود قرآن کا قرآن ہونا ثابت شدہ نہ ہو۔

قرآن سے کسی چیز کا ثبوت کیسے ہو سکتا ہے ؟ جسے تقدم الشئ علی نفسہٖ کہتے ہیں
غیر قرآن ہی سے قرآن کا قرآن ہونا معلوم ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ غیر قرآن
بجز پیغمبر کی خبر کے اور کیا ہو سکتا ہے ؟ جو منقول ہو کر بلا کم و کاست ہم تک پہنچے اور
اسی کا نام حدیث ہے ۔ اس لیے قرآن کا قرآن ہونا خود حدیث پر موقوف نکلا " (۸۳)

علامہ عثمانی کے اس پر حکمت کلام پر اگر تجزیاتی غور کیا جائے تو مندرجہ ذیل نتائج مرتب ہونگے

الف : قرآن کا نزول شروع ہو گیا اور دوران قرآن کسی آیت میں یہ بتایا گیا کہ یہ قرآن ہے یہ ایک احتمال ہے جس میں خرابی یہ پائی جاتی ہے کہ دعویٰ ہی یہ کیا جا رہا ہے کہ جس خبر نے یہ اطلاع دی ہے کہ یہ کلام الٰہی ہے ابھی تک اس آیت کا کلام الٰہی ہونا ثابت نہیں ۔

ب : نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن کا کلام الٰہی ہونا کسی ایسی بات سے معلوم ہونا چاہیئے جو قرآن میں داخل نہ ہو بلکہ قرآن سے باہر ۔

ج : وہ قرآن سے باہر کی چیز نبی کریم ﷺ کے قول یا عمل کے سوا کچھ نہیں ہو سکتی ۔

د : گویا قرآن کا یہ ثابت ہونا کہ یہ کلام الٰہی ہے اور منزل من اللہ ہے حدیث پر موقوف ہے ۔

ہ : یہ اصول ہے عقل و فطرت کا کہ کوئی بھی قطعی چیز کسی ظنی خبر سے ثابت نہیں ہو سکتی ۔ قطعی امر کے ثبوت کے لیے کوئی قطعی خبر اور مخبر صادق ہونا چاہیئے ۔ جس کی خبر میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہ ہو ۔ معلوم ہوا کہ اگر حدیث کو ہم ظنی الثبوت مان لیں تو اس سے قرآن کا کلام الٰہی ہونا جو قطعی الثبوت ہے ثابت نہیں ہو سکتا ۔ لامحالہ حدیث کو قطعی الثبوت ماننا پڑیگا ۔

دلیل نمبر ۵ : احادیث متواترہ کی حجیت

قرآن ہم تک طریق متواتر سے پہنچا اور ہم نے اس کو حجت مان لیا ۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ جو احادیث ہم تک طریق متواتر سے پہنچیں ، ہم ان کو بھی حجت مانیں بصورت دیگر علت ایک ہونے کے باوجود حکم منفرق ہو جائیگا یہ الگ بات ہے کہ قرآن کا تواتر اعلیٰ درجہ کا تواتر ہے اس سے کمال یقین حاصل ہو جاتا ہے تو حدیث کے تواتر سے یقین محض حاصل ہو جاتا ہے ۔ گویا یقین تو حدیث کا بھی ہے ۔

(۸۳) عثمانی ، شبیر احمد علامہ ، فضل الباری ، کراچی ۱۹۷۳ء ج ۱ ۔ ص : ۹۰

مگر قرآن کی جو کیفیت ہے وہ یقین پر ایک اضافہ ہے اور اضافہ جب ہی تسلیم کیا جاسکتا ہے جب اصل تسلیم کر لیا جائے اصل کو تسلیم کیے بغیر اضافہ کو قبول کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی نیچے کی منزل منہدم کر کے اوپر کی منزل میں رہنے کا دعویٰ کرے چنانچہ احادیث متواترہ کو تسلیم کرنا پڑیگا۔)

اب ایک قدم مزید آگے بڑھایئے کہ متواتر حدیث کی ایک قسم ہے یعنی حدیث مقسم ہے اور متواتر قسم ہے۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی شخص مقسم کو تسلیم نہ کرے اور قسم کو تسلیم کرے۔ کلمہ کو تسلیم نہ کرے مگر کلمہ کی ایک قسم اسم کو تسلیم کرے یہ بات خلاف عقل ہے پہلے مقسم (حدیث) کو تسلیم کرنا پڑے گا۔

اور جب ہم نے متواتر کو تسلیم کر لیا تو خبر واحد کو بھی تسلیم کرنا پڑیگا اس لیے کہ تمام ادیان کی بنیاد ایک ہی آدمی یعنی اللہ کے رسول ﷺ پر ہوتی ہے۔ تاریخ عالم میں کبھی یہ نہیں ہوا کہ اللہ دس بیس کی تعداد میں انبیاء ایک ہی وقت میں مبعوث فرمائے ہوں۔ لہٰذا خبر واحد کی حجیت کو بھی تسلیم کرنا ہوگا اب جب اعلیٰ ترین، متواتر اور خبر واحد حجت ہوگئیں تو درمیانی اقسام یعنی مشہور و عزیز خود بخود آگئیں۔ (۸۴)

دلیل نمبر ۶:

اصل میں حدیث کو شکوک و شبہات کی نگاہ سے اس لیے دیکھا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانۂ حیلوۃ میں کوئی مجموعہ حدیث تیار نہ ہوا تھا۔ (۸۵)

اگر اس دعویٰ کو تسلیم کر لیا جائے تو حدیث کی حجیت متاثر نہیں ہوتی کیونکہ حفظ کا دارو مدار دو چیزوں پر ہوتا ہے۔

۱۔ قوت حافظہ (۲) تعلق و محبت)

قوت حافظہ کے حوالہ سے صحابہؓ کرام کے چند واقعات بیان کیے جاچکے اب دیکھتے ہیں کہ صحابہؓ کو نبی کریم ﷺ سے کسقدر تعلق تھا۔

(۶ھ میں جب نبی کریم ﷺ اپنے جاں نثار صحابہ کرامؓ کے ساتھ عمرہ کیلئے جارہے تھے۔

(۸۴) تفصیلات کے لیے دیکھیے، نضل الباری ج ۱ ص ۸۹، ۹۰ (۸۵) نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں تیار ہونے والے مجموعہائے احادیث کا بیان باب چہارم میں آئیگا۔

حدیبیہ کے مقام پر آپ نے پڑاو کیا، اہل مکہ نے مکہ میں داخل ہونے سے منع کر دیا اور نبی کریم سے بات چیت کرنے کے لیے عروۃ کو بھیجا۔ عروۃ نے صحابہ کرام کے نبی کریم ﷺ سے شیفتگی عشق اور والہانہ عقیدت ومحبت کے مظاہرے دیکھے کہ جب آپ کوئی حکم دیتے ہیں تو ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ سب سے پہلے میں اس حکم کو بجالاؤں۔ جب کبھی آپ کے دہن مبارک سے تھوک یا بلغم نکلتا ہے تو وہ زمین پر گرنے نہیں پاتا ہاتھوں ہاتھ اس کو لے لیتے اور اپنے چہروں سے مل لیتے ہیں، جب آپ وضو فرماتے تو آپ کے غسالہ وضوء پر بھی لوگوں کا یہی حال ہوتا تھا۔ قریب ہے کہ آپس میں لڑائیوں کی نوبت آجائے۔ آپ کے جسم سے کوئی بال گرنے نہیں پاتا اس کو لے لیتے۔ جب آپ کلام فرماتے ہیں تو ایک سناٹا ہو جاتا ہے۔ گویا کہ ہر شخص سرتاپا گوش بر آواز بنا ہے یہ مناظر دیکھنے کے بعد جب عروۃ واپس مکہ پہنچا تو اس نے اپنے تاثرات یوں بیان کیے۔

"اے قوم واللہ میں نے قیصر وکسریٰ اور نجاشی اور بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں۔ مگر خدا کی قسم عقیدت ومحبت، تعظیم واجلال کا یہ عجیب وغریب منظر کہیں نہیں دیکھا" (۸۶)

ایک روایت میں عروۃ نے یہ بھی کہا کہ یہ ساتھی جو ان کا لعاب زمین پر گرنے نہیں دیتے ان کا خون زمین پر گرنا کسطرح برداشت کر سکتے ہیں۔

یہ ایک واقعہ اس اجتماعی عشق ومحبت اور عظمت کا مظہر ہے جو صحابہ کرام کے دلوں میں نبی کریم ﷺ کے لیے جاگزیں تھی۔

جب صحابہ کرام کے عشق ومحبت کا یہ عالم تھا کہ وہ آپ کا غسالہ اور لعاب بھی ضائع نہ ہونے دیتے تھے تو وہ آپ کے اقوال سے، آپ معمولات سے کسطرح کسی غفلت کا برتاؤ کر سکتے تھے آج کے منکرین حدیث سے تو وہ عروۃ جو اسوقت غیر مسلم تھے۔ زیادہ عقل ودانش کے مالک تھے کہ انہوں نے صحابہ کرامؓ کے عشق کے مظاہروں سے درج بالا نتیجہ اخذ کیا لیکن آج کے منکرین حدیث ان باتوں اور ان تاریخی روایتوں کے ثبوت کے باوجود یہ گمان کر بیٹھے ہیں کہ صحابہؓ نے نبی کریم ﷺ کے قیمتی اقوال ضائع کر دیئے ہوں گے۔

---

(۸۶) مولانا کاندھلوی، سیرت المصطفیٰ، ج ۲ ص ۲۵۶

دلیل نمبر ۷:

آپ تو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ کیونکہ صحابہؓ نے حدیث نہیں لکھی اور محض حافظہ میں احتمال ہے خطاء کا۔ اس لیے حدیث حجت نہیں اگر اس سے ایک قدم اور آگے بڑھایا جائے اور یہ ثابت کیا جائے صحابہؓ نے ایک حدیث بھی نہیں لکھی اور نہ کوئی حدیث حفظ کی تب بھی حدیث کی حجیت متاثر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ صحابہ کرام کی زندگیاں نبی کریم ﷺ کی پیروی اور اطاعت کا نمونہ اور عملی تصویر بنی ہوئی تھیں۔) آپ کی اطاعت و پیروی ان صحابہ کرامؓ کے لیے اپنی زندگیوں کا سب سے قیمتی متاعِ عزیز تھا ۲ھ میں جب غزوۂ بدر کا معرکہ پیش آنے والا تھا، آپ نے صحابہ کرامؓ کو جمع کیا اور ان سے مشورہ طلب کیا، اس موقع پر حضرت مقداد بن اسودؓ نے ایک پراثر تقریر کی۔

"امضِ لما أمرك الله (تعالىٰ) فنحن معك والله لا نقول كما قالت بنو اسرائیل لموسیٰ إذهب أنت وربك فقاتلا إنا ههنا قاعدون ولكن إذهب أنت وربك فقاتلا إنا معكما المقاتلون۔ (۸۷)

(یا رسول اللہ جس چیز کا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے، اس کو انجام دیجئے، ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ خدا کی قسم ہم بنی اسرائیل کی طرح ہرگز یہ نہیں کہیں گے کہ اے موسیٰ تم اور تمہارا رب جا کر لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں، ہم بنی اسرائیل کے خلاف یہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا پروردگار جہاد و قتال کرے۔ ہم بھی آپ کے ساتھ جہاد و قتال کریں گے)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا منکرین زکوٰۃ کے خلاف اقدام کا ذکر گزر چکا وہ بھی آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا ایک عظیم الشان نمونہ ہے۔

دلیل نمبر ۸:

اگر حدیث کو حجت نہ مانا جائے تو قرآن پر عمل ناممکن ہے۔ مثلاً قرآن کریم نے جا بجا حکم دیا نماز کے قیام کا اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا، لیکن قرآن نے نماز یا زکوٰۃ کی ادائیگی کی تفصیلات

(۸۷) کاندھلوی، کتاب مذکور، ج ۲ ص ۶۲

نہیں بتائیں۔ اگر محض لغت کی رو سے اس کے معنیٰ تلاش کیے جائیں تو ان دونوں احکام پر عمل ناممکن و محال ہے۔)

دلیل نمبر ۹:

منکرینِ حدیث کے انکارِ حدیث کی ایک بڑی علت اور پھر اس کی مدلل تردید گزر چکی، دوسری بنیادی علت یہ ہے کہ ان کے نزدیک نبی کریمؐ کی حیثیت محض ایک رسول و قاصد کی سی ہے آپ کا کام محض اتنا ہے کہ آپ اللہ کا پیغام یعنی قرآن لوگوں کے سامنے تلاوت کر دیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی کا محض یہ فرض کہ وہ صرف قرآن کی تلاوت کی غرض سے آیا اور اس سے آگے اس کا منصب و مقام، کوئی فریضہ و ذمہ داری نہیں۔ اس بات کے ثبوت کے لیے آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ اگر قرآن سے کوئی دلیل ہے، تو ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین اور اگر قرآن سے نہیں تو دوسرا مرحلہ حدیث ہے اس کو آپ مانتے نہیں تو لازماً تیسرا مرحلہ اجتہاد کا رہ جاتا ہے اور ایسا اجتہاد جو قرآن کی صریح آیات کے خلاف ہو ہرگز قابلِ قبول نہیں۔ اس کے برعکس اگر تعلیماتِ قرآنی پر غور کریں۔ تو معلوم ہوگا کہ نبیؐ کے فرائض میں تلاوت کے علاوہ اور بھی فرائض و ذمہ داریاں ہیں۔ ارشاد فرمایا۔

"لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم آیتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ۔ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین"۔ (۸۸)

(بیشک اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا کہ ان میں ایک رسول انہی میں سے بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے ان کو پاک کرتا ہے۔ انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں تھے۔)

اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ تلاوت کتاب کے بعد نبی کریم ﷺ کے فرائض یہ تھے۔

(۲) تزکیہ نفوس۔

(۳) تعلیم کتاب و حکمت۔)

اور ان فرائض کی انجام دہی اور بجالانے کا مقصد کیا ہے کہ اس تلاوت، تزکیہ اور تعلیم سے پہلے

---

(۸۸) ۳: آلِ عمران: ۱۶۴

یہ لوگ صریح غلطی میں مبتلا تھے۔ اس غلطی سے انھیں نکالنا۔

اب سوچنے اور غور کرنے کی بات ہے کہ کیا یہ مقصد یعنی لوگوں کو گمراہی سے نکالنا محض تلاوتِ کتاب سے حل ہو جاتا ہے کیا ان کو کتاب مبین سمجھانے کی اس کے رموز، حکمتیں بتانے کی ضرورت نہ تھی قرآن سے تو یہی ثابت ہوتا ہے اب اگر اپنے آپ کو اہل قرآن کہنے والوں کو یہ بات سمجھ میں نہ آئے تو اس میں ان کی عقل و فہم کا قصور ہے۔ قرآن میں کوئی کمی نہیں۔

مولانا مودودی لکھتے ہیں۔

"جہاں تک قرآن کا تعلق ہے، وہ اس معاملہ میں بالکل واضح ہے کہ محمدؐ صرف نامہ بر نہیں تھے، بلکہ خدا کی طرف سے رہبر، حاکم، اور معلم بھی تھے۔ جن کی پیروی و اطاعت مسلمانوں پر لازمی تھی۔" (۸۹)

دلیل نمبر ۱:

تاریخی حقائق کو تسلیم کرنا ہر اہل عقل و دانش کے لیے ضروری ہے۔ خصوصاً جبکہ تاریخی حقائق کو مرتب کرنے میں اس کی سند و استناد میں دقت نظر کا مظاہرہ کیا گیا ہو۔ کتب تاریخ میں منقول تاریخ سب لوگوں کے لیے حجت ہے اس کا انکار کرنے والا کوئی پیدا نہیں ہوا تو پھر حدیث کے منکر کس طرح پیدا ہو گئے جبکہ حدیث نقل کرنے کے لیے محدثینؒ کے جو معیار مقرر کیے ہیں، دنیا کی کسی تاریخ میں نہیں پائے جاتے، لیکن اس کے باوجود دنیا کی تاریخ کو حجت و معتبر مانا جائے اور حدیث کو غیر معتبر۔

(محدثین نے حدیث کو صحیح، غیر صحیح، موضوع اور غیر موضوع کے امتیاز کے دو قسم کے معیار مقرر کیے ہیں

۱۔ معیار برہانی: حدیث میں اگر مندرجہ ذیل امور میں سے کوئی امر پایا جائے تو وہ اس حدیث کے موضوع ہونے کی علامت ہے

الف) نصِ قرآنی کے مخالف ہو۔

ب: سنتِ متواترہ کے خلاف ہو۔

ج۔ اجماعِ قطعی، یعنی اجماعِ صحابہ و تابعین کے خلاف ہو اور توجیہ و تاویل کی کوئی گنجائش نہ ہو۔)

(۸۹) مودودی، ابوالاعلیٰ سید، سنتِ نبوی کی قانونی حیثیت، رسول نمبر، سیارہ ڈائجسٹ لاہور اکتوبر، ۱۹۸۵ء ج ۲: ص ۴۴۶

د : عقل سلیم کے خلاف ہو، لیکن عقل کا سلیم ہونا شرط ہے۔

ہ۔ شریعت کے قواعد کلیہ اور مسلمہ کے خلاف ہو۔

ی : سلسلہ سند میں کوئی ایک راوی بھی ایسا ہو کہ اس کے بارے میں مدت العمر میں ایک مرتبہ جھوٹ ثابت ہو گیا ہو۔ اس کی کوئی بھی روایت، باجماع محدثین معتبر نہیں۔

ے : راوی رافضی ہو۔ صحابہ کے مطاعن کے متعلق کوئی روایت کرے۔ یا راوی خارجی ہو، اور اہل بیت کے مطاعن کے بارہ میں کوئی روایت کرے۔

یہ معیار برہانی ہے۔ ان میں سے کوئی خامی بھی روایت میں پائی جائے گی۔ روایت قابل قبول نہ ہو گی، اسقدر سخت شرائط عائد کرنے کے بعد کون یہ تصور کر سکتا ہے۔ کہ غلط روایات منقول ہوں گی۔ اور پھر محدثین کرام نے بڑی مساعی، محنتوں اور جدوجہد کے بعد صحیح اور غیر صحیح کو ممتاز کر دیا۔ موضوعات کی فہرست علیحدہ امت کو دیدی، اس کی تفصیلات انشاء اللہ العزیز آئندہ ابواب میں آئیں گی۔

دوسری قسم کا معیار

(۲۔ معیار وجدانی، صحیح اور غیر صحیح کی معرفت کا معیار وجدانی یہ ہے کہ خداداد لمعہ فہم، نور فراست اور نور تقویٰ اور معرفت سے حدیث کے سنتے ہی یہ معلوم کرلے کہ یہ قول رسول ﷺ ہے یا کسی اور کا قول ہے۔

محدثین کے نزدیک یہ معیار پہلے معیار کی تائید کرتا ہے) یعنی دونوں معیاروں میں کسی فرد کے ہاں تناقض کی صورت پیدا ہو جائے تو معیار اول کو ترجیح حاصل ہو گی۔ ان دونوں معیاروں کے بعد تاریخ کو تسلیم کرنا اور حدیث سے انکار کرنا محض ضد وعناد پر مبنی ہے۔ عقل و دانش، فہم و دلیل، اور علم و حکمت کا اس سے دور کا بھی واسطہ و تعلق نہیں۔

رہی یہ بات کہ کبار صحابہؓ، ابوبکرؓ و عمرؓ نے بہت کم روایات بیان کی ہیں اور احادیث کے مجموعہ میں ابوہریرہ، جو ۷ھ میں مسلمان ہوئے۔ عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی روایات ملتی ہیں، جو نبی کریم کے زمانہ میں ابھی بچے ہی تھے۔

اس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ لکل فن رجالٌ ہر فن اور علم کے لیے مخصوص آدمی اللہ تعالیٰ منتخب کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے وصال کے وقت جو حالات پیدا ہو گئے تھے، ابوبکر صدیقؓ نے اپنی فہم و فراست

اور سیاسی تدبر سے اسپر قابو پایا۔ اگر حضرت ابوبکرؓ صدیق ان تمام معاملات کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جاتے اور روایاتِ حدیث بیان کرنے اور تحریر کرنے تک اپنے آپ کو محدود کر لیتے تو احادیث کا ایک معتبر مجموعہ تو ضرور مرتب ہو جاتا، مگر ان پر عمل کرنے والا دنیا میں کوئی نہ ملتا۔

حجیت حدیث کے سلسلہ میں علمائے نے بہت کچھ لکھا اور الحمد اللہ اب تک لکھتے چلے آرہے ہیں۔ میری تحریر کی ان مجموعوں میں کوئی حثیت نہیں۔ درحقیقت یہ طبقہ محض ضد وعناد کی بنا پر یہ طریقہ اختیار کیے ہوئے ہے اور انسان یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

یا ابن سعید یا ابا خالد	اظهرت دینًا غیر ما تخفی
لست بزندیق و لکنما	احببت ان تعرف بالظرف

(اے ابن سعید، اے ابوخالد، تو نے جو دین ظاہر کیا ہے، وہ اس کے علاوہ ہے جو تو چھپاتا ہے۔ تو اگرچہ دہریہ نہیں مگر اس بات کو پسند کرتا ہے کہ تجھے وسیع الظرف کے نام سے یاد کیا جائے)

باب سوم

اقسامِ حدیث

(دنیا کا ہر علم اپنے اندر کچھ اساسی و بنیادی اصطلاحات لیے ہوئے ہوتا ہے۔ ان اصطلاحات کے علم کے بغیر اس علم کی تہہ تک پہنچنا انسان کے لیے مشکل ہی نہیں ناممکن ہوتا ہے، کوئی شخص طبی علوم کا اسوقت تک ماہر نہیں ہو سکتا جب تک وہ طبی اصطلاحات سے پوری پوری واقفیت حاصل نہ کرے) کوئی شخص اپنے آپ کو فلسفہ کا عالم نہیں کہہ سکتا، جب تک وہ فلسفیانہ بنیادی اصطلاحات سے ہم آہنگ نہ ہو جائے، علی ھذا القیاس کوئی شخص اپنے دعویٰ محدث میں اسوقت تک صادق نہیں ہو سکتا جب تک وہ علم حدیث کی بنیادی اصطلاحات، ان کے مفاہیم اور معانی پر دسترس حاصل نہ کرے۔

(چنانچہ اس باب میں علم حدیث میں استعمال ہونے والی بنیادی اصطلاحات اور ان کی تعریفات بیان کی جائیں گی۔ جن کے فہم پر علم حدیث کے ادراک کا دارو مدار ہے۔

بنیادی طور پر حدیث کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ مقبول۔

۲۔ مردود۔

مقبول اس حدیث کو کہتے ہیں جو محدثین کے نزدیک کسی درجہ میں بھی قابل قبول ہو۔ مردود اس کے برعکس جو محدثین کے نزدیک قابل قبول نہ ہو۔

پھر قبولیت اور عدم قبولیت کے مختلف درجات و معیارات ہوتے ہیں

جسقدر کسی چیز کی قوت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، اس کی قبولیت بڑھتی چلی جاتی ہے اور جسقدر ضعف بڑھتا رہتا ہے، کیفیت قبولیت میں کمی آتی جاتی ہے۔ چنانچہ ان بنیادی اقسام پر مبنی چند اقسام جو قبولیت کی کیفیات پر منحصر ہیں، محدثین نے بیان کی ہیں۔

ان اقسام کی بنیاد دو باتوں پر ہے، بعض تقسیمات راویوں کی تعداد کی کمی زیادتی پر اور بعض اقسام

رواۃ کی صفات، صداقت، عدالت، دیانت، قوت حافظہ، تقویٰ اور عملِ صالح پر منحصر ہوتی ہیں۔

اس طرح حدیث کی چار تقسیمیں ہوگئیں۔

اولاً: حدیث کی اقسام مقبول، مردود،

ثانیاً: حدیث مقبول کی اقسام باعتبار تعدادِ رواۃ۔

ثالثاً: حدیثِ مقبول کی اقسام باعتبار صفاتِ رواۃ۔

رابعاً: حدیثِ مردود کی اقسام۔

حدیث کی ان اقسام مذکورہ ترتیب کے اعتبار سے ذکر کیا جائیگا۔

تقسیم اوّل

حدیث کی اقسام

(۱) مقبول:

حدیث مقبول کی تعریف کرتے ہوئے ڈاکٹر طحان لکھتے ہیں۔

" ھو ما ترجح صدق المخبر بہ وحکمہ وجوب الاحتجاج والعمل بہ (۱)

(مقبول وہ خبر ہے کہ جس میں مخبر کی طرف سے دی جانے والی خبر کی تصدیق کا رجحان پایا جاتا ہو اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو حجت ماننا اور اس پر عمل کرنا واجب ہے)

گویا حدیث مقبول وہ خبر یا حدیث ہوئی کہ جس میں ایسے قرائن پائے جاتے ہوں کہ جن کی بنا پر اس خبر کی تصدیق کرنے پر انسان مجبور ہو جائے۔)

پھر ان قرائن کی نوعیتیں مختلف ہوتی ہیں بعض قرائن قوی اور اقرب الی الصحۃ ہوتے ہیں اور بعض قرائن نسبتاً ضعیف، اسی لحاظ سے پھر حدیث پر عمل کے مختلف مراحل ہوتے ہیں کہ بعض احادیث پر عمل واجب ہوتا ہے۔ بعض پر مستحب۔

(۱) الطحان محمود الدکتور۔ تیسیر مصطلح الحدیث (بیروت۔ ۱۹۷۹) ص ۳۱۔

۲: مردود:۔ خبر مردود کی تعریف ڈاکٹر طحان نے ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے۔

" وھو مالم یترجح صدق المخبر بہ وحکمہ انہ لا یحتج بہ ولا یجب العمل بہ ۔ (۲)

(خبر مردود اس خبر کا نام ہے کہ جس میں مخبر کی طرف سے دی جانے والی خبر کی تصدیق کا رجحان غالب نہ ہوا اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو حجت ماننا اور اس پر عمل کرنا واجب نہیں۔)

گویا مردود مقبول کی ضد اور اسکا مقابل ہے۔ کہ مقبول کی تصدیق، اس کو حجت ماننا اور اس پر عمل کرنا واجب ہے جبکہ مردود میں یہ تینوں باتیں ناجائز ہیں۔

جس طرح حدیث مقبول کی قبولیت کی مختلف نوعیتیں اور کیفیتیں ہیں، اسی طرح حدیث مردود کی تردید کی مختلف نوعیتیں اور کیفیتیں بھی مختلف ہیں۔ اور اسی اختلاف پر حدیث مقبول و مردود پھر چند اقسام میں منقسم ہوتی ہے۔

(حدیث مقبول کی اقسام:

حدیث مقبول کی بعض اقسام انحصار کرتی ہیں۔ راویوں کی تعداد پر پہلے ہم ان اقسام کو بیان کرینگے۔

تعداد رواۃ کے لحاظ سے حدیث کی چار اقسام ہیں۔

(۱) متواتر:۔ متواتر کے معنی ملا علی قاری تواتر کے یہ معنی بیان کرتے ہیں

" احد شروط التواتر اذا وردت بلا حصرٍ عدد معین بل تکون العادۃ قد احالت تواطھم علی الکذب ۔" (۳

(تواتر کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اس رواۃ کسی عددی قید سے بالاتر اس قدر زیادہ ہوں کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلاً و عادۃً محال ہو)

(متواتر کی اقسام:۔ جو خبر تواتر کی حدود و شرائط کو پورا کرتی ہو، محدثین نے اس کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ متواتر لفظی۔

۲۔ متواتر معنوی۔)

---

(۲) ملا علی القاری الانصاری علی بن سلطان محمد، شرح شرح نخبۃ الفکر (کوئٹہ۔ س ن) ص ۱۱-۲۰

متواتر لفظی کے معنی یوں بیان کیے گئے ہیں۔

"فھو ما تواترت روایتہ علی لفظ واحد بروایۃ کل الرواۃ لحدیث "من کذب"۔ (۴)

(تواتر لفظی وہ جس کے الفاظ تمام راویوں سے تواتر کے ساتھ ایک جیسے منقول ہوں)

(گویا متواتر لفظی کے لیے جہاں یہ شرط ہے کہ اسے ہر دور میں راویوں کی ایک ایسی کثیر جماعت روایت کرے کہ جن کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلاً و عادۃً محال ہو تو دوسری طرف ان تمام کی روایات میں الفاظ میں بھی اتفاق پایا جاتا ہو۔ یعنی ہر دور کے تمام راوی اس روایت کو ایک ہی جیسے الفاظ کے ساتھ نقل کریں) باعتبار تعداد رواۃ حدیث کی اعلیٰ ترین قسم متواتر ہے اور متواتر کی اعلیٰ قسم متواتر لفظی ہے۔

متواتر معنوی۔

"فھو ان ینقل جماعۃ یستحیل تواطئھم علی الکذب او وقوعہ منھم مصادفۃ فنقلوا وقائع مختلفۃ تشترك کلھا فی امر معین فیکون ھذا الامر متواتراً مثل رفع الیدین فی الدعا فقد وردعنہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ نحو مائۃ حدیث لکن ھذہ الاحادیث فی وقائع مختلفۃ۔" (۵)

(متواتر معنوی وہ روایت ہے جو ایسی جماعت سے منقول ہو جس کا یا تو جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو۔ یا ان لوگوں سے جھوٹ کے وقوع کا اتفاق انتہائی قلیل ہو۔ پس ایسے لوگ ایسے مختلف واقعات کو نقل کریں جو تمام کے تمام ایک مشترک امر پہ متفق ہوں، یہ مشترک امر متواتر کہلائے گا جیسے دعا کے دوران نبی کریم ﷺ کا ہاتھ اٹھانا تقریباً سو احادیث میں منقول ہے لیکن وہ تمام کے تمام مختلف واقعات ہیں۔)

یعنی مختلف راوی نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے مختلف واقعات، مختلف الفاظ میں بیان کر رہے ہیں لیکن ان مختلف واقعات میں یک واقعہ یا ایک ایسا امر نظر آ رہا ہو کہ جو سب کے درمیان مشترک ہو اس مشترک امر کو تمام راوی باوجود الفاظ کے اختلاف کے بیان کر رہے ہیں تو یہ امر تواتر معنوی کے ضمن میں آ جائیگا۔

(۴، ۵) عتر، نورالدین، منہج النقد فی علوم الحدیث، (دمشق - ۱۹۸۱ء) ص ۴۰۵، ۴۰۶

تواتر معنوی کی شرائط اور اس کی قطعیت، حجیت اور اس کا حکم بھی وہی ہے جو متواتر لفظی کا ہے۔ کہ اس کی بھی ہر طبقہ میں ایسی جماعت راویین کی ہونی چاہئیے۔ کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق عقلاً وعادۃً محال ونا ممکن ہو۔

یوں تو حدیث متواتر کے راوی اعداد کی قید سے بالاتر اتنی بڑی تعداد میں ہونے چاہیں جیسے کہ اوپر بیان کیا گیا۔ لیکن محدثین نے ان کی کم از کم تعداد کا تعین کیا ہے۔ ڈاکٹر صبحی صالح مختلف محدثین کے اقوال نقل کرتے ہیں۔

۱۔ کم از کم ۴ کا عدد ضروری ہے، ارشادِ خداوندی ہے۔ ولو لاجاؤا علیہ باربعۃ شہداء (۶) زنا کی شہادت کیلئے اللہ تعالیٰ چار افراد کی گواہی کو ضروری قرار دیا۔

۲۔ کم از کم تعداد ۵ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا والخامسۃ ان لعنت اللہ علیہ ان کان من الکذبین (۷) (اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر لعنت ہو خدا کی اگر میں جھوٹا ہوں)

اس آیت میں اس شخص پر جو اپنی منکوحہ پر زنا کی تہمت لگائے چار بار قسم کھا کر اقرار اور پانچویں بار ان الفاظ کے ساتھ اپنے سابقہ اقوال کی توثیق ضروری ہے معلوم ہوا کہ چار کی توثیق کے لیے پانچویں کا وجود ضروری ہے از روئے قرآن۔

۳۔ بعض محدثین دس کے قائل ہیں کہ اصل جمع جسے جمع کثرت کہا جاتا ہے۔ دس کے بعد ہی شروع ہوتی ہے۔

(۴) بعض دیگر محدثین نے بارہ کا قول بھی اختیار کیا ہے اور دلیل اس آیت مبارکہ سے دی۔
وبعثنا منھم اثنی عشرۃ نقیبا۔ (۸) (اور ہم ان میں سے بارہ سردار مقرر کیے)

(۵) بعض نے بیس کا قول اختیار کیا اور دلیل اس آیت سے دی ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین (۹) (اور تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں گے جو دو سو پر غالب آجائیں گے۔)

(۶) بعض نے کہا کہ کم از کم چالیس ہونے چاہییں اور دلیل یہ پیش کی۔

(۶) ۲۴: النور: ۱۳ (۷) ۱۲۴ النور: ۷
(۸) ۴: المائدہ: ۱۱ (۹) ۸: الانفال: ۴۴

یا ایہا النبی حسبك الله و من اتبعك من المؤمنین ۔ (۱۰)

(اے نبی آپؐ کو اور آپؐ کے مومن پیروکاروں کے لیے اللہ کافی ہے)

اور یہ آیت نازل ہوئی جبکہ مسلمانوں کی تعداد چالیس تھی۔

۷۔ بعض محدثین نے ستر کا قول اختیار کیا ہے۔

(اور منتخب کیا موسیٰ نے ستر افراد کو ہمارے وقت معین پر لانے کے لیے)

۸۔ بعض محدثین نے اہل بدر کی تعداد کو دیکھتے ہوئے ۳۱۳ مرد اور دو عورتوں کا قول اختیار کیا ہے (۱۱)

محدثین کے یہ تمام اقوال مختلف ہونے کے باوجود آیاتِ قرآنیہ سے مستنبط ہیں لیکن ان میں سے اکثر آیات صراحتاً تواتر کی حدود کو متعین نہیں کرتی البتہ چار کے عدد کا قول راجح معلوم ہوتا ہے کہ زنا ایک بڑی جنایت ہے، اس کی شہادت میں کمالِ احتیاط سے کام لیا گیا اور دوسرے قضایا کے برخلاف اس میں چار افراد کی شہادت کو معتبر مانا گیا ہے، شہادت کے باب میں چار سے زائد شاہدوں کا ثبوت نہیں ملتا۔ اور کسی روایت کو نقل کرنا بھی ایک شہادت ہے، جس میں کمالِ احتیاط مطلوب ہے اور احتیاط کی کم از کم تعداد چار ہے۔

ابن حجر فرماتے ہیں۔

" فلا معنیٰ علیٰ تعیین العدد علی الصحیح ۔ (۱۲)

(صحیح ترجیح یہی ہے کہ اس میں عدد کی کوئی قید نہ لگائی جائے)

متواتر کے حکم کے متعلق ابن حجر لکھتے ہیں۔

فالاول المتواتر و هو المفید للعلم الیقینی ۔ (۱۳)

(پس متواتر کی پہلی قسم یقینی علم کا فائدہ دیتی ہے)

ابن حجر نے متواتر کی شرائط ذکر کی ہیں، جن کو تطویل کے خوف سے ذکر نہیں کیا گیا، ان شرائط پر پوری نہ اترنے والی روایات ان کے نزدیک متواتر کی تعریف میں داخل نہیں اسی لیے یہاں انہوں نے متواتر کے ساتھ الاول کی قید لگائی ہے کہ متواتر سے صرف وہ مراد ہے کہ جو شرائط مذکورہ پر پوری

---

(۱۰) ۸ : الانفال: ۶۵ (۱۱) صبحی صالح، الدکتور، علوم الحدیث و مصطلحہ، (دمشق - ۱۹۵۹) ص ۱۴۷، ۱۴۸ (۱۲) ابن حجر، شہاب الدین احمد بن علی العسقلانی، شرح نخبۃ الفکر، ص ۲۰ (۱۳) ابن حجر، شرح نخبۃ الفکر، ص ۲۰۔۲۶ -

انتری عو۔ ڈاکٹر صبحی صالح لکھتے ہیں۔

"ولا خلاف بین المحدثین فی ان کلاً من المتواتر اللفظی والمعنوی یوجب العلم القطعی الیقینی" (۱۴)

(محدثین کا اس بارہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ متواتر کی دونوں اقسام، لفظی ومعنوی علم قطعی ویقینی کا فائدہ دیتی ہیں)

اور جو چیز علم قطعی ویقینی کا فائدہ دیتی ہے، اسپر عمل کرنا، اور اس کو حجت ماننا عقلاً واجب ہوتا ہے۔

(خبر مشہور)۔ راویوں کی تعداد کے لحاظ سے، حدیث کی دوسری قسم مشہور کہلاتی ہے۔

خبر مشہور کی تعریف کرتے ہوئے ابن حجر لکھتے ہیں۔

"ماطرق محصورۃ باکثر من اثنتین"۔ (۱۴)

(جو دو راویوں سے زائد سے منقول ہو)

یعنی خبر مشہور اگرچہ دو سے زائد راویوں سے منقول ہو مگر متواتر کی طرح اس کے رواۃ عددی حصار سے بالاتر نہ ہوں بلکہ کسی عدد میں محصور کیے جا سکتے ہوں۔

ابن حجر کے اس قول کے دو حصے کیے جا سکتے ہیں۔

اول۔ ماطرق محصورۃ اس کی اسناد و رواۃ اسقدر کثیر نہ ہوں کہ جو عددی حصار اور تعداد کی حدود سے بالاتر ہوں اس سے متواتر نکل گیا۔

ثانی۔ اکثر من اثنتین اگرچہ اس کی رواۃ کی اسقدر بڑی جماعت نہ ہو کہ جو عددی حصار سے بالا ہو مگر کم از کم تعداد متعین ہے وہ دو ہے کہ دو سے زائد ہونی چاہیئے۔ اس قول سے خبر عزیز اور خبر غریب دونوں نکل گئے، خلاصہ مقصود یہ نکلا کہ خبر مشہور وہ ہو گی کہ جس کو ایک جماعت دوسری جماعت سے روایت کرے لیکن ان کی تعداد حد تواتر کو نہ پہنچی ہو۔

"ھو اسم مفعولٍ من "شھرت الامر" اذا اعلنتہ واظھرتہ وسمی بذالک لظھورہ۔ (۱۵)

(مشہور، شہر کا اسم مفعول ہے اور یہ اس معاملہ کو کہتے ہیں جسکا تو نے اظہار و اعلان کر دیا اور مشہور کی وجہ تسمیہ اس کے ظہور کی بنا پر ہے)

یعنی کوئی بھی امر مشہور اس وقت کہلائیگا کہ جب اس کا اعلان و اظہار ہو جائے علیٰ ھذا القیاس

---

(۱۴) الیضاً: ص ۳۰۔ (۱۵) الطحان، تیسیر۔ ص ۲۲

کوئی روایت بھی اسوقت خبر مشہور کہلائے گی، کہ جب اس کی شہرت، اعلان اور اظہار ہو جائے اعلان و اظہار کی بنا پر وہ مشہور کہلائے گی۔

ابن حجر نے دو طبقہائے محدثین و فقہاء کا بھی ذکر کیا ہے جن میں سے ایک "مستفیض" کو مشہور کا مترادف مانتا ہے اور دوسرا طبقہ مشہور کو مستفیض کی نسبت عام تصور کرتا ہے۔ ابن حجر لکھتے ہیں۔

"وھو المستفیض علیٰ رای جماعۃ من ائمۃ الفقہاء سمی بذالک لانتشارہ من فاض الماء یفیض فیضًا ومنہم من غایر بین المستفیض والمشہور بان المستفیض یکون فی ابتدائہ وانتہائہ سواءً والمشہور اعم من ذٰلک۔" (۱۶)

(اور ائمہ فقہاء کی ایک جماعت کے مطابق یہی (یعنی مشہور) مستفیض بھی ہے اور یہ مترادف اس لئے ہے کہ جب پانی خوب بہہ جاتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ "فاض الماء" اور بعض فقہاء و محدثین نے مستفیض اور مشہور میں فرق کیا ہے اور یہ فرمایا کہ مستفیض کی ابتداء اور انتہا برابر ہوتی ہے، جبکہ مشہور عام ہے)

جب حدیث علماء محدثین اور رواۃ کے درمیان پھیل کر درجۂ شہرت حاصل کرے تو وہ مستفیض بھی کہلاتی ہے۔ لیکن بعض فقہاء و محدثین کے نزدیک مستفیض اور مشہور کے درمیان فرق یہ ہے کہ مستفیض میں از ابتداء تا انتہاء ایک کثیر جماعت رواۃ کی نقل کرے جبکہ مشہور میں یہ قید نہیں کہ اگر ابتداء میں ایک صحابی روایت کرے مگر بعد کے طبقات میں رواۃ کثیر ہوں تو وہ مشہور کہلاتی ہے جیسے حدیث "انما الاعمال بالنیات" (۱۷)

حدیثِ مشہور کا حکم بیان کرتے ہوئے علامہ عثمانیؒ لکھتے ہیں۔

اس خبر سے نہ صرف غلبۂ ظن بلکہ فی الجملہ یقین پیدا ہو جائیگا۔ گو ضابطۂ قضا میں وہ یقین نہ کہلائیگا لیکن دیانۃً اسے یقین کہنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کی جائے گی۔ (۱۸)

گویا خبر مشہور اگرچہ یقینِ جازم کا سبب نہیں لیکن فی الجملہ یقین پیدا کر رہی ہے۔

اس پر تفصیلی کلام حدیث کی ان اقسام میں آئیگا، جو راویوں کے اوصاف کے لحاظ سے مختلف اقسام میں منقسم ہیں۔

---

(۱۶) ابن حجر۔ شرح نخبۃ الفکر۔ ص ۱۳ (۱۷) بخاری۔ الجامع الصحیح۔ ج ۱: ص ۲، باب کیف کان الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۱۸) ابن حجر کتاب مذکورہ: ص ۳۲

(۳: خبر عزیز: راویوں کی تعداد کے لحاظ سے حدیث کی تیسری قسم عزیز ہے۔ اس کی تعریف ابن حجرؒ نے ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

"وھو لا یرویہ اقل من اثنین عن اثنین"۔ (۱۸)

(خبر عزیز وہ ہے کہ جسے کم از کم دو راوی کم از کم دو راویوں سے نقل کریں۔)

یعنی سلسلہ سند میں زیادہ تر طبقات میں دو ہی راوی ہوں، اگرچہ کسی طبقہ میں تین ہو جائیں لیکن تین کی تعداد اگر زیادہ طبقات میں ہوئی تو وہ خبر عزیز نہ رہے گی، بلکہ مشہور ہو جائے گی۔ اس کو عزیز اسی لیے کہتے ہیں کہ ایک سند دوسری سند کی تقویت کا باعث و سبب بنی ہے۔ جیسے کہ ارشادِ خداوندی ہے فعززنا بثالث (۱۹) گویا تیسرے آدمی سے ان کو دو کو مزید تقویت اور عزت افزائی دی گئی۔

(۴: خبر غریب: تعدادِ رواۃ کے اعتبار سے حدیث کی چوتھی اور آخری قسم "خبر غریب" ہے جیسے خبر واحد بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی تعریف یہ ہے۔

"وھو ما یتفرد بروایتہ شخص واحد ای فی موضع وقع التفرد بہ من السند۔"

(غریب وہ روایت ہے کہ جس کے نقل کرنے میں کسی بھی مرحلہ پر صرف ایک راوی ہو۔)

خبر غریب اس خبر کو کہا جاتا ہے کہ جس میں سلسلہ سند میں نبی کریم ﷺ سے ہم تک ایک ایک راوی روایت کرتا چلا آرہا ہو۔ اگرچہ درمیان کسی طبقہ میں راوی زیادہ بھی ہو جائیں تو بھی وہ خبر غریب ہی کہلاتی ہے۔ اس خبر سے ظن پیدا ہو جاتا ہے۔ البتہ اس کے راوی کے لیے ضروری ہے کہ وہ ثقہ و عادل ہو اور ایک ثقہ و عادل راوی کی راویت کو بلا تحقیق رد نہیں کیا جا سکتا جبکہ قرآن کریم نے ایک فاسق کی کی خبر کو بھی بلا تحقیق رد کرنے کو منع فرمایا، ارشاد ہوا۔

اِن جاءکم فاسق بنباء فتبیّنوا۔ (۲۰)

(اگر تمہارے پاس کوئی فاسق آدمی کوئی خبر لائے تو تم اس کی تحقیق کرو)

یعنی اگر کوئی آدمی جس کے فسق و فجور کا یقین بھی ہو۔ اگر کوئی خبر لاتا ہے تو محض اس بنا پر کہ یہ آدمی فاسق و فاجر ہے، اس کی خبر کا کوئی اعتبار رد نہ کرو بلکہ اس کی تحقیق کر لو۔ اگر وہ خبر صحیح ثابت ہو تو اس کے مقتضی پر عمل کرو بصورت دیگر اسے نظر انداز کر دو۔ تو جہاں ایک عادل، ثقہ، متقی اور صادق آدمی

---

(۱۸) ابن حجر کتاب مذکور، ص ۲۲ (۱۹) یٰسین ۳۶: ۱۴ (۲۰) الحجرات ۴۹: ۶

کی خبر ہو تو اس کی خبر کو کس طرح بلا تحقیق و تفتیش رد کیا جا سکتا ہے، پھر وہ ثقہ و عادل اگر ایک سے زائد یعنی، دو، تین، چار یا اس سے بھی زائد ہوں تو وہ خبر کثیر کی حامل جماعت کہلائے گی اور اس کی طرف سے دی جانے والی خبر کو جھوٹا قرار دینا عقلاً درست نہیں ہو سکتا۔

تعداد کے لحاظ سے ان چار اقسام ہی میں حصر ہو سکتا ہے۔ ایک راوی یا دو اور پھر تین اور تین سے زائد جماعت بن جاتی ہے جو ایک جنس ہے اور پھر ان روایات کا اعتبار، ان کی حجیت اسی تعداد کی کثرت کے لحاظ سے بڑھتی رہے گی مثلاً متواتر موجب یقینِ محکم ہے تو مشہور سے فی الجملہ یقین پیدا ہو گا۔ خبر عزیز گمانِ غالب پیدا کرتی ہے تو خبر غریب ظنِ محض پیدا کرنے کا سبب بنتی ہے جو بعد از تحقیق و تفتیش راوی کے ثقہ، معتبر اور عادل ثابت ہونے کے بعد یقین میں بھی تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس پر تفصیلی کلام اگلی بحث میں ہو گا جب حدیث کی ان اقسام پر بحث کی جائے گی۔ جو راویوں کی صفاتِ عدل، زھد، ورع اور تقویٰ کے اعتبار سے منقسم ہوتی ہیں۔

حجیت حدیث کی بحث میں متواتر اور خبر واحد کی حجیت پر کلام کیا جا چکا ہے اور گزشتہ بحث میں یہ بات ثابت کی جا چکی ہے کہ قرآن کا ہم تک پہنچنا بھی متواتر کی تعریف میں داخل ہے اگرچہ وہ متواتر اعلیٰ درجہ کا ہے، جب ہم اس کو حجت تسلیم کرتے ہیں تو متواتر کی دوسری قسم کو بھی حجت مانیں گے اور متواتر اعلیٰ کو حجت ماننا من جملہ متواتر کو حجت ماننے کے بعد ہی ہو گا۔ کیونکہ متواتر اعلیٰ متواتر کی ایک قسم ہے، قسم کو جب ہی مانا جائے گا، جبکہ مقسم کو مانا جائے، مقسم کو مانے بغیر قسم کو ماننا عقلاً درست نہیں۔ خبر واحد کی حجیت یوں ثابت کی جا چکی ہے کہ تمام ادیانِ سماویہ کا مدار ایک ہی رسول اور ایک ہی فرشتہ پر ہے۔

حدیث کی دوسری تقسیم تعداد رواۃ کے بجائے ان کی صفاتِ قبولیت و عدم قبولیت پر انحصار کرتی ہے اس لحاظ سے حدیث کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں۔

متواتر و مشہور میں رواۃ کی کثرت کی بنا پر راویوں کی صفات پر انحصار کر کے ان کی اقسام قائم نہیں کی جاتیں بلکہ صرف خبر واحد میں کیونکہ ہر طبقہ میں راوی تعداد میں قلیل ہوتے ہیں اور ان کی تعداد اس قدر ہوتی ہے کہ عقلاً جھوٹ، غلط واقعہ یا خبر موضوع پر ان کا اتفاق ممکن ہوتا ہے، چنانچہ ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ تمام طبقات میں رواۃ کی خوب اچھی طرح چھان بین کی جائے۔ ان کی ثقاہت و عدالت کا

ان کے صدق وصفا کا ان کے زہد و تقویٰ کا امتحان لینے کے بعد، پھر یہ تحقیق کر کے کہ راوی (نقل کرنے والا) مروی عنہ (جس سے روایت نقل کی جارہی ہے) سے کسقدر تعلق رکھتا تھا آیا اس کی اپنے شیخ سے ملاقات صرف ایک مرتبہ ہوئی، یا اس نے زندگی کا ایک معتدبہ حصہ شیخ کی خدمت میں گزارا مزید براں اس کی قوتِ حافظہ اور قوتِ ضبط کس درجہ و معیار کی تھی، اعلیٰ درجہ کی، اوسط درجہ کی یا ادنیٰ درجہ کی۔

بنیادی طور پر وہ چار شرطیں ہیں۔

ابن اثیر ان شرائط کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

"راوی الحدیث اوصاف وشرائط وشرائط لایجوز قبول روایتہ دون استکمالھا وھی اربعۃ: الاسلام، والتکلیف، والضبط، والعدالۃ۔" (۲۱)

(راوی حدیث کے لیے کچھ شرائط و اوصاف ضروری ہیں، جن کی تکمیل کے بغیر اس کی روایت کو قبول کرنا جائز نہیں ہے وہ شرائط چار ہیں، اسلام، بلوغ، قوتِ حافظہ، عدالت) یعنی حدیث کی روایت کرنے والے شخص میں ان شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

ڈاکٹر صبحی صالح ان شرائط کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"فلو فقدھا الراوی او فقد بعضھا ردت روایتہ، وترک حدیثہ۔" (۲۲)

(اگر راوی میں یہ تمام شرائط یا ان میں سے بعض نہ پائی جائیں تو اس کی روایت کو رد اور اس کی بیان کردہ حدیث کو ترک کر دیا جائیگا)

گویا علماء محدثین کے نزدیک راوی میں ان چاروں شرائط کا پایا جانا روایت حدیث کے لیے واجب کے درجہ میں ہے اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی راوی میں مفقود پائی گئی تو اس کی روایت محدثین کے نزدیک قابل قبول نہیں بلکہ اس کی روایت کو رد اور اس کی حدیث کو ترک کر دیا جائیگا کیونکہ روایتِ حدیث ایک شہادت ہے اور شہادت میں یہی شرائط شاہد میں پائی جانی ضروری ہوتی ہیں۔ ان میں سے اگر ایک شرط بھی شاہد میں نہ پائی جائے تو عدالتِ قاضی میں اس کو مردود الشہادۃ کہا جائیگا۔ اس کے علاوہ جن چیزوں کو راوی کے اندر شرط کہا جاتا ہے، وہ شرائط نہیں بلکہ اس کے

---

(۲۱) ابن اثیر، مبارک بن محمد الجزری، جامع الاصول من احادیث الرسول (بیروت: ۱۹۵۰ء) ج ۱: ص ۳۲

(۲۲) صبحی صالح، علوم الحدیث، ص ۱۲۶

اوصاف ہیں جو ان شرائط کی تکمیل و تحسین کرتے ہیں۔

وہ اوصاف مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) علم و تفقہ۔ راوی کے اندر علم و تفقہ کے آثار پائے جاتے ہوں، وہ الفاظِ حدیث کے ورود، ان کی علت اور ان میں چھپے ہوئے رموز سے بخوبی آگاہ ہو۔

(۲) علماء و محدثین کی مجالس میں باقاعدگی سے نشست رکھتا ہو اور ان سے بغور حدیث سنتا ہو۔

(۳) راوی کا نسب معروف ہو۔ یعنی مجہول النسب نہ ہو۔

(۴) راوی کی طرف سے کبھی حدیث کے ساتھ مذاق اور تمسخر ثابت نہ ہو۔

(۵) روایتِ حدیث میں تساہل، غفلت اور لاپرواہی سے کام نہ لیتا ہو۔ بھولنے کا مرض لاحق نہ ہو۔

(۶) جس شیخ سے روایت نقل کر رہا ہے۔ اس کے عقیدے، نظریہ اور اعمال کے بارے میں خوب چھان بین کرے کہ وہ خواہش پرست اور متبدع تو نہیں۔

ان میں سے اکثر ایسی جو لازمی شرائط کا درجہ نہیں رکھتیں بلکہ روایت کی ثقاہت میں اضافہ کرنے کا سبب ہوتی ہیں اور ان اوصاف کے فقدان سے روایت کی قبولیت نہیں بلکہ ثقاہت متاثر ہو گی چنانچہ اگر اس روایت کی تائید میں کوئی دوسری روایت آگئی تو پھر یہ روایت ثقہ شمار ہو گی۔ (۲۳)

یہ کل دس اوصاف ہو گئے ہیں جن میں سے چار شرط کے درجہ میں ہیں کہ جن کا پایا جانا ہر راوی میں ضروری ہے اور آخری صفات کے درجہ میں ہیں جن کا پایا جانا مستحسن ہے۔

ان صفات میں کمی زیادتی سے حدیث کی مختلف اقسام سامنے آتی ہیں۔

جو حسب ذیل ہیں۔

ان احادیث کو بھی احادیثِ مقبول کی اقسام میں شمار کیا گیا ہے۔

اولاً ان احادیث کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) صحیح۔

(۲) حسن۔

ملا علی قاری نے شرح نخبۃ الفکر کی شرح میں ضعیف کو انہی اقسام میں شمار کیا ہے۔ (۲۴)

(۲۳) ابن اثیر، جامع الاصول ج ۱، ص ۳۷، ۳۸ (۲۴) قاری، شرح شرح نخبۃ الفکر: ص ۵۱

پھر مندرجہ بالا دو اقسام دو قسموں میں منقسم ہوتی ہیں۔

(۱) لذاتہ

(۲) لغیرہ

اس طرح یہ کل چار اقسام بن گئیں۔

(۱) صحیح لذاتہ (۲) صحیح لغیرہ۔

(۳) حسن لذاتہ (۴) حسن لغیرہ۔ ان چاروں اقسام کی تعریفات تفصیل سے بیان ہوں گی۔

(۱) صحیح لذاتہ: صحیح کی لغوی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر طحان لکھتے ہیں۔

"الصحیح ضد السقیم، وھو حقیقۃ فی الاجسام مجاز فی الحدیث وسائر المعانی۔ (۲۵)

(لغوی اعتبار سے صحیح، سقیم کی ضد ہے اور اجسام کے اندر یہ حقیقی معنیٰ کے لحاظ سے اور حدیث اور دیگر معانی میں مجازاً اس لفظ کو استعمال کیا جاتا ہے۔)

یعنی صحیح سقیم کی ضد ہے جس چیز میں کوئی سقم پایا جاتا ہو، اس کو صحیح نہیں جائیگا دوسرے یہ کہ صحیح کا لفظ اپنے حقیقی معنیٰ کے اعتبار مادی اجساد کے لیے وضع کیا گیا ہے علوم و معانی میں اسکا استعمال مجازی ہے، اسی بنا پر حدیث کے لیے اس کا استعمال مجازی کہلائیگا۔ اس کے اصطلاحی معنیٰ ابن حجر نے ان الفاظ میں بیان کیئے ہیں۔

بنقل عدلٍ، تام الضبط، متصل السند، غیر معلل ولا شاذ ھو الصحیح لذاتہ۔ (۲۶)

(وہ روایت جو نقل عدل، کامل حافظہ، اتصالِ سند، کے ساتھ علت و شذوذ سے پاک ہو کر منقول ہو۔)

اس تعریف پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا حدیث صحیح کی مندرجہ ذیل شرائط ہیں۔

(۱) نقل عدل: نقل عدل سے مراد یہ ہے کہ روایت ثقہ ہو۔ اس لفظ سے اس راوی کی روایت نکل گئی جس کا ضعف و جہل واضح ہو گیا ہو۔

ڈاکٹر طحان نقل عدل کی وضاحت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

"ان کل رواۃ من رواتہ اتصفت بکونہ مسلماً، بالغاً، عاقلاً، غیر فاسق وغیر مخرم المروءۃ" (۲۷)

(۲۶) ابن حجر، شرح نخبۃ الفکر، ص: ۵۱ (۲۷) ڈاکٹر طحان، تیسیر المصطلح، ص: ۳۳

(روایت کو نقل کرنے والا ہر راوی مسلمان، بالغ، عاقل ہو، فاسق اور معاشرہ کی اعلیٰ اخلاقی روایات کو توڑنے والا نہ ہو)

سند کے تمام رواۃ ہر طبقہ میں اسلام، بلوغ اور عقل کی صفات سے متصف اور فسق سے پاک ہوں تو ان کی نقل کردہ روایت نقل عدل کہلائے گی۔

(۲) تام الضبط سے مراد یہ ہے کہ تمام راوی نقل کردہ روایت کو کمالِ تیقن اور کامل ضبط کے ساتھ نقل کریں اور کمالِ ضبط حفظ اور کتابت کا دونوں مراد ہیں۔

متصل السند: سند میں کہیں کوئی راوی درمیان سے چھوٹا ہوا نہ ہو۔ بلکہ سلسلۂ سند کامل ہو۔

عدم الشذوذ: حدیث کے شاذ نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کسی ثقہ روایت کے خلاف نہ ہو۔

جو روایت ان شرائط پر پوری اترتی ہو گی، وہ صحیح لذاتہٖ کہلائے گی۔

اس کا حکم ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

وجوب العمل بہ باجماع اھل الحدیث ومن یعتد بہ من الاصولیین والفقھاء فھو حجۃ من حجج الشرع لا یسع المسلم ترک العمل بہ" (۲۸)

(محدثین کا اجماع ہے کہ اس پر عمل واجب ہے اور اصولیین کی ایک بڑی تعداد اس بات کی قائل ہے حدیث صحیح احکام شرعیہ کے مصادر میں سے ایک مصدر ہے۔ اور کسی مسلم کے لیے حدیث صحیح کو ترک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔)

یعنی حدیث صحیح کے ساتھ تین احکام منسلک ہو گئے۔

(۱) اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

۲۔ اس کو حجت ماننا ضروری ہے۔

۳۔ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ حدیث صحیح کو ترک کرے یعنی اسے غیر حجت سمجھتے ہوئے اس پر عمل سے رک جائے۔

محدثین کے نزدیک حدیث کی صحت میں کمی زیادتی کا تعلق راویوں کے وطن سے بھی ہوتا ہے کہ راوی کس مقام سے تعلق رکھتے ہیں، اس کی وضاحت ڈاکٹر صبحی صالح ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

---

(۲۸) ایضاً ـــــــ ص: ۳۵

"اتفق اهل العلم بالحدیث علی ان اصح الاحادیث مارواہ من اهل المدینة ثم
اهل البصرة، ثم اهل الشام۔ (۲۹)

(علمائے محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ صحیح ترین احادیث وہ روایات ہیں جن کو اہل مدینہ نقل کریں، پھر وہ روایات جن کو بصرہ والے اور تیسرے درجہ میں وہ روایات جن کو اہل شام روایت کریں۔)

ڈاکٹر صبحی صالح نے اہل مدینہ کی روایات کے صحیح ترین ہونے کی وجہ قواعد التحدیث کے حوالہ سے خطیب سے نقل کی ہے کہ،

اصح طرق السنن ما یرویه اهل الحرمین مکة والمدینة: فان التدلیس عنهم
قلیل والکذب ووضع الحدیث عندهم عزیز۔" (۳۰)

(سلسلہ سند میں صحیح ترین سند حرمین یعنی مکہ و مدینہ والوں کی ہوتی ہے کیونکہ انکے ہاں تدلیس کا وجود کم اور وضع حدیث اور جھوٹ کا وجود نادر ہے)

صحیح لغیرہ: صحیح لغیرہ کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔

"اما ان یشتمل من صفات القبول علی اعلاها اولا، فالاول هو الصحیح لذاته والثانی ان وجد مایجبر ذلك القصور لکثرة الطرق فهو الصحیح ایضا لکن
لا لذاته۔ (۳۱)

(اور پھر صفاتِ قبول یا تو اعلیٰ درجہ میں پائی جائیں گی یا نہیں۔ پہلی صورت میں تو یہ صحیح لذاتہ کہلائے گی اور دوسری صورت اگر اس کمی کا ازالہ سندوں کی کثرت کی بنا پر ہو جاتا ہے تو وہ بھی صحیح ہوگی لیکن وہ صحیح لذاتہ نہ ہوگی)

معنی یہ ہوئے حدیثِ صحیح کے لیے جو شرائط مذکور ہوئیں وہ اگر علی صفتِ الکمال تمام رواۃ میں پائی جاتی ہیں تو وہ حدیث صحیح لذاتہ کہلائے گی لیکن اگر کسی راوی کی کسی صفت میں کچھ کمی پائی جاتی ہے مثلاً وہ تام الضبط نہیں بلکہ ناقص الضبط ہے، ایسی صورت میں دیکھنا یہ ہوگا کہ اس نقصان کی تلافی

(۲۹) صبحی صالح، علوم الحدیث ص: ۱۵۵ (۳۰) ایضاً ص ۱۰۶ (صبحی صالح نے خطیب کا یہ قول قواعد التحدیث، قاسمی ص ۵۸ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ (۳۱) ابن حجر، شرح نخبة الفکر۔ ص ۵۲

کسی طریقہ سے ممکن ہے یا نہیں چنانچہ اگر وہ روایت یا اس کی تائید میں کوئی دوسری روایت دوسرے طرق سے مل جاتی ہے تو یہ حدیث بھی صحیح ہو جاتی ہے لیکن کیونکہ یہ حدیث کسی دوسری سند کی تائید کی بنا پر صحیح ہوئی ہے، اس لیے اس کو صحیح لذاتہ نہیں بلکہ صحیح لغیرہ کہیں گے۔

سند کے اعتبار سے یہ دوسرے درجہ کی حدیث ہوگی یعنی اعلیٰ درجہ صحیح لذاتہ کو حاصل ہوگا اور دوسرا درجہ صحیح لغیرہ کو حاصل ہوگا۔ اکثر محدثین کے نزدیک صحیح لغیرہ کا درجہ حسن لذاتہ سے اونچا اور اعلیٰ ہے۔

حسن لذاتہ: لغوی معنی، حسن صفت مشبہ کا صیغہ ہے اس کا مصدر حسن ہے اس کے معنی خوبصورتی اور جمال کے آتے ہیں، صفت مشبہ کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں پائے جانے والے وصف کا کسی سے مقابلہ نہیں کیا جاتا بلکہ جس میں بھی من جملہ وصف موجود ہو اس کے لیے اس لفظ کو استعمال کیا جاتا ہے۔

اصطلاحی معنیٰ: اس کے اصطلاحی معنیٰ مختلف محدثین نے مختلف بیان کیے ہیں۔

علامہ خطابی حسن لذاتہ کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

"ماعرف مخرجہ، واشتهر رجالہ، وعلیہ مدار اکثر الحدیث، وھو الذی یقبلہ اکثر العلماء ویستعملہ عامۃ الفقہاء۔" (۳۲) جس کا مخرج معلوم، رجالِ سند مشہور ہو اور اکثر احادیث کا اس پہ مدار ہو۔ علماء کی اکثریت نے اسے قبول اور عامۃ الفقہاء نے اسے بطور دلیل استعمال کیا ہو۔ اس تعریف پر غور کرنے سے حسن لذاتہ کے لیے خطابی کے نزدیک جو صفات شرائط کے درجہ میں ہیں ان کا علم ہوگا وہ شرائط درج ذیل ہوں گی۔

(۱) اس روایت کا مخرج معلوم ہو یعنی اس روایت کو نقل کرنے والا پہلا راوی (صحابی) معلوم ہو کہ یہ روایت نبی کریمؐ سے نقل کرنے والا کون ہے۔

(۲) سند میں موجود تمام رجال محدثین کے نزدیک معروف الصفات ہوں۔ ان میں سے کوئی بھی راوی مجہول الصفات نہ ہو۔

(۳) اکثر حدیث کا اس پر مدار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مجموعہ حدیث میں ایک کثیر تعداد حدیثوں کی ہو جو اس روایت کی تائید کرتی ہو۔ اسی معنیٰ و مفہوم کو بیان کرنے والی ہو۔

---

(۳۲) معالم السنن۔

(۴) علماء محدثین کی اکثریت نے اسے قبول کیا ہو۔ اسے حجت مانا ہو۔

(۵) فقہاء کی اکثریت نے اسے مسلک میں بطورِ دلیل شرعی استعمال کیا ہو۔

امام ترمذی نے حسن لذاتہ کی تعریف کچھ مختلف الفاظ میں بیان کی ہے۔

" کل حدیث یروی لا یکون فی اسنادہ من یتھم بالکذب ولا یکون الحدیث شاذاً ویروی من غیر وجہ نحو ذالک فھو عندنا حدیث حسن (۳۳) (ہر وہ حدیث جو اس خصوصیت کے ساتھ روایت کی جائے کہ اس کی سند میں کوئی ایسا راوی نہ ہو، جس پر جھوٹ کی تہمت لگائی گئی ہو، وہ حدیث شاذ نہ ہو، ایک سے زائد طرق سے منقول ہو، پس ان صفات کی حامل حدیث ہمارے نزدیک حسن کہلاتی ہے)

اس تعریف کی رو سے حسن لذاتہ کو تین شرائط کے ساتھ مشروط کیا جا سکتا ہے۔

(۱) سلسلہ سند میں کوئی راوی ایسا نہ ہو کہ زندگی میں ایک مرتبہ بھی جھوٹ کی تہمت والزام نہ ہو۔

(۲) بیان کردہ حدیث شاذ نہ ہو۔ (۳) ایک سے زائد طرق سے منقول ہو۔

ابن حجرؒ نے حسن لذاتہ کی مستقل تعریف کرنے کے بجائے دوسرا اسلوب اختیار کیا ہے کہ صحیح کی تعریف (۳۴) بیان کرنے کے بعد اس بات کا اضافہ کر دیا، (۳۵)

(اگر قوت حافظہ کمزور ہو جائے .... تو وہ حسن لذاتہ ہوگی) ابن حجر کی دونوں تعریفوں کو ملا کر حسن لذاتہ کے لیے جو شرائط مستنبط ہوتی ہیں۔ ان کو ان الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

(۱) نقل عدل

(۲) ناقص الضبط۔

(۳) متصل السند۔

(۴) غیر معلل۔

(۵) شاذ نہ ہو (۳۶)

خطابی ترمذی اور ابن حجر کی بیان کردہ تعریفوں پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ ابن حجرؒ کی تعریف زیادہ

---

(۳۳) ترمذی، کتاب العلل (ملتان۔ نشر السنہ) جزء الرابع۔ ص ۳۹۹ - ۴۰۰ (۳۴) ابن حجر کے الفاظ گزشتہ اوراق میں نقل کیے جا چکے ہیں (۳۵) ابن حجر، نخبۃ الفکر۔ ص ۷۰، ۷۱ (۳۶) شرط ۱، ۲ کے علاوہ تمام شرائط صحیح کی تعریف کے ضمن میں نقل کی جا چکی ہیں۔

جامع ہے، کیونکہ علت و شذوذ سے عاری ہونا، معروف و متصل السند ہونا تو تینوں میں مشترک ہے۔
البتہ نقل عدل اور ضبط راوی کی شرط کا اضافہ ابن حجر نے اپنے کلام میں کیا۔ البتہ ابن حجر کی تعریف سے یہ
ہوتا ہے کہ صحیح لذاتہٖ کے بعد درجہ حسن لذاتہٖ کا آتا ہے۔ جو کہ جمہور محدثین کے مسلک کے خلاف ہے
عامۃ المحدثین نے یہ مسلک اختیار کیا ہے کہ صحیح لذاتہٖ کے بعد درجہ صحیح لغیرہٖ کا ہے اور تیسرے درجہ
پر حسن لذاتہٖ کا امام نوویؒ نے مقدمۃ مسلم میں خطابی کی تعریف کو راجح قرار دیا ہے (۳۷)
ابن حجر کی تعریف بقیہ دو تعریفوں سے ممتاز و راجح ہے کہ اس تعریف سے صحیح و حسن
میں فرق و امتیاز واضح ہو جاتا ہے لیکن خطابی و ترمذی کی تعریف سے فرق ما بین الصحیح والحسن کی وضاحت
نہیں ہوتی۔ اس کا حکم بیان کرتے ہوئے علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔

"الحسن کالصحیح فی الاحتجاج وان کان دونہٗ فی القوۃ ولھذا ادرجتہ فی نوع الصحیح (۳۸)
رحجیت کے باب میں حسن بھی صحیح کی طرح ہے البتہ قوۃ اثبات میں صحیح سے کم درجہ میں ہے
اسی لیے اس کو صحیح میں شمار کیا گیا ہے۔)
حدیث حسن سے کسی مسئلہ کا ثبوت ممکن ہے لیکن قوۃ میں کم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حدیثِ
صحیح اس سے مغایر ہو جائے تو حدیثِ صحیح کو ترجیح حاصل ہو گی۔

حسن لغیرہٖ:

تعریف۔ اذا روی الحدیث من وجوہ ضعیفۃٍ لا یلزم ان یحصل من مجموعھا حسن
بل کان ضعفہٗ لضعف حفظ راویہ الصدوق الامین۔ (۳۹)
(حسن لغیرہٖ اس روایت کو کہتے ہیں کہ جو چند ایسی ضعیف سندوں سے مروی ہو کہ جن کے مجموعہ
کو حسن کہا جا سکتا ہے۔ سند میں ضعف، امین و صادق راوی کی قوتِ حافظہ میں کمزوری کی بنا پر ہو)
بالفاظِ دیگر حسن لغیرہٖ اس روایت کو کہا جائیگا جو چند ضعیف سندوں سے مروی ہو۔ اور سند میں ضعف
راوی کی صداقت، عدالت اور امانت میں کمی وضعف کی وجہ سے نہ ہو۔ بلکہ اس کے قوتِ حافظہ میں کمزوری

---

(۳۷) نووی، شرح مسلم۔ مقدمہ۔ ج ۱: ص ۲۹ (۳۸) السیوطی، جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر، تدریب الراوی
فی شرح تقریب النواوی، (بیروت ۱۹۷۹ء) ج ۱، ص ۱۶۰۔ تدوین۔ عبد الوہاب عبد اللطیف
(۳۹) ایضاً: ص: ۱۷۶۔

کی بنا پر ہو۔ کیونکہ اگر راوی سے صداقت و امانت ختم ہو جائے تو ایسے راویوں کا وجود مجموعہ حدیث کو یا اس کی سند کو قوت نہیں بخشتا۔

ضعیف :۔ لغوی اعتبار سے ضعیف قوی کی ضد ہے، جس چیز سے قوت مفقود ہو جائے اسے ضعیف کہا جاتا ہے، اصطلاح محدثین میں اس کے معنیٰ ان الفاظ میں بیان کیے گئے ہیں۔

" مالم یجمع صفة الحسن بفقد شرط من شروطه ۔ (۴۰) ص۴۵

(جو اپنے اندر حسن کی شرائط میں سے کسی شرط کے فقدان کی وجہ سے حسن کی صفت حاصل نہ کر سکے)

علمائے محدثین کے نزدیک اس حدیث سے احتجاج صحیح ہے بشرطیکہ اس حدیث کا تعلق عقائد میں صفاتِ باری تعالیٰ سے اور احکام شرعیہ میں حلال و حرام سے نہ ہو۔ البتہ بیانِ فضائل، ترغیب و ترہیب کے لیے اسے نقل کیا جاسکتا ہے۔ یہ اقسام خبر مقبول کی اقسام تھیں۔ خبر مقبول کے مقابلہ میں خبر مردود ہے اب اس کی اقسام بیان کی جائیں گی۔

بنیادی طور پر خبر مردود کی دو اقسام ہیں۔

(۱) راوی میں کسی خرابی، کسی شرط کے فقدان یا اس پر کذب و خیانت کی تہمت کی بنا پر وہ حدیث مردود ہو۔

(۲) یا سلسلہ سند میں کسی انقطاع کی بنا پر قابل حجت نہ ہو۔

راوی میں طعن کے دس اسباب بیان کیے جاسکتے ہیں۔ جن میں سے پانچ کا تعلق اس کی عدالت سے اور پانچ کا تعلق اس کی قوتِ حافظہ سے۔ جن طعان کا تعلق اس کی عدالت سے وہ کذب، کذب کی تہمت، فسق، بدعت اور جہالت ہیں اور جن کا تعلق قوت حافظہ سے ہے وہ صریح غلطی کا ارتکاب قوتِ حافظہ میں کمزوری، غفلت، اوہام کی کثرت، اور ثقات کی مخالفت ہیں۔ ان دس وجوہِ طعن کی بنیاد پر حدیث مردود کی مختلف اقسام زیر بحث آتی ہیں۔

(۱) الموضوع :۔ وضع یضع کا اسم مفعول ہے جس کی معنیٰ بنانے کے آتے ہیں۔ اصطلاحی معنیٰ ملا علی قاری نے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیے ہیں۔

---

(۴۰) الطحان، تیسیر المصطلح، ص : ۶۲

"الموضوع ھو الحدیث الذی فیہ الطعن بکذب الراوی ۔ (۴۱)

(موضوع وہ حدیث ہے کہ جس کے راوی پر جھوٹ کی تہمت ثابت کی گئی ہو) لیکن ابن حجر کے بقول اس کے موضوع ہونے کا ثبوت قطعی اور یقینی نہ ہوگا بلکہ گمانِ غالب میں اس کو موضوع کہا جائے گا چنانچہ فرماتے ہیں۔

"والحکم علیہ بالوضع انما ھو بطریق الظن الغالب لا بالقطع اذ قد یصدق الکذوب لکن لاھل العلم بالحدیث ملکۃ قویۃ یمیزون بھا ذلک ۔ (۴۲)

(اور ایسے شخص کی روایت جس پر کذب کا طعن ہو۔ اس پر وضع کا حکم قطعی نہ ہوگا بلکہ گمانِ غالب میں اسے ہم موضوع کہیں گے کیونکہ بعض اوقات جھوٹے لوگ بھی سچ بول لیا کرتے ہیں لیکن علوم حدیث کے ماہرین کے پاس ایک قوی ملکہ ہوتا ہے جس سے وہ موضوعات کو شناخت کر لیتے ہیں۔)

یہ ملکہ ان کے وسیع علم اور علم حدیث میں تجربہ، قوی سمجھ، اور وضع کے اسباب و قرائن پر گہرے علم و دسترس سے حاصل ہوتا ہے۔ اس ملکہ کے ذریعہ محدثین حدیث موضوع کی غیر موضوع سے شناخت کرتے ہیں۔ اور کسی حدیث کے موضوع یا غیر موضوع ہونے کا قطعی فیصلہ کرتے ہیں۔ اس فیصلہ کی رو سے اس حدیث کی حجیت یا عدم حجیت کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

اس روایت کا رتبہ یہ ہے کہ یہ بدترین روایت ہے کیونکہ کذب ایک گناہ و معصیت ہے مزید اس معصیت میں اضافہ ہو جاتا ہے جبکہ یہ جھوٹ کسی دوسرے کی طرف منسوب کر دیا جائے اور پھر اس پر مستزاد اگر جھوٹ کی نسبت کسی نبی کی طرف کر دی جائے تو عذاب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے اور اگر انبیاء میں یہ جھوٹ نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کر دیا جائے جو افضل انبیاء تو یہ عذاب خداوندی کو اپنے اوپر واجب کرنے سے کمتر کوئی چیز نہیں چنانچہ اس کے حجت نہ ہونے پر ابن حجر علماء کا اجماع نقل کرتے ہیں۔

"واتفقوا علی تحریم روایۃ الموضوع الا مقرونا ببیانہ ۔ (۴۳)

(علماء محدثین کا موضوع روایت کے نقل کرنے کی حرمت پر اجماع و اتفاق ہے الّا یہ کہ منفصلاً یہ بیان

---

(۴۱) ملا علی قاری، شرح شرح نخبۃ الفکر ۔ ۱۲۳ (۴۲) حوالہ بالا (۴۳) ابن حجر، شرح نخبۃ الفکر: ص ۱۲۹

کردیا جائے کہ یہ حدیث موضوع ہے، یعنی موضوع حدیث سے استدلال تو درکنار اس کو نقل کرنا بھی حرام ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کی طرف متعمداً کوئی غلط بات منسوب کرنے کے گناہِ کبیرہ ہونے پر تو علماء کا اتفاق ہے بفحوائے حدیث۔

"من كذب علىّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار۔" (۴۴)

ابن حجرؒ نے ابو محمد الجوینی کا قول نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک نبی کریم ﷺ پر متعمداً غلط بات منسوب کرنے والا کافر ہے۔ جب ایسی حدیث کا نقل کرنا حرام ہے تو اس سے استدلال بطریق اولیٰ حرام ہوگا۔ علمائے محققین نے وضع حدیث کے اسباب اور پس منظر پر طویل بحوث فرمائی ہیں اور وقیع تحقیقات کے بعد احادیث موضوعہ کو غیر موضوعہ سے نمایاں و ممتاز کرکے پیش کر دیا ہے۔ اور موضوع احادیث پر مختلف تالیفات بھی مرتب کی ہیں جن میں ابن الجوزی کی کتاب الموضوعات اور ابن عراق الکنانی کی تنزیه الشريعة المرفوعة عن الاحاديث الشنيعة الموضوعة۔ امت میں زیادہ شہرت کی حامل ہیں۔

(اقسام سند:۔ راوی کی تعداد اور اس کے اوصاف و کمالات کے لحاظ حدیث کی دو تقسیمیں گزر چکیں جن میں سے چند اقسام پر تفصیل سے بحث ہوئی اور چند اقسام اجمالاً بیان کی گئیں حدیث کی تیسری تقسیم بلحاظ سند ہوتی ہے اور پھر بنیادی طور پر اس تقسیم کی پھر دو قسمیں بن جاتی ہیں (۱) سند کے رجال کی تعداد کے لحاظ سے (۲) سند کے سلسلہ کے لحاظ سے کہ آیا سند از اول تا آخر مربوط و متصل ہے یا سند میں کہیں انقطاع ہے۔

محولہ بالا دونوں بنیادوں پر سند اور سلسلہ سند کی چند اقسام سامنے آتی ہیں اولاً سند کی تقسیم بلحاظ تعداد و وسائطِ رجال بیان کی جائے گی۔

(۱)۔ السند العالی۔

جیسا کہ الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ السند العالی کا مفہوم یہ ہے کہ وہ سند جو علو اور مرتبہ میں اعلیٰ درجہ کی مالک ہو۔ صبحی صالح اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں

فالاسناد العالی المطلق هو ما قرب رجال سنده من رسول الله صلى الله عليه وسلم بسبب قلة عددهم اذا قيسوا بسند آخر يرد فی ذلك الحديث بعدد نفسه كثير۔ (۴۵)

(۴۴) بخاری الجامع الصحیح ج ۱: ص ۲۱، باب اثم من کذب علی النبی، کتاب العلم (۴۵) صبحی صالح علوم الحدیث: ص ۱۵۰

(اسناد عالی مطلق اس سند کو کہا جاتا ہے کہ جس کے رجال اپنی قلت عدد کی بنا پر نبی کریم ﷺ سے دوسری اسناد کے مقابلہ میں قریب تر ہوں) یعنی نبی کریم ﷺ تک پہنچنے کے لیے جسقدر وسائط کم ہوتے چلے جاتے ہیں، سند کا مرتبہ اور درجہ بلند تر ہوتا چلا جاتا اور وسائط کی کثرت سند کے مقام کو دوسری سند کے مقابلہ میں کم کر دیتی ہے اور پھر اسی کثیر الرجال سند کو سند نازل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

سند کی دوسری تقسیم سلسلہ سند کے لحاظ سے یعنی سلسلۂ سند آیا نبی کریم ﷺ تک متصلاً مذکور ہے یا نہیں۔ اس لحاظ سے سند کی مندرجہ ذیل اقسام کی جا سکتی ہیں

(۱) المسند "ھو ما اتصل سندہ مرفوعاً الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم"۔ (۴۶)
(مسند وہ ہے کہ جس کی سند نبی کریم ﷺ تک مرفوعاً متصل ہو)

(۲) متصل "فھو ما اتصل سندہ سواءً کان مرفوعاً الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ام موقوفاً علی الصحابی ام من دونہ (۴۷)
متصل وہ سند ہے کہ جو سند جسقدر بھی مذکور ہے اس میں انقطاع نہ ہو خواہ وہ نبی کریم ﷺ تک مرفوع ہو صحابی پر موقوف ہو یا صحابی سے قبل)

(۳) المرفوع: ما اضیف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃً من قولٍ او فعل او تقریر سواء اضافہ الیہ اصحابی۔ ام تابعی ام من بعدھما وسواء اتصل إسنادہ ام لا۔ (۴۸)
مرفوع وہ سند ہے جو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہو، خصوصاً جو آپ کے قول، فعل یا تقریر کو بیان کر رہی ہو۔ نبی کریم ﷺ کی طرف نسبت خواہ کسی صحابی نے کی ہو تابعی نے کی ہو یا ان کے بعد کسی نے، اور خواہ وہ سند متصل ہو، یا نہ ہو۔)

(گویا وہ سند کہ جو راوی سے نبی کریم ﷺ تک بغیر انقطاع کے بیان کی جا رہی ہے۔ مسند کہلائے گی اور اگر سند کسی قسم کے انقطاع سے خالی ہے تو وہ متصل کہلائے گی خواہ وہ نبی کریم ﷺ تک مرفوع ہو یا صحابی پر موقوف۔ اور مرفوع نبی کریم ﷺ کا قول ہے خواہ اسے کوئی صحابی نقل کریں یا کوئی تابعی۔

الموقوف: ما قصر علی الصحابی قولاً او فعلاً ولو منقطعاً۔ (۴۹) (جو سند صحابی رضی پر رک جائے)

---

(۴۶) عتر، نور الدین، منہج النقد فی علوم الحدیث ص ۳۴۹ (۴۷) صبحی صالح علوم الحدیث ص ۲۲۱
(۴۸) ایضاً ———— ص ۲۲۶، ۲۲۷ (۴۵) القسطلانی، ابی العباس شہاب الدین احمد بن محمد، ارشاد الساری الشرح صحیح البخاری ج ۱، ص ۷، ۸

(المرسل: مارفعہ تابعی مطلقا او تابعی کبیر الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(جس کو کسی بھی تابعی نے یا کسی بڑے تابعی نے براہ راست نبی کریم ﷺ سے منسل کر دیا ہو)
اس کا حکم یہ ہے کہ امام شافعی اور جمہور محدثین کے نزدیک اس سے استدلال جائز نہیں جبکہ امام مالک
اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ حجت ہے اور مشہور روایت کے مطابق امام احمد بھی اس کے حجت ہونے
کے قائل ہیں۔

المقطوع: ما جاء عن تابعی من قولہ او فعلہ موقوفا علیہ (۵۰)

(مقطوع وہ سند ہے کہ جو کسی تابعی کے قول یا فعل کو بیان کرے۔)

المنقطع: ما سقط من رواتہ واحد قبل اصحابی۔ ۵۰

(جس میں صحابی سے قبل کوئی ایک راوی ساقط ہو۔)

المعضل: ما سقط من رواتہ قبل الصحابی اثنان۔ (۵۱)

(جس میں صحابی سے قبل دو راوی ساقط ہوں)

المدلس: ثلاثۃ احدھا ان یسقط۔ (۵۲)

(کوئی راوی اپنے استاد کے استاد سے براہ راست روایت کرے۔)

گویا سند میں انقطاع کی یہ چند صورتیں ہیں۔ اگر سند نیچے سے متصل ہو مگر صحابی پر رک جائے
تو موقوف اور اگر انقطاع صحابی کا ہو تو مرسل، اور اگر سند تابعی پر رک جائے تو مقطوع اور اگر درمیان
سے انقطاع ہو تو منقطع، معضل یا مدلس کہلائے گی۔ مرسل کا حکم یہ ہے کہ تابعی کا مرسل حجت نہیں یعنی
تابعی بغیر صحابی کا نام لیے نبی کریم ﷺ سے روایت نہیں کر سکتے البتہ صغار صحابہ ایسی حدیث
جو انہوں نے براہ راست نبی کریم ﷺ سے نہیں سنی۔ بلکہ کسی صحابیؓ کے واسطے سے سنی اور وہ
اسے بغیر واسطہ کے نقل کرے تو وہ حجت ہے۔

حدیث معنعن: حدیث کو اپنے شیخ سے نقل کرنے کے مختلف طرق محدثین کے درمیان رائج ہیں
بعض اوقات تو ایسا ہوتا ہے کہ شیخ اپنے تلمیذ یا تلامذہ کے سامنے سند بیان کرنے کے بعد حدیث
نقل کرتے ہیں ایسی صورت میں تلمیذ اپنے استاذ کی طرف نسبت کر کے اخبرنا یا اخبرنی، انبأنا

(۵۰) حوالہ بالا (۵۱) حوالہ بالا (۵۲) حوالہ بالا۔

یاانبأنی یاسمعت عن فلان کے الفاظ استعمال کرتا ہے ، دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ تلمیذ اپنے استاد کے سامنے حدیث کی تلاوت کر کے اجازت طلب کرتا ہے ایسی صورت میں بھی تلمیذ حدثنا کے لفظ سے یا محض عن فلان کے لفظ سے سند بیان کرتے ہیں، تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی تلمیذ کو کسی ایسے شیخ سے کوئی روایت پہنچی اس طرح کہ اس نے براہ راست اس شیخ سے نہیں سنی ۔ مثلاً ایک یا چند روایات شیخ نے اپنے اس تلمیذ کو بھیجی ۔ اور وہ روایات تلمیذ عن فلان کے لفظ سے روایت کرتا ہے ایسی صورت میں دو احتمالات پیدا ہو جاتے ہیں . کہ تلمیذ کی اپنے شیخ سے زندگی کوئی ملاقات ثابت ہو گی یا نہ ہو گی ۔ ملاقات ثابت نہ ہونے کی صورت میں پھر دو احتمال ہیں کہ یا تو امکانِ لقاء ہو گا یعنی شیخ د تلمیذ کا زمانہ ایک ہو گا یا اس بات کا بھی امکان نہ ہو گا ۔ دو صورتوں میں محدثین کا اتفاق ہے یعنی اگر ایک ملاقات ثابت ہے تو تمام محدثین کے نزدیک اس تلمیذ کا اپنے شیخ سے عن کے لفظ کے ساتھ روایت کرنا جائز ہے ۔ اس کے بالمقابل اگر امکانِ لقاء بھی معدوم ہے تو کسی محدث کے نزدیک عن سے روایت کرنا جائز نہیں ۔ البتہ ایک صورت میں اختلاف ہے کہ امکانِ لقاء تو ہے ، ثبوتِ لقاء نہیں اس صورت میں اختلاف ہے ۔

امام بخاریؒ کے نزدیک محض امکانِ لقاء کے ساتھ اگر کوئی راوی عن سے روایت نقل کرتا ہے تو اس کی روایت معتبر نہیں جبکہ امام مسلم کے نزدیک یہ روایت حجت ہے علامہ عثمانیؒ لکھتے ہیں ۔

" الاسناد المعنعن وھو قول الراوی " فلان عن فلان " وقیل انہ مرسل والصحیح الذی علیہ العمل وقالہ جماھیر من اصحاب الحدیث والفقہ والاصول انہ متصل بشرط ان لایکون المعنعن (بالکسر) مدلساً وبشرط امکان لقاء بعضھم بعضاً " (۵۳)

اسناد معنعن کے معنی راوی کا یہ کہنا " فلان عن فلان " کہا گیا ہے کہ یہ روایت مرسل ہے مگر صحیح یہ ہے اور اس پر اکثر محدثین ، فقہاء اور اصولین کا عمل بھی ہے کہ یہ مرسل نہیں ۔ بلکہ متصل ہے بشرطیکہ عن سے روایت کرنے والا راوی تدلیس نہ کرتا ہو ۔ اور راوی کی مروی عنہ سے ملاقات کا امکان ثابت ہو) ۔ اس سلسلہ میں امام بخاری اور امام مسلم میں دلائل کا تبادلہ ہوتا ہے لیکن کیونکہ امام بخاری نقل حدیث میں زیادہ احتیاط کو مدنظر رکھتے

(۵۳) عثمانی ، شبیر احمد ، علامہ ، مقدمۃ فتح الملہم ، کراچی ۔ ۱۹۸۵ء ، الجزء الاول ، ص ۴۹

ہیں اس وجہ سے محض امکانِ لقاء پر روایت کی جانے والی روایتیں کو مرسل شمار کرتے ہیں اور اس سے استدلال جائز تصور نہیں کرتے۔

یہ وہ اقسام تھیں جن کا تعلق سلسلہ سند کے اتصال انقطاع سے تھا اب وہ اقسام زیر بحث آئیں گی جو راوی پر کسی قسم کے طعن وجرح پر مبنی ہیں۔

المعلل - اذا کان سبب الطعن فی الراوی ھو " الوھم " فحدیثہ یسمّٰی المعلل - (۵۴)

(معلل وہ روایت ہے کہ جس میں راوی کو کثرۃ وہم کی بنا پر مطعون کیا گیا ہو) اس کے معنیٰ کا تعین کرتے ہوئے علامہ نووی لکھتے ہیں۔

" والعلۃ عبارۃ عن سبب غامض قادح مع ان الظاھر السلامۃ منہُ " (۵۵)

(اور علت نام ایک ایسے سبب کا ہے جو ظاہر نہ ہو لیکن عبارت میں نقص پیدا کر دے۔) یعنی عبارت میں نقص پیدا کرنے والا وہ سبب بظاہر اور الفاظِ روایت میں موجود نہ ہو ایسی روایت کو معلل یا معلول کہتے ہیں۔ اس کی مختلف وجوہ ہوسکتی ہیں علت کی وجہ راوی کا کذب، غفلت یا حافظہ میں کمزوری ثقات کی مخالفت یا ایک حدیث میں دوسری روایت کے الفاظ خلط کرنے کی عادات شامل ہیں۔

المدرج : مدرج کی دو اقسام ہیں۔ اول یہ کہ بیان سند کے دوران راوی کوئی لفظ بولے اس طرح کہ ایسا محسوس ہو کہ سند مذکور سے یہ الفاظ منقول ہیں یہ مدرج الاسناد کہلاتا ہے۔ مدرج کی دوسری قسم مدرج المتن کہلاتی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ راوی متنِ حدیث بیان کرنے کے متصلاً بعد کوئی کلماتِ غیر حدیث کہے اور اس طرح ادا کرے کہ ایسا محسوس ہو کہ وہ الفاظ بھی حدیث ہی کا حصہ ہیں۔ یہ کلام لاحق اس کا اپنا کلام بھی ہوسکتا ہے۔ اور اوپر کے کسی راوی کا بھی

مقلوب :۔ قلب کا اسم مفعول ہے اور قلب کے لغوی معنیٰ یہ ہیں کہ کسی شئے کا متحرک ہونا ہٹانا دل کو بھی قلب اسی مناسبت سے کہا جاتا ہے کہ وہ انسانی سینہ میں متحرک رہتا ہے۔ اصطلاحی معنیٰ یہ بیان کیے گئے ہیں۔

---

(۵۴) الطحان، تیسیر المصطلح، ص ۹۸ (۵۵) نووی، یحییٰ بن شرف، التقریب للنووی فی اصول الحدیث، البخاری بشرح الکرمانی بیروت ۱۹۳۷ء، ج ۱ ص ۱۰

"ابدال لفظٍ بآخرٍ فی سند الحدیث او متنه بتقدیم او تاخیر ونحوہ ۔ (۵۶)

سند یا متنِ حدیث میں کسی لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دینا کسی مقدم کو موخر یا اس کے برعکس کر دینا مقلوب کہلاتا ہے) یعنی الفاظ حدیث میں کوئی تبدیلی، تقدیم وتاخیر یا سند میں کسی راوی کے نام میں کوئی تقدیم وتاخیر یا تبدیلی کر دینا۔ پھر اس قلب کی تین صورتیں ہیں۔

۱۔ یہ تبدیلی عمداً اور جان بوجھ کر سرانجام دی جا رہی ہے۔ ایسا کرنا وضع حدیث میں داخل ہے جو کہ ناجائز وحرام ہے۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ یہ تبدیلی کسی کا امتحان لینے کی غرض سے کی جا رہی ہے اس غرض سے تقلیب جائز ہے۔

۳۔ تیسری شکل یہ ہے کہ غلطی اور نسیان سے ایسا صدور ہو گیا۔ ایسی خطاء کا اتفاق جائز ہے لیکن اس کی کثرت راوی کے ضعفِ حفظ پر دلالت کرتی ہے۔ بہر حال مقلوب حدیث مردود اور ضعیف احادیث میں شمار ہوتی ہے اور اس سے استدلال جائز نہیں۔

باب چہارم

(تاریخ وتدوینِ حدیث)

گزشتہ ابواب میں علم حدیث کے مفہوم، اس کی حجیت، و اقسام پر بحث کی جا چکی ہے۔ باب زیر بحث میں حدیث کی تدوین اور جمع و کتابت پر بحث کی جائے گی جس کو بنیادی طور پر تین حصوں میں تقسیم کیا جائیگا۔ اور ان تین حصوں میں ہونے والی خدمات کی طرف محض اشارہ کیا جائیگا کہ تفصیل کا یہ موقع نہیں، البتہ ہر اشارہ کے ساتھ اصل مراجع و ماخذ کے حوالہ جات نقل کر دیے جائیں گے۔ طالبانِ وتشنگانِ علم، تفصیلی کلام کے لیے اصل مراجع سے رجوع فرمالیں۔

(حصہ اول: کتابت وتدوین حدیث زمانہ حیوٰۃ الرسول ﷺ میں۔

حصہ ثانی: عہد صحابہ کرام اور تابعین میں

حصہ ثالث۔ عہد ترقی۔)

(حصہ اوّل:

نبی کریم ﷺ کے زمانہ حیوٰۃ میں حدیث کی تدوین کے دو طرق رائج تھے

(۱) مسجد نبوی میں حجرۂ مبارک کے قریب ایک چبوترہ بنا ہوا تھا۔ آپؐ کے چند صحابہ اس چبوترے پر قرآن اور حدیث یاد کرتے رہتے اور اس کا آپس میں مذاکرہ کرتے رہتے۔ قرآنی آیات کے حفظ اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات، اس کی توضیحات و تشریحات کو یاد کرنے، حفظ کرنے کے سوا ان کو کوئی کام نہ تھا سیرۃ و تاریخ میں ان صحابہ کو اصحابِ صفہ کے نام یاد کیا جاتا ہے۔ یہ اصحاب حصول علم قرآن و حدیث میں اسقدر مشغول تھے کہ دنیا و ما فیہا کی، انہیں کچھ خبر نہ تھی (حصول دنیا، حب مال و متاع درز ایسی صفات سے مبرا، مصفا اور پاک تھے۔ حافظ ابی نعیم ان کی صفات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"لم یحزنوا علیٰ ما فاتھم من الدنیا ولا یفرحوا الا بما اُیّدوا بہ من العقبیٰ (۱)

---

(۱) ابی نعیم، احمد بن عبداللہ، الحافظ۔ حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، بیروت ۱۹۸۰ء ج اص ۳۳۸

(یہ اصحاب صفہ دنیا کی کسی چیز کے فوت ہو جانے پر غمگین نہیں ہوتے، ہمیشہ صرف اسی بات سے خوش ہوتے ہیں جو ان کے لیے آخرۃ کا حصہ بنتی ہے) یعنی دنیا اگر مل جائے تو اس کے مل جانے سے خوش نہیں ہوتے اور اگر کوئی دنیاوی مال فوت ہو جائے تو اس پر غمگین نہیں۔ خوشی و غم صرف اخروی نعمتوں کے حصول یا ان سے محرومی پر مبنی ہے (نبی کریم ﷺ اصحاب صفہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

"الحمد للّٰہ الذی جعل فی امتی من امرت ان اصبر نفسی معھم"۔ (۲)

(خدا کا شکر ہے کہ اس نے میری امت میں کچھ ایسے لوگ پیدا فرمائے ہیں جن کے درمیان رہنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے) اصحاب صفہ کی تعداد مختلف زمانوں میں مختلف رہی) صاحب حلیہ نے ۹ صحابہ کرام کے نام ذکر کیے ہیں، مولینا محمد ادریس کاندھلوی نے ۳۶ نام ذکر کیے ہیں (۳)

(ان اصحاب صفہ میں زیادہ تر حفظ حدیث کا اہتمام کیا کرتے تھے اور بعض صحابہ کرام کتابت بھی کیا کرتے اصحاب صفہ کے علاوہ دیگر صحابہ کرامؓ بھی نبی کریم ﷺ کا جو قول بھی سنتے آپ کو جو عمل کرتے دیکھتے اسے یاد رکھنے اور اسکی پیروی کرنے میں اپنی سعادت سمجھتے تھے (حجیت حدیث کی بحث میں صحابہ اتباع اور پیروی کے واقعات نقل کیے جاچکے ہیں۔

(پیروی کے علاوہ آپ کے ارشادات کو حفظ کرنا اور اسے یاد رکھنا اپنے فرائض میں سے سمجھتے تھے حفظ کا تعلق دو باتوں سے ہے۔

(۱) جس شئے کو حفظ کرنا ہے، اس کی عظمت اور قدر و منزلت دل میں ہو۔

(۲) قوت حافظہ استقدر قوی و مضبوط ہو کہ اس میں حفظ کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہو) ان دو حقائق کی روشنی میں جب صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کا مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوگا نبی کریم ﷺ کے ارشادات کی عظمت صحابہ کرامؓ کے دلوں میں استقدر رچ اور بس گئی تھی کہ اس کے خلاف کرنا، کہنا یا سننا ان کی طبائع کو گراں گزرتا تھا، صحابہ کرام بلا لحاظ رتبہ و مرتبہ اس شخص کو تنبیہ کیا کر دیتے تھے۔ جس کے اعمال یا اقوال کو وہ خلاف حدیث سمجھتے تھے منکرین زکوٰۃ کے مسئلہ میں جہاد و قتال کے اعلان اور صدیق اکبرؓ سے عمر فاروق اعظمؓ کا سوال دونوں نبی کریم ﷺ نے ایک ارشاد پر مبنی تھے۔ حجیت حدیث کی بحث میں اس کی تفصیلات گزر چکی ہیں اس طرح دیگر صحابہ کرام کے دلوں میں بھی ارشادات رسول ﷺ کی عظمت اس حد تک سرایت کر چکی تھی کہ اگر کوئی بچہ اس کے خلاف کرتا ہوا دکھائی دیا اسے بھی تنبیہ کی کسی امیر مملکت کا کوئی قول یا عمل حدیث

(۲) ایضاً ج ۱: ص ۳۴۲ (۳) محمد ادریس کاندھلوی، مولینا، سیرت المصطفیٰ، لاہور، ۱۹۷۹ء ج ۱، ص ۴۷۰، ۴۷۱

کے خلاف نظر آیا۔ اس کی بھی سرزنش کی حدیث کی عظمت کے چند واقعات نقل کیے جاتے ہیں جو ایک جھلک ہے
صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا
کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت دیتے سنا ہے، بس اگر عورتیں تم سے مسجد
میں آنے کی اجازت طلب کریں تو اجازت دیدیا، اس پر حضرت بلال بن عبداللہ نے کہا کہ ہم تو ان کو
منع کریں گے (وہ اس کو آوارگی کا بہانہ بنائیں گی) ابن عمرؓ ناراض ہوئے اور ان کی ناراضگی کو راوی یوں
بیان کرتے ہیں۔

"فأقبل عليه عبد الله، فسبّه سبًّا سيئًا ما سمعته سبّه مثله قط۔ (۴)

(عبداللہ بن عمرؓ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کی اسقدر سرزنش کی ایسے سخت کلمات میں
نے کبھی نہ سنے تھے۔)

سبّ یسبّ کے لغوی معنی گالی دینے کے آتے ہیں گویا عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے بیٹے بلال بن
عبداللہ کی حدیث کی اس مخالفت پر اسقدر سخت ناراض ہوئے کہ ان کو گالی دیدی۔ اور جبکہ یہ
حکم کوئی فرائض دین یا اساسِ اسلام سے نہ تھا۔

حضرت عبادۃ بن صامت کی ایک روایت ابن ماجہ نے نقل کی کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ
کے ساتھ سرزمینِ روم میں کسی جنگ میں شرکت کی، وہاں پر لوگوں کو دیکھا کہ وہ سونے کے ٹکڑے
دیناروں کے عوض اور چاندی کے ٹکڑے درہموں کے عوض فروختگی کا روبار کرتے تھے، عبادۃ
نے تنبیہہ کی کہ تم لوگ سود کا کاروبار کر رہے ہو، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔

"لا تبتاعوا الذهب بالذهب إلّا مثلاً بمثل لا زيادة بينهما ولا نظرة۔ (۵)

(سونے کو سونے کے بدلے مت فروخت کرو۔ سوائے اس کے برابر سرابر ہو۔ کوئی
زیادتی نہ ہو اور نہ ہی ادھار)

اس پر حضرت معاویہ نے فرمایا کہ میرے خیال میں سود صرف ادھار کی صورت میں ہوتا ہے۔
معاویہؓ کی اس بات پر عبادۃ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا۔

---

(۴) مسلم، الجامع الصحیح (بیروت، دار المعرفۃ) ج ۲: ص ۳۲ : (۵) ابن ماجہ، سنن (بیروت، دار الاحیاء ۱۹۷۵ء) ج ۱: ص ۲۰۱

"اُحَدِّثُكَ عن رسول الله صلی الله علیه وسلم وتحدّثنی عن رأیك لئن اخرجنی الله لا اساكنك بأرضٍ لك علیّ منها امرة ۔ (۶)

(میں تجھ سے نبی کریم ﷺ کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور تو میرے سامنے اپنی رائے بیان کر رہا ہے۔ اگر میں یہاں سے صحیح سالم لوٹا تو اس سرزمین میں ہرگز نہ رہوں گا۔ جہاں تیری امارت ہو)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مغفل کی روایت ہے کہ وہ ایک مرتبہ تشریف فرما تھے اور ان کے پاس ان کا بھتیجا بیٹھا تھا۔ جو انگوٹھے پر کنکر رکھ کر پھینک رہا تھا۔ عبداللہ نے اس کو منع کیا اور فرمایا کہ نبی کریمؐ نے منع فرمایا ہے کہ اس سے کوئی شکار نہیں کر سکتا البتہ اس سے کسی کے دانت ٹوٹ سکتے ہیں، یا کسی کی آنکھ پھوٹ سکتی ہے۔ اس بچے نے وہی حرکت دوبارہ کی تو عبداللہ ناراض ہوئے اور فرمایا۔

احدّثك أنّ رسول الله صلی الله علیه وسلم نهٰی عنها ثم عدت تخذف؟ لا اكلمك ابدًا۔

(میں تجھ سے نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کر رہا ہوں کہ آپؐ نے منع فرمایا اور تو پھر وہی حرکت کر رہا ہے۔ میں تجھ سے کبھی بات نہ کروں گا) گویا ایک بچہ بھی کوئی ایسی معمولی حرکت کا ارتکاب کرتا ہے کہ جو نبی کریم ﷺ کے کسی ارشاد گرامی کے خلاف ہے۔ صحابہ کرام کو اس کا وہ عمل بھی گوارا نہیں اور اس سے ہمیشہ کے انقطاع کی دھمکی دیدی۔ یہ تو نبی کریم ﷺ کے ارشادات کی عظمت تھی۔ صحابہ کے دل میں تو نبی کریم ﷺ کے غسالہ اور آپؐ لعاب کی بھی اسقدر عظمت تھی کہ وہ اسے ضائع نہ ہونے دیتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر عروۃ بن مسعود الثقفی قریش مکہ کی طرف سے نمائندہ بن کر نبی کریم ﷺ سے صلح نامہ کی شرائط طے کرنے آئے تھے۔ ابن ہشام، ابن اسحٰق عن زہری روایات نقل کرتے ہیں کہ عروۃ نے صحابہ کرام کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ عجیب تعلق اور عقیدت کا مظاہرہ دیکھا کہ نبی کریم ﷺ جب وضو فرماتے تو صحابہؓ آپ کے غسالہ کو لیتے۔ آپؐ تھوکنے کا ارادہ فرماتے تو صحابہؓ آپؐ کے لعاب پر لپکتے اور اگر آپ کی لحیہ مبارکہ سے کوئی بال گرتا تو فوراً اسے لیتے، عروۃ اس منظر کو دیکھ کر واپس مکہ گئے تو اپنے تاثرات قریش کے سامنے یوں بیان کیے ۔

"یا معشر قریش انی جئت كسریٰ فی ملكه وقیصر فی ملكه والنجاشی فی ملكه انی

(۶) حوالہ بالا :

واللہ ما رائیت ملکاً فی قوم قط مثل محمد فی اصحابہ ولقد رائیت قوماً
لا یسلمونہ بشیٔ ابداً فروا رأیکم۔ (۷)

(اے گروہ قریش میں نے کسریٰ کو اس کے ملک میں، قیصر کو اس کے ملک روم میں، اور
نجاشی کو حبشہ میں دیکھا ہے لیکن میں نے کبھی کسی بادشاہ کی اسقدر عظمت نہیں دیکھی جیسی
محمد کی عظمت محمدؐ کے صحابہ کے دل میں ہے۔ میں نے وہ قوم دیکھی ہے جو انکو تمہارے سپرد ہرگز نہیں کریگی۔
اب جو تم رائے رکھو اس کے مطابق فیصلہ کر لو) جو صحابہ کرامؓ نبی کریم ﷺ کے غسالہ کو ضائع نہ کر سکتے
تھے، کیا ان کے نزدیک آپؐ اقوال کی اتنی بھی عظمت نہ تھی کہ وہ اسے حفظ کر لیتے:

علامہ ابن کثیرؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں دو آدمیوں نے اپنا جھگڑا
پیش کیا آپؐ نے جو حق پر تھا۔ اس کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ دوسرا شخص اس پر راضی نہ ہوا۔ دونوں ابوبکرؓ
کے پاس آئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس فیصلہ کو بدلنے سے انکار کر دیا۔ یہ دونوں عمر فاروق کے پاس آئے۔
اور ان کے سامنے اپنا قضیہ رکھا۔ اور نبی کریم ﷺ کے فیصلہ سے مطلع کیا آپؓ نے دوسرے فریق سے
نبی کریم ﷺ کے فیصلہ کی تصدیق کی۔ اور کہا کہ ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں۔ یہ کہکر گھر میں گئے اور تلوار لاکر نہ ماننے
والے کا سر قلم کر دیا اور فرمایا کہ جو نبی کریم ﷺ کے فیصلہ پر راضی نہ ہو۔ اس کا فیصلہ عمرؓ کی تلوار کرتی ہے۔ (۸)

یہ اس عظمت کی چند جھلکیاں تھیں جو صحابہ کرامؓ کے قلوب میں نبی کریم ﷺ کی ذات، آپؐ کے
ارشادات اور آپؐ کی حیوٰۃ طیبہ کے لیے تھی۔ اسی نہج پر اگر تحقیق کا دروازہ کھولا جائے تو ایک نہیں ہزار ہا
واقعات، ایک موقع نہیں صدہا مواقع ایسے ملیں گے۔ جو نبی کریم ﷺ کی عظمت قدر و منزلت اور آپؐ
سے صحابہؓ کا تعلق و محبت بیان کرتے ہوں گے۔

(دوسری اہم بنیاد قوتِ حافظہ ہے اس کے متعلق کچھ اہم مثالیں آئندہ بیان کی جائیں گی۔
حفظ کے علاوہ جمع و تدوین حدیث کا دوسرا طریقہ، کتابت تھا۔ نبی کریم ﷺ کے بعض صحابہؓ از خود
کتابت کیا کرتے تھے) نبی کریم ﷺ کے کچھ املاآت ہیں۔ باب زیر بحث میں اولاً ان املاآت پر بحث
کی جائے گی جو نبی کریمؐ نے خود مرتب کروائے بعد ازاں ان مجموعوں پر کلام ہوگا جو از خود صحابہ کرامؓ نے

---

(۷) ابن ہشام، ابو محمد عبدالملک، السیرۃ النبویۃ، (بیروت، دار الاحیاء،) ج ۳: ص ۲۲۸

(۸) ابن کثیر، ابو الفداء اسمٰعیل القرشی الدمشقی تفسیر القرآن العظیم (بیروت۔ ۱۹۶۹ء) ج ۱: ص ۵۲۱

تالیف کیے۔

(۱) **کتاب الصدقۃ**: حدیث نبوی کا وہ مستند و مشہور مجموعہ جو نبی کریم ﷺ نے بڑے اہتمام سے املا کرایا بلکہ اس پر اپنی مہر نبوت بھی ثبت فرمائی۔ اس مجموعہ میں مویشیوں کی زکوٰۃ کی تفصیلات اور دیگر مسائل درج تھے) جو آپ نے اپنے عمال کو بھیجنے کے لیے تیار کرایا تھا۔ مگر ابھی بھیجنے کی نوبت نہ آئی تھی کہ آپ کا وصال ہو گیا، حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس پر عمل کیا ترمذی میں ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے۔

"کتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب الصدقۃ فلم یخرجہ الی عمالہ حتی قبض فقرنہ بسیفہ، فلما قبض عمل بہ ابو بکر حتی قبض ثم عمل بہ عمر حتی قبض فکان فیہ فی خمس من الابل شاۃ۔ (۹)

نبی کریم ﷺ نے کتاب الصدقہ لکھوائی آپؐ اسے بھی اپنے عمال تک بھیج نہ پائے تھے کہ وقتِ اجل نے آلیا۔ آپ نے اسے اپنی تلوار سے لٹکا لیا تھا۔ آپؐ کی وفات کے بعد ابوبکر نے اپنی وفات تک اس پر عمل کیا پھر عمر فاروق نے اپنی وفات تک اس پر عمل کیا اس میں تحریر تھا کہ "پانچ اونٹ پر ایک بکری واجب ہے"

(۲) **صحیفہ عمرو بن حزمؓ**: کتاب الصدقہ کے علاوہ ایک صحیفہ کا ثبوت روایات میں ملتا ہے جو نبی کریم ﷺ نے خود حضرت ابی بن کعب سے ایک کتاب کی صورت میں لکھوایا (یہ واقعہ سنہ ۱۰ھ میں پیش آیا جبکہ نجران کا علاقہ فتح ہوا آنحضرتؐ نے عمرو بن حزم کو وہاں کا گورنر متعین کیا اس وقت یہ صحیفہ آپ نے خود املاء کرایا جس میں طہارت، نماز، زکوٰۃ، عشر، حج، عمرہ، جہاد، غنیمت اور جزیہ کے احکام، نسلی قومیت کے نظریہ کی ممانعت، دیانت، بالوں کی وضع، تعلیم قرآن اور طرز حکمرانی کے متعلق ہدایات درج ہیں) (۱۰)

(۹) ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، (ملتان، نشر السنۃ) ج ۲: ص ۴،۳، باب ما جاء فی زکوٰۃ الابل والغنم، کتاب الزکوٰۃ۔ ابو داؤد، سنن ابی داؤد۔ بیروت، دار الفکر ج ۲: ص ۹۸، کتاب الزکوٰۃ۔ باب فی زکوٰۃ السائمۃ: (۱۰) دارقطنی، علی بن عمر، سنن الدارقطنی، قاہرہ، دار المحاسن للطباعۃ، ۱۹۶۶، مع تعلیق المغنی علی الدارقطنی، ج ۳: ص ۲۰۹، ۲۱۰۔ امام دارقطنی کے مطابق امام نسائی اور امام ابو داؤد نے بالترتیب سنن و مراسیل میں، ابن حبان نے صحیح ابن حبان میں، اور حاکم نے مستدرک میں اسے تخریج کیا ہے، امام حاکم کے مطابق اس کی سند صحیح ہے اور یہ روایت اساسیاتِ اسلام میں سے ایک اساس ہے، تفصیل کے لیے دیکھئے حاشیہ دارقطنی جلد و صفحہ مذکور،

عمرو بن حزمؓ نے نہ صرف اس صحیفہ کو محفوظ رکھا، بلکہ اس میں اکیس دوسرے نوشتے جو آپ نے عادو بنی عریض کے یہودیوں، تمیم داری، قبائل جھنیہ و جذام، طئی، ثقیف وغیرہ کے نام لکھوائے تھے، حاصل کیے، اور ان سب کی ایک کتاب تالیف کی جو عہد رسالت کی سیاسی و سرکاری دستاویزوں میں اولین مجموعہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ (۱۱)

ان دو بڑے اور وقیع صحف کے علاوہ نومسلم وفود کے لیے صحف جیسے وائل بن حجرہؓ کے لیے آپ نے ان کی درخواست پر کہ اکتب لی إلی قومی کتابًا" حضرت معاویہؓ کو حکم دیا تھا کہ ان اقیال عباہلہ کے لیے لکھدو کہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔

مزید براں آپؐ کے وہ خطوط جو صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے قبل آپ نے شاہان عالم کو لکھے اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔

(مندرجہ ذیل شاہان کو آپؐ نے خطوط روانہ کیے۔

(۱) قیصر روم۔

(۲) خسرو پرویز کسریٰ شاہ ایران۔

(۳) نجاشی شاہ حبشہ۔

(۴) مقوقس شاہ مصر و اسکندریہ)

(۵) منذر بن ساویٰ شاہِ بحرین۔

(۶) شاہِ عمان کے نام۔

(۷) رئیس یمامہ ہوذۃ بن علی۔

(۸) امیر دمشق حارث غسانی۔ (۱۲)

یہ تقریباً آٹھ خطوط تھے اور بعض روایات میں ہے کہ نجاشی کو دو خطوط روانہ کیے۔ اس طرح یہ کل ۹ ہو جائیں گے۔ نقوش کے رسول نمبر میں نبی کریم ﷺ وہ تمام خطوط جو آپ نے مختلف بادشاہوں کے نام

(۱۱) محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ، ۱۰۵، (قاہرہ، لجنۃ التالیف، ۱۹۶۱) ص ۱۰۴ تا ۱۰۹

(۱۲) کاندھلوی، محمد ادریس، سیرۃ المصطفیٰ، ج ۲: ص ۲۷۷ تا ۴۱۲

سیرۃ المصطفیٰ میں ہر خط کا متن اور اس کا اردو ترجمہ محولہ بالا صفحات پر موجود ہے۔)

لکھے، نقل کیے ہیں علاوہ ازیں آپؐ کے تمام تبلیغی خطوط جو آپؐ نے مختلف اقوام کی طرف بھیجے اور مختلف امان نامے بھی نقل کیے ہیں اور ان مراسیل کی تعداد ۹۹ رہے (۱۴)

نبی کریم ﷺ کی حیوٰۃ ہی میں جب اسلامی فتوحات کثرت سے ہونے لگی، اسلامی سلطنت یمن کے علاقہ تک پھیل گئی تھی۔

نبی کریم ﷺ نے مختلف علاقوں میں مختلف عمال، گورنر اور قاضی مقرر کرنے شروع کر دیے، ان عمال اور قاضیان کو نبی کریم ﷺ زبانی یا تحریری کچھ ایسی نصائح فرماتے تھے جو امور مملکت و قضا میں ہمیشہ ان کی رہنمائی کرتی تھیں۔ جس کی ایک مثال صحیفہ عمرو بن حزم کی صورت میں گزر چکی۔ علاوہ ازیں حضرت علیؓ کی ایک روایت ابوداؤد اور ترمذی نے نقل کی جس کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں۔

" بعثنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الیمن قاضیا فقلت یا رسول اللہ ترسلنی وانا حدیث السن لا علم لی بالقضا؟ فقال ان اللہ عزوجل سیھدی قلبك ویثبت لسانك فاذا جلس بین یدیك الخصمان فلا تقض حتی تسمع من الآخر کما سمعت من الاول فانہ احری ان یتبین لك القضا قال علی: فما زلت قاضیا وما شککت فی قضا بعدہ (۱۵)

(حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے یمن کا قاضی بنا کر بھیجنے کا فیصلہ کیا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ابھی نوجوان ہوں اور قضاء کے شعبہ میں زیادہ پختہ علم نہیں رکھتا۔ آپؐ مجھے کیسے قاضی بنا کر بھیج رہے ہیں؟

نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو ہدایت اور تمہاری زبان کو استقامت دے گا، جب تیرے سامنے دو فریق آ کر بیٹھیں تو اس وقت تک فیصلہ نہ کرنا جب تک تو دوسرے فریق کا موقف بھی اس توجہ و انہماک سے نہ سن لے جیسا کہ تو نے پہلے فریق کا سنا۔ یہ چیز تجھے واضح فیصلہ کرنے میں مدد دیگی" حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد جب تک میں قاضی رہا مجھے اپنے فیصلہ میں تذبذب کا سامنا نہ ہوا))

(۱۴) نقوش، رسول نمبر (لاہور۔ ۱۹۸۲) جلد دوم، ص، ۲۱۷، (الرسالات النبویہ) (۱۵) ابوداؤد (السنن، ابیروت، دارالفکر) ج ۲: ص ۲۰۱ کتاب الاقضیۃ، باب کیف القضاء ترمذی (الجامع، کراچی، ایچ ایم سعید) ج ۱: ص ۲۴۰۔ ابواب الاحکام، باب ماجاء فی القاضی لا یقضی بین الخصمین حتی یسمع کلامہما۔ (امام ترمذی نے اس سند کو حسن کہا ہے۔)

اسی طرح حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجنے لگے تو حضرت معاذؓ نے دریافت کرنے پر عرض کیا کہ قرآن سے فیصلہ کروں گا اگر قرآن میں نہ ہوا تو سنت سے اور اگر سنت میں بھی نہ ہوا اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا نبی کریم ﷺ اس جواب کو سن کر مسرور ہوئے، معاذ کے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا۔

الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یرضی رسول اللہ۔ (۱۶)

(خدا کا شکر ہے کہ اس نے اپنے نبی کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی کہ جس سے اللہ کا رسول خوش ہو۔)

اسی طرح حکام، عمال اور قضاۃ کو نبی کریم ﷺ نے تحریری وثائق بھی عطا فرمائے جو امور قضاء میں ان کے رہنما کی حیثیت رکھتے تھے۔ مثلاً

عبداللہ بن عماد بن اکبر بن ربیعہ جو العلاء الحضرمی کے نام سے معروف ہیں کو نبی کریم ﷺ نے بحرین کا قاضی بنا کر بھیجنے کا فیصلہ فرمایا تو ان کو ایک طویل خط دیا جسے سب سے پہلے حارث بن اسامہ نے اپنی مسند میں ذکر کیا۔ (۱۷)

اس خط کا کچھ متن اقضیۃ الرسول میں بھی درج ہے (۱۸)

علاوہ ازیں نبی کریم ﷺ کے تمام عہد نامے، جاگیروں کے ملکیت نامے، امان نامے، بیع نامے، وقف نامے اور اس قسم کی دوسری دستاویزات بھی حدیث کے ان مجموعوں میں سے ہیں جو نبی کریم ﷺ نے خود املاء کرائیں۔

حصہ دوم

صحابہ کرامؓ کے تالیف کردہ مجموعہائے حدیث

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضؓ: ثمامہ بن عبداللہ بن انسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کے دورِ خلافت میں جب آپؓ نے انس رضی اللہ عنہ کو بحرین کے لیے روانہ کیا تو ان کو کتاب الصدقہ لکھوا کر ان کے حوالہ کی۔ یہ کتاب ان احادیث نبویہ پر مشتمل تھی۔ کہ جو صدقات و زکوٰۃ کے نصاب کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ سے

(۱۶) ابو داؤد کتاب السنن ج ۳: ص ۳۰۳ کتاب الاقضیہ، باب فی اجتہاد الرائی فی القضا (۱۷) یہ خط نبی کریم ﷺ نے ذلیقعدہ ۳ھ کو تحریر فرمایا۔ (۱۸) المالکی، ابی عبداللہ بن فرج۔ اقضیۃ رسول اللہ ﷺ بیروت، دار الکتب، ۱۹۸۲ء)۔ ص ۲۸

منقول تھیں)

امام بخاریؒ نے کتاب الزکوٰۃ میں باب العرض فی الزکوٰۃ سے باب   تک مختلف ابواب میں ان احادیث کو نقل کیا اور باب زکوٰۃ الغنم میں اس کا اکثر متن نقل کیا۔ (۱۹)

(۲: حضرت عمر فاروقؓ: امام مسلمؒ نے عتبہ بن فرقد کی روایت نقل کی ہے جبکہ وہ آذربیجان میں مقیم تھے حضرت عمر فاروق نے آپؓ کو ایک حدیث لکھ کر بھیجی کہ

"فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن لبوس الحریر فال الّا ھکذا ورفع لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصبعیہ الوسطی والسبابۃ اضمّہما قال زھیر قال عاصم ھذا فی الکتاب"۔ (۱۸)

دکیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشمی لباس سے منع فرمایا ہے اور آپؐ نے اپنی انگلیاں اٹھائیں ایک شہادت کی انگلی اور ایک بیچ کی انگلی اور دونوں انگلیوں کو ملایا، راوی، عاصم بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث اس خط میں لکھی ہوئی تھی۔)

(۳: حضرت عبداللہ بن عباس:

ابن سعد نقل کرتے ہیں۔

وضع عندنا کریب حمل بعیرا وعدل بعیر من کتب ابن عباس۔ (۱۹)

ہمارے پاس کریب نے ایک گدھے کے برابر ابن عباسؓ کی کتب رکھی تھیں)

صحیفۂ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

امام بخاریؒ اعمش عن ابراہیم التیمی عن ابیہ کی سند سے ایک روایت تخریج کی ہے جس میں حضرت علی بن ابی طالب کے ایک خطبہ کا ذکر ہے فرمایا۔

خطبنا علی فقال ما عندنا کتاب نقرءہ الّا کتاب اللہ وما فی ھذہ الصحیفۃ فقال فیہا

(۱۹) بخاری، محمد بن اسمٰعیل، امام، الجامع الصحیح، (بیروت، دار الاحیاء التراث العربی) ج ۲ ص ۱۴۴ تا ۱۴۷، باب العرض فی الزکوٰۃ تا، باب لاتوخذ فی الصدقۃ ھرمۃ ولا ذات عوارٍ ولا تیس الّا ماشاء المصدق، کتاب الزکوٰۃ

(۱۸) مسلم، الجامع الصحیح: ج ۶: ص ۴۰ باب تحریم استعمال اناء الذھب والفضۃ الخ، کتاب اللباس۔ (۱۹) ابن سعد، محمد بن سعد البصری، الطبقات الکبریٰ بیروت، دار صادر ۱۹۵۷) ج ۵: ص ۲۹۳: کریب ابن ابی مسلم)

جراحات واسنان الأبل والمدينة حرم ما بين عير إلى كذا۔ (۲۰)

(حضرت علیؓ نے ایک میں خطبہ دیا اور فرمایا کہ ہم تمہارے سامنے کتاب اللہ اور اس صحیفہ کے سوا کوئی چیز تلاوت نہیں کریں گے۔ اور فرمایا اس صحیفہ میں زخموں کی دیت اونٹوں کے دانت اور مدینہ کے حرم ہونے کے بارہ میں احکام ہیں۔)

معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کے پاس ایک مجموعہ حدیث تحریری شکل میں موجود تھا اور حضرت علیؓ کے نزدیک اگر کتاب اللہ کے بعد کوئی چیز تلاوت و استنباط احکام کے لائق تھی تو وہ مجموعہ حدیث رسول ﷺ تھا۔)

(۵) صحیفہ الصادقۃ:

عبداللہ بن عمرو بن العاص نے نبی کریم ﷺ کے فرامین کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا، جو عہد نبوی کے صحف میں سب سے زیادہ مشہور و معروف صحیفہ تھا۔ ابن اثیر کے مطابق اس صحیفہ میں ایک ہزار احادیث جمع تھیں (۲۱) یہ صحیفہ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔ اس صحیفہ کی صحت و ثقاہت پر دو شہادتیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

(۱) عبداللہ بن عمرو بن العاص نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا تھا کہ میں آپؐ کے اقوال تحریری شکل میں مرتب کرنے کی خواہش رکھتا ہوں۔ کیا آپؐ کا ہر قول لکھ لیا کروں۔ یا صرف وہ اقوال حطہ تحریر میں لایا کروں جو آپؐ نشاط و خوشی کی حالت میں فرمایا کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن عمرو العاص کے اس سوال کے جواب میں فرمایا۔

"اکتب فوالذی نفسی بیدہٖ ما خرج منہُ۔ الا حق واشار بیدہٖ إلی فیہِ (۲۲)

(ان دونوں لبوں کے درمیان (جو زبان ہے) اس سے کلمہ حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا)

"نبی کریم ﷺ کے اسی فتویٰ کی بنا پر حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے مجموعہ حدیث تیار کیا"،

(۲) ابن عاص کے اس مجموعہ حدیث اور دیگر صحف کی شہادت حضرت ابوہریرہؓ بھی دیتے ہیں۔

(۲۰) البخاری: الجامع الصحیح: ج ۴: ص ۱۲۲ کتاب الجہاد۔ باب ذمۃ المسلمین ، (۲۱) ابن اثیر، محمد بن عبدالکریم، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ، بیروت، مکتبہ اسلامیہ، ج ۳: ص ۲۲۲ (۲۲) حاکم نیشاپوری، محمد بن عبداللہ، المستدرک، حیدرآباد، دائرہ معارف، ۱۳۴۱ھ ج ۱: ص ۱۰۵، ۱۰۶

ما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم احد اکثر حدیثا عنہ منی الا ما کان من فانہ کان یکتب ولا اکتب۔ (۲۳)

صحابہ کرام میں مجھ سے زیادہ کوئی حافظِ حدیث نہیں سوائے عبداللہ بن عمرو بن العاص کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔

(۶۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ،

حضرت ابوہریرۃؓ قبول اسلام کے بعد حدیث کے حفظ میں مشغول ہو گئے تھے اپنی زندگی کو انہوں نے علم حدیث کے لیے وقف کر دیا تھا، عہد رسالت میں تو انہوں نے احادیث کی کتابت نہ کی تھی بلکہ صرف حفظ پر دار مدار کیا تھا، جیسا کہ خود ان کے اپنے قول سے ظاہر ہوا۔ حضرت ابوہریرۃ اعلیٰ درجہ کے قوتِ حافظہ کے مالک تھے۔ اور اپنی اس خوبی میں اہل عرب میں ایک امتیازی مقام رکھتے تھے۔ امام حاکم نے مستدرک میں حضرت ابوہریرۃؓ کی ذکاوت و فہم و فراست کا ایک واقعہ انؒ الفاظ میں نقل کیا ہے۔

"ایک مرتبہ مروان نے حضرت ابوہریرۃؓ کا امتحان لینا چاہا، اس نے ایک کاتب کو چھپا کر بٹھا دیا۔ اور ابوہریرۃؓ سے ایک خاص موضوع پر احادیث پوچھنا شروع کیں۔ وہ بیان کرتے جاتے تھے اور کاتب در پردہ ان سے لکھتا جاتا تھا۔ دوسرے سال پھر انہوں نے اسی طریقہ سے حدیثیں پوچھیں۔ اس سال بھی، انہوں نے بلا کم و کاست اسی طرح حدیثیں بیان کر دیں۔ جس طرح پچھلے سال کی تھیں۔ یہاں تک ترتیب میں بھی کوئی فرق نہیں آیا۔ (۲۴)

اس ذہانت و فطانت کے باوجود حضرت ابوہریرۃؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جسقدر روایات سنی تھیں، انہیں احاطۂ تحریر میں لے آئے۔ اس بات کا ثبوت ان کے تلمیذ حسن بن عمرو کے بیان سے ملتا ہے۔ کہ میں نے ابوہریرۃ کے سامنے ایک حدیث بیان کی۔ انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا، میں نے کہا یہ حدیث تو میں نے آپؓ ہی سے سنی ہے تو ابوہریرۃؓ نے فرمایا۔

"ان کنت سمعتہ منی، فھو مکتوب عندی" (اگر یہ حدیث تم نے مجھ سے سنی ہے تو یہ ضرور میرے پاس لکھی ہوئی ہوگی) راوی بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد ابوہریرۃؓ مجھے ہاتھ پکڑ کر گھر میں لے گئے۔

(۲۳) بخاری، الجامع الصحیح، ج ۱: ص ۳۹، کتاب العلم، باب کتابۃ العلم (۲۴) حاکم نیشاپوری، کتاب مذکور، ج ۳: ص ۵۱۰۔ کتاب معرفۃ الصحابۃ، امام حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

اور مجھے بہت ساری کتب دکھائیں جن میں احادیث لکھی ہوئی تھیں، ہم نے اس میں وہ حدیث تلاش کر لی تو فرمایا "میں نے تجھ کو کہا نہ تھا کہ اگر تو نے مجھ سے سنی ہے تو ضرور میرے پاس لکھی ہوئی ہوگی" (۲۵)

اس سے معلوم ہوا کہ ابوہریرہ نبی کریم ﷺ کی سنی ہوئی تمام احادیث جن کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) ہے مختلف کتب میں تحریر کر لی تھیں۔

۷۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ:

حضرت انسؓ دس سال تک حضورؐ کی خدمت میں گھر کے ایک فرد کی طرح رہے۔ حضرت انسؓ نے نہ صرف عہد رسالت میں ہی حدیث کے بہت سے تحریری مجموعے تیار کر لیے تھے۔ بلکہ از روئے احتیاط، نبی کریم ﷺ کو سنا کر ان سے توثیق بھی حاصل کر لی تھی۔ ان کے ایک شاگرد معبد بن بلال کی ایک روایت حاکم مستدرک میں نقل کرتے ہیں۔

"کنا اذا اکثرنا علیٰ انس بن مالک رضی اللہ عنہ اخرج الینا مجال عندہ - فقال ھٰذہٖ سمعتہا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکتبتہا وعرضتہا علیہ - (۲۶)

(ہم جب حضرت انس سے زیادہ اصرار کرتے تو وہ بیاضیں نکال کر لاتے اور ہم کو دکھا کر یہ فرماتے یہ وہ تمام حدیثیں ہیں جو میں نے نبی کریم ﷺ سے سنیں اور پھر آپ کو پڑھ سنائیں)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے پاس متعدد صحف تحریری شکل میں موجود تھے۔

۸۔ عبید ابن ابی رافع رضی اللہ عنہ:

حضرت ابن ابی رافعؓ نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپؓ نے نبی کریم ﷺ سے حدیث لکھنے اجازت طلب کی۔ نبی کریم ﷺ اس کی اجازت دے دی۔ (۲۷)

آپؓ کے ان تحریری صحف کا ثبوت ابن سعد کی ایک روایت سے ملتا ہے۔

---

(۲۵) ابن عبداللہ، ابو عمر یوسف قرطبی۔ جامع بیان العلم وفضلہ، مصر، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ، ج ۱: ص ۷۴۔

(۲۶) حاکم، المستدرک، ج ۳: ص ۵۷۳، ۵۷۴ (کتاب معرفۃ الصحابۃ، ذکر انس بن مالک)

(۲۷) محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، صحیفہ ہمام بن منبہ، فیصل آباد، ملک سنز، ۱۹۸۲، ص ۲۷۔

روى عن علي بن ابي طالب وكتب له وكان ثقة كثير الحديث (۲۸)

۹۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ م ۷۸ھ

علم اسماء الرجال کی کتب کے مطالعہ سے جابر بن عبداللہ کے ایک صحیفہ کا بھی علم ہوتا ہے۔ علامہ ابن حجر نے اس کا ذکر قتادہ کے ذکر کے ضمن میں کیا ہے جہاں وہ قتادہ کے حافظہ کو بیان کرتے ہیں

کان قتادة احفظ من اهل البصرة لم يسمع شيئاً الا حفظه وقرئ عليه صحيفة جابر مرة واحدة فحفظها ۔" (۲۹) (قتادہ اہل بصرہ میں سب سے زیادہ قوتِ حافظہ کے مالک تھے، آپؒ کوئی بھی چیز اگر ایک مرتبہ سن لیتے تو وہ حفظ ہو جاتی۔ آپؒ کے سامنے حضرت جابر کا صحیفہ پڑھا گیا اور وہ آپؒ کو حفظ ہو گیا)

امام بخاریؒ اپنی کتاب التاریخ الکبیر میں قتادہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ قتادہ نے سعید بن عروبہ سے کہا۔

" امسك على المصحف، فقرأ البقرة فلم يخط حرفاً، فقال يا ابا النصر لانا لصحيفة جابر أحفظ مني لسورة البقرة ۔ (۳۰)

(قرآن کریم پر نظر رکھو، پھر قتادہ نے سورۃ بقرۃ کی تلاوت کی اور ایک کی بھی غلطی نہیں کی۔ اور فرمایا کہ صحیفہ جابرؓ مجھے سورۃ بقرہ سے بھی زیادہ یاد ہے۔)

ڈاکٹر حمید اللہ کے مطابق حضرت جابر کا یہ صحیفہ خطبہ حجۃ الوداع اور مناسک حج کے متعلق دیگر روایات پر مشتمل ہوگا۔ (۳۱)

جابر بن عبداللہ مدینہ منورہ میں وفات پانے والے صحابہ کرام میں آخری صحابی ہیں۔

۱۰۔ عبداللہ بن ابی اوفیٰ م ۸۶ھ جن صحابہ کرام کی وفات کوفہ میں ہوئی۔ ان میں آپؓ آخری صحابی ہیں۔

(۲۸) ابن سعد، الطبقات (ج ۵ : ص ۲۸۲ (طبقة الموالی) (۲۹) ابن حجر، شہاب الدین ابی الفضل احمد بن علی العسقلانی، تہذیب التہذیب ۴۳۵ حیدر آباد دکن ۱۳۲۶ھ ج ۸ : ص ۳۵۵ :

(۳۰) بخاری، محمد بن اسمٰعیل، کتاب، التاریخ الکبیر (۸۲۷) حیدر آباد، دائرۃ معارف، ۱۳۶۰ ج ۴ : ص ۱۸۶

(۳۱) حمید اللہ صحیفہ، ص : ۲۰

آپ نے بھی کچھ احادیث پر مشتمل ایک مجموعہ تحریری شکل میں مرتب کیا تھا۔ سالم جو آپ کے کاتب تھے، آپ کی وہ احادیث نقل کر لیا کرتے تھے جو آپ خطوط کے ذریعہ دوسرے لوگوں کو لکھا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں ایم ایم عاظمی نے ابو تمنا کے حوالہ سے لکھا ہے۔

(32) Azmi, Muhammad Mustafa.
Studies in Early Hadith Literature, (Indiana - 1978) p.43.

(33) Azmi.opc. p.46.

(34) Azmi opc. pp. 50-60

۱۱۔ عبداللہ بن زبیرؓ م ۷۳ھ

عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنے تلمیذ عبداللہ بن عتبہ کو چند فتاویٰ پر مشتمل ایک خط لکھا تھا جس میں انہوں نے کچھ احادیث نقل کی تھیں ۔ (۳۴)

علاوہ ازیں عاظمی نے مندرجہ ذیل صحابہ کرام کے تحریری مجموعات کا ذکر کیا ہے۔

۱۲۔ اسماء بنت عمیس ۔ م ۴۰ھ کے بعد ۔

۱۳۔ البراء بن عاذب ۔ م ۷۲ھ ۔

۱۴۔ الدخاخ بن تنیس ۔ م ۶۵ھ

۱۵۔ فاطمہؓ بنت محمدؐ ۔ م ۱۱ھ

۱۶۔ حسن بن علیؓ ۔ م ۵۰ھ

۱۷۔ جابر بن سمرہ ۔ م ۷۴ھ

۱۸۔ مغیرہ بن شعبہ ۔ م ۵۰ھ

۱۹۔ رافع بن خدیج ۔ م ۷۴ھ

۲۰۔ سعد بن عبادۃ ۔ م ۱۵ء

"Abd Allah b. Abu Awfa wrote some ahadith of the Prophet (S.A.W) regarding the law of war and sent them to Umar." (32)

۲۱۔ سہل بن سعد الساعدی۔ م ۹۱ھ
۲۲۔ سلمان فارسی۔ م ۳۶ھ
۲۳۔ سمرۃ بن جندب۔ م ۵۹ھ۔
۲۴۔ ابی بن کعب۔ م ۲۲ھ۔
۲۵۔ اسید بن حضیر
۲۶۔ زید بن ارقم۔ م ۶۶ھ۔
۲۷۔ زید بن ثابت م ۴۵ھ۔ (۳۴)
۲۸۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ
۲۹) حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت عائشہؓ لوگوں کی فرمائش پر وقتاً فوقتاً حدیثیں لکھ کر بھیجتی رہتی تھیں
۳۰۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ (۳۵)

ان اشارات سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ کہنا کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں حدیث کا تحریری شکل میں کوئی مستند مجموعہ نہ تھا۔ تاریخ سے عدم واقفیت اور ضد وعناد پر مبنی ہے۔ یہ تو چند صحف ہیں جو ذکر کیے گئے کتبِ تاریخ کے عمیق مطالعہ سے بیسیوں اور بھی ایسے مجموعات کا انکشاف ہو سکتا ہے چند ایک کا ذکر صرف اعتراض کے جواب کے طور پر کر دیا۔ صحابہ کرام کے یہ وہ صحف ہیں۔ جن میں چند احادیث کا مجموعہ ہے۔ ان میں وہ مکاتیب شمار نہیں کیے گئے جن میں ایک دو احادیث منقول ہیں۔ ان مجموعوں میں وہ مجموعہائے حدیث بھی آئے۔ جو نبی کریم ﷺ نے خود املاء کرائے اور مہر نبوت ثبت فرمائی اور ایسے مجموعات کا بھی ذکر آیا کہ جو صحابہؓ کرام نے نبی کریم ﷺ کے سامنے تلاوت کر کے اس کا تصدیق حاصل کی۔

مذکورہ بالا مجموعہائے حدیث میں اکثریت ایسے ہیں کہ جو نبی کریم ﷺ کی حیوۃ مبارکہ میں ہی تیار ہو گئے تھے۔

مزید یہ کہ تحریر ہی پر حفاظت کا تمام دارومدار نہیں تھا۔ اہل مکہ اور خصوصاً قریش اسقدر ذہین

---

(۳۵) عجاج الخطیب، محمد السنۃ قبل التدوین، (قاہرہ، مکتبہ وھبہ، ۱۹۶۳) ص ۳۲۰۔

اور فطین واقع ہوئے تھے کہ پورا پورا دیوان ایک مرتبہ ہی سن کر حفظ یاد کر لیتے تھے۔ عرب، خصوصاً قریش یاد رکھنے کے لیے لکھنے کو عیب اور کند ذہنی سے تعبیر کیا کرتے تھے ان کے نزدیک وہ شخص شاعر نہ ہوتا تھا جس کے سامنے پانچسو شعر پڑھے جائیں اور پھر پوچھا جائے کہ بتاؤ ان میں مدح کا شعر کونسا تھا اور وہ سنانے میں کچھ توقف سے کام لے۔

قریش کی یہ ذہانت و فطانت صحابہ کرامؓ میں بھی بدرجہ اتم و اکمل موجود تھی، حضرت ابوہریرہؓ کی ذکاوت کا ایک واقعہ حضرت ابوہریرہؓ کے ذکر کے ضمن میں گزر چکا۔ پھر اس پر مستزاد یہ کہ نبی کریم ﷺ خود بھی یہ چاہتے تھے کہ صحابہ کرام آپ کے اقوال بغور سنیں، انہیں ذہن نشین کریں۔ اور انہیں حفظ یا کتابت کے ذریعہ محفوظ کر کے دوسرے لوگوں تک پہنچائیں۔ امام بخاری ایک روایت نقل کرتے ہیں جس سے نبی کریم ﷺ کے طرز تکلم کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے۔

"عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اذا تکلم بکلمۃ اعادھا ثلاثا حتی تفہم عنہ۔" (۳۳)

(حضرت انسؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ کوئی لفظ بولا کرتے تو اس کو تین مرتبہ لوٹاتے تاکہ مخاطب کو سمجھ میں آجائے۔)

اس کے علاوہ نبی کریم ﷺ سے کتابت حدیث کا بارہا حکم مذکور ہے۔ سال فتح مکہ کا ایک واقعہ بخاری میں مذکور ہے کہ قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص نے بنولیث کے آدمی کو اپنے مقتول کے عوض قتل کر دیا تھا۔ آپ کو خبر ہوئی تو آپ نے اپنی سواری پر ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ ابوہریرہؓ جو اس حدیث کے راوی ہیں بیان کرتے ہیں۔

"فجاء رجل من اھل الیمن، فقال اکتب لی یارسول اللہ فقال اکتبوا لأبی فلان۔" (۳۶)

(پس اہل یمن میں سے ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور درخواست کی کہ آپ مجھے یہ خطبہ لکھوا دیں، آپ نے حکم دیا کہ ابوفلاں کے لیے یہ لکھ دیا جائے۔)

امام ترمذیؒ نے ابوہریرہؓ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ انصار میں سے ایک شخص نے اپنے سوء حفظ کی شکایت کی جبکہ وہ نبی کریم ﷺ کے اقوال کو پسند کیا کرتا تھا اور خواہشمند تھا کہ میں انہیں حفظ کر لوں تو آپ نے فرمایا۔

۳۶۔ بخاری، الجامع الصحیح، ج ۱، ص ۲۱، باب من اعاد الحدیث ثلاثا لیفہم عنہ کتاب العلم

"استعن بیمینک واومأ بیدہ الخط" ۔ (۳۷) (آپؐ نے فرمایا کہ اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لیا کرو اور ہاتھ سے لکھنے کا اشارہ کیا) ترمذی ہی میں وہ مشہور اور معروف واقعہ بھی مذکور ہے جبکہ خطبہ حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ نے ابوشاہ کو خطبہ لکھوانے کا حکم دیا تھا۔ (۳۸)

اسطرح صحابہ کرام نے اہتمام کے ساتھ تحریر و تحفیظ کے ذریعہ حدیث کی حفاظت کی۔ مزید یہ کہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر صحابہ کرام، ایک حدیث بھی نہ تحریر کرتے اور نہ ہی کسی حدیث کے حفظ کا ثبوت ملتا۔ تب بھی حفاظت حدیث پر یہ چیز اثر انداز نہ ہوتی۔ کیونکہ صحابہ کرام کی زندگیاں، نبی کریم ﷺ کی سیرت کا عملی پیکر تھیں۔ احکام شرعیہ یا حدیث کے خلاف کوئی عمل یا کوئی قول ان کے نزدیک روا نہیں تھا، (جس کی چند مثالیں گزر چکیں) زندگی کے ہر شعبہ میں نبی کریم ﷺ کی سنت کو اختیار کرنا، آپؐ کی عادات اپنانا اور آپؐ کے معمولات سفر و حضر کو اختیار کرنا صحابہ کرام کی زندگیوں کا شعار تھا۔ ہر ہر صحابی کی زندگی اپنی جگہ نبی کریم ﷺ کی سیرۃ طیبہ کا ایک عملی پیکر و نمونہ تھا۔

علامہ ابن اثیر نے ایک واقعہ نقل کیا ہے جس سے عبداللہ بن عمرؓ کی کثرتِ اتباع سنت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ رضی اللہ عنہما جب کسی سفر کے لیے مدینہ طیبہ سے روانہ ہوتے، تو جہاں رسول کریم ﷺ نے پڑاؤ کیا تھا، وہاں پڑاؤ کرتے۔ جس درخت کے سایہ میں حضورؐ نے آرام فرمایا تھا، وہاں آرام کرتے"۔ (۳۹)

افعالِ اختیاریہ میں اس کامل اتباع اور اکمل پیروی کا نتیجہ یہ ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے عادات و خصال میں بھی توافق و یگانگت پیدا کر دی تھی اور صحابۂ رسولؐ میں بھی وہی عادات پائی جاتی تھیں۔ جو نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں۔ استشہاد کے طور پر ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے جس سے نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق کی عادات میں باہم توافق کا ثبوت ملتا ہے۔

غار حرا میں نبی کریم ﷺ پر جب پہلی وحی نازل ہوئی۔ آپؐ گھر تشریف لائے اور حکم دیا کہ مجھے چادر اڑھائی جائے۔ اس موقع پر حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کی تشفی کے لیے جو کلمات کہے وہ امام بخاری نے

---

(۳۷) ترمذی، الجامع الترمذی، جلد ۲: ص ۲۷۵: باب فی الرخصۃ فیہ ابواب العلم، (۳۸) حوالہ بالا

(۳۹) ابن اثیر، اسد الغابہ ج ۳: ص ۲۲۷

باب بدء الوحی إلی رسول اللہ ﷺ میں نقل کیا۔

"کلاّ واللہ ما یخزیك اللہ ابداً انك لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علیٰ نوائب الحق۔" (۴۰)

(ہرگز نہیں، خدا آپ کو کبھی ناکام نہ کریگا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، ناتوانوں کا بوجھ اپنے اوپر لیتے ہیں، محتاجوں کے لیے کماتے ہیں، مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں، حق کی راہ میں مصیبتیں اٹھاتے ہیں)

علامہ ابن کثیر کی ایک روایت کے مطابق جسے انہوں نے محمد بن مسلم الزہری، عن عروۃ عن عائشہ کی سند سے نقل کیا ہے۔ ۵ نبوی میں جب اہل مکہ کے مظالم کی شدت میں اضافہ ہوا۔ اور اہل اسلام حبشہ کی طرف ہجرت کرنے لگے، حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی حبشہ کی طرف ہجرت کے ارادہ سے مکہ سے نکلے، ابھی ایک یا دو روز کے فاصلہ پر پہنچے تھے۔ کہ ابن الدغنہ سے آپؓ کی ملاقات ہوئی جب اسے یہ معلوم ہوا کہ آپؓ ہجرت کرنے کے ارادہ سے نکلے ہیں، ابن الدغنہ نے کہا۔

"فواللہ انك لتزین العشیرۃ وتعین علی النوائب وتفعل المعروف وتکسب المعدوم، إرجع فأنك فی جواری۔" (۴۱)

(خدا کی قسم تم صلہ رحمی کا حق ادا کرتے ہو۔ لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہو، نیکی اور بھلائی کرتے ہو۔ حق کی اعانت کرتے ہیں، محتاجوں کے لیے کماتے ہیں، آپؓ لوٹ جائیں، آپ میری پناہ میں ہیں) اوصاف وعادات میں یہ تطابق اس کامل وبے چون وچگون اطاعت کا نتیجہ ہے جو صحابہؓ کے قلوب میں دریا کی طرح موجزن تھی۔

(۴۰) بخاری، الجامع الصحیح ج ۱: ص ۱۲، باب بدء الوحی۔

(۴۱) ابن کثیر، ابی الفداء اسمٰعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ، (لاہور، مکتبہ قدوسیہ ۱۹۸۴) ج ۳: ص ۹۴

حصّہ سوم عہد ترقی:

تابعین کے مرتب کردہ مجموعات:

(دوسری صدی ہجری میں جبکہ وہ حضرات جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی حیوٰۃ مبارکہ اور آپ کی سیرت طیبہ کو براہِ راست دیکھا تھا، آہستہ آہستہ خالقِ حقیقی سے ملنے لگے تو اس بات کی ضرورت زیادہ شدت سے محسوس کی گئی کہ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کو محفوظ کرنے کے لیے ترتیب و تحریر پر زیادہ زور دیا جائے۔ مزید یہ کہ اسلام اب پھیلتا جا رہا تھا اور عجمی لوگ اسلام میں فوج در فوج داخل ہو رہے تھے۔ ان عجمیوں کی قوتِ حافظہ عربوں کی طرح نہ تھی۔ نہ یہ لوگ زبان عربی پر عربوں کی طرح قادر تھے۔ اور بقول ابن خلدون علمی تحقیق و ترتیب میں عربوں کی نسبت زیادہ دلچسپی رکھتے تھے۔

"والسبب فی ذلک ان الملۃ فی اوّلھا لم یکن فیھا علم ولا صناعۃ لمقتضیٰ احوال السذاجۃ والبداوۃ وانما احکام الشریعۃ التی ھی اوامر اللہ ونواھیہ کان الرجال ینقلونھا فی صدورھم۔(۴۲)

(اور اس میں سبب یہ کارفرما تھا کہ ملت اسلامیہ میں قرآنِ اول میں علم اور صنعت و حرفت سے دلچسپی نہ تھی۔ عرب کی سادگی اور صحرا نشین طبیعت کی وجہ سے جہاں تک احکام شرعیہ کا تعلق ہے وہ سینہ در سینہ نقل ہو رہے تھے) آگے چل کر ابن خلدون لکھتا ہے۔

فلما بعد النقل من لدن دولۃ الرشید احتیج الیٰ وضع التفاسیر القرآنیۃ وتقیید الحدیث مخافۃ ضیاعہ (۴۳)

(ہارون الرشید اور اسکے بعد کے زمانہ میں ضرورت محسوس ہوئی اس بات کی کہ آیات قرآنیہ کی تفاسیر مرتب کی جائیں اور احادیث کو احاطۂ تحریر میں لایا جائے تاکہ وہ ضیاع سے بچ جائیں۔)

(صحابہ کرام کے دور میں بھی اگرچہ تحریری احادیث کا سلسلہ موجود تھا، لیکن یہ صرف ذخیرہ کو جمع کرنے کی حد تک محدود تھا۔ اس میں ترتیب و تبویب اور تحقیق و تدوین موجود نہ تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے دور خلافت میں ابن حزم کو یہ فرمان جاری کیا۔

"وکتب عمر بن عبد العزیز الیٰ ابن حزم ان یکتب لہٗ احادیث عمرۃ۔" (۴۴)

(۴۲-۴۳) ابن خلدون، عبدالرحمٰن، مقدمۃ ابن خلدون، (بیروت۔) ص ۵۴۳ (۴۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب (۲۸۵۱، ذکر عمرۃ بنت عبدالرحمٰن ج ۱۲: ص ۴۳۹

(عمر بن عبدالعزیزؒ نے ابن حزم کو لکھا کہ مجھے عمرۃ بنت عبدالرحمٰن کی حدیثیں لکھ کر بھیجو)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا یہ فرمان ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم تک محدود نہ رہا۔ بلکہ عالم اسلام میں آپؓ نے اس فرمان کی اشاعت کی اور اسوقت کے دارالخلافہ دمشق میں جو احادیث جمع ہوئیں، ان کی نقول عالم اسلامی میں پھیلادیں۔

عمر بن عبدالعزیزؒ کے اس فرمان کے بعد تدوین و تبویب حدیث کا باقاعدہ سرگرمی کے ساتھ آغاز ہوا۔ اور علم حدیث کو مختلف پہلوؤں سے جمع و مدون کیا جانے لگا۔ چنانچہ اس دور میں علم حدیث کے حوالہ سے مختلف فنون اور شعبوں پر کتب تالیف کی جانے لگیں۔

(ابن شہاب زہریؒ (۵۰ھ ــــــ ۱۲۴ھ)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ابن حزم عامل مدینہ کے علاوہ جن دو شخصیتوں کو تدوین حدیث کا فرض سونپا تھا ان میں محمد بن ابی بکر اور محمد بن مسلم بن شہاب زہری بھی تھے۔ ائمہ اسماء الرجال کے نزدیک ابن شہاب زہری کبار ثقات میں سے ہیں جس سند میں ابن شہاب زہری موجود ہوں، دوسری سندوں کے مقابلہ میں وہ اعلیٰ شمار کی جاتی ہے۔

ابن حجر لکھتے ہیں۔

" وقال النسائی احسن اسانید تروی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعۃ، الزھری عن علی بن الحسین عن ابیہ عن جدہ، والزھری عن عبید اللہ عن ابن عباس، وایوب عن عبیدۃ عن علی، ومنصور عن ابراھیم عن علقمۃ۔ (۲۵)

(امام نسائیؒ نے فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے نقل کردہ روایات میں عمدہ ترین چار سندیں ہیں، زہری عن علی بن حسین عن حسین عن علی، زہری عن عبیداللہ عن ابن عباس، ایوب عن عبیدۃ عن علی اور منصور عن ابراہیم عن علقمہ) یعنی امام نسائیؒ کے نزدیک مجموعہائے اسناد میں چار عمدہ ترین طرق ہیں۔ جن میں سے دو کی ابتداء زہری سے ہوتی ہے۔ جمع و تدوین حدیث سے زہری کو اسقدر شغف تھا کہ وہ حصول حدیث کے لیے ہر قسم کی مشقت و تکلیف برداشت

---

(۲۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب (۷۳۱) ج ۹: ص ۴۴۸

کرنے کیلیے تیار رہتے تھے۔ آپؒ نے گھر گھر جاکر بوڑھوں، جوانوں، حتیٰ کہ عورتوں سے بھی حدیثیں حاصل کیں۔ ابن حجر ان کے اس شوق اور طلبِ حدیث ان کی کاوشوں اور محنتوں کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

"وقال ابراھیم بن سعد بن ابراھیم خلت لابی فما فاتکم ابن شھاب قال کان یأتی المجالس من صدورھا ولا یلقی فی المجلس کھلا الا سائلہ ولا شابا الا سائلہ ثم یاتی الدار من دور الانصار فلا یلقی فیھا شابا الا سائلہ ولا کھلا ولا عجوزا ولا کھلۃ الا سائلہ حتی یحاول ربات الحجال۔ (۴۶)

(ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بیان کرتے ہیں، میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ ابن شہاب آپ پر کس طرح فوقیت لے گئے۔ فرمایا وہ مجلس علمی میں پہلے آتے تھے۔ اور مجلس میں کوئی بوڑھا یا نوجوان ایسا نہ ہوتا تھا جس سے وہ سوال نہ کرتے ہوں، پھر انصار کے گھروں میں سے کسی گھر جاتے اور وہاں بوڑھا، جوان، بوڑھی یا ادھیڑ عمر کی عورت جو بھی ملتا، اس سے سوال کرتے حتیٰ کہ پردہ دار خواتین سے بھی۔)

امام زہری کے متعلق خطیب لکھتے ہیں۔

کان الزھری أول من استجاب لطلب خلیفۃ عمر بن عبد العزیز، فدوّن لہ السنن فی دفاتر ثم وزع الخلیفۃ علیٰ کل أرض لہ علیھا سلطان دفترا، واجمع العلماء علیٰ انہ کان اول من دون السنۃ۔ (۴۷)

(زہری پہلے شخص ہیں جنہوں عمر بن عبدالعزیز کے فرمان کے جواب میں، حدیث کے دفاتر مدوّن کیے اور پھر خلیفہ نے وہ تمام دفاتر اپنی زیرنگیں سلطنت میں تقسیم کر دیئے، علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ زہری پہلے شخص ہیں جنہوں تدوین حدیث کی) علماء کے اس قول کی مراد یہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کی خواہش اور ان کے فرمان پر حدیث کی تدوین و ترتیب کرنے والوں میں زہری سب پر فوقیت لیے ہوئے ہیں۔

عمر بن عبدالعزیز کی ہدایت پر مرتب کی جانے والی احادیث کے علاوہ ابن شہاب نے نبی کریم

---

(۴۶) ایضاً: ص ۴۴۹ ۔ (۴۷) الخطیب محمد عجاج۔ السنۃ قبل التدوین (قاہرہ۔ ۱۹۶۳) ص ۴۹۴

کی سیرۃ پر ایک کتاب مرتب کی جو سیرت نبوی پر پہلی کتاب ہے (۴۸)

ابن شہاب زہری کے علاوہ اس دور میں عالم اسلام میں حدیث کی تدوین اور کتب حدیث کی مبوب تالیف شروع ہوگئی، صحابہ کرام کا دور محض جمع و کتابت حدیث کا تھا۔ تابعین کا یہ دور حدیث کی تدوین و تبویب کا تھا کہ جن میں کتب حسب مسائل فقہیہ و نظریہ و عقیدہ باقاعدہ ترتیب دی گئیں۔ تفصیل کو طوالت کے خوف سے ترک کیا جاتا ہے۔ اس دور کی اہم کاوشوں کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج البصری۔	مکہ
۲۔ مالک بن انس۔	مدینہ
۳۔ محمد بن اسحاق۔	"
۴۔ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب آپ نے ایک موطاء تالیف کی جو مؤطاء امام مالک سے زیادہ بڑی تھی۔	مدینہ
۵۔ ربیع بن صبیح	بصرہ
۶۔ سعید بن ابی عروبہ	بصرہ
۷۔ حماد بن سلمۃ	بصرہ
۸۔ سفیان ثوری (۹۷ - ۱۶۱ھ)	کوفہ
۹۔ معمر بن راشد۔ (۹۵ھ - ۱۵۳ھ)	یمن
۱۰۔ امام عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی (۸۸ - ۱۵۷ھ)	شام
۱۱۔ عبداللہ بن مبارک (۱۱۸ - ۱۸۱ھ)	خراسان
۱۲۔ ہشیم بن بشیر (۱۰۴ - ۱۸۳ھ)	واسط
۱۳۔ جریر بن عبدالحمید (۱۱۰ - ۱۸۸ھ)	رے
۱۴۔ عبداللہ بن وہب (۱۲۵ - ۱۹۷ھ)	مصر

یہ وہ کبار تابعین تھے جنہوں نے مختلف ابواب قائم کر کے ان سے متعلق احادیث جمع کیں۔ اور اس طرح سارے عالم اسلام میں علم حدیث کی تدوین کا کام دوسری صدی ہجری میں سرگرمی کے ساتھ ہوتا رہا۔

(۴۸) الکتانی، الرسالۃ، ص ۸۹

امام شعبی مذکورہ تمام محدثین سے مقدم ہیں۔ (۴۹)
(محدثین کے اس دور میں جو خدمت سب سے بلند پایہ، جو تالیف عظیم المرتبت تسلیم کی گئی، وہ امام مالک کی موطا تھی۔ کہ جس کو علمی دنیا نے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا۔ امام مالکؒ نے اعلیٰ بلیغ انداز میں احادیث جمع کیں۔ اور ساتھ ہی تعامل اہل مدینہ اور صحابہ کرام کے فتاویٰ بھی نقل کیے امام مالکؒ کی یہ علمی کاوش پہلی جامع ترین کاوش تھی۔)

موطا کے بعد مسانید کا دور آتا ہے اور اس دور میں سب سے پہلی مسند، ابو داؤد طیالسی (۱۳۳ - ۲۰۴ھ) نے تالیف کی۔ اس کتاب میں باعتبار اسناد احادیث کو جمع کیا گیا۔ اسی طرز پر بعد میں اسد بن موسیٰ الاموی م ۲۱۲ھ، عبید اللہ بن موسیٰ العبسی م ۲۱۳ھ، مسدد البصری م ۲۲۸ھ نعیم بن حماد الخزاعی المصری، م ۲۲۸ھ، امام احمد بن حنبل (۱۶۴ - ۲۴۱ھ) اسحٰق بن راہویہ (۱۶۱ - ۲۳۸ھ) اور عثمان بن ابی شیبہ (۱۵۶ - ۲۲۹ھ) نے بھی تالیفات مرتب کیں۔ جن میں امام احمد بن حنبل کی مسند کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔

دوسری صدی ہجری کے آخر میں ۱۹۴ھ میں امام المحدثین محمد بن اسمٰعیل بخاری پیدا ہوتے ہیں۔ اور تیسری صدی کی ابتداء میں مسلم بن حجاج ۲۰۴ھ، امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث السجستانی ۲۰۲ھ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی ۲۰۹ھ میں احمد بن شعیب الخراسانی النسائی ۲۱۵ھ اور ابن ماجہ ۲۰۷ھ میں پیدا ہوئے گویا ۱۹۴ھ سے ۲۱۵ھ تک کے ۱۹ سالوں میں جبال علوم پیدا ہوئے اور ان حضرات نے جو جوامع و سنن مرتب کیں۔ وہ صحاح ستہ کہلائیں۔ ان حضرات یا ان کی تالیفات کے تعارف کی حاجت و ضرورت نہیں۔ یہ حضرات تو اس مقام پر فائز تھے۔ کہ آج تک کے مؤلفین اپنی کتب و تالیفات کا تعارف و شہرت ان حضرات گرامی کی مدد سے حاصل کر رہے ہیں۔

(جمع و تدوین حدیث کا یہ اعلیٰ ترین دور ہے اور ائمہ صحاح ستہ پر آ کر تدوین حدیث کا کام جو صحابہ کرام اور تابعین عظام سے شروع ہوا تھا۔ اختتام پذیر ہوا۔)

(صحاح ستہ میں تمام احادیث ہر مؤلف کے اپنے معیار اور شرائط کے مطابق جمع کی گئی ہیں جو احادیث بخاری و مسلم میں منقول ہیں وہ صحت کے اعلیٰ ترین معیار پر سمجھی جاتی ہیں۔ اسی لیے ان کا نام

---

(۴۹) خطیب، محمد العجاج۔ السنۃ قبل التدوین (قاہرہ مکتبہ وہبۃ ۱۹۶۳ء) ص ۲۲۷

صحیحین رکھا گیا۔ صحاح ستہ ایسی کتب ہیں کہ جو ہر کتاب اپنے اپنے مقام پر کثیر کتب کی تصنیف و تالیف کا سبب بنی اور آج اکثر محدثین کی تالیفات و تصنیفات کا محور یہی صحاح ستہ ہیں، کہ ان کی مختلف زبانوں اور مختلف پہلوؤں سے شروحات مرتب کی جارہی ہیں۔

جمع و تدوین حدیث کے سلسلہ میں تیسری صدی اہمیت کا مقام رکھتی ہے کہ اسی صدی میں تدوین حدیث اپنے عروج و کمال کو پانے والی ہوئی۔ اور اس دور کے محدثین نے حق و باطل صدق و کذب صحیح و موضوع کو نمایاں و ممتاز کر دیا۔ ائمہ صحاح ستہ کا امت پر یہ ایک ایسا احسان ہے کہ امت اس کا حق ادا کرنے سے قاصر ہے۔

تیسری صدی کی مبارک خدمات کے آثار و انوار باقی تھے، کہ چوتھی صدی ہجری کا سورج طلوع ہوا۔ اور آفتاب تدوین حدیث نے ایک نیا رخ اختیار کیا۔ درحقیقت چوتھی صدی ہجری کی خدماتِ حدیث طرز قدیم اور طریقۂ جدید کے درمیان ایک حد فاصل ہیں۔

تیسری صدی ہجری تک کے محدثین کا انداز تالیف سماعِ حدیث پر مبنی تھا۔ وہ سابقہ تحریری مجموعوں کے اعتماد پر براہِ راست سماع کو ترجیح دیتے تھے۔ اس سلسلہ میں امام بخاریؒ کی شرائط سب سے زیادہ سخت تھیں۔ کہ امام مسلم کے نزدیک روایت نقل کرنے کے لیے محض ہم عصر ہونا کافی ہوتا تھا۔ جبکہ امام بخاری کے نزدیک ثبوتِ لقاء ضروری تھا۔

جبکہ چوتھی صدی ہجری کے محدثین نے زیادہ کتب سابقہ پر مدار کیا اور بجائے سند ذکر کرنے کے صحابی سے روایت کو نقل کیا اور اصل کتاب کا حوالہ دیا۔ مجموعہ حدیث کے علاوہ اس دور میں علل حدیث تاریخ رواۃ اور دیگر علوم حدیث پر کتب تالیف کی گئیں۔

محدثین کے اس دور میں محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ بن نعیم بن الحکم، ابوعبداللہ الحاکم، جو حاکم کے نام معروف ہیں، نمایاں و ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ آپ متعدد کتب کے مؤلف ہیں جن میں المستدرک علی الصحیحین، علوم الحدیث، الاکلیل، تاریخ نیشاپور قابل قدر تالیفات ہیں۔ خصوصاً المستدرک کو علم حدیث میں اساسی و بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ آپ ۳۲۱ھ میں پیدا ہوئے۔ علامہ ابن کثیر آپکے متعلق لکھتے ہیں۔

"وقد کان من اھل الدین والامانۃ والصیانۃ، والضبط، والتجرد، والورع۔" (۵۱)

(۵۱) ابن کثیر البدایۃ: ج ۱۱: ص ۳۵۵؛

(آپ صاحب دین و امانت تھے۔ قوتِ حافظہ کے مالک اور اہل زہد میں سے تھے)
حاکم کے بعد دوسری قابل قدر شخصیت علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن دینار بن عبداللہ کا نام نامی آتا ہے جو علم حدیث میں دارقطنی کے نام سے معروف ہیں۔
آپ نے کتاب العلل تالیف کی، جس میں مرسل، منقطع صحیح و موضوع کو نمایاں و ممتاز کر دیا۔ ائمہ نقاد کے لیے ایک کتاب، کتاب الافراد تالیف کی، اس کے علاوہ بھی ان کی متعدد تالیفات ہیں۔ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

"وکان من صغرہ موصوفاً بالحفظ الباهر والفهم الثاقب، والبحر الزاخر"۔ (۵۲)
(آپ صغر سنی سے ہی اعلیٰ قوتِ حافظہ، گہری سمجھ بوجھ کے مالک اور علم کے بحر زخار تھے۔)
آپ کی وفات ۷، ذیقعدہ ۳۸۵ھ کو ہوئی۔ (۵۳)

امام ابن حبان بھی اسی صدی میں پیدا ہوئے آپ نے المسند الصحیح نام سے ایک کتاب تالیف فرمائی۔ جو نہ سنن کے انداز میں مرتب ہے اور نہ مسند کے آپ نے اوامر، نواہی، اخبار، اباحات اور افعال نبوی ﷺ کو مختلف انواع میں منقسم کر کے بلیغ انداز میں احادیث مرتب کیں۔
امام طبرانی م ۳۶۰ھ کی معاجم، معجم صغیر، معجم کبیر اور معجم اوسط بھی اسی صدی کے کارناموں میں سے ایک کارنامہ ہے۔
علاوہ ازیں، قاسم بن اصبغ م ۳۴۰ھ کی کتاب "کتاب الصحیح المنتقیٰ" مرتب کی۔ ابن السکن م ۳۵۳ھ نے بھی اسی نام سے ایک تالیف مرتب کی جو السنن الصحاح الماثورہ عن النبی ﷺ کے نام سے معروف ہوئی۔

اس صدی میں ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی م ۳۲۱ھ کا کارنامہ "معانی الآثار" کے نام سے سامنے آیا۔ ایک قابل قدر عظیم ذخیرہ ہے جس میں ناسخ و منسوخ پر خصوصاً روشنی ڈالی گئی ہے۔ سقوط بغداد کے بعد صحاح ستہ میں منقول احادیث پر مشتمل کتب سامنے آئیں۔
امام حسین بن مسعود البغوی م ۵۱۶ھ کی کتاب مصابیح السنۃ ایک بلند مقام رکھتی ہے جس میں صحاح ستہ میں منقول احادیث نقل کی گئی ہیں شوال ۵۱۶ھ میں وفات پائی۔ (۵۴)

(۵۲) ایضاً: ج ۱۱: ص ۳۱۷ (۵۳) حوالہ بالا (۵۴) ایضاً ——— ج ۱۲: ص ۱۹۳

سقوطِ بغداد سے عصر حاضر تک علم حدیث پر اور شروح کتب حدیث ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں تالیف کی گئیں ان کا تعارف طویل مدت، گہری دسترس اور عمیق علم کا محتاج ہے۔
باب آئندہ میں صرف برصغیر میں ابتدائً علم حدیث کی جو خدمت ہوئی۔ اس کا اختصار کے ساتھ تذکرہ کیا جائے گا۔ اور پھر خصوصاً پاکستان میں جو علم حدیث کی خدمت ہوئی اس کا تذکرہ قدرے تفصیل سے کیا جائے گا۔

باب پنجم

علم حدیث برِّصغیر میں

برصغیر پاک وہند کا خطہ، اس لحاظ سے خوش بخت ہے کہ علم دین کی خدمت کرنے والے علم دین کے شجرۂ طیبہ کی آبیاری کرنے والے، اس کو ثمرات لذیذہ سے مزین کرنے والے بہت سے عظیم اشخاص اسی خاک سے اٹھے اور علمی و دینی خدمات کا چراغ روشن کر کے اپنے دائمی انوار و برکات کو چھوڑ کر، اپنی لازوال خدمات کو امت کے حوالہ کر کے اس دنیاء فانی سے رخصت ہوئے۔ لیکن ان کا یہ بعد محض جسمانی بعد و مرافقت تو کہلا سکتا ہے۔ درحقیقت وہ اپنی کتابوں میں، اپنی تالیفات میں زندہ ہیں۔ اور ان کی یہ حیوٰۃ بخش زندگی اسوقت تک باقی رہے گی جب تک اس سرزمین پر بسنے والے، اہل علم و تشنگانِ علم، ان سے مستفید ہوتے رہیں گے۔ جب تک اس خطہ کی درسگاہیں اور ان کے در و دیوار قال اللہ اور قال الرسول کی صداؤں سے گونجتے رہیں گے۔ یہ ایک ایسا سلسلۃ الذہب ہے کہ جس کی آنکھوں کو خیرہ کرنے والی چمک دمک اپنے اندر دائمی تجلیات اور لافانی زیب و زینت لیے ہوئے ہے۔ یہ ایسا شجرۂ طیبہ ہے کہ بہار ہو یا خزاں، سرسبز و شاداب رہتا ہے۔ اس پر کبھی پت جھڑ نہیں آتا کیونکہ اس جڑیں مضبوط اور شاخیں ملاء اعلیٰ میں ہیں۔

اصلها ثابت و فرعها فی السماء" (۱) کا مصداق ہے۔

حجیت حدیث کی ابتدائی بحث میں برصغیر کے اس طبقہ کا اختصار کے ساتھ بیان ہوا کہ جو علوم دینیہ سے محروم رہ جانے کے باعث معاصی، بدعات اور لادینی رسوم و رواج میں گھر کر رہ گیا۔ اور اس طبقہ کو بھی احاطہ تحریر میں لایا گیا کہ جو علوم سے بہرہ ور تھا۔ اور اسلام پر مغرب کی طرف سے کیے گئے اعتراضات سے مرعوب نظر آتا تھا۔ ہر دو طبقات اپنے اپنے مقام پر اس بات کی شعوری یا لاشعوری مساعی میں ہمہ تن مصروف و مشغول نظر آتے تھے۔ کہ اس شجرۂ طیبہ کو قطع کر دیا جائے۔ اس سلسلۃ الذہب کو

---

(۱) ۱۴ : ابراہیم : ۲۴ :

توڑ دیا جائے، اور اپنی خواہشاتِ نفسانیہ اور مادیت سے تعلق، عشق و محبت کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے جذبات کے مطابق قرآن و سنت کی ترجمانی کی جائے۔ ان کا نظریہ یہ تھا کہ اپنی روش اور طریقہ زندگی تبدیل کیے بغیر، اسے اسلامی و دینی رنگ دیدیا جائے۔ برصغیر کے علماء مفسرین، محدثین اور فقہاء نے ان دو طبقوں کا مقابلہ کیا اور دلائل علمیہ سے ان کے باطل عقائد اور غلط نظریات کی برملا تردید کے علاوہ مستقلاً کتب تالیف کیں۔

(برصغیر کے علماء کی علمی و دینی خدمات اسقدر وسیع ہیں کہ علمائے عالم اس کو تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتے، ابن خلدون، فلسفۂ تاریخ کا بانی، کہتا ہے۔

"من الغریب الواقع ان حملة العلم فی الملة الاسلامیة أکثرهم العجم لا من العلوم الشرعیة ولا من العلوم العقلیة إلا فی القلیل النادر وان کان منهم العربي فی نسبته فهو عجمی فی لغته" (۲)

(عجائباتِ عالم میں سے یہ چیز ہے کہ ملت اسلامیہ میں علوم کے ماہرین میں سے اکثر عجمی ہیں خواہ وہ علوم شرعیہ ہوں یا علوم عقلیہ، سوائے چند نادر لوگوں کے اور ان میں بھی جو لوگ نسب کے اعتبار سے عرب ہیں، وہ اپنی زبان کے اعتبار سے عجمی ہیں۔)

ابن خلدون کے نزدیک اکثر اہل علم عجم سے تعلق رکھتے ہیں حتیٰ کہ اگر عرب میں سے چند لوگ اہل علم تھے۔ تو وہ بھی اہل عجم سے استفادہ کی بناپر ان کی زبان میں دسترس حاصل کرنے کی بنا پر تھے۔

ابن خلدون اپنے اس نظریہ کے دو دلائل پیش کرتے ہیں۔

اولاً یہ کہ عرب ذہنی و دماغی لحاظ سے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز تھے۔ انہیں کسی بات کو یاد رکھنے کے لیے لکھنے یا اس بیان کو احاطۂ تحریر میں لانے کی ضرورت نہ تھی۔

ثانیاً عرب میں ان کی سادگیٔ طبع کی بنا پر تحقیق و تدوین اور ترتیب و تالیف کی صنعت نہیں پائی جاتی تھی۔ اگر وہ کہیں ترتیب کے قائل تھے تو صرف اوزانِ شعر میں نثر نگاری میں تالیف کا ان کے نزدیک کوئی تصور نہ تھا چنانچہ جس دور تک عربوں میں کثرت سے اعاجم آکر آباد نہ ہوئے۔ عرب صنعت تالیف و تدوین سے منسلک نہ ہوئے۔

---

(۲) ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد، مقدمۃ ابن خلدون (بیروت، موسسۃ الأعلمی للمطبوعات)، ص ۵۴۳

اس کا تیسرا سبب یہ بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ اعاجم خصوصاً اہل ہند کو دینِ اسلام سے ایک خاص تعلق و انس تھا، اور اس تعلق کی بنا پر اہل ہند حصولِ علم اور خصوصاً علم دین کے حاصل کرنے کے شوقین تھے، جبکہ اہل عرب اپنے عرب ہونے اور نبی کریم کے اپنی قوم میں مبعوث ہونے پر نازاں تھے۔ اور اس بات کی ضرورت محسوس نہ کرتے تھے کہ وہ علم دین کے حصول میں کسی سے مدد طلب کریں۔ اہل ہند کا دین سے تعلق اور ان کی محبت کو انطاکی، اپنے سفر نامہ ہند میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتا ہے

"ان المسلمین فی بلاد الهند من اشد المسلمین العالم غیرة علی الدین الاسلامی الحنیف، یعملون تماما بما جاء فی القرآن الشریف، لا یحیدون عن أوامر الله عز وجل قید شعرة لا تفوتهم فی صلوتهم الفروض والنوافل قلوبهم عامرة بالایمان مما لم ار له مثیلاً فی جمیع الممالک الشرقیة التی زرتها فی رحلاتی العدالفروض (۳)

(بلاد ہند کے مسلمان غیرتِ ایمانی کے اعتبار اعلیٰ درجہ کی شدت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ قرآن کریم کی تمام تعلیمات پر عمل کرتے ہیں، اللہ کے احکام سے سرمو انحراف نہیں کرتے، فرائض حتیٰ کہ نوافل پابندی سے ادا کرتے ہیں۔ ان کے دل ایمان کی دولت سے ایسے منور دیکھے ہیں کہ ممالک مشرقیہ کے متعدد سفروں میں کسی مقام پر نہیں دیکھے۔)

برصغیر میں علم حدیث کی ابتداء :-

غزوۂ احزاب کے موقع پر خندق کھودتے وقت حضور اکرم ﷺ نے روم، فارس اور حیرہ کے محلات کے دکھائے جانے کی جو پیشین گوئی فرمائی تھی، حجیت حدیث کی بحث میں تفصیل سے نقل کی جا چکی ہے۔ حضور کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے۔ ان کا مختصر دورِ خلافت اندرونی فتنوں اور سازشوں کی سرکوبی میں گزر گیا، لیکن ان اندرونی سازشوں کی سرکوبی اور بیرونی فتوحات کے آغاز سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آئندہ آنے والے خلیفہ کے لیے ایسی مضبوط بنیاد قائم کر دی تھی کہ جس پر چل کر وہ عمارتِ اسلام کو وسیع تر کر سکتے تھے۔

---

(۳) انطاکی، فتح اللہ، الہند کما رأیتها، (مصر، مطبعۃ و دیع الوفاضل - ۱۹۲۳ء) ص ۲۱ - (۴) فاروقی، خورشید احمد، حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط۔ لاہور، ادارۂ اسلامیات ۱۹۷۸ء: دیکھیے نقشہ ص ۶۲ اور ۶۳ کے درمیان؛

حضرت عمرؓ فاروق نے ان فتوحات کے سلسلہ میں اساسی و بنیادی کردار ادا کیا، ان کے دس سالہ دورِ حکومت میں مملکت اسلامیہ کی سرحدیں شمال میں افریقہ تک، جنوب میں کرمان تک، مشرق میں آرمینیہ تک اور مغرب میں عدن تک پھیل گئی تھیں۔

علامہ طبری سنہ ۲۱ھ کے واقعات کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ فتح نہاوند کے بعد حضرت عمرؓ نے لشکرِ اسلامی کو عجم میں گھسنے کا حکم دیا۔ شعیب عن سیف عن محمد و طلحہ، مہلب عمرو اور سعید نے بیان کیا ہے۔

"لما رأیٰ عمران یزدجرد یبعث علیہ فی کل عامٍ حربًا وقیل لہٗ لایزال ھٰذا الدأب حتی یخرج من مملکتہ اذن للناس فی الانسیاح فی ارض العجم حتی یغلبوا یزدجرد"۔ (۵)

(جب عمرؓ نے یہ دیکھا کہ شاہِ یزدگرد ہر سال اپنی قوم کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کرتا ہے اور آپؓ کو بتایا گیا کہ یزدگرد یہی طریقہ اختیار کیے رہے گا جب تک کہ اسے اس سرزمین سے نکال نہ دیا جائے چنانچہ عمرؓ نے افواج اسلامی کو عجم کی سرزمین میں گھسنے کی اجازت دیدی۔ یہاں تک کہ وہ یزدگرد پر غلبہ حاصل کریں)

سرزمین عجم پر فتوحات کا یہ سلسلہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شروع ہوا اور حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ میں اسلامی سلطنت جنوب کی جانب ہرات اور بلخ تک پہنچ گئی تھی۔

عجم کی فتوحات کا یہ سلسلہ جو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شروع ہوا حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد سنہ ۹۳ھ میں اموی دورِ حکومت میں مکمل ہوا جبکہ ولید بن عبدالملک سلطنت اسلامی کے فرمانروا اور حجاج بن یوسف کوفہ کے گورنر تھے۔ حجاج کے بھتیجے محمد بن قاسم نے ۱۷ سال کی عمر میں دیبل۔ (۷) کے راستہ سندھ میں داخل ہو کر سندھ کو فتح کیا۔ اس وقت سندھ پر ہندو بادشاہ راجہ داہر حکومت کر رہا تھا، اس معرکہ میں مسلمانوں نے سندھ کا ایک وسیع علاقہ فتح کیا اور راجہ داہر قتل کر دیا گیا، کثیر مقدار میں مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ (۸)

(اس طرح برصغیر میں اسلام پہلی صدی ہجری کے اواخر یعنی سنہ ۹۳ھ / سنہ ۷۱۰ھ میں سندھ کی جانب سے

---

(۵) طبری، ابو جعفر محمد بن جریر۔ تاریخ الامم والملوک، دمشق، دارالفکر۔ ج ۲ جزء ۴ : ص ۲۴۲ (۷) دیبل بحرِ ہند کے ساحل پر ایک مشہور شہر ہے جو اقلیم ثانی پر مغربی جانب ۹۲ درجہ طول بلد اور جنوب کی جانب ۲۴ درجہ عرض بلد پر واقع ہے۔ اس شہر کی طرف بہت سے محدثین منسوب کیے جاتے ہیں دیکھیے حموی، معجم البلدان، ۴۹۵:۲ ذکر دیبل۔ (۸) ابن کثیر، ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر البدایۃ والنہایۃ لاہور، مکتبہ قدوسیہ، ج ۹: ص ۸۷

داخل ہوا، اسی مناسبت سے سندھ کو "باب الاسلام" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

فتح سندھ کے بعد اہل عرب کثرت سے سندھ میں آنے لگے اور اہل سندھ نے بھی عرب کی آمد و رفت شروع کر دی۔ اہل عرب اور اہل ہند کی اس آمد و رفت کے نتیجہ میں اہل ہند اور خصوصاً اہل سندھ کو علوم دینیہ کے حصول کا شوق و جذبہ پیدا ہوا چنانچہ ان حضرات نے اہل عرب سے علم تفسیر و حدیث کے علوم حاصل کرنے شروع کیے۔ اور پھر برصغیر میں علوم دینیہ کا چراغ روشن کیا۔ علوم دینیہ میں علم تفسیر اور حدیث کو خصوصی و امتیازی مرتبہ حاصل تھا۔ چنانچہ اس کے لیے انفرادی دروس کے علاوہ مراکز علم بھی قائم کیے گئے۔

اب مختلف ادوار میں سندھ اور پورے برصغیر میں علم حدیث کی جو خدمات ہوئیں ان کا اختصار کے ساتھ جائزہ پیش کیا جائے گا۔

دور اوّل

دوسری صدی ہجری / آٹھویں صدی عیسوی تا چوتھی صدی ہجری / دسویں صدی عیسوی۔

دوسری صدی:

سرزمین سندھ میں علم حدیث کی ابتداء بقولِ بعض مؤرخین پہلی صدی ہجری میں نبی کریم ﷺ کے زمانہ حیوٰۃ میں ہی ہو گئی تھی اس کے ثبوت کے طور پر ایک روایت "جمع الجوامع" کے حوالہ سے پیش کی جاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پانچ صحابہؓ اکرام کو اپنا ایک مکتوب گرامی دیکر سندھ بھیجا تھا، یہ صحابہ اکرامؓ سندھ آئے اور دین اسلام کی تبلیغ شروع کی۔ بہت سی ارواح سعیدہ ان صحابہ کرام کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئیں۔ دو صحابی سندھ کا ایک وفد لے کر نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لیے گئے اور تین صحابی سندھ میں ہی مقیم ہو گئے۔"

"تاریخی لحاظ سے یہ روایت محل اشکال ہے کہ نبی کریم ﷺ کے مکاتیب گرامی سلاطین کے نام یا سرداران قبائل کے نام محفوظ ہیں اور کتب تاریخ و سیرت میں منقول ہیں۔

ان مکاتیب سے کہیں اس بات کا ثبوت نہیں ملتا کہ نبی کریم ﷺ نے اہل سندھ کو کوئی مکتوب بھیجا ہو۔ دیگر یہ کہ نبی کریم ﷺ کے پاس جو وفود آئے، ان کا بھی روایات سیرت میں جامعیت کے ساتھ

ذکر ہے لیکن کسی روایت سیرت میں وفود کے ضمن میں سندھ کے کسی وفد کا نبی کریم ﷺ کی زیارت کرنا ثابت نہیں۔

تاریخی روایات سے یہی بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ سندھ میں علوم دینیہ کا چراغ محمد بن قاسم کی آمد کے بعد دوسری صدی ہجری میں روشن ہوا۔

(سندھ میں علم حدیث کی خدمت کے سلسلہ میں سندھی محدثین کو چار طبقات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ وہ محدثین جو سندھ میں پیدا ہوئے، لیکن ان کی نشوونما اور تعلیم وتربیت عرب میں ہوئی وہ عرب میں رہے اور عرب میں ہی فوت ہوئے۔

۲۔ وہ جو نسلاً عرب تھے۔ ان کی ولادت، نشوونما وتعلیم وتربیت عرب میں ہوئی۔
سندھ میں فتح اسلام کے بعد وہ کسی سرکاری فرض منصبی کی انجام دہی کے لیے یا ازخود ہجرت کرکے سندھ میں آکر آباد ہوگئے۔

۳۔ وہ جو سندھ میں پیدا ہوئے۔ سندھ میں انہوں نے تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں عرب ہجرت کرگئے اور وہاں ان کی وفات ہوئی۔

۴۔ وہ جو سندھ میں پیدا ہوئے۔ ان کی تعلیم وتربیت سندھ میں ہوئی اور سندھ میں ہی فوت ہوئے۔ سندھ میں علم حدیث کی خدمات کا جائزہ لیتے ہوئے۔ چاروں طبقات کے محدثین کو بیان کیا جائیگا۔
(سندھ میں علم حدیث کے ابتدائی دور میں جن محدثین کے نام نظر آتے ہیں، وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مفضل ابن مہلب ابن ابی صفرۃ م ۱۰۲ھ / ۷۲۱ء

ابن حبان اور ابن حجر نے آپ کو نعمان بن بشیر کا شاگرد قرار دیا ہے اور ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے۔ قندابیل (سندھ) کے مقام پر شہید کیے گئے (۹)
مفضل دوسرے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

۲۔ ابوعبداللہ مکحول م ۱۱۸ھ / ۷۳۶ء

ابوعبداللہ مکحول سندھ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ بنو قیس کی ایک خاتون کے غلام تھے، علم حدیث

۹۔ ابن حجر، احمد بن علی العسقلانی، تہذیب التہذیب (م ۸۵۲ھ) حیدرآباد۔ ۱۳۲۷ھ ج ۱۰: ص ۲۷۵۔

و فقہ میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ انس بن مالک اور واثلہ بن اسقع جیسے راویانِ حدیث سے سماع کیا، امام اوزاعی اور سعید بن عبد العزیز کے استاد تھے، امام زہری جن چار حضرات کو اس دور میں علماء شمار کرتے تھے آپ ان میں سے ایک تھے، آپ کا قیام دمشق میں تھا اور وہیں آپ کی وفات ۱۱۸ھ / ۷۳۶ء میں ہوئی۔ (۱۰)

۳۔ اسلم بن سندھی۔ م دوسری صدی ہجری :

اسلم بن سندھی سندھ کے قدیم محدثین میں سے ہیں، ابو الحسن بن علی بن حسن السیازی کے استاد ہیں۔ سیازہ بخارہ کے گاؤں میں سے ایک گاؤں ہے۔

آپ کا صحیح سنہ وفات تو معلوم نہیں ہو سکا البتہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ آپ کا تعلق دوسری صدی ہجری سے ہے (۱۱)

سمعانی نے سیازی کے ضمن میں ابو الحسن کے تذکرہ کے ساتھ آپ کا ذکر کیا ہے (۱۲)

۴۔ عباس بن سندھی۔ م دوسری صدی ہجری

عباس بن سندھی بھی اس صدی کے محدث ہیں۔ آپ نے کبارِ محدثین، داؤد بن شعیب اور ابو الولید الطیالیسی سے سماع کیا۔ اور عقیلی، اسامہ بن علی بن علیک جیسے محدثین آپ کے تلامذہ شمار ہوتے ہیں آپ کی سند داؤد بن شعیب سے ہوتی ہوئی صحابہ کرامؓ میں عبد اللہ بن عباس پر منتہی ہوتی ہے (۱۳)

آپ کے مشائخ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کا تعلق بھی دوسری صدی ہجری سے تھا

۵۔ عمرو بن مسلم الباہلی م ۱۲۰ھ / ۷۳۸ء

قتیبہ بن مسلم کے بھائی، اپنے بھائی طرح مجاہد و سپاہ اسلام۔ محمد بن قاسم کی فتح سندھ کے بعد مرو کے

(۱۰) محمد اکرم نصر پوری، قاضی۔ امعان النظر شرح شرح نخبۃ الفکر، حیدر آباد، شاہ ولی اللہ اکیڈمی مقدمہ و تدوین قاسمی غلام مصطفیٰ مولانا۔ ص ۳ (مقدمہ) (۱۱) اطہر مبارکپوری، رجال السند و الہند۔ ص ۷۹۔

(۱۲) سمعانی : الانساب ص ۳۲۱ الف

(۱۳) اطہر مبارکپوری کتاب مذکور۔ ص ۱۶۵۔

عامل ہوئے۔ یعلی بن عبید کے تلمیذ تھے اور ابوطاہر نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔(۱۴)
اگرچہ آپ سپاہ اسلام تھے اور مجاہدانہ زندگی گزارتے تھے لیکن درسِ حدیث اور دینِ اسلام کی تبلیغ سے خصوصی لگاؤ تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دورِ حکومت میں خلیفہ کی دعوت پر عمرو بن مسلم کی ولایت میں ہی متعدد سندھ کے راجا مسلمان ہوئے جن میں راجہ داہر کا بیٹا سنہا بھی شامل تھا۔(۱۵) عمرو بن مسلم بھی طبقہ ثانیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

۶۔ محمد بن عبدالرحمٰن البیلمانی۔ الکوفی۔ م ۱۴۰ تا ۱۵۰ھ

بلیمان کے متعلق بلاذری لکھتے ہیں۔

البلیمان بن بلاد السند والهند تنسب الیها سیوف البیلمانیة ۔ (۱۶)

(بیلمان بلادِ سندھ اور ہند میں سے ایک شہر ہے۔ اور اس شہر کی طرف بیلمانی تلواریں منسوب کی جاتی ہیں)

محمد بن عبدالرحمٰن سندھ کے اس شہر میں پیدا ہوئے اور بعد میں کوفہ ہجرت کر گئے اور وہیں تعلیم حاصل کی اور مسندِ درسِ حدیث بچھائی۔

امام بخاری تاریخ الصغیر میں لکھتے ہیں کہ محمد کی وفات ۱۴۰ اور ۱۵۰ھ کے درمیان ہوئی۔ ابن حجر کے مطابق محمد آلِ عمر کے موالی میں سے تھے اور آپ نے اپنے والد، اور والد کے ماموں جن کا نام مذکور نہیں کے علاوہ سعید بن بشیر النجاری، عبیداللہ بن عباس بن الربیع الحارثی اور محمد بن الحارث سے روایت کی ہے۔ ابن حبان، حاکم، ساجی، حمیدی اور بخاری محمد کو ضعیف و منکر قرار دیتے ہیں امام بخاری فرماتے ہیں۔

"محمد بن عبدالرحمٰن البیلمانی مولیٰ عمر عن ابیہ منکر الحدیث" (۱۷) (محمد بن عبدالرحمن البیلمانی جو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، عمر کے آزاد کردہ ہیں، منکر الحدیث ہیں)

---

(۱۴) ابن حجر، تہذیب۔ ج ۸: ص ۱۰۵؛ (۱۵) بلاذری، امام ابوالحسن۔ فتوح البلدان، قاہرہ، المطبعہ المصریہ، ۱۹۳۲، ص ۴۲۹

(۱۶) الحموی، شہاب الدین ابی عبداللہ، معجم البلدان۔ (بیروت۔) ج ۱، ص ۵۲۴ ذکر بلیمان (۱۷) البخاری ابوعبداللہ اسمٰعیل، تاریخ الکبیر (۱۳۴۸ھ) بیروت۔) ج ۱: ص ۱۶۳

ابن حبان فرماتے ہیں۔ کہ انہوں نے اپنے والد سے جسقدر روایات بھی نقل کی ہیں، سب موضوع ہیں محمد بن عبد الرحمٰن بھی طبقہ ثانیہ کے افراد میں سے نظر آتے ہیں (۱۷)

۷۔ محمد بن ابراہیم بیلمانی: متوفی دوسری صدی ہجری

محمد بن ابراہیم کا تعلق بیلمان سے تھا، آپ عبید اللہ بن عباس بن الربیع نجرانی نے آپ سے سماع کیا حموی نے نجران کے ضمن میں آپ کا تذکرہ کیا ہے (۱۸) آپ تبع تابعین میں سے ہیں سفیان ثوری، ابن عیینہ، حسین بن علی جعفی، یحییٰ بن سعید القطان جیسے کبار محدثین آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں، ابو حاتم نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے، امام بخاری نے آپ کی ایک حدیث چار مقامات پر تخریج کی ہے۔ ابو حاتم کے علاوہ ائمہ اسماء الرجال —— ابن حبان اور یحییٰ بن معین نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (۱۸)

۸۔ ابو موسیٰ اسرائیل بن موسیٰ۔ البصری، نزیل السندھ م ۱۵۵ھ / ۷۷۱ء

بصرہ کے باشندہ تھے۔ تاجر کی حیثیت سے سندھ آئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ حسن بصری اور ابو حازم الاشجعی سے روایت کرتے ہیں۔

سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، سعید القطان، جیسے کبار محدثین آپ کے تلامذہ ہیں امام بخاری نے چار مقامات پر ابو موسیٰ کی روایات نقل کی ہیں (۱۹)

۹۔ ابو حفص الربیع بن صبیح السعدی البصری۔ م ۱۶۰ھ / ۷۷۶ء

حضرت عمر بن عبد العزیز نے ۹۹ھ میں اپنے تمام عمال کو عموماً اور والیٔ مدینہ ابو بکر بن حزم کو خصوصاً

---

(۱۷) ابن حجر۔ تہذیب التہذیب (۴۸۷) ج ۹: ص ۲۹۳۔ اطہر مبارکپوری۔ رجال السند والہند۔ ص ۱

(۱۸) عبد الحئی، سید نزہۃ الخواطر: ج ۱: ص ۱۸، ۱۹۔ اطہر مبارکپوری کتاب مذکور ص ۲۰۶۔ حموی۔ معجم البلدان ج ۵: ص ۲۷۰ ذکر نجران: (۱۹) الف: سمعانی۔ الانساب ۵۹۳ الف؛ (ب) عبد الحئی نزہۃ الخواطر: ج ۱ (ج) عسقلانی تہذیب التہذیب: ج ۱: ص ۲۶۱ (د) ایضاً... تقریب التہذیب ج ۱: ص ۶۴: محمد اسحٰق علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ ص:

احادیث کی جمع و تحریر کا حکم دیا چنانچہ اس حکم کے نتیجہ میں کوفہ میں سفیان ثوری، شام میں اوزاعی، یمن میں معمر بن راشد، مصر میں لیث بن سعد، واسط میں ہشیم (رے میں جریر بن عبدالحمید، خراسان میں عبداللہ بن مبارک اور بصرۃ میں سعید بن عروبہ، حماد بن سلمہ اور الربیع بن صبیح نے تدوین حدیث کا کام شروع کیا تھا۔ اس سلسلہ میں امت کے پاس ابن شہاب زہری کی کتاب سب سے پہلے سامنے آئی البتہ بصرہ میں تدوین حدیث کرنے والے تین محدثین میں سے الربیع کی کتاب سب سے پہلے مدون شکل میں سامنے آئی۔

آپؒ نے حسن بصری، حمید الطویل، عطاء بن ابی رباح، یزید رقاشی، ثابت البنانی، اور مجاہد بن جبیر، ابوالزبیر، ابوغالب سے شرف تلمذ حاصل کیا جبکہ سفیان ثوری، ابن المبارک، عبدالرحمٰن، ابن المہدی، وکیع بن الجراح، ابوداؤد، طیالسی ابوالولید، آدم بن ابی ایاس الطیالسی، ابونعیم جیسے کبارِ محدثین آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

ائمہ محدثین اسماء الرجال میں سے عفان بن مسلم، ابولید، ابوداؤد، عبداللہ، ابن معین، ابوزرعہ ابوحاتم، مبارک، مسلم بن ابراہیم، ابن عدی، نے ربیع کو ثقہ، صالح اور صدوق قرار دیا ہے۔ جبکہ ساجی عقیلی، فلاس، ابواحمد الحاکم، ابن سعد، نسائی، ابن معین، وغیرہ نے ربیع کو ضعفاء میں شمار کیا ہے ابن حبان نے اس اختلاف کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا۔

" کان من عبادِ اھل البصرۃ، و زھادھم وکان یشبہ بیتہ باللیل بیت النحل من کثرۃ التھجد الاان الحدیث لم یکن من صناعتہ فکان یھم فیما یروی کثیراً حتی وقع فی حدیثہ المناکر من حیث لایشعر، لا یعجبنی الاحتجاج بہ اذا انفرد۔" (۲۰)

(آپؒ بصرہ کے عابدین اور زاہدین میں سے ہیں آپ کا گھر کثرۃ تہجد کی بنا پر رات کے شہد کی مکھیوں کے چھتہ سے مشابہ ہوتا تھا، لیکن آپ کے ہاں حدیث میں صنعت نہیں ہے اور آپ پر کثرۃ روایت کا الزام لگایا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ آپ کی روایات میں غیر شعوری

(۲۰) ابن حجر۔ تہذیب التہذیب سلسلہ (۴۹۳) ج ۳: ص ۲۴۸ مذکورہ بالا اقوال کے علاوہ ابن حجر نے دیگر ائمہ کے اقوال بھی نقل کیے ہیں جنہیں خوفِ طوالت سے ترک کر دیا تفصیل طلب قارئین اصل کی طرف رجوع فرمائیں۔

طور پر بعض منکر روایات بھی شامل ہو گئیں۔ مجھے آپ کے انفراد کی صورت میں بھی آپ کی حدیث سے استدلال میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔)

گویا آپ کا زہد و تقویٰ اور حدیث سے کمالِ تعلق اس بات سے مانع تھا کہ آپ اپنے سامنے بیان کردہ حدیث کی نقل سے قبل تحقیق کریں۔ اسی وجہ سے کثیر تعداد میں منکر روایات آپ کی مرویات میں شامل ہو گئیں اور آپ بعض ائمہ اسماء الرجال کے نزدیک متہم ہوئے۔

علامہ طبری فرماتے ہیں۔

"انہ خرج غازیاً إلی السند ضمن خرج مع عبد الملک بن شہاب المسمعی من مطوعۃ اهل البصرۃ فمات بہا (۲۱)

عبد الحئی کے مطابق آپ کی وفات ارض سندھ میں ۱۶۰ھ میں ہوئی (۲۲)

ابن حجر ابن سعد کا قول نقل کرتے ہیں۔

"خرج غازیا الی الھند فمات فدفن فی جزیرۃ من الجزائر سنۃ ۱۶۰

فی اول خلافۃ المھدی اخبرنی بذلک شیخ من اھل البصرۃ کان معہ (۲۳)

(ربیع جہاد کے لیے ہندوستان گئے اور ۱۶۰ھ میں مہدی کے ابتدائی دور میں فوت ہو گئے اور ایک جزیرہ میں دفن کیے گئے۔ اس واقعہ کو مجھ سے بصرہ کے ایک شیخ نے بیان کیا جو ان کے ساتھ تھے۔)

ابن سعد کے اس قول سے طبری کے بیان کی تائید و توثیق ہوتی ہے کہ ابن سعد یہ روایت ایک ایسے شخص سے نقل کرتے ہیں جو بصری کے ساتھ تھے۔

علاوہ ازیں بلاذری نے فتوح البلدان میں اور علامہ ابن عماد حنبلی نے شذرات الذہب میں بھی یہی فرمایا کہ ہند کے غزوہ میں شہید ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔

متقدمین مؤرخین بلاد سندھ اور بلاد ہند کی اصطلاحات علیحدہ علیحدہ ملکوں کی حیثیت سے استعمال کیا کرتے تھے۔ ان کے نزدیک بلاد سندھ کا اطلاق ملتان تک کے علاقہ پر ہوا کرتا تھا اور اس سے آگے کے تمام علاقے بلاد ہند کہلاتے تھے۔ صاحب نزھۃ الخواطر کو بلاد ہند سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی اور انہوں

---

(۲۱) طبری، محمد بن جعفر بن جریر، تاریخ الرسل والملوک جزو ۸ ص ۱۲۷ (۲۲) الحسینی، عبد الحئی بن فخر الدین، نزھۃ الخواطر و بھجۃ المسامع والنواظر (حیدرآباد، دائرۃ المعارف ۱۹۶۲) ج ۱: ص ۲۴ ۲۵۰۰ (۲۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب (۱۳۲۶ھ) ج ۳، ص ۲۴۸

نے آپ کی جائے وفات ارض (سندھ) ذکر کی۔ مزید یہ کہ ابن اثیر کی تصریح اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ آپ ۱۵۹ھ معرکہ باربد میں شریک ہوئے تھے۔

کان المھدی قد سیر سنة تسع وخمسین ومائة جیشاً فی البحر وعلیھم عبد الملك بن شھاب المسمعی الی بلاد الھند فی جمع کثیر من الجند والمتطوعة وفیھم الربیع بن صبیح فساروا حتی نزلوا علی باربد۔" (۲۳)

(مہدی نے ۱۵۹ھ میں بحری راہ سے ایک فوجی مہم جس کے امیر عبدالمالک بن شہاب مسمعی تھے بلاد ہند کو روانہ کی اس میں بہت سی فوج اور مطوعہ کے رضاکار شامل تھے۔ انہی میں ربیع بن صبیح بھی تھے۔ یہ لشکر بغداد سے روانہ ہوا اور باربد میں اترا)

ان تصریحات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ربیع کی شہادت باربد کے آس پاس کسی علاقہ میں ہوئی اور وہیں ان کا مدفن ہے۔

۱۰: ابو معشر نجیح بن عبدالرحمٰن السندی م ۱۷۰ھ/ ۷۸۶ء

ابو معشر نجیح کا نام دوسری صدی کے کبار محدثین میں شمار ہوتا ہے آپ اگرچہ نسلاً سندھی تھے۔ آپ کے والد سندھ سے گرفتار ہو کر عرب گئے اور بنو ہاشم کے گھرانہ کے غلام رہے۔ ابو معشر کی پیدائش عرب ہی میں ہوئی اور وہیں آپ کی نشو و نما اور تعلیم و تربیت ہوئی۔ ائمہ اسماء الرجال کی ایک کثیر تعداد نے آپ کی تعدیل کی ہے جبکہ بہت سے ائمہ نے آپ پر جرح بھی کی ہے۔ ائمہ صحاح ستہ میں سے ترمذی نے آپ کی روایات کو نقل کیا ہے۔ آپ سعید بن المسیب، محمد بن کعب، ابو بردہ بن ابی موسیٰ اور ہشام بن عروۃ جیسے جلیل القدر محدثین سے حدیث روایت کرتے ہیں اور لیث بن سعد، محمد بن ابی معشر، عبدالرزاق، ابو نعیم، سفیان ثوری، محمد بن بکار وغیرہ کے نام آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

عباسی خلیفہ مہدی کی خواہش پر آپ مدینہ منورہ سے بغداد آ گئے اور درس حدیث کا سلسلہ شروع کر دیا اور وہیں رمضان ۱۷۰ھ/ ۷۸۶ء میں وفات پائی۔

آپ نے سندھ میں اگرچہ براہ راست علم حدیث کے درس کی صورت میں کوئی خدمت نہیں کی

۲۳۔ ابن اثیر، الکامل، ج ۶، ص ۱۷، ۔ دیکھیے مقالہ قاضی اطہر مبارکپوری، معارف شمارہ ج ۵۸ فروری، ۱۹۶۰ء

لیکن آپ کے تلامذۂ ارشد نے خصوصاً آپ کے برخوردار محمد بن معشر نے سندھ میں علم حدیث کی جو خدمت کی وہ اسی کا ہی فیض تھا۔ (۲۴)

۱۱۔ عبدالرحمٰن بن عمرو سندھی امام اوزاعی: (۸۸ھ / ۷۰۶ء صفر ۱۵۷ھ / ۷۷۱ء)

امام اوزاعی اور آپ کے ہمعصر، امام ابو حنیفہ کو مؤرخین نسلاً سندھی شمار کرتے ہیں اسی لیے سندھ کے محدثین کے تذکرہ کے ضمن میں امام ابو حنیفہ اور امام اوزاعی کا ذکر ضرور کیا جاتا ہے۔ آپ عطا بن ابی رباح، قاسم بن مخیمرہ، شداد بن ابی عمار، محمد بن ابراہیم التیمی اور یحییٰ بن ابی کثیر جیسے کبار محدثین کے شاگرد ہیں اور ایک روایت کے مطابق محمد بن سیرین سے بھی سماع ثابت ہے، علاوہ ازیں شعبہ، ابن المبارک، ولید بن مسلم یحییٰ بن القطان، محمد بن یوسف الفریابی کے علاوہ خلائق کثیرہ نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

ابن حبان نے اوزاعی کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ ابن سعد فرماتے ہیں۔

۸۸ھ وکان ثقۃ ماموناً صدوقاً، فاضلاً خیراً کثیر الحدیث والعلم والفقہ (۲۵)

(آپ ۸۸ھ میں پیدا ہوئے ثقہ، کذب سے محفوظ، صدق کا پیکر، فاضل، خیر علم حدیث و فقہ کا کثیر علم رکھنے والے تھے ۱۵۷ھ ۷۷۱ء میں آپ کی وفات حمام میں ہوئی (۲۶)

۱۲۔ سندھی بن شماس البصری

سندھی بن شماس سندی البصری کا صحیح سن وفات معلوم نہیں ہو سکا۔ البتہ قاضی اطہر مبارکپوری کے قول کے مطابق یہ دوسری صدی ہجری کے ائمہ میں سے ہیں۔ آپ عطاء اور ابن سیرین کے شاگرد

(۲۴) تفصیلات کے لیے دیکھئے۔ الف: ابن حجر، تہذیب التہذیب (۸۵۷) ج ۱۰: ص ۱۹۴ (ب) سلیمان ندوی، سید، مقالات سلیمان مرتب معین الدین ندوی حصہ دوم: ص ۳ (ج) سرزمین سندھ میں علم حدیث، مخدوم امیر احمد۔ الرحیم، حیدرآباد جولائی ۶۳ ص ۲۱ (د) محمد اکرم نصرپوری، قاضی۔ امعان النظر شرح شرح نخبۃ الفکر، تدوین و مقدمہ، قاسمی، غلام مصطفیٰ مقدمہ ص۔ ۱۱ (۲۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب (۸۴۲) ج ۶ ص ۲۴۰ (۲۶) اطہر مبارکپوری، القاضی رجال السند والہند (بمبئی۔ ۱۹۵۸ء) ص ۱۷۰۔ ابن حجر۔ تہذیب التہذیب (۸۴۲) ج ۶: ص ۲۴۰ تا ۲۴۲۔

ہیں اور ان سے روایت کرتے ہیں۔ (۲۷)

۱۳۔ عبدالرحیم بن حماد السندی، البصری۔ دوسری صدی ہجری:

قاضی مبارکپوری کے مطابق عبدالرحیم دوسری صدی ہجری کے رجال میں سے ہیں۔ ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ اعمش کے شاگرد ہیں اور کوفہ میں سکونت پذیر ہونے کے باوجود سندھی کے لقب سے مشہور ہیں (۲۸) ائمہ اسماء الرجال کے ہاں ان کے متعلق تعدیل و توثیق یا جرح و تنقید کی کوئی رائے نہیں ملتی (۲۹)

۱۴۔ عبدالرحمٰن بن السندی:

عراک بن خالد الدمشقی کے استاد ہیں جن کو ابن حبان نے ثقہ اور ابو حاتم نے مضطرب الحدیث شمار کیا ہے (۳۰)

بقول قاضی اطہر مبارکپوری آپ دوسری صدی کے رجال میں شمار کیے جاتے ہیں۔ (۳۱)

تیسری صدی ہجری:

۱۵۔ رجاء بن السندی النیساپوری ابو محمد الاسفرائنی م شوال سنہ ۲۲۱ھ / ۸۳۶

تیسری صدی کے ابتدائی دور کے کبار محدثین میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے ابو بکر بن عیاش، ابن المبارک، ابن عیینہ، ابن ادریس اور حفص بن غیاث جیسے عظماء محدثین سے روایات نقل کی ہیں۔ آپ سے آپ کے پوتے احمد بن محمد بن رجاء (۳۲) کے علاوہ ابن ابی الدنیا، جعفر بن محمد شاکر جیسے محدثین روایات نقل کرتے ہیں۔ صاحب الکمال کے مطابق امام بخاری نے بھی آپ سے روایات نقل کیں ہیں۔

آپ نے اپنے اساتذہ جن کا ذکر اوپر گذرا کے علاوہ اپنے ہم عصر محدثین جن امام احمد بن حنبل م ۲۴۱ھ ابراہیم بن موسیٰ الرازی ۲۳۰ھ اور بکر بن خلف م ۲۴۰ھ سے روایات نقل کی ہیں۔

ائمہ اسماء الرجال و محدثین میں ابو حاتم اور بکر بن خلف آپ کو صدوق و ثقہ مانتے ہیں۔

---

(۲۷) اطہر مبارکپوری: رجال السند والہند ص ۱۴۴ (۲۸) ذہبی۔ میزان الاعتدال (۵۰۲۶) ج ۲: ص ۶۰۲

(۲۹) قاضی اطہر۔ رجال السند والہند: ص ۱۶۹ (۳۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب (۲۳۸۰) ج ۷: ص ۱۷۱۰

(۳۱) اطہر مبارکپوری، کتاب مذکور۔ ص ۷۲ (۳۲) تعارف صفحات آئندہ میں آئیگا۔

امام حاکم فرماتے ہیں ۔

رکن من ارکان الحدیث وفی اعقابہ حفاظ محدثون ۔" (۳۳)

(آپ ارکانِ حدیث میں سے ایک رکن ہیں آپ کے تلامذہ میں کثیر تعداد میں حفاظ و محدثین ہیں)

آپ کی وفات شوال ۲۲۱ھ/ ۸۳۶ء نقل کی جاتی ہے۔

خطیب حافظ ابوعبداللہ محمد بن یعقوب کا قول نقل کرتے ہیں ۔

"رجاء السندی، وابنہ ابوعبداللہ وابنہ ابوبکر ثلاثتھم ثقات ثبات"۔ (۳۴)

(رجاء السندی، ان کے بیٹے ابوعبداللہ اور پوتے ابوبکر تینوں ثقات و ثبات میں سے ہیں)

۱۶۔ الفضل بن السکین السندی البغدادی متوفی اوائل تیسری صدی ہجری :

(آپ صالح بن بیان ساحلی اور احمد بن محمد رملی کے شاگرد ہیں۔ محمد بن موسیٰ بن حماد البربری ، ابو یعلیٰ موصلی ، ابراہیم بن عبداللہ مخرمی اور محمد بن محمد الباغندی آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔)

صالح بن بیان کے واسطہ سے آپ کی سند عبداللہ بن مسعودؓ پر ختم ہوتی ہے ۔ (۳۵)

۱۷۔ سہل بن عبدالرحمٰن م ۲۲۵ھ/ ۸۳۹ء

(آپ علم حدیث کے کبار علماء میں شمار ہوتے تھے) زہیر بن معاویہ، جریر بن حازم، اور شریک بن حازم جیسے محدثین آپ کے استاذ تھے، عمرو بن رافع اور محمد بن حماد طہرانی آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں آپ اوائل تیسری صدی ہجری میں بقید حیات تھے اور غالباً ۲۲۵ھ/ ۸۳۹ء میں وفات پا گئے (۳۶)

۱۸۔ ابومحمد خلف بن سالم م ۲۳ رمضان ۲۳۱ھ/ ۸۴۵ء

خلف بن سالم آپ کا نام، ابو محمد آپ کی کنیت، مخرمی آپ کی نسبت اور مہالبہ آپ کی موالات

(۳۳) ابن حجر۔ تہذیب التہذیب (۵۰۵) ج ۳ : ص ۲۶۸ (۳۴) اطہر مبارکپوری۔ رجال السند ص ۱۲۶ (۳۵) ایضاً ص ۱۹۲، ۱۹۳ : (۳۶) محمد اسحٰق۔ علم حدیث، پاک و ہند میں۔ ص ۲۴۵۔ سمعانی۔ الانساب ۱۳۱۴ الف

ہے۔ سندھ کے تیسری صدی کے عظیم ترین محدثین میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ دوسری صدی کے اواخر اور تیسری صدی کے ابتدائی دور کے کبار محدثین، عبدالرحمٰن بن مہدی، اسمعیل بن ابراہیم بن علیہ، عبدالرزاق بن ہمام، ہشیم بن بشیر، عبداللہ بن ادریس الکوفی، معن بن عیسیٰ القزاز، ابوبکر بن عیاش، محمد بن عبداللہ بن نمیر ابواحمد زبیری، محمد بن عبداللہ الاسدی، سعد بن ابراہیم بن سعد، یعقوب بن ابراہیم بن سعدالزہری سے آپ نے کسب فیض کیا۔

تیسری صدی کے وسط اور چوتھی صدی کے ابتدائی دور کے محدثین، احمد بن خیثمہ، ابوحاتم الرازی ابوزرعہ عبدالرحمٰن بن عمرو الدمشقی، یعقوب بن شیبہ، یحییٰ بن عبدک القزوینی، جعفر بن محمد الطیالیسی ابوالقاسم عبداللہ بن محمد البغوی، اور احمد بن حسن الصوفی آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

سہل بن مغیرہ۔ امام احمد بن حنبلؒ کا قول آپ کے بارہ میں نقل کرتے ہیں۔

لا یشك فی صدقه۔ (۳۷)

(احمد بن حنبل آپ کے صدق میں کوئی شک نہ کرتے تھے)

ائمہ محدثین و اسماء الرجال میں یحییٰ بن معین، یعقوب بن شیبہ، امام نسائی، ابن حبان، اور حمزہ الکنانی نے آپ کو صدوق، ثقہ اور عظیم محدث قرار دیا ہے۔ (۳۸)

یحییٰ بن معین آپ پر لگائے گئے۔ اس الزام کا کہ خلف بن سالم صحابہ کرامؓ کی شان میں تنقیص کی روایات نقل کرتے تھے۔ جواب دیتے ہیں۔ کہ آپ ایسی روایات جمع کرتے تھے جن میں صحابہ کرامؓ کی شان میں گستاخی کی گئی ہو۔ روایت نہیں کرتے تھے۔ (۳۹)

علامہ ذہبی آپ کو سندھی الاصل بتاتے ہیں۔ (۴۰)

لیکن یہ بات معلوم نہ ہو سکی کہ آپ نے علاقہ سندھ میں درس حدیث کا سلسلہ کیا یا نہیں، آپ کے تلامذہ کے نام سے ایسا مترشح ہوتا ہے کہ سندھ کے مقام پر آپ کی تدریس کا سلسلہ نہیں رہا۔ یا اگر رہا تو اس سے مقامی لوگ مستفید نہ ہوتے تھے۔

خطیب صاحب سنن ابی داؤد، امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث کا قول نقل کرتے ہیں۔

(۳۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب ۲۹۱ ج ۳: ص ۱۵۳ (۳۸) حوالہ بالا (۳۹) ایضاً (۴۰) ذہبی، محمد بن عثمان

میزان الاعتدال (۷۴۸ھ) سانگلہ ہل ۱۹۶۳ ج ۱: ص ۶۶۰

"سمعت من خلف بن سالم خمسة احادیث سمعتها من احمد بن حنبل" (۴۱)

(میں نے خلف بن سالم سے پانچ احادیث سنی ہیں، جنہیں میں امام احمد بن حنبل سے سن چکا تھا۔)

خلف بن سالم کی تاریخ وفات میں اختلاف میں پایا جاتا ہے۔

روایت ۱ عبداللہ بن محمد البغوی فرماتے ہیں خلف نے ماہ رمضان کے اخیر میں ۲۳۱ھ میں وفات پائی۔

احمد بن الحسن بن عبدالجبار الصوفی فرماتے ہیں کہ خلف کی تاریخ وفات ۲۳ رمضان ۲۳۱ھ/۸۴۵ء ہے جبکہ آپ کی عمر ۶۹ برس تھی۔

روایت ۲ علی بن احمد بن النضر کے بقول آپکا سال وفات ۲۳۲ھ/۸۴۶ء ہے۔

خطیب فرماتے ہیں۔

"والقول الاول الصّواب" (پہلا قول صحیح ہے) (۴۲)

۱۹۔ موسیٰ بن سندی الجرجانی۔ م تیسری صدی ہجری:

تاریخ جرجان کے مؤلف لکھتے ہیں کہ موسیٰ بن سندھی، ابو محمد نے ۲۳۰ھ/۸۴۴ء میں وکیع بن الجراح ابو معاویہ الضریر، ابراہیم بن ابی خالد اور یعیش بسطامی سے روایت نقل کی ہیں آپ کے پاس وکیع کی کتب بھی موجود تھیں۔

ابن عدی اور محمد بن العلاء الصیرفی آپ کو ثقہ و مامون مانتے ہیں (۴۳)

۲۰۔ ابو عبداللہ محمد بن رجاء السندی۔ م ۲۴۶ھ/ ۸۶۰ء

رجاء السندی اسی صدی کے ائمہ میں شمار ہوتے ہیں، ان کا یہ فیض آگے چل کر ان کے فرزند ارشد میں

---

(۴۱) خطیب، ابوبکر احمد بن علی البغدادی "تاریخ بغداد (المدینہ المنورۃ) ج ۸: ص ۳۳۰ (۴۲) تفصیلات کے لیے دیکھئے الف: ابن حجر تہذیب التہذیب (۲۹۱) ج ۳: ص ۱۵۲ (ب) اطہر مبارکپوری، رجال السند ص ۱۱۱۔ ج خطیب۔ "تاریخ بغداد (۴۴۱۸) ج ۸: ص ۳۲۸ (د) ذہبی تذکرۃ الحفاظ۔ ج ۲: ص ۶۵ (ہ) ذہبی۔ میزان (۲۵۴۰) ج ۱: ص ۶۶۰ (ی) الرحیم حیدرآباد۔ نومبر ۱۹۶۶۔ ص ۴۲۴۔ (۴۳) اطہر مبارکپوری۔ رجال السند ص ۲۵۰

منتقل ہوا اور ابوعبداللہ نے درسِ حدیث کے اس سلسلہ کو آگے بڑھایا۔ ابوعبداللہ اپنے والد کے علاوہ محمد بن یحییٰ اسفرائنی، مکی بن ابراہیم بن علی اندلسی، محمد بن اسحٰق بن خزیمہ جیسے محدثین سے روایات نقل کرتے ہیں ابن حبان فرماتے ہیں

"صدوق ثقة"

علاوہ ازیں رجاء السندی کے تذکرہ میں حافظ ابوعبداللہ محمد بن یعقوب کا قول "تاریخ بغداد" کے حوالے نقل کیا جاچکا ہے کہ جس میں رجاء السندی کے علاوہ آپ کے فرزند ارشد ابوعبداللہ کو بھی ثقات وثبات میں شمار کیا گیا ہے (۴۴)

۲۱۔ محمد بن ابی معشر نجیح م ۲۴۷ھ/ ۸۶۱ء

محمد بن نجیح سندھی الاصل ہیں۔ بعد میں مدینہ منورۃ ہجرت کر گئے تھے۔

آپ نے اپنے والد کے علاوہ نضر بن منصور الغبری، ابونوح الانصاری، یحییٰ بن موسیٰ البلخی سے روایات نقل کی ہیں جبکہ آپ سے آپ کے دونوں بیٹوں حسین بن محمد اور داؤد بن محمد کے علاوہ ابن ابی الدنیا ابوحاتم الرازی، ابویعلی الموصلی، ابن جریر الطبری، ابوبکر بن المنذر اور ابوحامد الحضرمی جیسے کبار محدثین ومؤرخین نے روایات نقل کی ہیں۔

ابن ابی الدنیا اور ابویعلی موصلی آپ کو ثقات میں شمار کرتے ہیں۔ (۴۵)

۲۲: حافظ عبد بن حمید نصر الکسی۔ السندی م ۲۴۹ھ/ ۸۶۳ء

کس (ک کے زیر کے ساتھ) حموی کے مطابق اس نام کے دو شہر ہیں، ایک سمرقند کے قریب ہے جس پر قعقاع بن سوید المنیمی نے اباخلدۃ الیشکری کو والی بنایا تھا اور اسی نام سے دوسرا شہر سندھ میں واقع ہے جس کی طرف معروف محدث حافظ عبد بن حمید منسوب ہیں۔ آپ نے یزید بن ہارون اور عبدالرزاق

(۴۴) سمعانی۔ الانساب: ورق ۳۱۴ (۴۵) الف ابن حجر۔ تہذیب التہذیب ۹۳۔

اطہر مبارکپوری۔ رجال السند۔ ص ۲۳۸۔ (ج) خطیب "تاریخ بغداد (۱۴۲۳) ج ۹ ص ۸۷،۸۴ (ب)

ص ۲۲۶، ۲۲۷

جیسے محدثین سے روایات نقل کی ہیں اور کبار محدثین جن میں صاحب الجامع الصحیح مسلم بن حجاج اور صاحب الجامع السنن ابوعیسیٰ ترمذی شامل ہیں، آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں (۴۶) کس کچھ کا معرب ہے۔ (۴۷) ۲۰۰ھ/۸۱۵ء میں آپ تحصیل علم کے لیے اپنے وطن سے نکلے اور یزید بن ہارون، محمد بن البشیر العبدی ابوداؤد الطیالیسی ابوالولید الطیالیسی، ابوالنضر، ابوالغمان محمد بن فضل۔ (۴۸) یعقوب بن سعد الزہری، ابوعاصم النبیل و دیگر کبار محدثین سے کسبِ فیض کیا۔

علامہ کتانی لکھتے ہیں۔

"له مسندان کبیر وصغیر۔ وهو المسمّٰی بالمنتخب وهو القدر المسموع لإبراهیم بن ضریم الشاشی منه، وهو الموجود فی ایدی الناس فی مجلد لطیف وهو خالٍ عن مسانید کثیرة من مشاهیر الصحابة۔" (۴۹)

(آپ کی دو مسانید تھیں ایک چھوٹی اور ایک بڑی ہے اور وہ ابراہیم بن خریم سے سنی ہوئی احادیث میں سے کچھ منتخب احادیث پر مشتمل تھیں۔ جو بیانِ سند سے اگرچہ خالی تھیں لیکن روایات مشہور صحابہ کرام سے نقل کردہ ہیں۔ ایک لطیف جلد میں لوگوں کے پاس آئی۔)

اس روایت کے مطابق یہ کہا جاسکتا ہے کہ سندھی محدثین میں علم حدیث پر کسی تالیف کا سب سے پہلا سہرا آپ ہی کے سر ہے۔

شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ آپ کی سب سے بہتر سند حسبِ ذیل ہے۔

"عن یزید بن ہارون عن اسمٰعیل بن خالد، عن قیس ابن ابی حازم عن ابی بکر الصدیق" (۵۰)

اس سند سے ایک روایت بھی عبد بن حمید نے نقل کی ہے۔

آپ نے ۲۴۹ھ/۸۶۳ء میں وفات پائی۔

---

(۴۶) حموی۔ معجم البلدان ج ۴: ۴۶۰۔ ذکر کیس" (۴۷) اطہر مبارکپوری۔ رجال السند۔ ص ۱۶۶،

(۴۸) محمد اکرم امعان النظر۔ مقدمہ۔ ص: ۶

(۴۹) الکتانی، محمد بن جعفر، الرسالة المستطرفة کراچی (۱۹۶۰) ص ۵۷۔

(۵۰) شاہ عبدالعزیز دھلوی۔ بستان المحدثین۔ اردو ترجمہ، عبدالسمیع مولانا کراچی، میر محمد ص: ۵۵۔

۲۳۔ الحسین بن محمد بن ابی معشر نجیح م ۲۷۵ھ / ۸۸۸ء

محمد بن ابی معشر نجیح کا شمار سندھ کے کبار محدثین میں ہوتا ہے (آپ کا تعارف گزشتہ اوراق میں گزر چکا ہے) آپ کے تلمیذ اور فرزند ارشد حسین بن محمد بھی اسی میدان کے شہسوار ہیں۔ آپ اپنے والد کے علاوہ محمد ابن ربیعہ اور وکیع بن الجراح جیسے وقیع محدثین سے روایت کرتے ہیں جبکہ محمد بن احمد الحکیمی، اسمٰعیل بن محمد الصفار، علی بن اسحٰق درانی اور ابو عمرو ابن السماک نے آپ سے روایات نقل کی ہیں۔

آپ کی وفات اسی روز ہوئی جس روز ابو عون البزوری اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

ابو عون کی تاریخ وفات مؤرخین کے مطابق ۲۱ رجب ۲۷۵ھ / ۸۸۸ء ہے۔ (۵۱)

۲۴۔ فتح بن عبداللہ سندھی م ۲۷۵ھ / ۸۸۸ء

آپ کا لقب ابو نصر تھا، فقہ و حدیث کے ماہر تھے۔ فقہ و کلام میں ابو علی ثقفی کے اور حدیث میں حسین بن سفیان اور دیگر محدثین کے شاگرد تھے۔

آپ کی علمی وجاہت کی بنا پر آپ کا لوگوں میں احترام تھا۔ جب آپ پیدل چلا کرتے تو لوگوں کا انبوہ کثیر آپ کے ساتھ ہوتا۔

آپ کی وفات ۲۷۵ھ / ۸۸۸ء میں ہوئی۔ (۵۲)

۲۵۔ احمد بن سندھی بن فروخ م ۲۷۵ھ / ۸۸۸ء

احمد بن سندھی بن فروخ سندھ میں تیسری صدی کے ان محدثین میں شمار ہوتے ہیں کہ جنہوں طلب علم کے لیے بغداد کا سفر کیا اور وہاں پر یعقوب بن ابراہیم الدداتی سے کسب فیض کیا۔ روایات کے مطابق آپ نے مسند درس البصرۃ میں بچھائی جہاں عبداللہ بن عدی الجرجانی نے آپ سے مشرف تلمذ حاصل کیا خطیب نے تاریخ بغداد میں اور سمعانی نے الانساب میں آپ کا ذکر کیا لیکن آپ کے سنہ وفات

---

(۵۱) اطہر مبارکپوری، رجال السند۔ ص ۸۰ (۵۲) محمد اسحٰق، علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ ص ۲۴۵

نقل نہیں کیا البتہ اسقدر اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ آپ نے تیسری صدی کے غالباً تیسرے یا چوتھے ثلث میں وفات پائی ہے کیونکہ آپ کے شیخ دورقی نے ۲۵۲ھ/۸۶۶ء میں وفات پائی ہے اور آپ نے قیام بغداد میں ان سے شرف تلمذ کیا جس کے بعد آپ بصرہ آ گئے تھے (۵۲)

۲۶۔ قاسم بن عباس معشری م ۲۷۸ھ / ۸۹۲ء

ابو معشر نجیح کا خانوادہ سندھ میں علم حدیث کی خدمت میں ممتاز مقام رکھتا ہے، قاسم بن عباس جو عباس بن سندھی کے فرزند اور ابو معشر نجیح کے نواسے تھے۔ اس خاندان کے آخری چشم و چراغ ہیں، آپ مسدد ابوالولید الطیالسی کے شاگرد تھے، خطیب کے مطابق آپ نے ابوالولید طیالسی، سہل بن بکار مسدد بن مسرہد، زکریا بن یحییٰ الخزاز المقری اور عبدالواحد بن عمرو عجلی، سے سماع کیا ہے۔

ابو عمرو بن سماک، احمد بن کامل قاضی، ابوبکر الشافعی، آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں، آپ عبدالواحد بن عمرو العجلی کی سند سے ۵ واسطوں سے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں، آپ کی وفات جمعہ کے روز ۲۷ شوال ۲۷۸ھ / ۸۹۲ء کو ہوئی۔ (۵۴)

۲۷۔ حبشیں بن سندھی قائعی، م ۲۸۰ھ / ۸۹۳ء

آپ امام احمد بن حنبل کے شاگرد تھے۔ عبیداللہ بن محمد العائشی کو علم حدیث میں آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ (۵۵)

داؤد بن محمد م ۲۸۰ھ/۸۹۳ء۔ داؤد نے اپنے والد سے اپنے دادا کی کتاب المغازی روایت کی ہے، احمد بن کامل قاضی بغداد آپ کے شاگرد تھے۔ آپ کی تاریخ وفات صحیح معلوم نہیں اندازاً آپ کی وفات ۲۸۰ھ/۸۹۳ء میں ہوئی۔ (۵۶)

---

(۵۳) اطہر مبارکپوری، رجال السند۔ ص ۵۴ (۵۴) خطیب تاریخ بغداد۔ (۶۸۹۷) ج ۱۲: ص ۴۴۶ (۵۵) محمد اسحٰق، علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ، ص۔ ۲۴۰۔ محمد اسحٰق نے حبشیں بن سندھی کو حافظ ذہبی، میزان کے حوالہ سے محمد بن مخلد کا استاد قرار دیا ہے (دیکھئے کتاب و صفحہ مذکور) لیکن حافظ ذہبی نے میزان میں محمد بن مخلد کے دو طرق ذکر کیے ہیں (الف) محمد بن مخلد عن مالک (ب) محمد بن مخلد عن اسمٰعیل بن عیاش دیکھئے۔ ذہبی لسان المیزان (۸۱۵۱) ج ۴: ص ۳۲ (۵۶) محمد اسحٰق، کتاب مذکور ص: ۲۴۱۔ خطیب، تاریخ بغداد (۴۴۷۵) ج ۸: ص ۳۷۶

سندھی بن ابان۔ م ۲۸۱ھ/ ۸۹۴ء

آپ کی کنیت ابونصر تھی، علم حدیث سے آپ کو گہری دلچسپی تھی۔ کوفہ کے ایک محدث یحییٰ بن عبدالحامد الحمانی سے کسب فیض کیا۔ عبدالصمد بن علی طشتی نے آپ سے روایات نقل کی ہیں۔ ذی الحجہ ۲۸۱ھ/ ۸۹۴ء میں آپ کی وفات ہوئی۔ (۵۷)

۲۸۔ احمد بن سندھی الباغی۔ الرازی۔ م تیسری صدی ہجری

احمد بن سندھی الباغی الرازی تیسری صدی کے ائمہ محدثین میں شمار ہوتے ہیں۔ علم رجال و انساب کی کتب میں آپ کا تذکرہ نہیں ملتا۔ البتہ ابن ابی حاتم نے کتاب الجرح والتعدیل میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ کے پاس دو اجزاء پر مشتمل ایک صحیفہ تھا ان میں سے ایک جزو میں ابوزہیر عبدالرحمٰن بن مغراء کی اور دوسرے جزو میں سلمۃ بن فضل کی روایات تحریر تھیں۔

احمد بن سندھی کے اس سے زیادہ حالات رجال کی کتب میں نہیں ملتے البتہ آپ کے اساتذہ و تلامذہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ تیسری صدی ہجری کے ائمہ حدیث میں سے ہیں (۵۸)

۲۹۔ اسمٰعیل بن سندھی۔ م تیسری صدی ہجری

آپ کا نام اسمٰعیل بن سندھی اور ابو ابراہیم کنیت ہے۔ آپ ان محدثین میں سے ہیں جو نسلاً سندھی ہیں لیکن حصولِ علم کی خاطر ترک وطن کر کے بغداد ہجرت کر گئے تھے۔

آپ مسلم بن ابراہیم الوراق سے روایت کرتے ہیں اور محمد بن مخلد آپ سے روایت کرتے ہیں۔ "قاضی اطہر فرماتے ہیں کہ آپ کے شیوخ اور ہم عصروں کی سنہائے وفات سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ تیسری صدی کے محدثین میں سے ہیں۔ (۵۹)

(۵۷) ایضاً ص ۲۴۶ خطیب کتاب مذکور (۴۸۰۷) ج ۹ : ص ۲۳۴

(۵۸) اطہر مبارکپوری۔ رجال السند ص ۵۵۔

(۵۹) اطہر مبارکپوری کتاب مذکور : ص ۸۰ ۔

۳۰۔ احمد بن سندھی بن الحسن۔ م تیسری صدی ہجری؛

آپ احمد بن سندھی بن فروخ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ (۶۰)

۳۱۔ سندھی بن عبدویہ الکلبی۔ الرازی۔ م تیسری صدی ہجری

امام ابن حاتم فرماتے ہیں کہ آپ کا نام سہل بن عبدالرحمٰن ہے اور آپ کو سہل بن عبدویہ بھی کہا جاتا ہے آپ ہمدان اور قزوین کے قاضی تھے۔

ابراہیم بن طہمان جریر بن حازم، عبیداللہ العمری سے آپ نے روایات نقل کی ہیں اور ابومسعود احمد بن الفرات آپ کے تلمیذ ہیں۔

امام ذھبی میزان الاعتدال میں ابن عبدویہ کو منکر الحدیث قرار دیتے ہیں (۶۱)

۳۲۔ ابوبکر محمد بن محمد بن رجاء السندی۔ م ۲۸۶ھ / ۸۹۹ء

رجاء السندی کا لگایا ہوا شجرہ طیبہ پھلتا پھولتا ابوعبداللہ سے ہوتا ہوا۔ آپ کے فرزند ابوبکر تک آتا ہے

موئف تاریخ جرجان لکھتے ہیں کہ آپ اسحٰق بن راہویۃ اور احمد بن حنبل سے روایت کرتے تھے۔ حافظ ذھبی فرماتے ہیں۔ آپ نے اپنے داد رجاء السندی کے علاوہ اسحٰق بن راہویۃ، احمد بن حنبل علی بن المدینی، ابن نمیر اور ابوبکر بن شیبہ سے سماعِ حدیث کیا۔ جبکہ ابوعوانہ، ابوحامد، ابن الشرقی محمد بن صالح بن ھانی۔ ابن الاخرم اور ابوالنضر محمد بن محمد جیسے کبار محدثین نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔

ذہبی نے تذکرہ الحافظ میں محمد بن محمد بن رجاء کے متعلق ابن حبان کی رائے نقل کی ہے۔

(۶۲)

---

(۶۰) سمعانی الانساب۔ ص: ۳۱۴ الف (۶۱) اطہر مبارکپوری۔ کتاب مذکور۔ ص ۱۴۴ ذھبی۔ میزان الاعتدال

(۶۲) ذھبی۔ تذکرۃ الحفاظ (۷۰۶) جز د ۲: ص ۶۸۶ جلد اول

(آپ دینی لحاظ سے ثابت اقدم، اپنے ہم عصروں سے مقدم تھے اور آپکا اپنے دادا رجاء سے سماع ثابت ہے)

آپ نے صحیح مسلم کی روایات کا استخراج کیا ہے۔ (۶۳)

۲۳۔ اسمٰعیل بن محمد بن رجاء السندی۔ متوفٰی تیسری صدی ہجری

علامہ طاہر پٹنی نے "مغنی میں باب السندی کے ضمن میں محمد بن رجاء السندی کے بعد ان کے بیٹے اسمٰعیل بن محمد کا ذکر کیا ہے اور انہیں سندھ کے معروف محدثین میں شمار کیا ہے، مغنی کے علاوہ تراجم ورجال کی کسی کتاب میں ان کا تذکرہ نہیں ملتا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کی وفات بھی تیسری سدی کے اواخر میں ہوئی ہے (۶۴)

۲۴۔ مہروک بن رائق۔ م تیسری صدی ہجری

مہروک بن رائق ان محدثین میں سے ہیں جو نسلاً عرب تھے اور "الور" کے والی بنا کر سندھ بھیجے گئے تھے آپ نفقہ وقانون اسلامی اور علم حدیث میں ایک نمایاں وبلند مقام رکھتے تھے۔ آپ کی صحیح تاریخ وفات کا علم نہیں البتہ روایات سے اتنا علم ضرور ہو سکا ہے کہ ۲۸۹ھ / ۹۰۱ء میں آپ الور کے بادشاہ تھے اور سندھ کے تمام بادشاہوں میں سب سے بڑے بادشاہ تھے۔ کشمیر کا پہاڑی اور سطحی علاقہ آپ ہی کے زیر نگین تھا۔ (۶۵)

۲۵۔ داؤد بن محمد بن ابی معشر م تیسری صدی کا آخر۔

محمد بن ابی معشر م ۲۴۷ھ کے فرزند ارشد داؤد بن محمد کا شمار تیسری صدی کا آخری دور کے محدثین میں ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے والد سے کتاب المغازی روایت کی ہے (۶۶)

آپ سے روایت کرنے والوں میں احمد بن کامل القاضی کا نام مؤرخین نے نقل کیا ہے (۶۷)

(۶۳) اطہر مبارکپوری۔ کتاب مذکور۔ ص ۸۱ (۶۴) ایضاً۔ (۶۵) اطہر مبارکپوری۔ کتاب مذکور ص ۲۵۲

(۶۶) محمد اکرم۔ امعان النظر۔ مقدمہ ص ۲ خطیب۔ تاریخ بغداد (۴۴۷۵) ج ۸: ص ۳۷۶

(۶۷) اطہر مبارکپوری۔ رجال السند۔ ص ۱۰۷

۳۶۔ ابو جعفر السندی م تیسری صدی ہجری:

قاضی اطہر فرماتے ہیں:

والظاهر ان اباجعفر السندی کان محدثا کبیرا هو کان له کتاب وکان من رجال المائة الثالثة ۔ (۶۸)

(ظاہر یہی ہے کہ ابو جعفر سندھی بڑے محدث تھے، آپ کی ایک کتاب بھی تھی اور آپ تیسری صدی کے محدثین میں سے ہیں) اطہر مبارکپوری کے قول کے مطابق حافظ ذہبی میزان میں عمرو بن مالک الراسبی کے تذکرۃ کے ضمن میں ابو جعفر کے متعلق امام بخاری کا قول نقل کرتے ہیں کہ امام آپ کو "کذاب" قرار دیتے تھے۔
لیکن حقیقت میں عمرو بن مالک کے تذکرہ میں حافظ نے ابو جعفر کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ (۶۹)

۳۷۔ ابو محمد الہندی البغدادی م تیسری صدی ہجری:

آپ تیسری صدی ہجری کے محدثین میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے فرج سے روایات لی ہیں اور آپ سے علی بن محمد المدائنی نے روایات نقل کی ہیں۔ (۷۰)

دور اوّل یعنی دوسری صدی ہجری / آٹھویں صدی عیسوی اور تیسری صدی ہجری / نویں صدی عیسوی میں علم حدیث کا چراغ اگر کہیں ملتا ہے تو وہ سندھ سے منسوب نظر آتا ہے لیکن سندھ سے تعلق رکھنے والے ان محدثین میں بھی اکثریت ان حضرات کی ہے جو عرب ممالک سے ہجرت کر کے، برصغیر میں سندھ کے مقام پہ آکر آباد ہو گئے یا کسی فرض منصبی کی انجام دہی کے لیے متعین کر دیئے گئے۔ ان حضرات نے تعلیم و تربیت عرب سے حاصل کی۔ مؤرخین، ائمہ رجال و انساب نے ان حضرات کے جو تذکرے مرتب کیے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگرچہ یہ حضرات محدثین سندھ آکر آباد ہو گئے تھے۔ لیکن چونکہ لوگ اسلامی تعلیمات

(۶۸) اطہر مبارکپوری۔ کتاب مذکور ص ۲۷۰ (۶۹) ذہبی۔ میزان الاعتدال (۶۴۲۵) ج ۳: ص ۲۸۵

(۷۰) اطہر مبارکپوری۔ رجال السند۔ ص: ۲۸۶

سے ابھی زیادہ روشناس نہیں ہوئے تھے اس لیے یہ حضرات درس حدیث کا سلسلہ زیادہ وسیع پیمانہ شروع نہ کر سکے۔

دوسری وجہ یہ ہوئی کہ دوسری صدی ہجری میں سندھ آنے والے محدثین میں سب سے بعد میں جس محدث کی وفات ہوئی وہ الربیع بن صبیح البصری ہیں جنہوں نے ۱۶۰ھ میں وفات پائی گویا جبکہ سندھ کو فتح ہوئے ابھی نصف صدی گذری تھی۔ پھر یہ بھی صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکا کہ آیا یہ حضرات فتح سندھ کے فوراً بعد آ گئے تھے یا کچھ عرصہ گذرنے کے بعد آئے۔

جہاں تک اس صدی کے سندھی محدثین کا تعلق ہے وہ لوگ یا تو وہ حضرات ہیں جو پیدا ہی عرب میں ہوئے اور وہیں تعلیم و تدریس کا سلسلہ ایک عرصہ جاری رکھ کر وفات پا گئے یا وہ لوگ ہیں کہ جو سندھ میں مسلمانوں کی آمدورفت اور ان کے علمی رتبہ و مقام کو دیکھ کر، اس سے متاثر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا اور حصول علم کے لیے بصرہ و دمشق کا سفر اختیار کیا۔ ان حضرات کی نیت تو یہی ہو گی کہ حصولِ علم کے بعد واپس آ کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر کے مقامی حضرات کی تعلیم و تربیت کا انتظام کریں گے۔ لیکن ان کی زندگی نے وفا نہ کی اور طلب علم کی چوٹی سر کرنے کے دوران ہی یہ لوگ اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئے۔

چنانچہ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اولاً تو ان دو صدیوں میں کوئی مرکز علمی قائم نہ ہو سکا جو اجتماعی شکل و انداز میں علم دین کی خدمت و اشاعت کے فرائض سرانجام دیتا تاکہ وہ علم کو اس علاقہ میں اسقدر عام کر دیتا کہ حصولِ علم کے لیے لوگوں کو بیرونِ ملک سفر اختیار نہ کرنا پڑتا۔ کیونکہ اس زمانہ میں ذرائع سفر محدود تھے۔ اور سریع الرفتار بھی نہ تھے عرب کے ایک سفر کو طے کرنے کے لیے دنوں ہفتوں کی نہیں مہینوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود سندھ کے بہت سے افراد عرب ممالک میں حصولِ علم کی تمنا لے کر گئے اور علوم دینیہ سے بہرہ ور ہوئے۔

اس دور کے محدثین میں دو محدثین البتہ ایسے نظر آتے ہیں کہ جن کا فیض علمی آگے بڑھا اور نسلاً بعد نسلٍ علم دین کی خدمت ہوتی رہی۔ ان محدثین میں دوسری صدی ہجری کے محدث ابو معشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندھی م ۱۷۰ھ اور ابو محمد خلف بن سالم کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ ابو معشر کے فرزند، ارشد محمد بن ابی معشر م ۲۴۷ھ/۸۶۱ء تیسری صدی کے محدثین میں شمار ہوتے ہیں اور ابو معشر کے پوتے داؤد بن محمد اور الحسین

بن محمد م رجب ۲۷۵ھ/۸۸۸ء نے تیسری صدی میں علم حدیث کی خدمت کی۔ اسی طرح ابو محمد خلف بن سالم م ۲۲۱ھ کے برخوردار ابو عبداللہ محمد بن رجا اور پوتے محمد بن محمد بن رجا م ۲۸۶ھ/۸۹۹ء بھی تیسری صدی کے جبال العلم میں شمار ہوتے ہیں۔ اس کے مماثل ایک نام تیسری صدی ہجری میں سندھی بن شاہک کا نظر آتا ہے جو ادیب و شاعر اور ماہر سیاسیات تھے (کیونکہ محدث نہ تھے اس لیے ان کا مفصل تعارف ذکر نہیں کیا)، ان کے برخوردار ابراہیم بن سندھی بن شاہک نے چوتھی صدی میں علم حدیث کی خدمت کی۔(۱)

اس طرح اس دور میں تین اہل علم ایسے ہیں کہ جن کا یہ فیض علمی آگے کی نسلوں میں جاری رہا اور آئندہ نسلوں نے بھی اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے علم کی خدمت کی۔

دورِ ثانی۔ چوتھی صدی ہجری/دسویں صدی عیسوی تا ساتویں صدی ہجری/تیرہویں صدی عیسوی

(دوسری اور تیسری صدی ہجری میں ہونے والی خدمات اولاً تو بہت محدود رہیں ثانیاً تمام محدثین نے انفراداً علم کی خدمت کی، ان کی خدمات میں اجتماعیت کا فقدان نظر آتا ہے کیونکہ ان دو صدیوں میں کوئی قابل ذکر مرکز علم حدیث قائم نہ ہو سکا تھا۔

البتہ چوتھی صدی اس لحاظ سے خوش قسمت ہے کہ اس صدی میں برصغیر کا سب سے پہلا مرکز علمی "دیبل (۲)" میں قائم ہوا۔ چوتھی صدی کے محدثین کی اکثریت، دیبل سے ہی تعلق رکھتی ہے۔ دیبل کے علاوہ اسی صدی میں ایک مرکز منصورہ (۳) میں قائم ہوا۔)

اس صدی کے جائزہ میں پہلے دیبل کے محدثین اور بعد ازاں منصورہ کے محدثین کا تذکرہ ہوگا۔

دیبل کا یہ مرکز اور اس کے رجال اہل علم کے درمیان اس قدر مشہور ہوئے کہ حموی نے معجم البلدان میں اس کا تعارف کراتے ہوئے لکھا کہ اس کی طرف کثیر تعداد میں محدثین منسوب کیے جاتے ہیں، سمعانی نے "الانساب" میں دیبل کے رجال کا مستقلاً ذکر کیا۔

---

(۱) ان کی خدمات کا ذکر چوتھی صدی ہجری کے محدثین کے ضمن میں آئیگا۔ (۲) حموی معجم البلدان ۴۵۹: ۲ کے حوالہ سے تعارف گزر چکا۔ (۳) منصورہ سرزمین سندھ کا ایک بڑا قصبہ ہے جو بنو امیہ کے عامل منصور بن جمہور کی طرف منسوب ہے کیونکہ وہی شہر کا بانی ہے اقلیم ثالث پر مغرب کی جانب ۹۳ درجہ طول بلد اور جنوب کی جانب ۲۲ درجہ عرض بلد پر واقع ہے۔ دیکھیے۔ حموی۔ کتاب مذکور۔ ج ۵: ص ۲۱۱: ذکر منصورہ۔

۲۸۔ ابوجعفر محمد بن ابراہیم الدیبلی م ۳۲۲ھ/ ۹۳۴ء

(آپ کا نام محمد بن ابراہیم، ابوجعفر آپ کا لقب اور دیبلی آپ کی نسبت ہے، آپ دیبل کے سب سے پہلے محدث ہیں، جو حصول علم کے لیے مکہ مکرمہ گئے اور وہاں پر موجود تیسری صدی کے کبار محدثین ومفسرین سے علم تفسیر وحدیث میں کمالِ دسترس حاصل کی) آپ نے ابن عیینہ کی کتاب "التفسیر" کا درس انہی کے تلمیذ عبدالرحمٰن المخزومی م ۲۴۹ھ/ ۸۶۳ء اور ابن المبارک کی کتاب البر والصلہ کا درس کا ان کے شاگرد حسین المروزی م ۲۴۲ھ/ ۸۵۶ء سے لیا۔

آپ نے مکہ کے محدث محمد بن زنبور کے علاوہ عبدالرحمٰن بن صبیح اور دیگر محدثین سے روایات نقل کی۔

علم حدیث پر عبور حاصل کرنے کے بعد ابوجعفر وطن واپس نہ آئے بلکہ مکہ ہی میں قیام کر کے درس وتدریس کی صورت میں علم حدیث کی خدمت کرتے رہے۔ ابوالحسن احمد بن ابراہیم بن فراس المکی، ابوالحسن محمد بن محمد الحجاج اور محمد بن ابراہیم المقری نے ابوجعفر سے احادیث روایت کی ہیں۔

ابوجعفر نے جمادی الاول ۳۲۲ھ/ اپریل ۹۳۴ء کو مکہ میں وفات پائی۔ (۷۴)

ابن عماد نے محمد بن زنبور اور محدثین کی ایک جماعت روایات نقل کی ہیں (۷۵)

۲۹۔ الحسین بن محمد بن اسد الدیبلی م ۳۴۰ھ/ ۹۵۱ء

(ابن عساکر تاریخ کبیر میں لکھتے ہیں کہ الحسین بن محمد نے جن کی کنیت ابوالقاسم تھی دمشق میں ابویعلی الموصلی سے سماع حدیث کیا ہے۔ موصلی سے ہوتی ہوئی ان کی سند صحابہ میں جابر بن عبداللہ سے ملتی ہے۔)

آپ کی وفات دمشق میں ۳۴۰ھ/ ۹۵۱ء میں ہوئی۔ (۷۶)

۲۹۔ ابوالعباس احمد بن عبداللہ بن سعید الدیبلی م ۳۴۳ھ/ ۹۵۴ء۔

(آپ کا نام احمد بن عبداللہ تھا، آپ کی کنیت ابوالعباس تھی۔ دیبل سے آپ کا تعلق تھا۔ آپ بڑے

(۷۴) محمد اسحٰق، ڈاکٹر، علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ (لاہور، ۱۹۷۷ء) ص ۵۲ (۷۵) ابن عماد، عبدالحئی، الحنبلی۔ شذرات الذھب قاہرہ ۱۳۵۰ھ، ج ۲: ص ۲۹۵ (۷۶) اطہر مبارکپوری: رجال السند ص ۱۰۵

عابد و زاہد، صاحب ورع و تقویٰ تھے۔ زہد و تقویٰ کے ساتھ ساتھ حصولِ علم کی تمنا و شوق نے آپ کو اسفارِ کثیرہ پر مجبور کیا چنانچہ آپ نے بصرہ کا سفر اختیار کیا اور وہاں پر قاضی ابوخلیفہ بغداد میں جعفر بن محمد الفریان، مکہ مکرمہ میں نفضل بن محمد جندی اور محمد بن ابراہیم الدیبلی (۷۷) مصر میں علی بن عبدالرحمٰن و محمد بن زبان، دمشق میں ابوالحسن احمد بن عمیر، بیروت میں ابو عبدالرحمٰن مکحول، حران میں ابوعروبہ حسین بن ابی معشر، تستر میں احمد بن زبر تستری، عسکر میں مکرم عبدان بن الحافظ اور نیشاپور میں ابوبکر محمد بن اسحٰق بن خزیمہ سے سماعِ حدیث کیا۔ حاکم جیسے جلیل القدر محدثین آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ نیشاپور میں ہی آپ کی وفات رجب ۳۴۳ھ / ۹۵۴ء میں ہوئی۔ (۷۸)

۴۱۔ ابراہیم بن محمد الدیبلی م ۳۴۵ھ / ۹۵۶ء

آپ ابوجعفر محمد بن ابراہیم کے برخوردار تھے، آپ نے بغداد کے حافظ موسیٰ بن ہارون البزاز اور مکہ کے محدث علی الصائغ سے احادیث روایت کی ہیں۔ (۷۹)

۴۲۔ محمد بن محمد بن عبداللہ الدیبلی م ۳۴۵ھ / ۹۵۶ء

آپ کا نام محمد بن محمد اور کنیت ابوالعباس تھی۔ آپ دیبل کے زاہدین میں شمار ہوتے ہیں۔ سمعانی لکھتے ہیں، آپ بڑے عابد و زاہد تھے۔ آپ نے ابوخلیفہ الفضل بن الحباب الجمحی، جعفر بن محمد بن الحسن الفریابی، عبدان بن احمد بن موسیٰ العسکری، محمد بن عثمان بن ابی سرید البصری اور دیگر محدثین سے روایات نقل کی ہیں۔ آپ سے حاکم ابوعبداللہ الحافظ نے سماع کیا۔

آپ کی وفات رمضان ۳۴۵ھ / ۹۵۷ء میں ہوئی۔ اور ابوعمرو بن نجید نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (۸۰)

۴۳۔ حسن بن محمد بن اسد الدیبلی م ۳۵۰ھ / ۹۶۱ء

محمد بن اسد الدیبلی کے دو فرزندانِ راشدان نے سندھ میں علم حدیث کی خدمات سرانجام دیں۔

(۷۷) تعارف گذر چکا ہے۔ سمعانی۔ الانساب۔ ورق ۲۲۶ ب؛ (۷۸) الرحیم حیدرآباد، جولائی ۱۹۶۳ء محمد اکرم (رمعان النظر مقدمہ ص ۵)

(۷۹) الف: سمعانی۔ الانساب۔ ۲۲۶ ب (ب) خطیب۔ تاریخ بغداد (د) محمد اسحٰق۔ علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ۔ ص ۵۳۔

(۸۰) سمعانی۔ الانساب۔ ورق ۲۲۶۔ محمد اکرم نفر لوپری۔ امعان النظر۔ مقدمہ ص ۴۔

الحسین بن محمد بن اسد کا ذکر گزشتہ اوراق میں گذر چکا جن کی وفات ۳۴۰ھ میں ہوئی۔ ان کے برادر خورد حسن بن محمد کا تعارف پیش ہے۔

آپ بھی اپنے برادر بزرگ کی طرح ابویعلیٰ الموصلی کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے ۳۴۰ھ/۹۵۱ء میں دمشق میں علم حدیث کی اشاعت کی۔

آپ کا سلسلہ سند بھی جابر بن عبداللہ سے ملتا ہے۔

تمام آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کی وفات ۳۵۰ھ/۹۶۱ء میں ہوئی۔ (۸۱)

۴۴۔ خلف بن محمد الدیبلی م ۳۶۰ھ/۹۷۰ء

خلف بن محمد نے اپنے آبائی شہر دیبل میں علی بن موسیٰ الدیبلی سے علم حدیث میں استفادہ کیا۔ بعد ازاں وہ بغداد چلے گئے تھے۔ جہاں ابوالحسین بن الجندی اور احمد بن عمیر نے آپ سے استفادہ کیا۔

آپ کا سن وفات ۳۶۰ھ/۹۷۰ء نقل کیا گیا۔ (۸۲)

۴۵۔ احمد بن ہارون الدیبلی (۲۷۵ھ/۸۸۸ء۔ ۳۷۰ھ/۹۸۰ء)

احمد بن محمد بن ہارون بن سلیمان بن علی، الحربی الرازی، دیبل سے تعلق رکھتے تھے۔ خطیب تاریخ بغداد میں ابوالعلاء القاضی (۸۳) کا قول نقل کرتے ہیں کہ میں نے ابوبکر احمد بن ہارون سے ان کی تاریخ ولادت پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ میں ۲۷۵ھ/۸۸۸ء میں پیدا ہوا (۸۴)

جعفر بن محمد الفریابی، اور ابراہیم بن شریک الکوفی سے روایت کی اور آپ سے احمد بن علی البادا نے روایت نقل کی ہے، خطیب نے حسن بن حسین النعالی، عن احمد بن محمد کے طریق سے ایک روایت نقل کی ہے جو ثوبان، نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ سے مرفوعاً منقول ہے۔

احمد بن محمد کی وفات اتوار کے روز ۱۲ رجب ۳۷۰ھ/۹۸۰ء کو ہوئی۔ (۸۵)

(۸۱) محمد اسحٰق۔ علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ۔ ص ۵۵ (۸۲) خطیب۔ تاریخ بغداد (۴۴۲۷) ج ۸: ص ۳۲۳ محمد اسحٰق کتاب مذکور۔ ص ۵۵ (۸۳) ابوالعلاء القاضی۔ محمد بن علی بن یعقوب (۸۴) خطیب تاریخ بغداد (۲۵۲۴) ج ۵: ص ۱۱۵ (۸۵) خطیب فرماتے ہیں کہ ابوبکر کی یہ تاریخ وفات میں نے ابوالعلاء کی ایک کتاب میں دیکھی جو انہوں نے خود لکھی تھی۔ دیکھئے خطیب تاریخ بغداد: ج ۵، ص ۱۱۶-۱۱۴)

۴۶: ابوالقاسم شعیب بن محمد بن احمد الدیبلی م سنہ ۴۰۰ھ/ ۱۰۰۹ء

ابوالقاسم شعیب بن محمد بن احمد دیبلی ابن ابی قطعان دیبلی کے نام سے معروف ہیں سمعانی کے مطابق آپ نے مصر میں درسِ حدیث دیا۔ (۸۶)

ابوسعید بن یونس آپ کے شاگرد ہیں۔ سنہ ۴۰۰ھ/ ۱۰۰۹ء میں آپ کا انتقال ہوا (۸۷)

منصورہ

(منصورہ سندھ کا ایک بڑا شہر ہے جو دریا سندھ کے کنارہ اقلیم ثالث میں واقع ہے، اس کا طولِ بلد مغرب کی جانب سے ۹۳ درجہ اور عرض بلد جنوب کی جانب سے ۲۲ درجہ ہے۔ ہشام کے بقول اس کا نام منصورہ منصور بن جمہور الکلبی جو اس شہر کے بانی تھے، سے منسوب ہے جبکہ حسن بن احمد ملہی کے نزدیک اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ملہب کے سپوتوں میں سے ایک عمرو بن حفص نے عباسی خلیفہ منصور کے زمانہ میں اسے بنایا اور اسی سے منسوب کیا) منصورہ میں مساجد و مدارس کی کثرت ہے۔

یہ دیبل سے سات مراحل (۱۶۸ کلومیٹر) اور ملتان سے ۱۲ مراحل (۳۰۷،۲ کلومیٹر) پر واقع ہے۔ (۸۸)

محدثین منصورہ

۴۷: ابوالفضل محمد بن عبدالعزیز الہاشمی المنصوری۔ م ۳۲۴ھ/ ۹۳۵ء

(آپ جامع العربیہ بغداد کے خطیب تھے، عبداللہ بن عباس کی اولاد میں سے ہیں آپ کا نسب بارہویں پشت پر عبداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب سے جا ملتا ہے۔ گویا آپکو نبی کریم ﷺ کے خاندان میں کے ایک فرد ہونے کا شرف حاصل ہے۔)

(۸۶) سمعانی۔ الانساب : ۲۳۶ ب (۸۷) عبدالحئی۔ نزھۃ الخواطر ج ۱: ص ۵۴

(۸۸) حموی، معجم البلدان۔ ج ۵، ص ۲۱۱ ایک مرحلہ ایک دن کے سفر یعنی ۱۶ میل کے برابر ہوتا ہے۔

آپ نے حسن بن محمد المخزومی، ابوالحسن واعظ، اور ابوالقاسم صیدرانی کے علاوہ محدثین کی ایک جماعت سے سماع کیا ہے۔ آپ سے ابوبکر خطیب الحافظ نے نہ صرف سماع و استفادہ کیا بلکہ کچھ احادیث آپ سے تحریر بھی کیں۔

محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق رجال میں سے ہیں اور بغداد کے ان حضرات میں سے ہیں جنہیں شاہد عدول کا لقب حاصل ہے۔ آپ کی وفات محرم ۳۲۴ھ/۹۳۵ء میں ہوئی۔ (۸۹)

۴۸: ابوالعباس محمد بن محمد الحسن المنصوری۔ م ۳۴۸ھ/ ۹۵۸ء

(ابوالعباس منصوری بھی ہاشمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

اہل بغداد میں سے ہیں لیکن پھر خراسان ہجرت کر گئے اور "ماوراء النھر" میں درس حدیث کا سلسلہ شروع کیا) آپ نے ابوبکر بن ابی داؤد سجستانی، ابوالقاسم البغوی اور ابوجعفر الطبری جیسے کبار محدثین و مؤرخین کے علاوہ دیگر محدثین سے بھی استفادہ کیا۔ اور الحافظ ابوسعد الأدریسی نے آپ سے روایات نقل کی ہیں۔ آپ کی وفات فرغانہ میں ۳۴۷ھ/۹۵۸ء میں ہوئی (۹۰)

۴۹: ابوجعفر عبداللہ بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن عیسیٰ بن ابی جعفر المنصوری۔ م ۳۵۰ھ/۹۶۱ء

(آپ ابن بویہ کے لقب سے مشہور تھے اور جامع المنصورۃ کے امام تھے۔)

آپ احمد العطاردی، اسمٰعیل بن اسحٰق القاضی، سوادۃ بن عیسیٰ الآحسی، اور ابن ابی الدنیا سے استفادہ کیا، ائمہ محدثین آپ کو ثقہ تسلیم کرتے ہیں۔ ابوالحسین محمد رزق اور احمد بن العباد کے علاوہ محدثین کی ایک کثیر تعداد نے آپ سے کسب فیض کیا۔ آپ کا سنہ وفات ۳۵۰ھ/۹۶۱ء ہے (۹۱)

۵۰: احمد بن محمد بن صالح المنصوری۔ م ۳۵۰ھ/ ۹۶۱ء

احمد بن محمد بن صالح بن عبدربہ، ابوالعباس، القاضی، آپ اہل منصورۃ کے قضاۃ میں سے تھے۔ آپ داؤد الاصبہانی کے فقہ کے امام تھے۔ اور علم فقہ آپ نے اثرم سے حاصل کیا۔ طلب علم کے لیے آپ

(۸۹) سمعانی، الانساب، ورق ۵۴۲ محمد اکرم نصرپوری، اسعاف النظر، مقدمہ۔ ص ۹ - (۹۰) اکرم نصرپوری حوالہ بالا (۹۱) ایضاً: ص ۸:

نے فارس، و بصرۃ کا سفر کیا، فارس میں ابو العباس بن الاثرم سے، بصرہ میں ابو رزق الہرانی اور ابو محمد عبد اللہ بن جعفر بن مرہ المنصوری سے استفادہ کیا اور آپ سے حاکم نے روایات نقل کی ہیں، آپ کی وفات ۳۵۰ھ/۹۶۱ء نقل کی گئی ہے (۹۲)

۵۱۔ ابو محمد عبد اللہ بن جعفر بن مرۃ المنصوری م ۳۹۰ھ/۹۹۹ء

منصورۃ کے دوسرے دو محدثین کی طرح عبد اللہ بن جعفر بھی حسن بن الکرم کے شاگرد تھے آپ کی شہرت حاکم نیشاپوری کے استاذ کی حیثیت سے ہوئی۔

آپ ہندی نژاد سیاہ فام محدث تھے، آپ کا سنہ وفات ۳۹۰ھ/۹۹۹ء ہے (۹۳)
دیبل اور منصورۃ کے علاوہ بھی چوتھی صدی ہجری میں سندھ میں علم حدیث کی خدمات کا سلسلہ جاری رہا۔ دیبل و منصورۃ کے علاوہ اس صدی کے جن محدثین نے علم حدیث کا چراغ روشن رکھا۔ اب ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۵۲۔ احمد بن سندھی الحداد م ۳۵۹ھ/ ۹۶۹ء

احمد بن سندھی بن بحر، ابو بکر الحداد نے خطیب بغدادی کے مطابق محمد بن عباس المؤدب، حسن بن علویہ القطان اور موسیٰ بن ہارون الحافظ سے سماع کیا، ابن رزقویہ نے آپ سے ابو حذیفہ البخاری کی تصنیف "المبتداء" اور دیگر روایات نقل کی ہیں، ابن رزقویہ کے علاوہ ابو علی بن شاذان اور ابو نعیم الاصبہانی کو بھی آپ سے شرف تلمذ رہا ہے۔

آپ کی سند حدیث محمد بن عباس المؤدب سے ہوتی ہوئی صحابہ کرام میں حضرت عائشہؓ پر، حسن بن علویہ کے واسطہ سے حضرت علیؓ اور ابن عباس پر، موسیٰ بن ہارون کے واسطہ سے مقداد بن اسود پر، احمد بن محمد بن الصباح کی سند سے انس بن مالکؓ پر منتہی ہوتی ہے ائمہ محدثین و اسماء الرجال میں ابو نعیم الاصبہانی، ابو بکر برقانی اور محمد بن ابی الفوارس کے نزدیک آپ ثقہ و صدوق ہیں۔

---

(۹۲) سمعانی۔ الانساب۔ ص۔ ۵۴۲ ب۔ ابن حجر احمد بن علی، لسان المیزان (بیروت ۱۹۷۱) (۸۲۰) ج ۱: ص ۲۷۲

(۹۳) سمعانی۔ الانساب ص ۵۴۴، محمد اسحٰق۔ علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ، ص ۵۹

آپکا سال وفات ۳۵۹ھ ۹۶۹ء نقل کیا گیا ہے (۹۴)

۵۳۔ ابراہیم بن علی بن السندی۔ متوفی چوتھی صدی ہجری:

قاضی اطہر مبارکپوری لکھتے ہیں کہ آپ کے حالات کے متعلق زیادہ تفصیلات کا علم نہیں ہوسکا سوائے اس کے کہ آپ محمد بن عبداللہ بن یزید المقری کے شاگرد اور عبداللہ بن محمد کے استاد ہیں اور چوتھی صدی ہجری کے رجال میں سے ہیں۔ (۹۵)

۵۴۔ ابراہیم بن سندی بن شاہک۔ متوفی چوتھی صدی ہجری:

سندھی بن شاہک کے فرزند ارشد ہیں۔ اس خاندان میں جہاں علم دین کی درس تدریس کے ذریعہ خدمت کی، وہاں اسلامی حکومتوں میں اہم ذمہ داریوں پر فائز رہے۔ سندھی بن شاہک قاضی رہے شام کے والی رہے۔ سندھی بن شاہک کے بھتیجے، ابراہیم بن عبدالسلام ماہر انساب، فقیہہ، نحوی، ادیب اور حافظ حدیث تھے۔ حافظ نے "البیان والتبیین" میں ادباء بلغاء میں آپ کا ذکر کیا ہے۔

ابراہیم بن سندھی بھی اپنے خاندان کی ان خصوصیات کے حامل تھے، اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے علم حدیث کی خدمت تاحیات کرتے رہے (۹۶)

۵۵: ابراہیم بن عبدالسلام السندی البغدادی:

جیسا کہ ابراہیم بن سندھی کے تعارف میں گزر چکا، ابراہیم بن عبدالسلام بھی سندھی بن شاہک کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور ادیب، شاعر نساب ہونے کے ساتھ ساتھ حافظ حدیث بھی تھے۔
ان کے تفصیلی حالات کا علم نہیں ہوسکا۔ (۹۷)

(۹۴) الف: قاضی اطہر مبارکپوری۔ رجال السند، ص ۴۴ تا ۵۴ قاضی مبارکپوری نے آپ کی روایات نقل کی ہیں (ب) خطیب تاریخ بغداد (۱۹۸۴) ج ۴: ص ۱۸۷ (ج) اکرم تھرلپوری۔ اسعاف النظر۔ مقدمہ ص ۷ (۹۵) قاضی اطہر۔ رجال السند۔ ص ۶۸۔
(۹۶) قاضی اطہر مبارکپوری۔ کتاب مذکور ص ۷۰ تا ۷۵ (۹۷) ایضاً۔ ص ۷۶

۵۶: محمد بن علی بن احمد البامیانی م ۳۹۰ھ/ ۹۹۹ء

محمد بن احمد کا تعلق بلخ، ہراۃ اور غزنہ کے درمیان ایک قصبہ سے ہے جس کا نام "بامیان" (۹۸) ہے محمد بن علی ایک ثقہ راوی و محدث کی حیثیت سے معروف ہیں۔ آپ نے ابو بکر الخطیب سے استفادہ کیا ہے۔ آپ وفات رجب ۳۹۰ھ/ ۹۹۹ء میں ہوئی (۹۹)

۵۷: احمد بن القاسم المعدل البیع ابن السندی البغدادی:

آپ ابن السندی کے لقب سے مشہور تھے آپ نے احمد بن محمد بن اسمٰعیل، اسمعیل بن محمد الصفار سے سماع کیا اور آپ سے عبدالعزیز بن علی الازجی نے استفادہ کیا ہے۔

قاضی اطہر مبارکپوری کے نزدیک آپ چوتھی صدی ہجری کے محدثین میں سے ہیں (۱۰۰)

۵۸: احمد بن محمد الحسین م ۳۹۴ھ/ ۱۰۰۳ء

احمد بن محمد کا قیام مصر میں رہا آپ ابن نظیف کے شاگرد ہیں۔ ائمہ اسماء الرجال کے نزدیک احمد بن محمد اس پلے کے محدث نہیں کہ صورتِ انفراد میں ان کی روایت قبول کی جائے۔

آپ کی وفات شوال ۳۹۴ھ/ ۱۰۰۳ء میں ہوئی۔ (۱۰۱)

پانچویں صدی ہجری/ گیارہویں صدی عیسوی:

چوتھی صدی ہجری میں دیبل میں علم حدیث کی جو داغ بیل ڈالی گئی تھی پانچویں صدی میں بھی اس کے آثار ظاہر ہوئے اور آثار کی بنا پر دیبل منصورہ کے بعد اس صدی میں قصدار میں چند محدثین پیدا ہوئے

---

(۹۸) بامیان میم کے کسرہ کے ساتھ، ایک چھوٹا قصبہ ہے جو بلخ، ہراۃ اور غزنہ کے درمیان واقع ہے پہاڑی علاقہ ہے سرسبز و شاداب ہے، اس قصبہ کے ساتھ اہل علم کی ایک معتد بہ جماعت وابستہ ہے دیکھئے حموی معجم البلدان ج ا ص ۳۳۰ ذکر بامیان (۹۹) اطہر مبارکپوری۔ رجال السندھ: ۲۲۱

(۱۰۰) قاضی اطہر، کتاب مذکور، ص ۵۷ (۱۰۱) اطہر مبارکپوری۔ رجال السندھ ۵۹۔

محدثین کی تعداد کے اعتبار سے یہ صدی چوتھی صدی ہجری کے مقابلہ میں ادنیٰ درجہ کی ہے کہ جس کثرت کے ساتھ دیبل و منصورہ میں گزشتہ صدی میں محدث تھے۔ اس صدی میں نہیں پائے گئے۔

۵۹: حسن بن حامد بن حسن الدیبلی م ۴۰۷ھ / ۱۰۱۶ء

حسن بن حامد کے متعلق خطیب لکھتے ہیں کہ آپ محدث ہونے کے ساتھ ادیب بھی تھے۔ اور ایک صدوق و امین تاجر تھے۔ (۱۰۲)

عبداللہ بن سلمہ فرماتے ہیں کہ ابن حامد جب حدیث بیان کرتے کثرتِ رقت کی بنا پر رونے لگتے آپ نے دمشق و مصر میں روایت احادیث کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کی سند صحابہ کرام میں حضرت عمر فاروقؓ پر منتہی ہوتی ہے

آپ کی وفات مصر میں شوال ۴۰۷ھ / ۱۰۱۶ء میں ہوئی۔ (۱۰۳)

۶۰: نصر اللہ بن احمد بن السندی م ۴۳۲ھ / ۱۰۴۱ء

آپ ابن السندی کے نام سے مشہور تھے۔ ابوالقاسم بن سابنک سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ اور خطیب بغدادی کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ خطیب کے نزدیک آپ "صدوق" ہیں۔ ذیقعدہ ۴۳۲ھ / ۱۰۴۱ء میں وفات پائی۔ (۱۰۴)

۶۱: شیخ محمد اسمٰعیل اللاہوری م ۴۴۸ھ / ۱۰۵۶ء

چوتھی صدی ہجری میں برصغیر میں سندھ کے علاقہ میں علم حدیث کی خدمات اپنے عروج کو پہنچی ہیں گزشتہ تفصیلات سے واضح ہوچکا ہے کہ اس صدی میں خدمت حدیث کے سلسلہ میں دیبل اور منصورہ کو خصوصی و امتیازی مقام حاصل ہے۔ اسی صدی کے آخر میں یہ خدمات وسیع ہوکر ملتان اور لاہور تک پھیل گئیں چنانچہ چوتھی صدی کے آخری دہلے ۳۹۵ھ / ۱۰۰۴ء میں سادات بخارا میں سے ایک محدث

۱۰۲: خطیب، تاریخ بغداد (۳۸۱۷) ج ۷، ص ۴۲۲ (۱۰۳) اطہر مبارکپوری، رجال السند، ص ۹۷ (۱۰۴) سمعانی، الانساب ۹۴۳

محمد اسحٰق، علم حدیث میں پاک و ہند، ص ۲۴۷ ، خطیب "تاریخ بغداد (۷۲۸۱) ج ۱۳ : ص ۲۰۲

شیخ محمد اسمٰعیل البخاری بخارہ سے ہجرت کر کے لاہور سکونت پذیر ہو گئے۔ یہ سلطان محمود غزنوی کا زمانہ تھا اور اسوقت لاہور فتح نہ ہوا تھا۔

(لاہور میں سب سے پہلے درس حدیث کی شمع روشن کرنے والے شیخ محمد اسمٰعیل ہی ہیں جن کے وعظ و درس کے ذریعہ ہزاروں لوگ رشد و ہدایت پاکر آپ کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے)

درس و تدریس اور وعظ و ارشاد کی یہ مجالس وفات تک جاری رہیں۔ آپ کو لاہور سے اسقدر محبت و موانست ہو گئی تھی کہ آپ بخاری کے بجائے اپنے آپ کو لاہوری کہنے لگے۔(۱۰۵)

کنہیا لال نے بھی تاریخ لاہور میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ (۱۰۶)

۶۲۔ جعفر بن الخطاب قصداری م ۴۵۰ھ / ۱۰۵۸ء

آپ کی کنیت ابو محمد نقل کی جاتی ہے۔ آپ کا تعلق اگرچہ شہر سندھ، قصدار سے تھا۔ لیکن آپ نے بلخ ہجرت کر کے وہیں سکونت اختیار کر لی تھی۔

آپ نے ابوالفضل عبدالصمد بن محمد بن نصیر العاصمی سے سماع حدیث کیا اور آپ سے ابوالفتوح عبدالغافر بن الحسین بن علی الکاشغری نے استفادہ کیا۔

جعفر بن الخطاب کا زمانہ حیات پانچویں صدی کا ابتدائی زمانہ ہے اور آپ کا سنہ وفات ۴۵۰ھ/۱۰۵۸ء ہے (۱۰۶)

۶۳۔ سیبویہ، العاص ابوالقاسم علی بن محمد الحسینی م ۴۶۳ھ / ۱۰۷۰ء

یحییٰ بن ابراہیم المخول اور رجاء بن عبدالواحد الاصفہانی کے شاگرد تھے۔ ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے

(۱۰۵) محمد انور شاہ کاشمیری، مولانا۔ مقدمہ انوار الباری شرح صحیح البخاری گوجرانوالہ ۱۹۸۱ء حصہ دوم ص ۹۵۔ تالیف و تدوین سید احمد رضا بجنوری ملا(۱۰۶) نقوش، لاہور نمبر کنہیا لال۔ تاریخ لاہور(۱۰۷) سمعانی۔ الانساب۔ ۵۵۴ ب۔

گئے اور وہاں درس حدیث دیتے رہے۔ حافظ ابو الفتیان عمر بن ابو الحسن الرّواسی نے جو صوبہ جرجان میں دہستان کے محدث تھے، سیبویہ سے احادیث روایت کی ہیں۔ (۱۰۷)

سیبویہ نے ۴۶۲ھ / ۱۰۷۰ء کے قریب وفات پائی۔ (۱۰۸)

۶۴: ہبۃ اللہ بن سہل السندی متوفی پانچویں صدی ہجری

ہبۃ اللہ بن سہل السندی نے ابوسعید محمد بن علی بن محمد الخشاب نیشاپوری اور ابو المعالی البغداد سے استفادہ کیا۔ آپ سے حافظ ابن عساکر اور سمعانی جیسے جلیل القدر فضلاء روایت کرتے ہیں۔

آپ کے شیوخ و تلامذہ جن میں ابو المعالی البغداد م ۴۷۶ھ اور ابن عساکر م ۵۷۱ھ شامل ہیں سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی وفات پانچویں کے آخری چوتھائی ہوئی ہے۔

تراجم سوانح، انساب اور رجال کی کتب میں آپ کا مستقل تذکرہ نہیں ملتا۔

البتہ سمعانی نے ابوسعید محمد بن علی الخشاب کے ضمن میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ (۱۰۹)

قاضی اطہر مبارکپوری فرماتے ہیں۔

لم اقف علی احوال ھذا الامام الجلیل غیر ھذا و کان عارفًا بالحدیث و امامافیه، یکن باصبہان و کان من رجال المائۃ الخامسۃ۔ (۱۱۰)

چھٹی صدی ہجری / بارہویں صدی عیسوی:

۶۵: ابو الحسن علی بن عمر لاہوری م ۵۲۹ھ / ۱۱۳۶ء:

(ابو الحسن محدث ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر و ادیب بھی تھے آپ نے ابو المظفر السعیدی سے جو حافظ حدیث تھے استفادہ کیا۔ محدث کی حیثیت سے آپ خصوصی شہرت کے مالک ہوئے اور آپ کی شہرت

(۱۰۷) سمعانی۔ ایضاً ص۔ ۲۵۱ الف (۱۰۸) محمد اسحٰق ڈاکٹر۔ ایضاً۔ ص ۱۸ (۱۰۹) سمعانی۔ الانساب۔ ص۔ ۱۹۹ الف۔ ذکر الخشاب

(۱۱۰) قاضی اطہر، رجال السند۔ ص ۲۶۳، ۲۶۴۔

برصغیر سے نکل کر بغداد میں پہنچے۔ چنانچہ ابوالفضل محمد بن نصیر السلمی البغدادی نے جو خود بھی حافظ حدیث تھے، آپ سے استفادہ کیا۔ ابوالفضل کے علاوہ ابوالقاسم محمد بن خلف لاہوری نے بھی آپ سے کسب فیض کیا اور اس فیض کو جاری رکھا۔ (آئندہ اوراق میں تعارف آئیگا)

ابوالحسن نے ۵۲۹ھ / ۱۱۳۶ء میں وفات پائی۔ (۱۱۱)

۶۶: محمود بن محمد اللاہوری۔ م ۵۴۰ھ / ۱۱۴۵ء

(آپ اسفرائن سے ہجرت کر کے لاہور وارد ہوئے تھے۔ آپ محدث و فقیہ تھے۔ علم فقہ آپ نے ابوالمظفر السمعانی سے حاصل کیا) لیکن آپ اپنے استاد کے مقلد محض نہ تھے بلکہ ان کے مسلک پر سوچ و تدبر اور انشراح صدر کے بعد عمل کرتے۔ آپؒ نے علم حدیث ابوالفتح عبدالرزاق بن حسان المنیعی، ابونصر محمد بن محمد الماہان سے استفادہ کے علاوہ نیشاپور میں ابوبکر بن خلف الشیرازی، بلخ میں ابواسحٰق ابراہیم بن عمر بن ابراہیم سے اسفرائن میں ابوسہل احمد بن اسمٰعیل بن بشر المفرجانی سے سماع کیا۔ ابوسعد نے اسفرائن میں آپ سے روایات بصورت کتابت نقل کیں۔

سمعانی فرماتے ہیں کہ میں نے محمود بن محمد سے سماع کیا ہے۔

اندازاً آپ کا سنہ وفات ۵۴۰ھ/۱۱۴۵ء ہے (۱۱۲)

۶۷: ابوالقاسم محمد بن خلف لاہوری۔ م ۵۴۰ھ / ۱۱۴۵ء

(آپ لاہور سے ہجرت کر کے اسفرائن چلے گئے تھے۔ اور وہیں سکونت اختیار کر لی تھی۔ آپ نے فقہ و حدیث کی تعلیم ابوالمظفر سمعانی سے اسفرائن میں حاصل کی) سمعانی کے علاوہ اس زمانہ کے دیگر محدثین سے بھی آپ نے کسب فیض کیا۔

آپ نے جہاں ایک طرف فقیہ و محدث کی حیثیت سے شہرت حاصل کی وہاں دوسری طرف ایک مناظر کی حیثیت سے بھی مشہور ہوئے۔

(۱۱۱) سمعانی الانساب، ۷، ۹۴ محمد اسحٰق علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ ص ۴۲،

(۱۱۲) عبدالحئی۔ نزہۃ الخواطر ج ۱: ص ۸۵، ۸۶

۵۴۰ھ / ۱۱۴۵ء میں آپ نے وفات پائی (۱۱۳)

۶۸: بختیار بن عبداللہ الفصاد الہندی المروزی م ۵۴۱ھ / ۱۱۴۶ء

بختیار بن عبداللہ آپ کا نام اور ابو محمد آپ کی کنیت ہے۔

سمعانی کے مطابق آپ نے طلب علم کے لیے عراق و حجاز کے سفر کیے اور وہاں کے اہل علم سے استفادہ کیا چنانچہ بغداد میں ابو محمد جعفر بن احمد السراج ابو الفضل محمد بن عبد السلام بن احمد الانصاری اور ابو الحسین المبارک بن عبد الجبار الطیوری سے ہمدان میں ابو محمد عبد الرحمٰن بن احمد بن الحسین الدونی سے، اصفہان میں ابو الفتح، محمد بن حداد اور ان کے ہم عصر دیگر محدثین سے استفادہ کیا۔

آپ سمعانی کے استاد ہیں۔ مرو میں آپ کی وفات صفر ۵۴۱ھ / ۱۱۴۶ء میں ہوئی (۱۱۴)

۶۹: بختیار بن عبداللہ الہندی م ۵۴۲ھ ۱۱۴۷ء

آپ کی کنیت ابو الحسن تھی۔ آپ محدث ہونے کے ساتھ ساتھ زاہد و صوفی بھی تھے۔

سمعانی نے آپ کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ آپ محمد بن اسمٰعیل الیعقوبی کے آزاد کردہ ہیں آپ ہندی الاصل تھے۔ طلب علم کے لیے آپ نے بلاد عراق و حجاز کا سفر کیا۔

بغداد میں آپ نے ابو نصر محمد، ابو الفوارس طراد بن محمد اور ابو محمد رزق اللہ بن عبد الوہاب سے۔ بصرۃ میں ابو علی بن احمد بن علی التستری، ابو القاسم عبد الملک بن علی بن خلف، ابو یعلی احمد بن محمد بن حسن اور دیگر محدثین سے کسب فیض کیا۔ بغداد و بصرہ کے علاوہ ہراۃ، اصفہان، خورستان اور اہواز کے بلاد کے سفر کیے اور وہاں پر موجود علمائے وقت سے استفادہ کیا۔ آپ کا سنہ وفات ۵۴۲ھ / ۱۱۴۷ء یا ۵۴۳ھ / ۱۱۴۸ء ہے۔ (۱۱۵)

---

(۱۱۳) سمعانی الانساب۔ ص۔ ۴۹۷۔ محمد اسحٰق ڈاکٹر علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ ص ۲۷

(۱۱۴) اطہر مبارکپوری۔ کتاب مذکور۔ ص ۸۴۔

(۱۱۵) عبد الحی بن فخر الدین الحسینی۔ نزھۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر (حیدر آباد دکن ۱۹۶۲ء) ج ۱: ص ۷۷

۷۰۔ ابوالفتوح عبدالصمد بن عبدالرحمٰن لاہوری م ۵۵۰ھ/ ۱۱۵۵ء

ابوالفتوح ابوالحسن کے شاگرد ہیں آپ نے پہلے ابوالحسن سے سماع حدیث کیا۔ بعدازاں اسفرائن میں ابوالمظفر السمعانی سے استفادہ کیا اور ان سے وہ احادیث بھی سنیں جن کا ابوالحسن سے سماع کر چکے تھے۔

چھٹی صدی کے نصف اول میں زندہ رہنے کے بعد ۵۵۰ھ/ ۱۱۵۵ء میں آپ وفات پاگئے۔ (۱۱۶)

۷۱۔ سید مرتضیٰ کوفی م ۵۸۹ھ/ ۱۱۹۳ء

سید مرتضیٰ مفسر و محدث ہونے کے ساتھ ساتھ فن سپہ گیری میں نمایاں و امتیازی مقام رکھتے تھے، سلطان شہاب الدین غوری نے آپ کو فوجی خدمات پر مامور کیا۔ اور جلد ہی آپ کی اعلیٰ عسکری صلاحیتوں کی بنا پر آپ کو سپہ سالار بنادیا۔

۵۸۹ھ/ ۱۱۹۳ء میں ایک فوجی مہم کے دوران ظفرآباد ضلع جونپور میں شہادت ہوئی۔ (۱۱۷)

۷۲۔ عمرو بن سعید اللاہوری متوفی چھٹی صدی ہجری:

آپ محدث و فقیہ تھے، حموی نے معجم میں آپ کا ذکر کیا ہے۔

آپ سے حافظ ابوموسیٰ المدینی نے سماعِ حدیث کیا۔ ابوموسیٰ کا سنہ وفات ۵۸۱ھ/ ۱۱۸۵ء ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ بھی چھٹی صدی کے محدثین میں شمار ہوتے ہیں (۱۱۸)

ساتویں صدی ہجری/ تیرہویں صدی عیسوی

۷۳۔ حسن بن محمد صاغانی لاہوری م ۶۵۰ھ/ ۱۲۵۲ء

رضی الدین حسن بن محمد بن حسن بن حیدر الصغانی ۱۰ صفر ۵۷۷ھ/ جولائی ۱۱۸۱ء کو لاہور میں پیدا

(۱۱۶) محمد اسحٰق، کتاب مذکور ص ۴۳ (۱۱۷) محمد اسحٰق علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ، ص ۲ (۱۱۸) عبدالحئی نزہۃ الخواطر ج ۱: ص ۸۲

ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والدِ ماجد سے حاصل کی ۲۵ سال کی عمر میں آپ نے علوم دینیہ پر خصوصاً علم نفقہ پر مہارت حاصل کر لی تھی، آپ اعلیٰ ذہنی و دماغی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ آپ کی ان علمی، فکری، ذہنی اور دماغی صلاحیتوں کو دیکھ کر سلطان قطب الدین ایبک نے آپ کو لاہور کا قاضی بنانے کی پیشکش کی تھی مگر شوقِ حصول کی وجہ سے انکار کر دیا۔ اور اعلیٰ تعلیم کے لیے غزنی چلے گئے۔ غزنی کے علاوہ عراق و حجاز کے اسفار علمیہ بھی کیے اور اس زمانہ کے نامور محدثین سے استفادہ کیا۔

اپنے اسفار علمیہ مکمل کرنے کے بعد صفر ۶۱۵ھ / اپریل ۱۲۱۸ء کو آپ بغداد پہنچے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ۶۱۵ھ / ۱۲۱۸ء تا ۶۳۷ھ / ۱۲۳۹ء مختلف فضلاء و سفارت کے اہم عہدوں پہ فائز رہے اور پھر بغداد میں مستقل سکونت اختیار کر کے علم حدیث اور علم اللسان کی تدریساً و تالیفاً خدمت میں مصروف ہو گئے۔

صغانی شعبان ۶۵۰ھ / اکتوبر ۱۲۵۲ء کو بغداد میں وفات پائی اور حسب وصیت اپنی رہائش گاہ "حریم الطاہری" میں دفن ہوئے۔

آپ کی تالیفات میں مصباح الدجیٰ من احادیث المصطفیٰ، الشمس المنیرۃ من الصحاح الماثورۃ، مشارق الانوار النبویۃ من صحاح الاخبار المصطفویۃ، تبیین الموضوعات شرح صحیح بخاری، التکملہ، مجمع البحرین، اور وفیات الصحابہ شامل ہے۔ (۱۱۹)

نام کتاب: مشارق الانوار النبویۃ من صحاح الاخبار المصطفویۃ۔ (۱۲۰)

مؤلف: حسن بن محمد صغانی۔

ناشر: ارکلیلی، دار الفنون علوم عالیۃ دینیہ۔

سنہ طباعت: ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء

کل صفحات: ۲۲۸۔

کل احادیث: ۲۲۵۲؛

احادیث بخاری: ۲۲۷؛

---

(۱۱۹) احمد رضا بجنوری، انوار الباری اردو شرح صحیح البخاری، گوجرانوالہ، مکتبہ حنیفیہ ۱۹۸۱ء، مقدمہ، حصہ دوم ص ۱۱۶ - عبدالحیٔ، نزہۃ الخواطر ج ۱: ص ۱۵ تا ۱۸، محمد اسحٰق، علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ: ص ۲۵۷ تا ۲۵۹ (۱۲۰) صغانی۔ مشارق۔ ص ۴

احادیث مسلم: ۸۷۵

احادیث متفق علیہ: ۱۰۵۱۔

اسلوب: مشارق الانوار ایک منفرد انداز و اسلوب میں مرتب کی گئی ہے۔ اس میں کل بارہ ابواب ہیں جن کو احکام و مسائل کے بجائے الفاظ پر تقسیم کیا گیا ہے۔ جیسے الباب الاول کلمہ مَن شرطیہ و استفہامیہ پر مشتمل ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صحیحین کی جن احادیث میں کلمہ مَن استعمال ہوا ہے ان کو تخریج کیا گیا ہے۔ احادیث کو باعتبار موضوعات و احکام فصول میں تقسیم کیا گیا ہے۔

اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ سند میں صرف صحابی کا نام ذکر کیا گیا ہے۔ اور الفاظِ حدیث نقل کرنے کے بعد خ، م اور ق کے رموز بخاری، مسلم اور متفق علیہ کے استعمال کیے گئے ہیں۔ بارہ ابواب کو جن کلمات پر تقسیم کیا گیا ہے، وہ حسب ذیل ہیں۔

مَن، ان، انی، انا، انہ، انہم، انہا، انک، انکم، انکن، انما، لا، اذا، ما (نافیہ، استفہامیہ موصولہ) نعم، بئس، بینا، بینما، لعن، ولو، لولا، وان، خیر، افعل التفضیل کل، قد، لقد، کلمات، معرفۃ، حروف و اسماء استفہام، ماضی، مضارع،

(معروف و مجہول) اور آخری باب میں جامع ادعیہ منقول ہیں۔ احادیثِ صحیحہ کا یہ ایک منفرد مجموعہ ہے جو اب نایاب ہے اس کی جدید انداز میں اشاعت اہل علم کے لیے ایک مفید سرمایہ ہوگی۔

۴۷۔ رتن بن کربال بن رتن الہندی۔ م ۶۳۲ھ/۱۲۳۴ء

ہند کے مشہور اصحاب میں سے ہے۔ ہند میں اس شخص کا ظہور ساتویں صدی ہجری میں ہوا اور اس نے صحابی ہونے کا دعویٰ کیا۔

لکھنوی نے "تجر ذخار" میں اس کے دعویٰ کی تفصیل یوں بیان کی ہے کہ یہ شخص لاہور سے ۶۰ میل کے فاصلہ پر واقع ایک شہر بھٹنڈہ میں پیدا ہوا۔ جب بالغ ہوا تو اسے تمنا ہوئی کہ کسی ایسے شخص کی صحبت

حاصل ہو جائے کہ جو اسے رشد و ہدایت کے راستہ پر چلا دے، اسوقت اس نے یہ سنا کہ عرب میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس نے مکہ کا سفر کیا اور نبی کریم ﷺ سے ملاقات کر کے مشرف باسلام ہوا اور پھر ہند واپس آگیا اور ۶۰۰ سال سے زائد زندہ رہا۔ "الرسالہ الرتنیہ" کے نام سے ایک کتاب تالیف کی جس میں وہ احادیث نقل کیں جن کے بارہ میں اس کا دعویٰ تھا کہ یہ احادیث میں نے نبی کریم ﷺ سے بلا واسطہ سنی ہیں۔

صلاح الکتبی شیخ علاؤ الدین علی بن مظفر عن قاضی جلال الدین ابو عبد اللہ محمد بن سلیمان عن قاضی نور الدین ابوالحسن علی بن ابی عبداللہ عن جدہ الحسین بن محمد کی سند سے حسین بن محمد کی رتن الہندی سے ملاقات و گفتگو کی تفصیل بیان کرتے ہیں جس کا ترجمہ پیش ہے (اصل عبارت قارئین فوات الوفیات میں ملاحظہ کریں)

حسین بن محمد فرماتے ہیں کہ صبا کے زمانہ میں جبکہ میری عمر ۱۷ یا ۱۸ برس تھی۔ میں اپنے چچا کے ساتھ خراسان سے ہند کے تجارتی سفر پہ تھا ہم ہند کے ابھی ابتدائی قطعہ میں تھے کہ قافلہ نے ایک مقام پر پڑاؤ کیا۔ ہم نے اس علاقہ کے متعلق دریافت کیا تو بتایا گیا کہ یہ علاقہ شیخ رتن المعمر کا ہے، جب ہم اس علاقہ میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک بڑا درخت ہے جس کے سایہ میں کثیر تعداد میں لوگ بیٹھے ہیں اور اس درخت کی شاخوں میں ایک چادر لٹکی ہوئی ہے جس میں شیخ رتن بابا اور اس کا وہ مجموعہ حدیث جو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے براہ راست سنا تھا موجود تھے، شیخ کو بتایا گیا کہ یہ حضرات خراسان سے آئے ہیں، نبی کریم ﷺ کی اولاد میں سے ہیں آپ سے ملنا چاہتے ہیں اور یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آپ سے نبی کریم ﷺ نے کیا فرمایا تھا تب اس شیخ نے ایک ٹھنڈی آہ بھر کر فارسی زبان میں ہلکی آواز میں یہ قصہ بیان کیا۔

زمانہ شباب میں میں نے اپنے والد کے ساتھ حجاز کا تجارتی سفر کیا جب ہم مکہ کی کسی وادی کے قریب پہنچے تو وہاں بارش کا پانی نشیبی علاقوں میں جمع تھا وہاں ایک خوبرو نوجوان دیکھا جو اونٹ چرا رہا تھا۔ لیکن اس کے اور اونٹوں کے درمیان پانی کا جوہڑ حائل تھا۔ اور وہ نوجوان اس پانی میں جانے سے خوفزدہ تھا کہ میں نے اسے اپنے کندھے پہ بٹھا کر اس کے اونٹوں تک پہنچا دیا اس نوجوان نے وہاں پہنچ کر کہا۔

بارک اللہ فی عمرک، بارک اللہ فی عمرک۔ بارک اللہ فی عمرک ۔

پھر اپنے امور تجارت سے فراغت پاکر ہم واپس آگئے۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک چاندرات کو ہم نے دیکھا کہ اچانک چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، ایک مشرق میں غروب ہو گیا اور ایک مغرب میں دیر کے بعد نصف چاند مشرق سے طلوع ہوا اور نصف مغرب سے اور وہ دونوں وسط آسمان پر مل گئے اور پہلے کی طرح ہو گئے۔

ہم نے سیاحوں سے اس کی بابت پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ عرب میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور جب ان سے معجزہ طلب کیا گیا تو انہوں نے اللہ کی قدرت سے چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھائے۔ ان حالات کو سن کر ان سے ملنے کا شوق پیدا ہوا۔

چنانچہ ہم پھر تجارتی سفر پر روانہ ہوئے اور مکہ پہنچے، آپؐ کے گھر میں داخل ہوئے تو آپؐ کا چہرہ دیکھا جو نور سے چمک رہا تھا اور آپؐ کے گرد ستاروں کی مانند آپؐ کے ساتھی بیٹھے تھے۔ آپؐ کے سامنے ایک تھال میں کھجوریں رکھی ہوئی تھیں۔ آپؐ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا میرے قریب آجاؤ اور ان کھجوروں میں سے کھاؤ، پس میں بیٹھ گیا اور آپؐ کے ساتھ کھجوریں کھانے لگا، میں جو کھجوریں اپنے ہاتھ سے کھائی تھیں ان کے علاوہ چھ کھجوریں آپ نے اپنے دست مبارک سے مجھے دیں۔ پھر آپؐ نے دریافت کیا تم نے مجھے پہچانا نہیں! میں وہی شخص ہوں جسے تم نے فلاں سال اٹھا کر پانی میں سے گذارا تھا جو میرے اور اونٹوں کے درمیان حائل ہو گیا تھا۔ اس بات سے میں پہچان گیا اور کہا بیشک ایسا ہوا تھا، آپؐ نے فرمایا اپنا ہاتھ بڑھاؤ۔ پس میں نے ہاتھ بڑھایا تو آپ نے کہا کہو اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله ۔ پس میں نے وہ الفاظ ادا کیے۔ آپ خوش ہوئے اور واپسی کے وقت فرمایا۔ بارك الله في عمرك بارك الله في عمرك۔ بارك الله في عمرك پس میں اسلام اور آپ کی ملاقات کی دولت لے کر واپس ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی دعا سن لی اور ایک مرتبہ کے مقابلہ میں مجھے سو سال عمر عطا کی ہے اسوقت چھ سو کچھ سال کا ہوں۔ اور اس خطہ میں جسقدر لوگ آباد ہیں میری اولاد الاولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اور ان لوگوں پر اپنی خاص خیر و برکت فرمائی ہے" (۱۲۱)

(۱۲۱) الکتبی، محمد بن شاکر۔ فوات الوفیات (بیروت) ج ۲ : ص ۲۱ تا ۲۳
تدوین وتحقیق دکتور احسان عباس۔

عبدالرحمن القادری الصوفی نے بھی رتن الہندی کا ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ آپ نے ۶۳۲ھ ۱۲۳۴ء میں وفات پائی۔ (۱۲۲)

نجیب عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ محمود خادم رتن سے سماع کیا ہے۔

آپ ۶۰۶ھ ۱۲۰۹ء تک بھی زندہ تھے۔ (۱۲۳)

علاوہ ازیں شیخ علاء الدولہ اسمنانی، خواجہ محمد پارسا اور شیخ رضی الدین لالا نے جو شیخ نجم الدین الکبری کے ساتھیوں میں سے ہیں اور ۶۲۰ھ ۱۲۲۳ء میں ہند آئے۔ رتن الہندی سے ملاقات کی، آپ سے حدیثیں سنیں، اور رتن نے حضور ﷺ کی کنگھی شیخ رضی الدین کو دی۔ ۶۰۰ھ ۱۲۰۳ء کے بعد آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی قبر بھٹنڈہ میں ہے۔ (۱۲۴)

ائمہ اسماء الرجال کے نزدیک اس واقعہ کی کوئی حیثیت نہیں وہ رتن الہندی نامی شخص کو جھوٹا ودجال کہتے ہیں۔ ذہبی فرماتے ہیں۔

وما ادراك ما رتن، شیخ دجال بلا ریب ظهر بعد الستمائة فادعى الصحبة والصحابة لا یكذبون وهذا جرئ على الله ورسوله (۱۲۵)

(رتن الہندی، تجھے کیا خبر رتن کیا چیز ہے، وہ ایک بوڑھا دجال ہے جو ۶۰۰ سال کے بعد ظاہر ہوا۔ اور صحبت رسول ﷺ کا دعویٰ کیا، صحابہ کرامؓ جھوٹ نہیں بولا کرتے۔ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایک افتراء ہے)

اس دعویٰ کی علامہ ذہبی نے دو دلیلیں پیش کی ہیں۔

(۱) نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جو نبی کریم ﷺ نے اپنے وصال سے تقریباً ایک ماہ قبل فرمایا۔

أرأيتكم ليلتكم هذه فان على رأس مائة منها لا يبقى على وجه الارض عن هو اليوم عليها احد"

(کیا تم نے اپنی اس رات کو دیکھ لیا ہے۔ کیونکہ آج سے سو سال بعد ان لوگوں میں سے کوئی اس زمین پر نہ ہوگا کہ جو آج ہیں۔)

(۱۲۲ - ۱۲۳) الکبتی۔ کتاب مذکور۔ ص ۲۳ (۱۲۴) عبدالحئی۔ نزہۃ الخواطر: ج ۱: ص ۱۱۳

(۱۲۵) ذہبی۔ میزان (۲۷۵۹) ج ۲: ص ۴۵

نبی کریم ﷺ کا یہ قول حق و صداقت پر مبنی ہے جو غلط نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا چھ سو سال کے بعد جو شخص صحبت رسول ﷺ کا مدعی ہو، وہ جھوٹا ہے۔

۲۔ رتن الہندی نے جو روایات نقل کی ہیں اور ان کے متعلق یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ میں نے براہ راست نبی کریم ﷺ سے سنی ہیں۔ اکثر موضوع روایات ہیں۔ ایک روایت رتن الہندی سے یہ منقول ہے کہ جس نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھی اسنے حضرت آدم کے ساتھ پچاس حج کیے۔

اسی طرح ایک اور روایت نقل کی کہ جس نے عشاء کی نماز ترک کی تو اس کا رب اس کو کہتا ہے کہ میں تیرا رب نہیں تو میرے سوا کسی اور کو اپنا رب مان (۱۲۶) اسی طرح اور بہت سی روایات علامہ ذہبی نے نقل کی ہیں۔

جہاں تک علامہ ذہبی کے پہلے اعتراض کا تعلق ہے ؛ نبی کریم ﷺ کا یہ قول برحق ہے لیکن باقی نہ رہنے سے مراد اکثریت سے ہے۔ یہ معنی نہیں کہ کوئی فرد واحد بھی نہ رہے گا۔ جہاں تک دوسرے اعتراض کا تعلق ہے کہ جس میں یہ کہا گیا ہے کہ موضوع روایات رتن الہندی سے منقول ہیں۔ اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ علامہ ذہبی نے جو روایات نقل کی ہیں۔ وہ رتن بن ساھوک بن جکندریو الہندی البترندی، رتن بن نصر اور رتن بن مہادیو بن باسریو سے منقول ہیں اور شیخ معمر رتن بن کرپال بن رتن الہندی ہیں۔

لیکن یہ تمام لوگ ہند سے تعلق رکھتے ہیں اور راوی ان کی روایت نقل کرتے وقت رتن الہندی کہتے ہیں۔ غالباً اس بنا پر یہ شبہ پیدا ہو گیا۔ لیکن ابن حجر کے نزدیک یہ نام مختلف اشخاص کے نہیں بلکہ ایک ہی شخص کے ہیں۔ ابن حجر نے جو نام ذکر کیے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ رتن بن عبداللہ الہندی ثم البترندی یا المرندی،

۲۔ رطن بن ساھوک بن جکندریو۔ ابن حجر کے نزدیک یہ نام راجح ہے۔

۳۔ رتن بن نصر بن کرپال۔

۴۔ رتن بن میدن بن مندی۔ (۱۲۷)

مزید براں ابن حجر نے رتن کے دو مرتبہ سفر حجاز پہلی مرتبہ قبل از بعثت اور دوسری مرتبہ بعد از بعثت

---

(۱۲۶) ابن حجر۔ لسان المیزان ج ۲: ص ۴۵۰ تا ۴۵۵ (۱۲۷) ابن حجر احمد بن علی العسقلانی۔ الاصابہ فی تمییز الصحابۃ ۲۷۵۹ (بیروت۔ ۱۳۲۸ھ) ج ۱: ص ۵۳۲

کے سفر کا ذکر کیا جس کو علی بن محمد الخراسانی نے نقل کیا ہے۔ خراسانی کے مطابق وہ ذیقعدہ میں ۶۲۱ھ / ۱۲۲۴ء میں ہند میں داخل ہوئے اور وہاں شیخ سے ملاقات کی۔ اس موقع پر شیخ معمر نے جو واقعہ بیان کیا وہ گذشتہ بیان کردہ واقعہ سے حسب ذیل مقامات میں اختلاف رکھتا ہے۔

۱۔ رتن نے خراسانی کے سوال پر اپنی عمر سات سو برس بتائی۔

۲۔ رتن نے اپنے آپ کو قوم عیسیٰ میں سے بتایا۔

۳۔ بعد از بعثت رتن نے جو سفر کیا وہ مدینہ منورہ کا کیا۔

۴۔ زیر بحث روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے رتن کو بیک نظر پہچانا نہیں بلکہ جب رتن نے بتایا کہ میں ہند سے آیا ہوں تو دریافت کیا کہ تم وہی شخص ہو جس نے مجھے بچپن میں اٹھا کر پانی پار کرایا تھا۔

۵۔ رتن بابا نے جب اثبات میں جواب دیا تو آپ نے تین مرتبہ بارک اللہ فی عمرک فرمایا۔

۶۔ آپ کے ساتھ بارہ روز قیام اور کھانا کھانے کا ذکر ہے۔ (۱۲۸)

ان اضطرابات و اختلافات میں سب سے پہلا اضطراب و اختلاف ایسا ہے کہ جس سے اس واقعہ کے ثبوت میں شکوک و شبہات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اولاً یہ کہ خراسانی ۶۲۱ھ میں ہند میں داخل ہوئے اور رتن بابا سے ملاقات کی اسوقت رتن نے اپنی عمر سات سو سال بتائی۔ مؤرخین نے نقل کیا ہے کہ رتن کا انتقال ۶۳۲ھ / ۱۲۳۴ء میں ہوا۔ جبکہ روایت مذکورہ سابق حسین بن علی کو چھ سو سال بتائی تھی جو اس واقعہ سے ایک یا دو سال قبل ہوا تھا۔ دوسری وجہ اشکال جس کا جواب بظاہر ممکن نظر نہیں آتا کہ رتن نے اپنے آپ کو قوم عیسیٰ میں سے بتایا۔

مؤرخین و سیرت نگاروں کے مطابق یہودیت و نصرانیت اسوقت دنیا کے کسی خطہ میں باقی نہ تھی صرف عرب کے چند لوگ ایسے تھے جو یہودیت یا نصرانیت کی تعلیمات پر عمل پیرا تھے۔ اور ان کے نام صراحت و وضاحت کے ساتھ کتب تاریخ میں موجود ہیں۔ ہند میں اسوقت نصرانیت کے پیروکار تھے نہ اس مذہب پر عمل کرنے والے۔

تیسرا اختلاف جو روایت سابقہ سے نظر آتا ہے وہ یہ کہ گزشتہ بیان میں رتن نے بعد از بعثت

---

(۱۲۸) ابن حجر، کتاب مذکور۔ ج ۱: ص ۵۳۷۔

لیکن قبل از ہجرت مکہ کا سفر کر کے آپ کے ہاتھ اسلام قبول کیا جبکہ ابن حجر کی نقل کردہ روایت کے مطابق بعد از ہجرت مدینہ منورہ کا سفر کر کے اسلام قبول کیا۔ یہ تین ایسے اختلافات ہیں کہ جن میں تطبیق بظاہر مشکل نظر آتی ہے۔ اگرچہ دیگر اختلافات معمولی نوعیت کے ہیں اور ان کا جواب اور روایتوں کے درمیان تطبیق کسی نہ کسی درجہ میں دی جا سکتی ہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی نے مختلف بنیادی ماخذ و مصادر کے ذریعہ عرب و ہند کے تجارتی تعلقات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ پوری بحث کے دوران اس بات کا ثبوت تو ملتا ہے۔ کہ عرب تاجر اپنی تجارت کے سلسلہ میں سندھ آیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ندوی نے ان اشیاء کی تفصیلات بھی بتائی ہیں جو وہ عرب سے لاتے تھے اور انہیں سندھ میں فروخت کر کے سندھ سے کچھ اشیاء عرب لے جاتے تھے۔ اس ساری تحقیق کے دوران کہیں اس بات کا ثبوت نہیں ملتا کہ سندھ کا کوئی فرد بھی تجارت کے سلسلہ میں عرب جایا کرتا تھا۔ ندوی کہتے ہیں۔

> ہندوستان کی خشکی اور تری کی ہر قسم کی بیرونی تجارت کے بیان میں کہیں ہندوؤں کا نام نہیں آتا۔ اور نہ ہندوؤں کا نام دریائی سفر کرنے والوں اور جہاز چلانے والوں میں کسی نے ذکر کیا۔ (۱۲۹)

مزید براں عرب تاجروں میں سب سے پہلا تاجر جس کا سفر نامہ ہم تک پہنچا ہے۔ وہ سلیمان تاجر ہے جس کا سفر نامہ ۱۸۱۱ء میں پیرس میں سلسلۃ التواریخ کے نام سے چھپا ہے یہ تاجر جو عراق سے چین تک کا سفر کیا کرتا تھا۔ دوسری صدی ہجری کے آخر میں ہندوستان آیا اس نے اپنا سفر نامہ ۲۳۷ھ میں تحریر کیا۔ (۱) اگر یہ شخص ہندوستان آنے والا پہلا عرب تاجر ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ عرب و ہند کے تجارتی تعلقات دوسری صدی ہجری میں قائم ہوئے۔ (۱۳۰)

۷۵۔ شیخ زکریا بن محمد الملتانی م (۵۶۶/۱۱۷۰ء، ۶۶۶ھ/۱۲۶۷ء)

(آپ ملتان کے جلیل القدر محدثین اور شیوخ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کی ولادت ملتان کے قریب ایک مقام قلعہ کوٹ کروڑ میں جمعہ کے روز ۲۷ رمضان ۵۶۶ھ/۱۱۷۰ء یا ۵۶۷ھ/۱۱۷۱ء میں ہوئی۔

(۱۲۹) سلیمان ندوی، سید، عرب و ہند کے تعلقات (۱۹۷۶ء، کراچی) ص ۸۱ (۱۳۰) ندوی، عرب و ہند، ص: ۲۵

۱۲ سال کی عمر تھی کہ والد کا انتقال ہوگیا، والد کے انتقال کے بعد آپ نے طلب علم کے لیے بخارا کا سفر کیا وہاں پر موجود کبار محدثین سے استفادہ کیا۔ ازاں بعد آپ حجاز مقدس چلے گئے اور فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ میں پانچ سال قیام کیا اور وہاں کمال الدین محمد یمانی سے سماع حدیث کیا پھر آپ القدس میں مسجد اقصیٰ اور دیگر انبیاء سابقین کی مقابر کی زیارت کرتے ہوئے بغداد پہنچے اور وہاں شیخ شہاب الدین عمر بن محمد السہروردی عارفی سے اجازتِ حدیث حاصل کی اور اس کے بعد وطن مالوف لوٹ آئے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے جہاں ایک طرف علم دین عطا فرمایا تھا۔ دوسری طرف مال و دولت کی فروانی بھی عطا فرمائی تھی اور درحقیقت آپ کو

واٰتیناہ فی الدنیا حسنۃ وانہ فی الآخرۃ لمن الصالحین۔

مصداق بنایا تھا۔

درس تفسیر حدیث کے ساتھ مجالس وعظ و ارشاد بھی منعقد کیا کرتے تھے۔ آپ جہاں پائے کے محدث تھے۔ ولی و مرشد اور صاحب کشف و کرامات بھی تھے، اللہ تعالیٰ نے افہام کا ایسا ملکہ عطا فرمایا تھا کہ سینکڑوں لوگ آپ کی صحبت و ارشاد کی بنا پر کفر سے تائب ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے اور ہزاروں نے معصیتوں سے توبہ کر کے صالح زندگی اختیار کرلی۔

آپ نے اپنی وصیتوں میں جن امور کی تاکید فرمائی ان میں عبادات میں صدق و اخلاص محاسبہ نفس، استعانت من اللہ۔ دوامِ ذکر۔ محبت الٰہی۔ قلت طعام۔ قلت منام شامل ہیں۔

آپ نے سو سال کی عمر میں ۶۶۶ھ/ ۱۲۶۷ء میں وفات پائی اور ملتان میں دفن ہوئے (۱۳۱)

۷۶: قاضی منہاج السراج جرجانی م ۶۶۸ھ/ ۱۲۶۹ء

(منہاج کا تعلق خراسان کے شہر جرجان سے تھا۔ ۶۲۳ھ/ ۱۲۲۶ء میں آپ خراسان سے ہجرت کر کے ہند آگئے) آپ نے نہ صرف یہ کہ اُچھ کے مدرسہ فیروز اور دہلی کے مدرسہ نصیریہ میں صدر معلم کی حیثیت سے علمی خدمات سر انجام دیں بلکہ سلاطین دہلی کے زمانہ میں اعلیٰ مناصب پر

(۱۳۱) عبدالحئی۔ نزہۃ الخواطر ج ۱: ص ۱۲۰، ۱۲۱

فائز رہ کر قومی و ملی خدمات بھی سرانجام دیں۔
منہاج نے غالباً ۶۶۸ھ/ ۱۲۶۹ء میں وفات پائی۔ (۱۳۲)

۷۷: کمال الدین زاہد م ۶۸۴ھ/ ۱۲۸۵ء

محمد بن احمد المرکلی، کمال الدین زاہد کے نام سے مشہور تھے۔
علم حدیث میں شیخ نظام الدین اولیاء کے استاد کی حیثیت سے آپ نے زیادہ شہرت حاصل
سلطان غیاث الدین بلبن نے آپ کو امام کے عہدے پر فائز کرنا چاہا مگر آپ نے انکار کر دیا۔
آپ نے ۶۸۴ھ/ ۱۲۸۵ء میں دہلی میں وفات پائی۔ (۱۳۳)

۷۸: محمود بن الخیر البلخی م ۶۸۷ھ/ ۱۲۸۸ء

آپ کا نام محمود بن ابی الخیر اور لقب برہان الدین تھا، آپ بلخ کے علماء، محدثین، اور ساعدین
میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ فہم، ذکاوت اور فطانت میں شہرت رکھتے تھے۔
اپنے زمانہ کے، نحو، لغت، فقہ اور حدیث کے امام تھے۔ اور علوم عقلیہ پر آپ کو گہری دسترس
حاصل تھی۔ آپ نے ہر علم اس علم و فن کے ماہر استاد سے حاصل کیا، فقہ صاحب ہدایہ برہان الدین
الصغانی سے حدیث شیخ حسن بن محمد بن حیدر الصغانی، صاحب مشارق الانوار سے حاصل کیا۔
حصول علم کے بعد آپ سلطان غیاث الدین بلبن کے دور میں ہند آکر مقیم ہو گئے۔ سلطان
ہر جمعہ کے روز آپ کے پاس آتے اور آپ کی صحبت سے علمی منافع حاصل کرتے۔
آپ کی وفات ۶۸۷ھ/ ۱۲۸۸ء میں ہوئی اور حوض شمسی دار الملک کے قریب دہلی میں سپرد خاک
کیے گئے۔ (۱۳۴)

۷۹: رضی الدین بدایونی م ۷۰۰ھ/ ۱۳۰۰ء

رضی الدین کو علم حدیث پر عبور حاصل تھا۔ دہلی سے تعلق رکھنے والے اپنے ہم عصر علماء میں نمایاں

(۱۳۲) محمد اسحق علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ: ص ۶۰۷ (۱۳۳) عبدالحئی۔ نزہۃ الخواطر: ج ۱: ص ۱۵۶ (۱۳۴) عبدالحئی کتاب مذکور: ص ۱۷۶

مقام رکھتے تھے۔ آپ نے مکہ معظمہ اور بغداد کے سفر کیے اور ۷۰۰ھ/۱۳۰۰ء میں وفات پائی۔ (۱۳۵)

۸۰: ابوتوامہ البخاری۔ م ۷۰۰ھ/ ۱۳۰۰ء

آپ بخارہ سے ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں ہجرت کر کے دہلی آکر آباد ہو گئے تھے سلطان التمش کے دور میں بنگال چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ سنار گاؤں بنگال میں آپ کی مسند درس حدیث جلد ہی شہرت حاصل کر گئی۔ آپ سے فیض پانے والوں میں محدث مخدوم شرف الدین منیری بھی شامل ہیں، ساتویں صدی کے اواخر میں غالباً ۷۰۰ھ/ ۱۳۰۰ء میں آپ نے سنار گاؤں میں وفات پائی۔ (۱۳۶)

دورِ ثانی جو ابتدائے چوتھی صدی تا انتہائے ساتویں صدی یعنی کل چار صدیوں پر مشتمل ہے اپنے اندر پہلے دور کی نسبت کچھ نمایاں و ممتاز خصوصیات رکھتا ہے۔ یہ دور علمی ترقی کا دور کہلا سکتا ہے۔

اس دور کی نمایاں خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہوئی کہ دورِ اول میں جو ابتدائی تین صدیوں پر مشتمل تھا۔ برصغیر میں اگر کہیں علم دین کی عموماً اور علم حدیث کی خصوصاً تدریس کی صورت میں خدمت ملتی ہے تو وہ صرف سندھ کے علاقہ میں ملتی ہے جبکہ اس دور میں یہ خدمات سندھ کی سرحدوں سے نکل کر برصغیر کے شمالی علاقہ تک پھیلیں۔ چنانچہ اس ضمن میں لاہور میں شیخ محمد اسمٰعیل بخاری کا درس لاہور میں پہلا درس تھا شیخ اسمٰعیل کے بعد لاہور میں خدمت حدیث کا سلسلہ شروع ہوا چنانچہ چھٹی صدی میں محمود بن محمد لاہوری، ابوالقاسم محمد بن خلف لاہوری، ابوالفتوح عبدالصمد بن عبدالرحمٰن لاہوری اور عمر و بن سعید لاہوری کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

لاہور میں چھٹی صدی کی ان خدمات نے ساتویں صدی میں مزید ترقی وعلو کے منازل طے کیے اور نصفِ ابتدائی میں حسن بن محمد صاغانی جیسا محدث پیدا ہوا۔ جس نے نہ صرف درس وتدریس کے علم حدیث کی خدمت کی بلکہ علم حدیث پر ایک کتاب مشارق الانوار کے نام سے مرتب کی جو برصغیر میں بعد ازاں اسقدر اہمیت اختیار کر گئی کہ جو شخص ایک مرتبہ مشارق الانوار کا مطالعہ کر لیتا تھا، محدث کہلانے لگتا تھا۔ پھر اس علم کے انوار و برکات سے ایشیا کا مزید حصہ منور ہونا شروع ہوا۔

(۱۳۵-۱۳۶) محمد اسحٰق۔ علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ، ص: ۷۷ - ۷۸

اور لاہور کی سرحد سے نکل کر یہ خدمات دہلی پہنچیں۔

چنانچہ ساتویں صدی ہی میں کمال الدین زاہد، نظام الاولیاء دہلی کے استاد کی حیثیت سے مشہور ہوئے، محمود بن ابی الخیر بلخی، بلخ سے ہجرت کر کے اور ابو توءمہ البخاری، بخارہ سے ہجرت کر کے دہلی آئے ان حضرات نے اسے علم کی روشنی سے جہالت و نادانی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے کو نور سے تبدیل کیا، گویا دہلی کی خدمات حدیث کی وہ ترقی جو شاہ ولی اللہ کے بعد نظر آتی ہے، اس کا سنگِ اساس قائم کرنے کا سہرا ان حضرات کے سر ہے۔

دوسری امتیازی خصوصیت جو اس دور میں نظر آتی ہے، وہ یہ کہ گزشتہ دور خدمتِ حدیث کے سلسلہ میں نظم و اجتماعیت سے خالی نظر آتا ہے جبکہ اس دور میں کسی قدر اجتماعیت نظر آتی ہے اگرچہ وہ اجتماعیت ان معنیٰ میں ہے کہ چوتھی صدی میں خصوصاً ایک ہی علاقہ سے تعلق رکھنے والے محدثین کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ دیبل کو یہ خصوصی و امتیازی مقام اس بنا پر حاصل تھا کہ یہ بحری راستوں کے ذریعہ اسلامی ممالک سے مربوط تھا۔ اور کثرت سے عربوں کی آمد و رفت کا مرکز تھا، عربوں اور خصوصاً علمائے عرب کی بکثرت آمد و رفت اور ان کے علمی و دینی مقام سے یہاں کی مقامی آبادی متاثر ہوئی اور اس میں علم کے حصول کا شوق پیدا ہوا۔ اور اس طرح چوتھی صدی ہجری میں سندھ سے تعلق رکھنے والے راویان و محدثین کی زیادہ تر تعداد دیبل سے منسوب نظر آتی ہے۔

عربوں اور برصغیر کے مقامی لوگوں کی عرب آمد و رفت اور ان کے علمی ذوق و جذبہ کی بنا پر اگرچہ ان چھ صدیوں میں برصغیر میں عموماً اور سندھ میں خصوصاً کثیر تعداد میں محدثین پیدا ہوئے اور علم حدیث کا چراغ روشن کیا۔ لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سندھ کے محدثین کو سندھ میں مقامی لوگوں میں علم پھیلانے کا موقع نہیں ملا۔ وہ مقامی لوگوں میں علم کا شوق بڑھا سکے، نہ ان کی ذہنی تربیت کر سکے جسکا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ آئندہ صدیوں میں جبکہ عربوں کی آمد و رفت بھی کم ہو گئی اور ان ادوار کے یہ محدثین بھی خالق حقیقی سے ملنے لگے تو ایسا خلا پیدا ہونے لگا جو بعد ازاں خلا ہی رہا۔

چنانچہ آئندہ صدیوں میں برصغیر میں علمی و دینی خدمات میں عموماً اور علم حدیث کی خدمت میں خصوصاً شمالی برصغیر خصوصاً لاہور، اور دہلی کے علاقوں کا کردار نمایاں رہا جس کی تفصیلات آئندہ اوراق میں پیش کی جائیں گی۔

دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ مقامی لوگوں کی ذہنی نشوونما اور فکری و علمی تربیت بجا طور پر نہ ہو سکی۔ جس کے نتائج آج بھی سامنے نظر آتے ہیں کہ سندھ کے علاقہ کا بیشتر حصہ ایسا ہے کہ وہاں کے رہنے والوں میں علم سے تعلق دین سے محبت، اسلام کی عظمت اور ملک کی قدر میں کمی پائی جاتی ہے۔
سندھ میں کتب خانوں کی کثیر تعداد موجود ہے جہاں نابغہ روزگار کتب اور نادر مخطوطات موجود ہیں، ان کی قدر کو پہچاننے والا کوئی ہے نہ ان سے استفادہ کرنے والے، یہاں تک کہ ایسے مراکز علمیہ اور مراکز تحقیق کا جو ملک گیر شہرت کے مالک ہیں۔ مقامی لوگوں کو ان کا جائے وقوع تک معلوم نہیں۔ سندھ کے تعلیمی اداروں میں اساتذہ کا احترام ہے نہ ملک کی بقاء و سالمیت کی فکر و تمنا (۱۲۷) یہ ایک ایسی صورت حال ہے کہ جس کو دیکھ کر آنکھ آنسو نہ بہائے، قلب رنجیدہ خاطر نہ ہو تو اور کیا ہو۔ کیونکہ سندھ کی قدیم روایت یہ نہ تھی۔

سندھ کی قدیم روایت، تہذیب، تمدن اور تاریخ اس بات کی غمازی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کہ انہوں نے اسلام کو لبیک کہا، مسلمانوں کو سینہ سے لگایا اور نہ صرف یہ کہ یدخلون فی دین اللہ افواجا ۔ کا مصداق بنے بلکہ علم دین کے حاصل کرنے کا شوق بیدار ہوا۔ اور اس شوق کی بنا پر اس تمنا کی تکمیل اس آرزو کو پورا کرنے اور اس خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لیے شام۔ حجاز، اور عراق کے اسفار علمیہ کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اے کاش کہ یہ قدیم روایات پھر واپس آجائیں، اور اہل سندھ علم دین، اسلام اور پاکستان سے اس محبت و یگانگت کا ثبوت پیش کریں جس کی ان کے تابناک ماضی کی بنا پر توقع کی جاتی ہے۔

دورِ ثانی کا ابتدائی زمانہ یعنی چوتھی صدی ہجری کی ابتداء وہ زمانہ ہے کہ جب کہ عمر بن عبدالعزیز کے دور میں ان کے حکم نامہ کی بنا پر شروع ہونے والا تدوین حدیث کا کام عروج و کمال کو حاصل کر چکا تھا، ائمہ صحاح ستہ نہ صرف یہ کہ صحاح کی تالیف کر کے تدوین حدیث کا کام مکمل کر چکے تھے بلکہ اس صدی میں اس دارِ فانی سے رحلت بھی کر چکے تھے۔ ان ائمہ میں سب سے آخر میں امام نسائی کی وفات ہوئی۔ جن کا سنہ وفات ۳۰۳ھ/۹۱۵ء نقل کیا گیا ہے یہ وہ دور ہے کہ جب علم حدیث پر ایسی کتب تالیف کی جا چکی تھیں کہ جو ایک کتاب متعدد کتب کی تالیف کا سبب بنی۔

(۱۲۷) یہ میرا ذاتی مشاہدہ ہے جو سندھ میں رہائش اور وہاں کے علمی دوروں کے دوران ہوا۔ اس میں غلطی کا بھی امکان ہے اور خدا کرے کہ یہ مشاہدہ غلط ہو یا غلط ثابت ہو جائے۔

باایں ہمہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آٹھویں اور نویں صدی میں علم حدیث کی خدمات گزشتہ چھ صدیوں کی نسبت کم ہوئی۔ اس دور میں اسلامی حکومت کو مستحکم کرنے نظام اسلام کے نفاذ کو آگے بڑھانے اور قانونِ اسلامی کی تدوین کے لیے اصولِ فقہ کی خدمات پر زیادہ توجہ رہی بخصوصًا ان علاقوں میں علم حدیث کی خدمت آئندہ صدیوں میں کم ہوئی جو پاکستان میں شامل ہیں۔ حالانکہ گزشتہ دور میں علم حدیث کی خدمت کا مرکز یہی علاقہ رہا۔ جیسا کہ گزشتہ تفصیلات سے ظاہر ہو چکا۔

دورِ ثالث:

آٹھویں صدی ہجری / چودہویں صدی عیسوی تا دسویں صدی ہجری / پندرہویں صدی ہجری

۸۱: مولانا جلال الدین الرومی متوفی آٹھویں صدی ہجری:

آپ درس و تدریس میں ممتاز مقام رکھتے تھے، شیخ قطب الدین الرازی، شارح شمسیہ سے آپ نے علم حاصل کیا اور پھر ہجرت کر کے ہندوستان آگئے۔ آپ کی ہند آمد پر فیروز شاہ سلطان التدریس نے آپ کو اپنے مدرسہ "دارالملک دہلی" کے فرائض تدریس سپرد کیے اور وہاں آپ نے تفسیر حدیث، فقہ کا درس شروع کیا جس سے اہل علم کی ایک کثیر تعداد مستفیض ہوئی جن میں یوسف بن جمال الملتانی کا نام امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ آٹھویں صدی میں آپ کی وفات ہوئی۔ (۱۳۸)

(۸۲) شیخ نظام الدین اولیاء۔ م ۷۲۵ھ / ۱۳۲۵ء

(آپ کا نام محمد بن احمد بن علی بخاری اور لقب سلطان المشائخ، سلطان الاولیاء اور سلطان السلاطین تھا۔ آپ ۶۳۴ھ / ۱۲۳۶ء میں پیدا ہوئے پانچ سال کی عمر میں والد کا انتقال ہوا۔ آپ نے حفظ قرآن کریم کے بعد علوم عربیہ کے لیے علماء کرام سے استفادہ کیا۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا علاء الدین اصولی بداؤنی، مولانا کمال الدین اور شیخ فرید الدین جیسے کبار علماء و اولیاء شامل ہیں۔

آپ بیک علم فقہ، حدیث، تفسیر، صرف، نحو، معانی و ادب میں ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ پائے کے صوفی بھی تھے۔ آپ کا فیض میدان علم و تربیت میں بیک وقت جاری تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی

(۱۳۸) عبدالحئی، نزہۃ الخواطر ج ۲: ص ۲۰

مخلوق کی تعلیم کے ساتھ ساتھ فیضِ روحانی اور ہدایت کا ایک مرکز بنایا۔
۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ / ۱۳۲۵ء کو آپ نے وفات پائی۔ (۱۳۹)

۸۳: نظام الدین علامی الہاشمی ظفرآبادی م ۷۲۵ھ / ۱۳۲۴ء

آپ کو علمِ حدیث پر اسقدر عبور حاصل تھا کہ "زبدۃ المحدثین" کا لقب آپ کو دیا گیا۔ جون پور سے قریب ظفرآباد میں ۷۲۵ھ / ۱۳۲۴ء میں آپ کی وفات ہوئی۔
زاد الصلحاء عربی میں اور زادِ سالکین فارسی میں نظام تصوف پر دو رسالے تالیف کیے (۱۴۰)

۸۴: محمود بن یوسف الکرانی م ۷۵۲ھ / ۱۳۵۱ء کے بعد:

محمود بن یوسف بن علی الکرانی۔ پائے کے محدث و عالم تھے۔ آپ حنفی المسلک تھے دین کی وسیع علمی خدمات کی بنا پر آپ کو "نصیر الدین" کا لقب دیا گیا۔ آپ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے۔ مکہ میں آپ نے الرضی الطبری سے صحیح کا سماع کیا اور اجازتِ حدیث حاصل کی۔ الرضی کے علاوہ آپ نے الزین الطبری جمال المطری اور شیخ خلیل المالکی سے بھی سماع حدیث کیا۔ صحیح ابن حبان کی کچھ احادیث آپ نے ابن سکر سے سنیں اور اجازت حاصل کی۔
آپ کی وفات کی صحیح تاریخ کا علم نہیں ہو سکا البتہ اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی وفات رجب ۷۵۲ھ / ۱۳۵۱ء کے بعد ہوئی ہے کیونکہ اس ماہ میں آپ نے ابن سکر سے سماع کیا تھا۔ (۱۴۱)

۸۵: شیخ جمال الدین الأچی متوفی آٹھویں صدی ہجری:

آپ آچ کے کبارِ علماء و محدثین میں سے ہیں۔ آپ نے ملتان میں شیخ محمد بن زکریا الملتانی سے سماع کیا اور ان کی صحبت میں طویل مدت گزاری پھر شیخ نے آپ کو اجازت دیدی اور آپ وطنِ مالوف آگئے۔ اور وہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔

(۱۳۹) فقیر محمد: حدائق۔ ص ۲۰۵ (۱۴۰) محمد اسحٰق: علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ۔ ص ۸۵۔
(۱۴۱) عبدالحئی۔ کتاب مذکور، ج ۲: ص ۱۵۷

علی بن اسعد الحسینی جامع العلوم میں لکھتے ہیں۔ کہ شیخ جلال الدین حسین بن احمد فرماتے ہیں کہ آپ تمام علوم وفنون کا درس دیا کرتے تھے۔ چنانچہ علم فقہ میں ہدایہ، اصول فقہ میں بزدوی، اور علم حدیث میں مشارق الانوار اور المصابیح کا درس دیا کرتے تھے۔ دورانِ درس اگر کہیں کوئی مشکل مقام آتا، آپ تھوڑی دیر کے لیے اپنا سر جھکاتے اور اس مشکل کو حل کر لیتے تھے۔ علم وتقویٰ میں اس عالی مقام کے باوجود آپ حد درجہ متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ مجلس میں کبھی یہ کوشش نہ کرتے کہ لوگوں کو پھلانگ کر آگے جائیں۔ جہاں جگہ ملتی وہیں بیٹھ جاتے حتیٰ کہ اگر جوتوں میں جگہ ملتی تو وہیں بیٹھ جاتے۔ لیکن جہاں آپ بیٹھ جاتے آپ کی شخصیت کی وجہ سے ساری محفل آپ ہی کی طرف متوجہ ہو جاتی۔

شیخ جلال الدین شیخ عبداللہ الیافعی مکی اور شیخ عبداللہ المطری المدنی کا قول نقل کرتے ہیں۔

"ان الشیخ جمال الدین فرید هذا الدهر لیس له نظیر فی علو المقامات" (۱۴۲)

(شیخ جمال الدین اس زمانہ کے گوہر ہیں، مقام کی بلندی میں ان کا مثل ملنا ممکن نہیں)

آپ کی وفات کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ ۶۷۶ھ/ ۱۲۷۷ء میں ہوئی لیکن یہ سال وفات صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ شیخ حسین بن احمد الاچی کا آپ سے براہ راست تلمذ و سماع ثابت ہے جبکہ حسین بن احمد کی ولادت ۷۰۶ھ/ ۱۳۰۷ء ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ آپ کی وفات آٹھویں صدی کے وسط میں ہوئی۔ (۱۴۳)

۸۶۔ شیخ عبدالعزیز الاردبیلی متوفی آٹھویں صدی ہجری:

آپ فقہ و حدیث کے کبار ائمہ اور مناظرین میں شمار ہوتے ہیں۔

آپ کے اساتذہ میں شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیہ الحرانی، برہان الدین ابن البرکج، جمال الدین المزی، شمس الدین الذہبی کے نام قابل ذکر ہیں۔

حصول علم کے بعد آپ ہندوستان ہجرت کر آئے۔ جہاں محمد شاہ تغلق نے آپ کے علمی مقام و مرتبہ کی بنا پر آپکا بہت اکرام کیا۔ (۱۴۴)

---

(۱۴۲) سید عبدالحی۔ کتاب مذکور: ج ۲: ص ۲۳ (۱۴۳) ایضاً ج ۲: ص ۲۲۔ ۲۳

(۱۴۴) عبدالحی۔ نزہۃ الخواطر۔ ج ۲: ص ۲۶

آپ دہلی میں علم کی خدمت میں مشغول تھے کہ ابن بطوطہ نے آپ سے ملاقات کی اور اپنے سفر نامہ میں ذکر کیا۔ (۱۴۵)

۸۷۔ شمس الدین محمد بن یحییٰ اودھی م ۷۴۷ھ/۱۳۴۶ء

مولانا شمس الدین یحییٰ اپنے زمانہ میں علم حدیث و فقہ میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ اطراف واکناف سے اہل علم آپ سے شرف تلمذ حاصل کرنے آتے۔ شیخ نصیر الدین محمود چراغ آپ کے تلمیذ تھے اور اپنے اس تلمذ پہ فخر کیا کرتے۔ شیخ نظام الدین اولیاء سے آپ کی ملاقات، بیعت و خلافت ثابت ہے اور وقتاً فوقتاً آپ ان سے علمی استفادہ بھی کیا کرتے تھے۔ سلطان محمود تغلق کے زمانہ میں ۷۴۷ھ/۱۳۴۶ء میں آپ نے وفات پائی۔ (۱۴۶)

۸۸۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی م ۷۵۷ھ/۱۳۵۶ء

نصیر الدین محمود بن یحییٰ بن عبداللطیف حسینی، چراغِ دہلی کے نام سے معروف تھے شمس الدین یحییٰ کے شاگرد اور نظام الدین اولیاء کے جانشین تھے۔

علم حدیث پر آپ کو گہری دسترس حاصل تھی جس کا اندازہ آپ کے مجموعۂ ملفوظات "خیر المجالس" سے ہوتا ہے۔ ۱۸ رمضان ۷۵۷ھ/ستمبر ۱۳۵۶ء کو دھلی میں وفات پائی۔ (۱۴۷)

۸۹۔ سید جلال الدین بخاری م ۷۸۵ھ/۱۳۸۳ء

آپ اُچھ میں ۷۰۷ھ/۱۳۰۷ء میں پیدا ہوئے۔ بہاؤ الدین اچھی، جمال الدین محدث کے تلمیذ ہیں اور شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے مدرسہ حدیث کے طالب علم ہیں۔ حدیث پر آپ کی گہری نظر تھی۔ مشارق الانوار اور مصابیح السنۃ کا درس دیا کرتے تھے، ۷۸۵ھ/۱۳۸۳ء میں آپ نے وفات پائی (۱۴۸)

(۱۴۵) ابن بطوطہ، محمد بن عبد اللہ، رحلہ ابن بطوطہ (بیروت، دار الکتاب اللبنانی) ص ۲۰۲-(۱۴۶) فقیر محمد جہلمی، ص ۲۱۲، ۲۱۳، رحمٰن علی۔ تذکرہ علماء ہند، ص ۲۳۶، ۲۳۷ (۱۴۷) محمد اسحٰق، علم حدیث میں پاک و ہند، ص ۸۶ (۱۴۸) الف) عبد الحق اخبار الاخیار۔ (اردو) ص ۳۰۷ (ب) عبد الحیٰ نزہۃ ج ۲، ص ۱۰۹ تذکرہ علاء الدین علی بن احمد دہلوی (ج) محمد اسحٰق۔ علم حدیث، ص ۹۴

۹۰ : شیخ علی بن شہاب الہمدانی م ۷۸۶ھ / ۱۳۸۴ء

آپ اسمٰعیل بن علی بن محمد بن علی بن الحسین کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ ۱۰ رجب ۷۱۴ھ/۱۳۱۴ء کو پیدا ہوئے شیخ نجم الدین ابی الیامن محمد بن احمد الموفق الاذکانی سے علم حدیث اور دیگر علوم دینیہ میں شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ شیخ نجم الدین کے علاوہ شیخ شرف الدین عبداللہ المزوقانی، شیخ تقی الدین علی الدوسی عن شیخ رکن الدین احمد بن محمد المعروف بعلاء الدولۃ السمنانی کے طریق سے بھی اجازت حدیث حاصل ہے آپ نے کثیر اسفار علمیہ کیے اور ۱۴۰۰ اصحاب علم سے استفادہ کیا۔ آپ کے کثرت سفر کی بنا پر آپ کو "الرحالۃ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

آپ کی علوم قرآن علم عقائد، علم اخلاق، طب، اوراد، تصوف، کے علاوہ علم حدیث پر کثیر کتب کے مؤلف ہیں۔

علم حدیث میں آپ کی ایک کتاب "الاربعینیہ" ہے جس میں آپ نے وہ احادیث جمع کی ہیں جو آپ نے شیخ نجم الدین سے سنیں۔ آپ کی سند انس بن مالکؓ سے ملتی ہے اس کے علاوہ ایک کتاب "السبعین" ہے جس میں اہل بیت کے فضائل پر ستر احادیث جمع کی ہیں۔ اس رسالہ کی تخریج محمد بن محمد موسیٰ البرہانپوری نے کی ہے۔

آپ امیر تیمور سے اختلاف کی بنا پر ۷۷۳ھ/۱۳۷۱ء یا ۷۸۳ھ/۱۳۸۱ء میں خراسان سے ہجرت کر کے کشمیر میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ اہل کشمیر کی کثیر تعداد آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئی۔ آپ کا انتقال کشمیر سے باہر یاغستان کے مقام ۷۸۶ھ/۱۳۸۴ء میں ہوا پھر آپ کا جسد خاکی بدخشان لاکر دفنایا گیا (۱۴۹)

۹۱ : الشیخ محمد بن محمد الدمراجی متوفی آٹھویں صدی ہجری

الشیخ محمد بن محمد بن محمد بن ابی بکر الدمراجی الدھلوی حنفی المسلک فقیہ و محدث تھے آپ کا لقب "نجیب الدین" تھا۔ ہندوستان سے مکہ مکرمہ ہجرت کی۔ قیام مکہ کے دوران روزانہ ایک عمرہ ادا کیا کرتے۔

آپ کی وفات کی صحیح تاریخ معلوم نہ ہو سکی البتہ اتنا کہا جا سکتا ہے کہ ۷۹۰ھ کے بعد ہوئی۔ (۱۵۰)

---

(۱۴۹) سید عبدالحئی۔ کتاب مذکور۔ ج ۲: ص (۱۵۰) عبدالحئی نزھۃ الخواطر: ج ۲: ص: ۱۴۴

نویں صدی ہجری / پندرہویں صدی عیسوی

۹۲: قاضی حسین شیرازی بن میر محمد ہمدانی متوفی نویں صدی ہجری:

قاضی حسین شیراز کے رہنے والے تھے، سلطان سکندر نے آپ کو قاضی متعین کیا تھا۔ قاضی حسین نے ساتویں صدی ہجری میں نمودار ہونے والے ایک شخص رتن الہندی، جس نے صحابیت کا دعوی کیا تھا، (اس کا دعوی اور اس دعوی کی مدلل تردید گذر چکی ہے) کی موضوع احادیث جمع کیں اور دلائل سے ثابت کیا کہ یہ موضوع احادیث ہیں (۱۵۱)

نویں صدی ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔

۹۳: شیخ مظفر بن شمس بلخی م ۸۰۲ھ/ ۱۴۰۰ء

(شیخ مظفر بن شمس الدین العمری، بلخی میدانِ حدیث وتصوف کے شہسوار تھے، سلسلہ وعظ وارشاد سے قبل طویل مدت تک درس حدیث کا سلسلہ بھی جاری رہا) سلسلہ تصوف میں آپ کا شمار مشائخ فردوسیہ میں ہوتا ہے۔ دہلی میں مدرسہ فیروزیہ میں دو سال تدریس کے بعد آپ بہار میں ذکر و اشغال اور وعظ وارشاد میں مصروف ہو گئے۔

۸۰۲ھ / ۱۴۰۰ء میں سفر حج سے واپسی کے وقت عدن میں قیام کے دوران ۴ر رمضان المبارک ۸۰۲ھ/ ۱۴۰۰ء کو آپ کی وفات ہوئی۔ (۱۵۲)

۹۴: سید محمد گیسو دراز محمد بن یوسف م ۸۲۵ھ/ ۱۴۲۱ء

(محمد بن یوسف بن علی حسینی دہلوی ۴ر رجب ۷۲۱ھ/ ۱۳۲۱ء کو دار الملک دہلی میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم دولت آباد میں حاصل کی۔ ۱۶ر سال کی عمر میں ۷۳۶ھ/ ۱۳۳۵ء میں آپ دہلی آگئے اور مولانا سید شرف الدین کیتھلی، مولانا تاج الدین المقدم، اور قاضی عبد المقتدر بن رکن الدین شریحی سے شرف تلمذ حاصل کیا) آپ

(۱۵۱) محمد اسحق، علم حدیث، ص ۹۳ (۱۵۲) عبد الحئی، نزہۃ الخواطر، ج ۲: ص ۱۷۷، ۱۷۸۔

عالم کبیر، عظیم الھیبت، جلیل الوقار اور علم و عرفان کو جامع شخصیت تھے۔

کثیر تعداد میں کتب کے مؤلف ہیں جن میں تفسیر القرآن الکریم علی لسان المعرفۃ، تفسیر القرآن علی منوال الکشاف، کشاف کے پانچ اجزاء پر حواشی، المعارف شرح العوارف (فارسی) شرح التعرف شرح الفصوص، شرح آداب المریدین (عربی و فارسی) شرح التمہیرات لعین القضاۃ المحافظیۃ کی شروح اور سیرۃ النبیؐ پر ایک رسالہ کے علاوہ علم حدیث میں طرز عرفان پر مشارق الانوار کی شرح اور مشارق الانوار کا فارسی ترجمہ۔

آپ کی وفات ۱۶ر ذلیقعدہ ۸۲۵ھ / ۱۴۲۱ء میں ہوئی اور گلبرگہ میں دفن ہوئے (۱۵۲)

۲۹۵ محمد بن ابی بکر الدمیانی (۷۶۳ھ / ۱۳۶۱ء - ۸۲۷ھ / ۱۴۲۳ء)

آپ اسکندریہ میں ۷۶۳ھ / ۱۳۶۱ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے علم نحو، عربی زبان و ادب علم فقہ کے علاوہ نظم و نثر اور خطاطی میں مہارت حاصل کی۔

ازاں بعد آپ اعلیٰ تعلیم کے لیے جامعہ ازہر قاہرہ چلے گئے، جہاں اپنے ذوقِ علم اور فصاحت و بلاغت کی بنا پر مشہور رہے۔ پھر وطن واپس آگئے۔ اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا درس و تدریس کے ساتھ آپ تجارت بھی کیا کرتے تھے۔

دوبارہ مصر گئے جہاں آپ کو قاضی بنایا گیا مگر آپ زیادہ عرصہ قیام نہ کر سکے۔ اور ۸۰۰ھ / ۱۳۹۷ء میں دمشق کا سفر کیا اور حج کرتے ہوئے وطن واپس آگئے۔

۸۱۹ھ / ۱۴۱۶ء میں دوبارہ حج کے لیے سفر شروع کیا اور ۸۲۰ھ / ۱۴۱۷ء میں یمن چلے گئے جہاں تدریس کے ساتھ منسلک ہو گئے ایک سال آپ "جامع زبید" میں درس دیتے رہے اور پھر شعبان ۸۲۰ھ ۱۴۱۷ء میں سلطان احمد بن محمد بن المظفر گجراتی کے زمانہ میں گجرات آگئے۔

آپ نے مختلف علوم و فنون میں تالیفات کے علاوہ "مصابیح الجامع" کے نام سے صحیح بخاری کی ایک شرح تالیف کی۔ یہ کتاب آپ نے والی گجرات سلطان احمد کے حکم پر مرتب کی۔ اس کتاب میں آپ نے غرائب بخاری اور وجوہ اعراب کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

(۱۵۲) عبدالحئی۔ نزھۃ الخواطر: ج: ص ۱۶۰ تا ۱۶۵؛

آپ کی یہ کتاب بیک وقت علم حدیث کی خدمت بھی شمار کی جاتی ہے اور علم نحو کی بھی۔
آپ کی وفات ریاست دکن کے شہر گلبرگہ میں شعبان ۸۲۷ھ/۱۴۲۳ء میں ہوئی اور وہیں آپ کو دفن کیا گیا۔ (۱۵۴)

۹۶: جمال الدین کشمیری؛ متوفی نویں صدی ہجری:

آپ کبار علماء حدیث و فقہ و علوم عربیہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔
شیخ علی بن شہاب الحسینی کے فیض صحبت سے آپ نے استفادہ کیا اور آپ کے حکم سے وہیں درس و تدریس کا سلسلہ تا وفات جاری رکھا۔
شہر کشمیر نہربت میں آپ کا انتقال ہوا۔ (۱۵۵)

۹۷: احمد بن عبداللہ الشیرازی، متوفی نویں صدی ہجری:

احمد بن عبداللہ بن ابی الفتوح بن ابی الخیر علم حدیث کے ساتھ ساتھ علم تصوف میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ آپ نے زین الدین علی الجرجانی، شیخ شمس الدین محمد بن الجزری اور دیگر علماء کبار سے علم حاصل کیا آپ نے مشکوٰۃ کا سماع شرف الدین، عبدالرحیم بن عبدالکریم سے کیا۔
آپ کے تلامذہ میں علامہ تاج الدین بن عبدالرحمٰن بن مسعود بن محمد المرشدی الکازرونی، علامہ علاء الدین ابو العباس احمد بن محمد النہروانی، جو مفتی مکہ، شیخ قطب الدین محمد النہروانی کے والد ہیں، کے نام قابل ذکر ہیں۔
آپ نے علم تصوف پر کتب بھی تالیف فرمائی۔ (۱۵۶)

۹۸: یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن ابی الخیر ہاشمی، م ۸۴۳ھ/۱۴۳۹ء

یحییٰ بن عبدالرحمٰن کا تعلق ان محدثین سے ہے جو اصلاً عرب تھے۔ لیکن ہند ہجرت کر کے ہند میں ہی

(۱۵۴) عبدالحئی، نزہۃ الخواطر: ج ۳: ص ۱۳۲ تا ۱۲۸ (۱۵۵) عبدالحئی، کتاب مذکور، ج ۳ ص ۵۳
(۱۵۶) عبدالحئی، نزہۃ الخواطر: ج ۳: ص ۲۳ تا ۲۷

سکونت اختیار کر لی تھی۔ آپ نے ۱۴۲۶ھ یا ۱۴۲۳ھ میں صوبہ گجرات کی طرف ہجرت کی۔
آپ نے ابن حجر کے علاوہ ان کے ہم عصر دوسرے مصری، مکی و مدنی محدثین سے استفادہ کیا زین العابدین عراقی اور نور الدین ہیثمی سے آپ کو درسِ حدیث کی اجازت حاصل ہے۔
۸۴۳ھ/۱۴۳۹ء میں آپ نے وفات پائی۔ (۱۵۷)

۹۹: خضر بن الحسین البلخی متوفی آٹھویں صدی ہجری:

آپ علم حدیث کے کبار علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ بلخ سے ہند ہجرت کر آئے اور لکھنؤ میں درس حدیث کا سلسلہ شروع کیا۔
آپ کے برخوردار قطب آپ کے تلمیذ ہیں۔ (۱۵۸)

۱۰۰: شیخ محمد بن حسین پٹنی م ۸۴۷ھ/۱۴۴۳ء

آپ اصلاً سندھ سے تعلق رکھتے ہیں آپ نے امام عبداللہ بن محمود کے ہمراہ گجرات کا سفر کیا اور وہیں وفات پائی۔ آپ بیک وقت علم الفقہ، تصوف اور حدیث میں کمال رکھتے تھے، یہ آپ کی انفرادی شان تھی۔
پٹنہ میں آپ کی وفات ۵ رجمادی الثانی ۸۴۷ھ کو ہوئی۔ (۱۵۹)

۱۰۱: مولانا خواجگی الکروی م ۸۹۸ھ/۱۴۹۲ء

آپ اسمٰعیل بن جعفر الصادق کی اولاد میں ہیں۔ ملتان کے علاقہ کے کبار علماء و محدثین میں شمار ہوتے ہیں آپ نے علوم و معرفۃ میں علاء الدین الحسینی جیوری سے استفاضہ کیا۔ علم تصوف میں آپ کی کتاب المراد والمرید جبکہ مشارق الانوار سے آپ نے چالیس منتخب احادیث جمع کر کے "الاربعین" کے نام سے ایک کتاب تالیف کی آپ نے ۱۸ محرم الحرام ۸۹۸ھ کو وفات پائی۔ (۱۶۰)

---

(۱۵۷) محمد اسحٰق۔ علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ۔ ص ۱۱۵ (۱۵۸) عبدالحئی۔ کتاب مذکور۔ ج ۳: ص ۱۷ (۱۵۹) عبدالحئی نزھۃ الخواطر۔ ج ۰۳۔ ص ۱۴۲ (۱۶۰) عبدالحئی۔ کتاب مذکور ج ۰۲ ص ۶۷۔ ۶۸۔

تیسرا دور آٹھویں، نویں صدی ہجری / چودہویں اور پندرہویں صدی عیسوی پر مشتمل ہے۔ گزشتہ کی نسبت اس دور میں محدثین کی تعداد کم رہی جبکہ فقہاء کی تعداد زیادہ رہی۔

دور ثانی میں شیخ زکریا ملتانی کا لگایا ہوا پودا اس دور میں بھی سرسبز و شاداب رہا۔ آپ کے تلامذہ نے اس دور میں میدانِ حدیث میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔

شیخ زکریا کے علاوہ شیخ نظام الدین اولیاء کا سلسلہ بھی اس دور میں اہمیت کا حامل ہے اس سلسلہ سے تعلق رکھنے والوں میں شیخ نصیرالدین چراغ دہلی اور شمس الدین محمد بن یحیٰی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

البتہ آئندہ صدی میں خدمات حدیث میں ترقی پائی جاتی ہے۔ اور دور آئندہ دور نشاط کہلاتا ہے۔

دور رابع

دسویں صدی ہجری / سولہویں صدی عیسوی / دسویں صدی ہجری / پندرہویں عیسوی۔

دورِ نشاط

(۱۰۲) شیخ راجح بن داؤد گجراتی: (۸۷۱ھ / ۱۴۶۶ء - ۹۰۴ھ / ۱۴۹۸ء)

راجح بن داؤد بن محمد بن عیسٰی بن احمد حنفی گجراتی، صوبہ گجرات کے کبار علماء و محدثین میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ ۹ صفر ۸۷۱ھ / ۱۴۶۶ء کو احمد آباد میں پیدا ہوئے۔ صرف، نحو، منطق اور عروض میں آپ نے اپنے شہر میں محمود بن محمد سے، معانی و بیان میں مخدوم بن برہان الدین سے ہیئت و کلام میں محمد بن تاج حنفی سے استفادہ کیا۔

علم حدیث میں آپ کو عبدالحئی بن فخرالدین صاحب نزہۃ الخواطر سے اجازت حاصل ہے علامہ سخاوی نے ضوء اللامع میں آپ کا تذکرہ کیا ہے۔

۹۰۴ھ / ۱۴۹۸ء کو آپ نے وفات پائی۔ (۱۶۱)

(۱۶۱) عبدالحئی: نزہۃ الخواطر۔ ج ۴: ص ۱۱۱

۱۰۲۔ شیخ بلال المحدث سندھی م ۹۰۹ھ/۱۵۰۴ء

(سندھ میں آپ کا تعلق قصبہ تلہٹ سے تھا۔
آپ نے حصولِ علم کے بعد ساری زندگی درس تفسیر و حدیث میں گزاری اور خلقِ کثیر نے آپ کے درس سے استفادہ کیا)۔
زھد و تقویٰ، ورع و استقامت میں آپ یگانہ روزگار تھے۔
آپ کی وفات ۹۰۹ھ/۱۵۰۴ء میں ہوئی۔
محمد بن معصوم الصفائی ترمذی نے "تاریخ السندھ" میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ (۱۶۲)

۱۰۳۔ محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن م ۹۱۹ھ/۱۵۱۳ء

(محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن بن حسن مالکی، جو ابن سوید کے نام سے معروف تھے۔
شیخ عبدالقادر کے مطابق ۱۶ شعبان ۸۵۶ھ/۱۴۵۲ء کو پیدا ہوئے۔ حفظ قرآن کریم اور ابتدائی علوم صرف و نحو آپ نے مصر میں اپنے والد کے زیر نگرانی حاصل کیے۔ پھر آپ نے مکہ مکرمہ کا سفر کیا اور وہاں حافظ شمس الدین السخاوی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے مسند شافعی سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ کی قرأۃ کر کے اجازتِ روایت حاصل کی۔ پھر سخاوی سے شرح الفیہ کے علاوہ دیگر کتب حدیث کا سماع کیا اور ایک طویل مدت ان کی فیض صحبت سے مستفید ہوتے رہے۔
حافظ سخاوی نے اپنی تاریخ میں آپ کا ذکر کیا ہے۔
اسفار علمیہ کا یہ سلسلہ جاری رہا اور یمن آگئے یہاں درس حدیث جاری رہا۔
پھر آپ نے سلطان ہند، محمود شاہ سے ملاقات کی۔ محمود شاہ آپ کی شخصیت اور علم سے متاثر ہوا اور "ملک المحدثین" کا لقب دیا اور ہند میں آپ کی عزت افزائی کی۔ سلطان محمود کی وفات تک آپ کی رہائش علم کا مرکز بنی رہی اور سارے برصغیر کے طالبانِ علم جوق در جوق آپ سے استفادہ کے لیے آتے۔

(۱۶۲) عبدالحئی، نزہۃ الخواطر، ج ۴، ۵۶

سلطان محمود کے بعد اس کا بیٹا سلطان مظفر شاہ والی ہوا۔ تو اس نے آپ کی خدمت سے دست کشی اختیار کر لی۔ آپ کے کوئی نرینہ اولاد نہ تھی، آپ نے ایک لڑکے کو اپنا متبنی بنا لیا تھا۔(۱۶۳)
آصفی کی ظفر الوالہ کے مطابق آپ کی وفات ۹۲۹ھ/ ۱۵۲۲ء میں احمد آباد میں ہوئی (۱۶۴)
جبکہ مولانا عبدالحئی حسینی کے مطابق آپ کی وفات ۹۱۹ھ/ ۱۵۱۳ء میں ہوئی۔ (۱۶۵)

۱۰۵: محمد بن محمد الایجی:

تقریباً اسی زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں جس سے محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن کبار علماء و محدثین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ (۱۶۶)

۱۰۶: ابوالقاسم بن احمد المکی م ۹۲۵ھ/ ۱۵۱۹ء

ابوالقاسم بن احمد بن محمد بن محمد بن عبداللہ بن فہد الشافعی المکی "ابن فہد" کے نام سے مشہور تھے آپ ۱۲ ربیع الاول ۸۴۶ھ/ ۱۴۴۲ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی علوم کے حاصل کرنے کے بعد آپ نے دمشق و مصر کا سفر کیا اور بعد ازاں گجرات میں مقیم ہو گئے۔ محمود شاہ کی وفات کے بعد آپ مندو چلے گئے اور وہاں اسی سال سے زائد عمر میں ۹۲۵ھ/ ۱۵۱۹ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ (۱۶۷)

۱۰۷: شیخ سعدالدین اللاری م ۹۲۸ھ/ ۱۵۲۰ء

آپ اپنے زمانہ کے شیخ المحدثین والمفسرین تھے۔
۱۹ جمادی الاول ۹۲۸ھ/ ۱۵۲۰ء کو آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کی وفات کا حادثہ لوگوں پر غم کا ایک پہاڑ بن کر گرا۔ (۱۶۸)

---

(۱۶۳) محمد بن عمر الآصفی، مولف ظفر الوالہ (۱۶۴) عبدالحئی۔ کتاب مذکور ج ۴: ۳۱۳ (۱۶۵) عبدالحئی حسنی الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند: تالیف ابوالحسن علی الحسینی ندوی (دمشق - ۱۹۸۳) ص: ۱۳۶ (۱۶۶) عبدالحئی نزہۃ الخواطر ج ۴: ص ۳۱۲ (۱۶۷) عبدالحئی۔ کتاب مذکور ج ۴ ص ۱۴
(۱۶۸) عبدالحئی۔ کتاب مذکور: ج ۴: ص ۱۲۲

۱۰۸: عبدالعزیز۔ ابھری م ۹۲۸ھ/۱۵۲۱ء

شیخ عبدالعزیز ابھری جن کا لقب عماد الدین تھا۔ کبار علماء و محدثین میں شمار ہوتے ہیں فقہ و حدیث میں آپ نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ آپ ایک طویل مدت شاہرخ مرزا کے مدرسہ، مدرسہ سلطانیہ، اور خانقاہِ اخلاصیہ، ہرات میں درس دیتے رہے۔

مشکوٰۃ المصابیح کی ایک شرح بھی آپ نے امیر نظام الدین علی شیر کے ایماء پر تالیف فرمائی جام فیروز کے زمانہ میں آپ سندھ میں داخل ہوئے۔ سیوستان کے ایک گاؤں کاہان میں سکونت اختیار کر لی۔

علماء کی کثیر تعداد نے آپ سے استفادہ کیا۔ شرح مشکوٰۃ کے علاوہ درسی کتب پر آپ کی تعلیقات موجود ہیں

فاضل چلپی نے "کشف الظنون" میں آپ کا سنہ وفات ۹۲۸ھ/۱۵۲۱ء نقل کیا ہے۔ لیکن عبدالحئی کے نزدیک یہ سنہ صحیح نہیں۔ (۱۶۹)

۱۰۹: محمد بن عمر حضرمی۔ م ۹۳۰ھ/۱۵۲۳ء:

محمد بن عمر بن المبارک بن عبداللہ بن علی الحمیری الحضرمی الشافعی کا لقب "جمال الدین" تھا اور "بحرق" کے نام سے مشہور رہتے۔ آپ کا شمار علماء محققین میں ہوتا ہے۔ آصفی کے مطابق آپ کی ولادت ۱۵ رشعبان ۸۶۹ھ/ ۱۴۶۴ء کو حضرموت میں ہوئی۔

آپ کی پرورش حضرموت میں ہی ہوئی اور ابتدائی تعلیم آپ نے وہاں کے علماء سے حاصل کی اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے آپ نے زبید کا سفر کیا اور وہاں علم حدیث زین الدین محمد بن عبداللطیف الشرجی سے، اور علم اصول فقہ، جمال الدین محمد بن ابی بکر سے حاصل کیا۔

۸۹۴ھ میں آپ نے حج کیا اور وہاں حافظ سخاوی سے سماع کیا۔

آپ طلباء و علماء کے ساتھ کمالِ شفقت و محبت فرماتے تھے۔

---

(۱۶۹) الیضاً ج ۴: ص ۱۹۳:

پھر آپ عدن آگئے اور بعدازاں ہندوستان آگئے۔ اور سلطان مظفر بن محمود سے ملاقات کی سلطان نے آپ کی عزت افزائی کی۔ یہاں آپ سلطان کے فرمان پر

تبصرة الحضرة الشاهية الاحمد يدلسيرة الحضرة النبوية الاحمدية الحسام المسلول على مبغضي اصحاب الرسولؐ، ترتيب السلوك الى ملك الملوك ، متعة الإسماع باحكام السماع ، المختصر من كتاب الإمتاع ، مواهب القدوس فى مناقب العيدروس۔

آصفی نے درج بالا کتب کے علاوہ یہ نام بھی ذکر کیے ہیں۔

الاسرار النبوية فى اختصار اذكار النواديه ، ذخيرة الاخوات المتخصر من كتاب الاستغناء بالقرآن ، الاوائل العسکری کے بعض منتخب حصے۔

المتعة المختصرة فى الخصال المكفرة للذنوب المقرمة المؤخرة ، الحديقة الانيقة بشرح العروة الوثقية ، الحواشى المفيدة على ابيات اليافعى فى العقيدة ،

آپ کے علم و تحقیق کی بنا پر سلطان کو خصوصی تعلق ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ سے کچھ وزراء کو آپ سے حسد ہونے لگا۔ آپ کو زہر دے دیا گیا اور ۲۰ شعبان ۹۳۰ھ / ۱۵۲۳ء گجرات میں آپ کی وفات ہوئی۔ (۱۷۰)

۱۱۰۔ شیخ رکن الدین سندھی م ۹۴۹ھ / ۱۵۴۲ء

آپ کا تعلق سندھ کی مردم خیز زمین ٹھٹھہ سے تھا۔ آپ علم فقہ و حدیث کے سرکردہ علماء میں شمار ہوتے تھے۔ بلال المحدث سے آپ نے سماعِ حدیث کیا۔ آپ نے درس و تدریس کے علاوہ تصنیف و تالیف کی صورت میں بھی علم حدیث کی خدمت کی۔ ان تالیفات میں "شرح اربعین" کو نمایاں مقام حاصل ہے ٹھٹھہ میں آپ کی وفات ۹۴۹ھ / ۱۵۴۲ء میں ہوئی اور "جبل مکلی" پر آپ کو دفن کیا گیا۔ (۱۷۱)

(۱۷۰) ایضاً ج ۲ : ص ۳۰۶ ۔ (۱۷۱) عبدالحئی ۔ نزہۃ الخواطر : ج ۴ : ص : ۱۱۶

۱۱۱۔ قاضی عبداللہ بن ابراہیم سندھی ۔ م ۹۵۵ھ/۱۵۴۸ء

آپ دربیلا سندھ سے تعلق رکھتے تھے، ابتداءً مخدوم عبدالعزیز ابھری سے آپ نے استفادہ کیا۔ ۹۳۴ھ/۱۵۲۷ء میں احمد آباد گئے اور علی المتقی کی شاگردگی اختیار کرلی۔ بعدازاں حجاز چلے گئے اور دوسال بعد ہی مدینہ منورہ میں ۹۵۵ھ/۱۵۴۸ء میں وفات پاگئے۔

آپ کے دو برخوردار رحمت اللہ اور حمید بھی محدث تھے، ان کا تعارف آئندہ اوراق میں پیش کیا جائے گا۔ (۱۷۲)

۱۱۲۔ میر سید عبدالاول ۔ (۸۳۲ھ/۱۴۲۸ء ۔ ۹۶۸ھ/۱۵۶۰ء)

آپ علی بن علاء الحسینی کے فرزند ارشد تھے، آپ اصلاً جونپور کے علاقہ کے ایک قصبہ زید پور سے تعلق رکھتے ہیں آپ کے آباؤ اجداد میں سے کوئی سرزمین دکن میں منتقل ہوئے اور وہیں آپ کی پیدائش و پرورش ہوئی۔ آپ نے اپنے دادا علاء الحسینی کے علاوہ طیب ابن ابی الطیب سندھی اور شیخ محمد بن یوسف کی اولاد میں سے کسی سے علم حدیث میں استفادہ کیا۔ ازاں بعد آپ گجرات منتقل ہوگئے۔ اور وہاں طویل زمانہ تک درس و تدریس میں مشغول رہے۔ زیارۃ حرمین شریفین اور ادائیگی حج کے بعد پھر ہند آگئے اور احمد آباد میں قیام کیا یہاں بھی درس تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔

طاہر بن یوسف سندھی کے علاوہ ایک خلق کثیر نے آپ استفاضہ کیا۔

خانخاناں محمد بیرم شاہ کے حکم پر دھلی آگئے اور ابھی دو سال ہی گزر رہے تھے۔ کہ ۹۶۸ھ/۱۵۶۰ء میں وفات پائی۔ اور قلعہ دھلی کے اندر کنشک نرور کے نزدیک قبرستان میں دفن ہوئے (۱۷۳)

درس و تدریس کے علاوہ آپ کی زندگی تصنیف و تالیف میں گزری۔

علم الفرائض کی کتاب سراجی کی منظوم شرح لکھی علم تصوف میں تحقیق نفس و معرفت پر فارسی میں ایک پرمغز کتاب لکھی۔ فیروز آبادی کی سفر السعادۃ کا انتخاب کرکے سیرۃ پر کچھ کتب تالیف

(۱۷۲) محمد اسحٰق ۔ علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ : ص ۲۷۷ (۱۷۳) عبدالحق دھلوی، محدث، اخبار الاخیار اردو ترجمہ سبحان محمود، مولانا و محمد فاضل، مولانا کراچی، مدینہ پبلشنگ، ص ۵۱۶۔

کیں۔ دیگر کتب پر بھی آپ کے حواشی، شرح و تعلیقات موجود ہیں۔

آپ کا سب سے بڑا علمی کارنامہ وہ ہے جس کی بنا پر آپ برصغیر میں ایک محدث کی حیثیت سے معروف ہوئے "فیض الباری" کے نام سے آپ نے شرح بخاری تالیف کی اور اس شرح کو برصغیر کی پہلی شرح بخاری ہونے کا شرف حاصل ہے (۱۷۴)

۱۱۳: شیخ علی بن حسام الدین المتقی البرہانپوری م ۹۷۵ھ / ۱۵۶۷ء

آپ کی ولادت برہانپور میں ۸۸۵ھ / ۱۴۸۰ء میں ہوئی۔

آپ نے بچپن میں شیخ بہاء الدین صوفی برہانپوری سے کسب فیض کیا۔ ان کے انتقال کے بعد شیخ حسام الدین المتقی الملتانی کے ساتھ دو سال رہے اور ان سے استفادہ کیا۔ خصوصاً علم تفسیر میں ان سے بیضاوی کا درس لیا پھر آپ نے حرمین کا سفر اختیار کیا اور وہاں شیخ ابوالحسن الشافعی البکری، شیخ محمد بن محمد السخاوی المصری اور شہاب الدین احمد بن حجرؒ سے علم حدیث میں استفادہ کیا۔

حصولِ علم کے بعد آپ نے مکہ ہی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ البتہ محمود شاہ صغیر گجراتی کے زمانہ میں جو آپ کے مرید تھے، دو مرتبہ ہند آئے۔

۸۷ سال یا ۹۰ سال کی عمر میں منگل کے روز وقت سحر ۲ جمادی الاولیٰ ۹۷۵ھ / ۱۵۶۷ء کو مکہ مکرمہ میں آپ کی وفات ہوئی۔ اور جنت المعلاء میں آپ کی تدفین ہوئی۔

آپ کی تصانیف دنیا علم و دانش میں ایک بلند و نمایاں مقام رکھتی ہیں۔ خصوصاً علم حدیث اور علم تصوف پر آپ کی کتب قابل قدر ذخیرہ ہیں۔

سیوطی کی "العرف الوردی فی اخبار المہدی" کا خلاصہ مرتب کیا اور اس کو ابواب و فصول میں منقسم کر کے تدوین کے علاوہ اس میں اس موضوع سے متعلق کچھ احادیث کا اضافہ بھی کیا۔ اس کے علاوہ النہج الأتم فی ترتیب الحکم، جوامع الکلم فی المواعظ والحکم، الوسیلة الفاخرة فی سلطة الدنیا والآخرة، تلقین الطریق فی السلوک، البرهان الجلی فی معرفة الولی۔ (فارسی)

---

(۱۷۴) سید سلیمان ندوی، مقالات سلیمان، ہندوستان میں علم حدیث، مرتب معین الدین ندوی (اعظم گڑھ، ۱۹۶۸ء) ج ۲: ص ۱۲۔ عبدالحی کتاب مذکور، ج ۴: ص ۱۶۷۔

(فارسی) رسالہ فی ابطال دعوی السید محمد بن یوسف جونپوری۔ (۱۷۵)

ان تمام تالیفات کے علاوہ متقی کی سب سے مایہ ناز تصنیف "کنز العمال" ہے جو جلدوں پر مشتمل ہے، علم حدیث پر یہ کتاب ایک مقتدر حیثیت کی مالک ہے، اس وجہ سے اسکا تعارف قدرے تفصیل سے پیش کیا جائے گا۔

نام کتاب ... کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال۔

مؤلف ... علامہ علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین برہانپوری۔

ناشر ... بیروت، موسسۃ الرسالۃ

سنہ تالیف ... درج نہیں۔

تعداد جلدیں ... ۱۷

جلد اوّل از کتاب الایمان، (حرف الھمزہ) (تا) حقوق القرأۃ حرف الھمزہ) صفحات: ۶۲۴

جلد ثانی از فصل فی التفسیر (حرف الھمزہ فی الاذکا) (تا) دعا الخضر علیہ السلام (حرف الھمزہ فی الادعیۃ) ص ۷۱۸

جلد ثالث از الباب الاول فی الاخلاق۔ (تا) کتاب الایلا (حرف الھمزہ) صفحات: ۹۵۶

جلد رابع از کتاب البیوع۔ (حرف البا) (تا) باب فی لواحق الجہاد (حرف الجیم) صفحات: ۶۲۷

جلد خامس از کتاب الحج والعمرہ (حرف الحا) (تا) باب جامع الاحکام (حرف الخا فی الخلافۃ) ص: ۸۹۴

جلد سادس از کتاب الامارۃ: (حرف الخا) (تا) الکہانۃ (حرف السین فی السحر) صفحات: ۶۷۷

جلد سابع از کتاب الشفقۃ (حرف الشین) (تا) الاکمال (حرف الصاد فی الصلوٰۃ) صفحات: ۸۶۱

جلد ثامن از باب فضائل الصلوٰۃ (حرف الصاد) (تا) ایام البیض (کتاب الصوم) صفحات: ۶۸۳

جلد تاسع از کتاب الصحبۃ (حرف الصاد) (تا) باب الرجعۃ (حرف الطا فی الطلاق) صفحات: ۷۱۸

جلد عاشر از کتاب الطب والرقی (الطاعون) (تا) کتاب الغصب (حرف الغین) صفحات: ۶۵۳

جلد حادی عشر از کتاب الفرائض (حرف الفا) (تا) ابو مالک الاشعری (فضائل الصحابۃ) صفحات: ۷۷۵

جلد ثانی عشر از باب فضائل القبائل (حرف الفا) (تا) فضائل الفاروق (حرف الفا) صفحات: ۷۱۶

---

(۱۷۵) عبدالحئی، کتاب مذکور، ج ۴، ص ۲۳۴

جلد ثالث عشر از باب تفضیل الشیخین ابی بکرؓ و عمرؓ (تا) ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا صفحات: ۷۲۷

جلد رابع عشر از فضائل من لیس من الصحابۃ (تا) اطفال المشرکین (حرف القاف القیامۃ) صفحات: ۶۸۲

جلد خامس عشر از باب القصاص (تا) مواعظ فی ارکان الایمان (حرف المیم) صفحات: ۹۷۲

جلد سادس عشر از باب الترھیبات (حرف المیم) (تا) نقض النذر (حرف الیائی الیمین) صفحات: ۷۹۰

جلد سابع عشر از (تا) صفحات:

کنز العمال بلاشبہ اقوال و افعال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا ذخیرہ ہے اس میں کل ۴۶۶۲۴ احادیث ہیں۔ روایات کی کثرت کی بنا پر بعض ضعیف روایات بھی کتاب میں منقول ہیں۔ اس کتاب کو اگر حدیث کا "موسوعہ" (انسائیکلوپیڈیا) کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

یہ کتاب فاضل مؤلف کی تالیف، جامع الصغیر، منہج العمال فی سنن الاقوال الاکمال منہج العمال اور سیوطی کی جامع الکبیر میں سے حصہ اقوال پر مشتمل ہے۔ کسی بھی موضوع پر نبی کریم ﷺ اقوال و افعال معلوم کرنے کے لیے یہ کتاب ایک امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب مطالعہ قاری کو سیوطی کی جمع الجوامع کے مطالعہ سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ (۱۷۶)

اکثر جلدوں میں رجال کی فہرست بھی دی گئی ہے

۱۱۴: شیخ عبد الملک گجراتی م ۹۷۷ھ/ ۱۵۶۹ء

عبد الملک عباسی برصغیر کے کبار علماء اور محدثین میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کی ولادت و پرورش احمد آباد میں ہوئی۔ قطب الدین عباسی گجراتی کے واسطہ سے آپ شمس الدین محمد السخاوی کے تلمیذ ہیں۔

آپ اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں کے مالک تھے، تفسیر، حدیث اور فقہ پر دسترس رکھتے تھے۔ ایک امتیازی خصوصیت جو آپ کو حاصل تھی وہ یہ کہ آپ حافظ قرآن ہونے کے علاوہ نہ صرف متن و سند بخاری کے حافظ تھے۔ بلکہ اس کے مفاہیم، معانی، مطالب و رموز کے بھی حافظ

(۱۷۶) علی المتقی الھمام الدین برہانپوری، کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، بیروت موسسۃ الرسالۃ ۱۹۷۹ء ج ۱: ص ۴

تھے اور بخاری کا درس حفظ دیا کرتے تھے۔

علم و حفظ اور تفقہ کے علاوہ زھد و تقویٰ میں آپ کے زمانہ میں آپ کا کوئی مثل نہ تھا۔

آپ کی وفات کے متعلق سید عبدالحئی نے لکھا ہے کہ سنہ ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء کے بعد ہوئی جبکہ سید سلیمان ندوی نے سنہ ۹۷۷ھ / ۱۵۶۹ء بیان کیا ہے۔ (۱۷۷)

۱۱۵۔ شیخ مبارک بنارسی۔ م سنہ ۹۸۰ھ / ۱۵۷۲ء

مبارک بن ارزانی العمری(۱) بنارسی علم حدیث کے ممتاز علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ شیر شاہ سوری اور اس کے بیٹے سلیم شاہ کے زمانہ میں ایک مدت تک وزیر رہے۔ آپ کی "مدارج الاخبار" علم دین میں ایک ممتاز مقام رکھتی ہے۔ مدارج کے علاوہ رجب سنہ ۹۵۲ھ / ۱۵۴۵ء میں آپ نے علم حدیث پر ایک کتاب تصنیف فرمائی۔ اس کتاب میں آپ نے مشارق الانوار کی احادیث مصابیح کی ترتیب پر جمع فرمائی (۱۷۸)

مشارق کی ترتیب اور اس کا مفصل تعارف امام صاغانی کے ضمن میں گذر چکا ہے مصابیح میں احادیث کی ترتیب اسطرح ہے کہ احکام، عبادات اور معاملات کے ابواب قائم کر کے دو فصول میں، فصل اول میں متفق علیہ روایات اور فصل ثانی میں روایات سنن تخریج کرتے ہیں۔

۱۱۶۔ خواجہ میر کلاں ھروی۔ م سنہ ۹۸۱ھ / ۱۵۷۲ء

مولانا محمد سعید بن مولانا خواجہ الحنفی خواجۂ "میر کلاں" کے لقب سے معروف تھے۔ آپ کا شمار کبار علماء میں ہوتا ہے۔ ابتدائی علم عصام الدین بن ابراہیم و دیگر علماء سے حاصل کیا اور علم حدیث سید نسیم الدین میرک شاہ ہروی سے حاصل کیا اور طویل مدت تک ان کی صحبت میں رہے۔ پھر آپ نے حرمین شریفین کا سفر اختیار کیا۔ اور حج و زیارۃ کے بعد وہیں سکونت اختیار کر لی۔ مکہ مکرمہ

(۱۷۷) عبدالحئی۔ نزھۃ الخواطر: ج ۴: ص ۲۱۸ ۔ سلیمان ندوی، "مقالات سلیمان" ج ۲: ص ۱۳۰: عبدالحئی، "یاد ایام"، ۱۹۱۹ء، علی گڑھ، مطبع، انسٹی ٹیوٹ ص ۶۲، ۶۳ (۱) العمری سے مراد فاروقی ہے آپ کا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروقؓ سے ملتا ہے ۱۷۸ ایضاً۔ ص ۲۷۷۔

ہیں آپ سے صاحب مرقاۃ علی بن سلطان القاری نے استفادہ کیا۔ ان کے علاوہ ایک خلق کثیر آپ سے کسب فیض کرتی رہی جن میں سید غضنفر بن جعفر الحسینی کا نام امتیازی حیثیت رکھتا ہے آپ عالم بھی تھے۔ محدث و محقق بھی تھے۔ فقیہ و مدرس بھی تھے اور خصوصاً علم حدیث میں ید طولیٰ رکھتے تھے اپنی زندگی کے ۸۰ برسوں میں ایام طفولیت و طالب علمی کے علاوہ درس حدیث میں ہی مشغول رہے۔

آگرہ میں آپ کی وفات ۹۵۱ھ / ۱۵۷۲ء میں ہوئی (۱۷۹)

۱۱۷ : شیخ عبداللہ بن سعد الدین ۹۸۴ھ / ۱۵۷۶ء

آپ یکتائے روزگار محدث و عالم تھے اور شیخ علی المتقی کے تلامذہ خصوصی میں سے تھے۔

شیخ عبداللہ کی ولادت و پرورش سرزمین سندھ میں ہوئی ۹۴۴ھ / ۱۵۴۴ء میں آپ گجرات ہجرت کر گئے جہاں عبداللہ بن ابراہیم سندھی سے کسب فیض کیا۔ پھر آپ عبداللہ کے ساتھ حجاز مقدس کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ وہاں قیام کے دوران دیگر کبار محدثین کے علاوہ شیخ علی المتقی سے علم حدیث میں استفاضہ کیا۔ مدینہ منورہ میں طویل قیام کے بعد ۹۷۷ھ / ۱۵۶۹ء میں شیخ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ کے ہمراہ ہند آ گئے اور گجرات میں مقیم ہو گئے۔ وہاں آپ کے درس حدیث سے ایک خلق کثیر نے استفادہ کیا۔ پھر کبر سنی میں آپ مکہ مکرمہ چلے گئے اور وہیں ذی الحجہ ۹۸۴ھ / ۱۵۷۶ء میں آپ کی وفات ہوئی (۱۸۰)

آپ کی کتب میں "جمع المناسک و نفع الناسک" جو آپ نے ۹۵۰ھ / ۱۵۴۲ء میں تصنیف کی قابل ذکر ہے (۱۸۱)

۱۱۸ : شیخ محمد بن طاہر پٹنی م ۹۸۴ھ / ۱۵۷۶ء

محمد بن طاہر پٹنی ۹۱۳ھ / ۱۵۰۷ء میں علاقہ گجرات کے کسی شہر میں پیدا ہوئے۔ آپ کی پرورش تحفیظ القرآن

(۱۷۹) عبدالحئی۔ نزہۃ۔ ج ۴ ص ۲۲۱ (۱۸۰) صاحب حدائق حنفیہ نے آپ کا سال وفات ۹۹۶ھ بتایا ہے جو کہ قرین قیاس نہیں بلکہ ۹۸۲ھ / ۱۵۷ء میں آپ اس کیفیت میں مکہ آئے تھے ضعف و نقاہت کی بنا پر حرکت کرنا بھی مشکل تھا۔ چند ماہ بعد ہی آپ کی وفات ہو گئی دیکھئے۔ حدائق حنفیہ ص : ۴۱۰ (۱۸۱) عبدالحئی : کتاب مذکور : ج ۴ : ص ۲۰۵

اور ابتدائی تعلیم وطن مالوف میں ہی ہوئی۔ آپ نے نوجوانی میں ہی کبار علماء سے جن میں شیخ مبارک بن خضر ناگوری، شیخ برہان الدین سمہوری، مولانا ید اللہ سوہی شامل ہیں استفادہ کیا۔

ابتدائی علوم میں مہارت کے بعد ۹۴۴ھ / ۱۵۳۷ء میں آپ حج بیت اللہ کے لیے گئے اور وہاں کچھ مدۃ کے لیے اقامت اختیار کرلی۔ وہاں جن مشائخ سے آپ نے استفادہ کیا۔ ان میں ابوالحسن بکری، ابن حجر عسقلانی، شیخ علی بن عراق، شیخ جار اللہ بن فہد، شیخ عبید اللہ سرہندی، سید عبداللہ عیدروس اور شیخ برخوردار سندھی جیسے کبار محدثین کے نام قابل ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں شیخ علی حسام الدین متقی کی صحبت اختیار کی۔

محدثین عصر سے استفادہ کے بعد آپ وطن واپس آگئے اور تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف میں مشغول ہوگئے۔

علم میں آپ کی فضیلت، زہد وتقویٰ میں آپ کی شانِ علویت، اہل علم کی امداد میں آپ کی صفتِ سخاوت اپنے دور کی زریں مثال ہیں۔

آپ کی وفات ۹۸۶ھ / ۱۵۷۸ء میں اجین شہر میں ہوئی اور آپ کی نعش کو پٹنہ لاکر سپرد خاک کیا گیا۔

آپ کی جلیل القدر تصانیف

مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل، ولطائف الاخبار (دو جلدیں) ہیں

کتاب لطائف الاخبار میں آپ نے تمام غریب احادیث جمع کردی ہیں۔

یہ کتاب امت میں عموماً اہل علم میں خصوصاً ایسی قبولیت اختیار کرگئی ہے جیسی صحاح ستہ کی بعض متداول شروح کو حاصل ہے۔

علامہ طاہر پٹنی کی ساری زندگی تعلم دین یا تعلیم دین میں گزری۔ آپ نے بدعات کے خلاف جہاد کیا اور اپنی تحریرات ودرس سے بدعات کا رد کیا۔ (۱۸۲)

۱۱۹:- شیخ عبد المعطی باکثیر المکی۔ ۵۰۹ھ / ۱۴۹۹ء - ۹۸۹ھ / ۱۵۸۱ء آپ ۹۰۵ھ / ۱۴۹۹ء میں مکہ مکرمہ پیدا ہوئے

شیخ عبد المعطی بن الحسن بن عبداللہ علم حدیث کے علاوہ دیگر علوم نقلیہ وعقلیہ میں مہارت رکھتے

عبد الحی، نزہۃ الخواطر ج۴ ص۲۹۸ تا ۳۰۱

آپ نے آپ نے اپنے زمانہ کے کبار شیوخ سے استفادہ کیا۔ آپ شیخ زکریا الانصاری کے واسطہ سے ابن حجر عسقلانی کے تلمیذ تھے۔

عمر کے آخری مہر و سال میں جب آپ برصغیر آئے تو اہل علم کے ایک ازدحام کثیر نے آپ کے علم و تفقہ اور علو سند کی وجہ سے آپ سے استفادہ کیا۔

آپ نے بخاری کے رجال پر ایک کتاب لکھنی شروع کی جس میں ہر سند کے صحابی تک تمام راویوں کے حالات زندگی اور ان کے متعلق ائمہ رجال کی آراء نقل کرنا شروع کی تھیں یہ تحقیق ابھی تشنۂ تکمیل تھی کہ ۲۷ ذی الحجہ ۹۸۹ھ/۱۵۸۱ء کو احمد آباد میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ (۱۸۲) ان کی یہ تالیف غالباً ہنوز تشنۂ تکمیل ہے۔

(۱۲۰) مولانا طیب سندھی م ۹۹۰ھ/ ۱۵۸۲ء

مولانا طیب ابن ابی طیب کا سندھ کے مردم خیز خطہ ٹھٹھہ سے تعلق تھا۔ آپ کی پرورش بھی سندھ میں ہی ہوئی۔ ابتدائی تعلیم آپ نے مولانا یونس سندھی سے حاصل کی پھر اہل علم سے ملاقات کے شوق میں ایلیچپور آ گئے۔ اور وہاں طویل مدۃ تک مقیم رہے پھر طاہر بن یوسف سندھی کے ساتھ برہانپور آ گئے۔

آپ کے درس سے خلق کثیر مستفید ہوئی جن میں شیخ عیسیٰ بن قاسم سندھی کا نام امتیازی حیثیت رکھتا ہے آپ میر سید عبدالاول کے تلامذہ میں سے ہیں اور میر سید عبدالاول کا سالِ وفات ۹۶۸ھ/۱۵۶۰ء ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی وفات ۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء یا اس کے بعد ہوئی۔

عبدالحئی نے لکھا ہے کہ کچھ زائد ۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء میں وفات ہوئی۔ (۱۸۳)

۱۲۱۔ شیخ بن عبداللہ بن شیخ بن عبداللہ عیدروس یمنی شافعی م ۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء

شیخ بن عبداللہ ۹۱۹ھ/۱۵۱۳ء یمن میں تریم کے مقام پر پیدا ہوئے عمر کے ابتدائی حصہ میں ہی آپ نے شہرت حاصل کر لی تھی تحصیل علم کے بعد آپ درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ ابن حجر ہیثمی، علامہ عبدالقادر

(۱۸۲) عبدالحئی۔ کتاب مذکورہ ج ۴، ص ۱۴۲ (۱۸۳) ایضاً: ص ۱۶۵، عبدالحئی: الثقافۃ الاسلامیہ: ص ۱۵۴

بافقیہ حضرمی جیسے محدثین آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

آپ کی تالیفات العقد النبوی، الطہر المصطفوی، الفوز، البشریٰ ہیں آپ ۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء میں ہند میں داخل ہوئے وہیں قیام کیا اور احمد آباد میں ۲۵ رمضان ۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء میں وفات پائی۔ (۱۸۵)

۱۲۲۔ شیخ عبداللہ انصاری سلطان پوری م ۹۹۰ھ/ ۱۵۸۲ء

شیخ عبداللہ انصاری کا اصل تعلق ٹھٹھہ سندھ سے ہے، آپ کے دادا سندھ سے جالندھر منتقل ہو گئے تھے۔ آپ کی پیدائش بھی پنجاب کے شہر سلطان پور میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد آپ سرہند چلے گئے، اور وہاں عبداللہ سرہندی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ علم حدیث کے حصول کے لیے آپ دہلی گئے اور شیخ ابراہیم ابن المعین حسینی سے سماع کیا۔ علم حدیث کی فراغت کے بعد وطن مراجعت کی اور درس تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ امت کے علاوہ سلاطین و ملوکِ ہند میں آپ کو عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ ۹۸۷ھ میں جب آپ نے سفرِ حج کیا تو مکہ کے کبار محدثین جن میں ابن حجر بھی شامل تھے، نے آپکا جلالت شان کے ساتھ استقبال کیا۔ کچھ مدت وہاں رہنے کے بعد آپ واپس وطن آ گئے۔

۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء میں آپ کی وفات وطنِ مالوف میں زہر خوانی کے سبب ہوئی۔

آپ کی تالیفات میں کشف الغمہ، منہاج الدین، عصمۃ الانبیاء، شرح العقیدہ الحافظیہ، رسالہ فی تفضیل العقل علی العلم کے علاوہ دیگر رسائل شامل ہیں۔ (۱۸۶)

۱۲۳۔ شیخ عبدالنبی ابن احمد گنگوہی م ۹۹۱ھ/ ۱۵۸۳ء

شیخ عبدالنبی ابن احمد ابن عبدالقدوس حنفی، گنگوہی، برصغیر کے ممتاز علماء و محدثین میں شمار ہوتے ہیں آپ گنگوہ پیدا ہوئے پرورش و ابتدائی تعلیم بھی وطن مالوف میں ہی ہوئی۔ پھر آپ نے حرمین کا سفر اختیار کیا اور ابن حجر عسقلانی کے علاوہ اس زمانہ کے دوسرے محدثین سے سماعِ حدیث کیا۔ کبار شیوخ کی مجالس سے استفادہ کیا اور علم حدیث طبیعت میں رچ بس گیا تو وطن لوٹ آئے۔

برصغیر میں اس زمانہ میں تصوف کے نام پر غیر اسلامی اور مشرکانہ رسوم رائج تھیں۔ شیخ عبدالنبی نے ان رسوم

---

(۱۸۵) ابن عماد۔ شذرات: ج ۸: ص ۴۲۳، ۴۲۴ (۱۸۶) عبدالحئی نزھۃ: ج ۴: ص ۲۰۶ تا ۲۰۸

کے خلاف جہاد شروع کیا۔ اور سنتِ محمدیہ، اور اسلاف کے طریقوں کو دوبارہ زندہ کرنے سعی پیہم کی، آپ کے ہم وطن، آپ کے اعزہ و اقارب حتیٰ کہ آپ کے والد امیر آپ کی مخالف ہوگئے اور آپ کو انواع و اقسام کی اذیتیں دینے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تکالیف کا دنیاوی اجر یہ دیا کہ ۹۷۱ھ میں اکبر شاہ تیمور نے آپ کو طلب کیا اور آپ کو ہند کے طول وعرض کا والی بنا دیا۔ ایک مدتِ طویل اس منصب پر گزری جس کے دوران آپ کو خاص وعام میں قبولیت بھی حاصل ہوئی۔ اکبر شاہ کے دل میں آپ کی بڑی عظمت اور قدر و منزلت تھی، وہ آپ سے حدیث سننے کے لیے خود آپ کے گھر آتا۔ آپ سے سماعِ حدیث کرتا، آپ کی خدمت کرتا یہاں تک کہ آپ کو اپنے ہاتھ سے جوتے پہناتا۔ اور آپ کے ہر فرمان کو اپنے لیے قابل اطاعت سمجھتا۔ اکبر کی اس عقیدت کی بنا پر وزراء و مقربین بادشاہ حسد کرنے لگے اور ان کی قدر و منزلت کو اکبر شاہ کے دل میں کم کرنے کے لئے سازشیں مرتب کرنے لگے۔ ایسی ہی ایک سازش کے نتیجہ میں اکبر شاہ نے انہیں برصغیر سے نکل جانے کا حکم دیا اور آپ ہجرت کرکے دوبارہ حجاز چلے گئے۔ ایک زمانہ کے بعد آپ واپس آئے تو آپ پر تشدد کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ جو آپ کی وفات تک جاری رہا۔ آپ کی وفات ۹۹۱ھ/۱۵۸۳ء میں ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق آپ کو قتل کیا گیا۔

آپ کی تالیفات میں "وظائف النبیؐ فی الادعیۃ الماثورۃ"، "سنن الہدیٰ فی متابعۃ المصطفیٰ" اپنے والد کے رد میں "رسالہ فی حرمتہ السماع" تحریر کیا، امام ابوحنیفہ کے طاعنین کے رد میں ایک رسالہ "طعن القفال المروزی علی الامام ابی حنیفہ" مرتب کیا۔ (۱۸۷)

۱۲۴۔ شہاب احمد عباسی م ۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء

شہاب احمد شیخ بدرالدین عباسی مصری شافعی مصر میں ۹۰۳ھ/۱۴۹۷ء میں پیدا ہوئے۔ قاضی زکریا، برہان ابن ابی شریف، کمال الدین طویل، نورالدین بلبجی، ابوالعباس طنبذاوی بکری سے استفادہ کیا۔

آپ متقی و متورع عالم باعمل تھے۔ سلف صالحین کے طریق پر چلنا اپنے لیے باعث سعادت سمجھتے علوم عقلیہ میں علم الحرف، علم الفلک میں اور علوم نقلیہ میں علم تفسیر و حدیث پر آپ کو درک حاصل تھا، احمد آباد میں آپ کی وفات ۴ صفر ۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء کو ہوئی۔ (۱۸۸)

(۱۸۷) عبدالحئی: نزہتہ الخواطر: ج ۴: ص ۲۱۹ (۱۸۸) ابن عماد: شذرات ج ۸: ص ۴۲۶، ۴۲۷

۱۲۵۔ شیخ رحمت اللہ بن عبداللہ م ۹۹۴ھ/ ۱۵۸۵ء

شیخ رحمت اللہ بن عبداللہ قاضی تھے جن کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا تھا آپ کے بھائی شیخ حمید سندھی تھے جو علم و تفسیر و حدیث میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ شیخ رحمت اللہ شیخ عبداللہ بن سعد الدین کے ہمراہ ۹۹۷ھ/۱۵۸۸ء میں احمد آباد آئے اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔

عبداللہ بن سعد اور شیخ رحمت اللہ اپنی بزرگی، اپنے زہد و تقویٰ کی بنا پر "شیخین" کے لقب سے معروف ہوئے۔ شیخ رحمت اللہ پیرانہ سالی میں مکہ مکرمہ چلے گئے اور مکہ مکرمہ میں ہی ۲۲ محرم الحرام ۹۹۴ھ/۱۵۸۵ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ (۱۸۹)

۱۲۶۔ میر ابو الغیث بخاری م ۹۹۵ھ/ ۱۵۸۶ء

آپ جلال الدین اکبر شاہ کے زمانہ کے محدث و صوفی تھے آپ کی مجالس ذکر الٰہی یا مذاکرۂ احادیث کے لیے مخصوص تھیں۔ باوجود اس کے کہ دنیاوی مال و دولت کثرت سے تھا لیکن کبھی دنیا میں مشغول ہوئے نہ دنیا کو اپنا مقصود و مطمع نظر بنایا۔ نماز کا اسقدر اہتمام تھا کہ تکبیر تحریمہ بھی فوت نہ ہوتی تھی ۹۹۵ھ/ ۱۵۸۶ء میں قولنج کے مرض میں مبتلا ہو کر لکھنؤ میں وفات پائی اور دہلی میں سپرد خاک کیا گیا۔ (۱۹۰)

۱۲۷۔ مولانا وجیہ الدین گجراتی۔ (۹۱۱ھ/ ۱۵۰۵ء-۹۹۷ھ/ ۱۵۸۸ء)

اکابر علماء و شیوخ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

آپ کے اساتذہ میں علامہ عماد الدین محمد بن محمود الطارمی کا نام شامل ہے۔ تالیفات میں آپ کا ذوق زیادہ شروح و تعلیقات کی طرف تھا چنانچہ آپ نے درجہ ذیل کتب پر حواشی لکھے۔

تفسیر البیضاوی، اصول البزدوی، ہدایہ، شرح وقایہ، مطول، مختصر، تلویح، عضدیہ، شرح التجرید،

(۱۸۹) عبدالحق محدث دہلوی - اخبار الاخیار، اردو ترجمہ از سبحان محمود، محمد فاضل، مولانا، (کراچی: مدینہ پبلشنگ) ص ۵۶۱۔ سلیمان ندوی، مقالات، ج ۲: ص ۱۹: عبدالحئی، نزہۃ: ج ۴: ص ۱۱۲ (۱۹۰) عبدالحئی، نزہۃ: ج ۴: ص ۹، ۱۰، رحمٰن علی: تذکرہ علمائے ہند۔ اردو ترجمہ محمد ایوب قادری: ص ۷۶۔

شرح عقائد، شرح مواقف، شرح حکمۃ العین، شرح المقاصد، شرح چغمنی، شرح شمیہ، شرح جامی اور شرح ارشاد، حواشی کے علاوہ آپ نے بعض کتب کی شروح بھی لکھیں۔
علم ہیئت میں رسالہ علی القشوجی، ابیات التسہیل، لوائح، جام جہاں نما اور نخبۃ الفکر (اصول حدیث)
آپ کی وفات ۹۹۷ھ/۱۵۸۸ء میں ہوئی اور احمد آباد میں آپ کو دفن کیا گیا۔ (۱۹۱)

۱۲۸۔ شیخ جمال محمد گجراتی، م ۹۹۸ھ/۱۵۸۹ء

آپ گجرات میں پیدا ہوئے وہیں پر ورش ہوئی۔
ابتدائی تعلیم کے بعد حرمین چلے گئے آپ کے ساتھ اس سفر علمی میں چند اشراف گجرات بھی تھے حج وزیارت کے بعد آپ برصغیر آکر گجرات میں مقیم ہو گئے اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ تفسیر وحدیث میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور صبح سے شام تک درس میں مشغول رہتے۔
آپ کی وفات ۹۹۸ھ/۱۵۸۹ء میں برہانپور میں ہوئی۔ (۱۹۲)

۱۲۹۔ مولانا عباس سندھی م ۹۹۸ھ/۱۵۸۹ء

آپ سندھ کے ایک پاٹر (بر) پیدا ہوئے اور جوانی میں ۹۴۷ھ/۱۵۴۰ء کے اوائل میں بھکر کے قریب ہنکور منتقل ہو گئے۔
وہاں آپ نے درس حدیث کا سلسلہ شروع کیا۔
آپ سے استفادہ کرنے والوں میں ایک خلق کثیر شامل ہے جن میں قاضی عبد السلام سندھی کا نام امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ (۱۹۳)

۱۳۰۔ مولانا بشیر الدین کاہانی ۔ ۹۹۹ھ/۱۵۹۰ء

آپ سندھ کے محدث عبد العزیز البصری کے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ اپنے والد کے ساتھ ہراۃ سے

(۱۹۱) عبد الحیٰ: نزہۃ الخواطر۔ ج ۴، ص ۲۸۵، نقیر محمد جہلمی مولوی: حدائق الحنفیہ، ترتیب و تدوین خورشید احمد خان، لاہور، مکتبہ حسن سہیل ص ۴۱۰ (۱۹۲) عبد الحیٰ: نزہۃ۔ ج ۴، ص ۹، (۱۹۳) ایضاً، ص ۱۶۷

۹۲۸ھ / ۱۵۲۱ء میں منتقل ہوئے۔ آپ نے علم حدیث اپنے والد سے حاصل کیا گیا۔ آپ کے درس حدیث سے سندھ سے تعلق رکھنے والے لاتعداد لوگ مستفید ہوئے۔ (۱۹۴)

۱۳۱۔ محمد بن احمد نہر والی : م ۹۹۹ھ / ۱۵۹۰ء

آپ احمد بن محمد بن محمود کے فرزند ارشد ہیں۔ علم حدیث، فقہ اور انشاء و اشعار میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ آپ لاہور میں ۹۱۷ھ / ۱۵۱۱ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور پھر مکہ مکرمہ چلے گئے وہاں آپ نے احمد محب الدین ابن ابی القاسم محمد العقیل، وجیہہ الدین عبدالرحمن شہاب الدین احمد بن موسیٰ، محمد بن محمد بن عبدالرحمن اور ان کے والد محمد بن عبدالرحمن سے استفادہ کیا۔ پھر آپ مصر چلے گئے اور وہاں محمد بن یعقوب عباسی سے علمی مجالس منعقد کیں۔

صحیح بخاری جس سند سے آپ تک پہنچی ہے وہ سند دنیا کی اعلیٰ ترین سندوں میں شمار ہوتی ہے۔ عن احمد بن محمد (آپ کے والد) عن نورالدین ابوالفتوح، عن بابا یوسف ہروی، عن محمد بن شاد عن ابی لقمان یحییٰ بن عمار عن محمد بن یوسف فربری عن محمد بن اسمٰعیل بخاری یعنی چھ واسطوں سے آپ امام بخاری کے تلمیذ ہیں۔

قاضی شوکانی البدر الطالع میں لکھتے ہیں۔

" وله وضاحة عظمة يعرف ذلك من اطلع على مولفه البرق اليماني في الفتح العثماني۔"

آپ نے ۹۹۹ھ / ۱۵۹۰ء میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔

الأعلام بيت الله الحرام، البرق اليماني في الفتح العثماني، منتخب التواريخ تمثال امثال نادرہ، آپ کی مؤلفات ہیں۔ (۱۹۵)

۱۳۲۔ ابراہیم بن احمد بغدادی، متوفی دسویں صدی ہجری:

آپ سید عبدالقادر جیلانی کی اولاد میں سے ہیں۔ اور اسی سلسلہ سے علم حاصل کیا۔ اپنے والد کی زندگی

---

(۱۹۴) ایضاً ص ۱۷ (۱۹۵) عبدالحئی۔ نزہۃ الخواطر۔ ج ۴: ص ۲۹۰۔ عبدالحئی، سید یاد ایام (ذکر مفتی قطب الدین) (علی گڑھ، ۱۹۱۹) ص ۶۴، ۶۵

میں ہند آگئے تھے۔ اور یہاں پر تفسیر حدیث کا درس شروع کیا۔

درسِ تفسیر میں بیضاوی و جامع الاصول، حدیث میں صحیح بخاری، وسنن ابی داؤد کے درس سے خاص شغف تھا، ایک خلق کثیر آپ سے مستفید ہوئی۔ (۱۹۶)

۱۳۳۔ شیخ جمال الدین برہانپوری متوفی دسویں صدی ہجری:

آپ سندھ کے محدثین میں شمار ہوتے ہیں۔ برہانپور میں شیخ ابراہیم بھکری کی مسجد میں درس حدیث دیتے۔ طیب بن یوسف جب سندھ اور آپ کی درسگاہ سے ایک میل کے فاصلہ پر مقیم ہوئے تو شیخ جمال نے ان کے سامنے بخاری کی اول تا آخر تلاوت کی۔ سندھ کے متعدد افراد نے آپ کا درسِ حدیث سنا

برہانپور میں آپ کی وفات و تدفین ہوئی۔ (۱۹۷)

۱۳۴: مولانا ضیاء الدین مدنی متوفی دسویں صدی ہجری:

آپ مدینہ سے دھلی وارد ہوئے اور اودھ کے قریب کاکور میں مقیم ہو کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ شیخ نظام الدین بن سیف الدین نے آپ سے استفادہ کیا۔

کاکور میں آپ کا انتقال ہوا اور وہیں آپ کو دفن کیا گیا۔ (۱۹۸)

۱۳۵: مولانا عبدالرحمن ٹھٹھوی متوفی دسویں صدی ہجری:

آپ کبار محدثین میں شمار ہوتے ہیں ٹھٹھہ میں آپ کے درس حدیث و تفسیر سے خلق کثیر مستفید ہوئی

آپ مرزا عیسیٰ ترخان اور اس کے بیٹے مرزا باقی امیر کے زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۱۹۹)

۱۳۶: مولانا محمد لاہوری متوفی دسویں صدی ہجری:

آپ اپنے زمانہ میں لاہور کے کبار فقہا و محدثین میں شمار ہوتے ہیں۔ صحیح بخاری اور مشکوٰۃ کا درس

---

(۱۹۶) عبدالحئی: نزہۃ الخواطر۔ ج ۴: ص ۲ (۱۹۷) ایضاً ـــــــ ص ۷۸

(۱۹۸) ایضاً ـــــــ ص ۱۶۲ (۱۹۹) ایضاً ـــــــ ص ۱۶۲

دیا کرتے تھے۔ اور جب بخاری ومشکوٰۃ مکمل ہوتیں تو علماء کی دعوت کیا کرتے۔ نوے برس کی عمر تک درس کا سلسلہ رہا پھر کبرسنی کی بنا پر ترک کر دیا۔ (۲۰۰)

دورِ رابع دسویں صدی پر مشتمل ہے۔ گزشتہ تین ادوار کی نسبت اپنے اندر چند امتیازی خصوصیات کا حامل ہے۔

گزشتہ دور کی دو صدیوں پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ ان دو صدیوں میں علم حدیث کی خدمات نسبتاً کم ہوتی ہیں جبکہ دسویں صدی ایک بار پھر علم حدیث کی خدمات کی بنا پر ماضی کی تابناکیوں کی یاد تازہ کرتی ہے۔ دسویں صدی کی ان امتیازی خوبیوں کی بنا پر اس دور کو دورِ نشاط سے تعبیر کیا گیا۔ علامہ زاہد الکوثری لکھتے ہیں۔

وكان خط اقليم الهند من هذا الميراث منذ منتصف العاشر هو النشاط فى علوم الحديث فأقبل علماء الهند عليها اقبالا كليًا بعد ان كانوا منصرفين الى الفقه المجرد والعلوم النظرية ولو استعرضنا ما لعلماء الهند من الهمة العظيمة فى علوم الحديث من ذاك الحين مدة ركود سائر الاقاليم لوقع الاعجاب الكلى والشكر العميق، وكم لعلماء هم من شروح ممتعة وتعليقات نافعةٍ على الاصول السنة وغيرها وكم لهم من اياد بيضاء فى نقد الرجال وعلل الاحاديث وشرح الآثار وتاليف مولفات فى شتى الموضوعات، والله سبحانه هو المسئول ان يديم نشاطهم فى خدمة مذاهب اهل الحق ويوفقهم لامثال امثال ما وفقوا له الى الاعلان وان يبعث هذا النشاط فى سائر الاقاليم من جديد۔ (۲۰۱)

(اور اقلیم ہند کے حصہ میں اس میراث نبوی میں سے دسویں صدی ہجری کے وسط میں علوم حدیث کی خدمت میں سرگرمی آئی ہے چنانچہ اس دور میں ہندوستان کے علماء خالص فقہ اور علوم نظریہ میں مشغول

(۲۰۰) عبدالحئی: نزھۃ الخواطر: ج ۴: ص ۳۲۷ (۲۰۱) الکوثری، زاہد علامہ، مقالات کوثری (قاہرہ ۱۳۷۲) ص ۷۳: بحوالہ نعمانی: محمد عبدالرشید امام ابوالحسن کبیر سندھی، الولی، ج ۵، اکتوبر، نومبر ۱۹۷۶: ص ۱۷

رہنے کے بعد علوم حدیث پر بالکلیہ متوجہ ہوئے اور اگر ہم علوم حدیث کے متعلق علمائے ہند کی اس عظیم توجہ کا اس وقت سے جائزہ لیں کہ جب سے تمام ممالک اسلامیہ میں اس علم کی ترقی کا سلسلہ رک گیا تو یہ پوری تحسین اور گہرے تشکر کا موجب بنے گا۔ چنانچہ اندازہ کیجئے کہ وہاں کے علماء نے صحاح ستہ پر کتنی مفید پر شرحیں اور کتنے مفید حواشی لکھے ہیں۔ اور ان احادیث احکام پر ان کی کتنی وسیع تالیفات موجود ہیں، اور تنقید رجال، علل احادیث اور شرح احادیث میں ان کے کسقدر شاندار کارنامے ہیں نیز حدیث کے متعلق مختلف موضوعات پر انہوں نے کسقدر تالیفات چھوڑی ہیں دعا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ مذاہب حقہ کی خدمت کے سلسلہ میں ان کی سرگرمی کو ہمیشہ جاری رکھے اور اب تک جو کچھ ان کو کرنے کی توفیق ملی ہے اس سے کئی گنی کرنے کی مزید کئی گنی توفیق عطا فرمائے اور ان سرگرمیوں کو دوسرے ممالک میں بھی نئے سرے سے جاری فرمائے۔)

اس صدی کی دوسری امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ علماء حدیث نے میدان تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کے بحر ذخار بھی عبور کیے اور ایسے مجموعہائے حدیث صفحہ قرطاس پر نظر آئے کہ صحاح ستہ اور مشکوٰۃ کے بعد، اساسی و بنیادی کی حیثیت کے حامل ہو گئے۔

جیسا کہ علامہ کوثری کے کلام سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس صدی میں کبار علماء حدیث صحاح ستہ کی شروح و تعلیقات، علل حدیث اور رجال سند پر کتب مرتب کرنے میں مشغول رہے اور یہ وہ دور تھا کہ جب حجاز، بغداد اور مصر جیسے علاقے جو علم حدیث کے چشمہائے فیض کے مراکز تھے، جمود د سکوت کا شکار تھے اگر اس دور کے علماء کی طرف سے یہ نشاۃ ثانیہ نہ ہوتی تو شاید برصغیر میں علم حدیث کی خدمات کا چراغ گل ہو جاتا یا اس کی روشنی ماند پڑ جاتی۔ اور جو امتیازی مقام دین کی خدمت میں آج برصغیر کو حاصل ہے شاید حاصل نہ ہوتا۔

اس صدی کی تیسری امتیازی خوبی یہ ہے کہ سندھ جو علم حدیث کا مرکز رہا۔ گزشتہ دور میں ان خدمات میں کوئی نمایاں خدمت سر انجام نہ دے سکا تھا۔ اس صدی میں سندھ کی خاک سے بہت سے محدث دنیائے علم میں نمودار ہوئے۔ جن میں سب سے ممتاز مقام شیخ علی بن حسام الدین متقی کا ہے۔ جنہوں ایک مجموعہ حدیث "کنز العمال" کے نام سے ۱۷ ضخیم جلدوں میں مرتب کر کے امت کو ایک ابدی خزانہ سے مالا مال کیا۔ صاحب کنز العمال کے علاوہ اس صدی میں خدمات حدیث میں ممتاز مقام

حاصل کرنے والوں میں علامہ طاہر پٹنی کا نام بھی قابل ذکر ہے۔ علمی دنیا میں پٹنی نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ عملی زندگی میں ان کی یہ خدمت کہ ہندوانہ رسوا ورواج سے متاثر ہوکر مسلمانوں نے جن بدعات کو اپنے طبقہ میں رائج کر لیا تھا، ان کے خلاف قلمی، علمی اور عملی جہاد کیا۔ ماضی کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جب اعمال میں بدعات جگہ پانے لگتی ہیں تو ان بدعات کو جواز فراہم کرنے کے لیے یا تو وضع احادیث کا سہارا لیا جاتا ہے یا احادیثِ متداولہ صحیحہ کی تاویل غلط انداز و اسلوب سے کی جاتی ہے۔

علامہ طاہر پٹنی نے بدعات کے خلاف جہاد کرکے اس فتنہ کی پیش بندی کر دی۔ سندھ اور پٹنہ کے علاوہ صوبہ گجرات میں بھی محدثین نے خدمات حدیث کا چراغ روشن کیا اور اسطرح اس صدی میں برصغیر میں علم حدیث کی اشاعت ہمہ جہت ہوئی۔

دورِ خامس گیارہویں صدی ہجری / سترہویں صدی عیسوی تا ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء شاہ ولی اللہ

۳۷۔ مولانا عبدالرحمٰن محدث سرہندی م گیارہویں صدی ہجری :

آپ گیارہویں صدی ہجری کے ابتدائی حصہ کے محدث ہیں آپ کے متعلق صرف اتنا علم ہو سکا کہ آپ مجدد الف ثانیؒ کے استاد تھے (۲۰۲)

(۳۸۔ شیخ ابراہیم المحدث، اکبرآبادی م سنہ ۱۰۰۱ھ / ۱۵۹۲ء

آپ حدیث و فقہ کے عالم تھے۔ ہند، بغداد اور مصر سے علم حاصل کیا۔ شمس الدین علقمی، آپ کے استاد اور شیخ محمد بن ابی الحسن البکری سے اجازتِ حدیث حاصل ہے۔ مصر و ہند میں تدریس کا سلسلہ رہا۔ خلقِ کثیر نے آپ سے استفادہ کیا۔)

آپ کی وفات ۱۹ ذی الحجہ ۱۰۰۱ھ / ۱۵۹۲ء میں ہوئی اور اکبرآباد میں دفن کیا گیا (۲۰۳)

۲۰۲۔ معین الدین ندوی، مقالات سلیمان ج ۲ : ص ۱۵

۲۰۳۔ عبدالحئی، نزہۃ الخواطر۔ ج ۵: ص ۴

۱۳۹۔ شیخ ضیاء اللہ اکبر آبادی م ۱۰۰۵ھ/۱۵۹۶ء

(آپ فریدالدین عطار کی اولاد میں سے ہیں۔ شیخ وجیہہ الدین گجراتی آپ کے استاد اور شیخ محمد بن طاہر گجراتی استاد حدیث تھے۔ ۵۲ سال تک گجرات، گوالیار اور اکبر آباد میں علم کی خدمت کرتے رہے۔ مختلف علوم وفنون کا درس دیتے تھے۔ ۲۷ رمضان ۱۰۰۵ھ/۱۵۹۶ء کو انتقال ہوا (۲۰۴)

۱۴۰۔ شیخ بہلول دہلوی م ۱۰۰۷ھ/۱۵۹۸ء

تفسیر، حدیث اور فقہ میں ماہر تھے، اصلاً شکارپور کے تھے بعد ازاں دہلی ہجرت کر گئے۔ شیخ عبداللہ بن سعد، شیخ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ آپ کے اساتذۂ حدیث تھے، گجرات میں ان حضرات سے تحصیل علم کر کے وطن مراجعت کی اور درس وتدریس میں مشغول ہو گئے۔

رجب ۱۰۰۷ھ/۱۵۹۸ء میں آپ نے وفات پائی۔ (۲۰۵)

۱۴۱۔ شیخ عبداللہ سندیلوی م ۱۰۱۰ھ/۱۶۰۱ء

سندیلہ میں ۹۲۴ھ/۱۵۱۸ء میں پیدا ہوئے۔ ہداد بن سعداللہ، شیخ معزالدین بخاری، مولانا برھان الدین ملتانی، وجیہ الدین علوی، مبارک الفاضل گوالیری آپ کے اساتذہ اور سید عبدالاوّل حسینی آپ کے استاذِ حدیث تھے۔ آپ نے حصول علم کے لیے گوپامؤ، بدایون، دہلی اور گجرات کے سفر کیے۔ احمد آباد، آگرہ اور گوالیار میں درس دیا۔

تالیفات۔ سراج السالکین، کنز الاسرار فی اشغال الشطار، شرح الرسالہ الغوثیہ والاذکار الصوفیہ، انیس المسافرین، اسرار الدعوۃ، رسالۃ الصوفیۃ۔

آگرہ میں آپ کی وفات جمادی الاول ۱۰۱۰ھ/۱۶۰۱ء میں ہوئی۔ (۲۰۶)

۱۴۲۔ شیخ امین بن احمد نهروالی م ۱۰۱۷ھ/۱۶۰۸ء

آپ محمد طاہر پٹنی کے شاگرد تھے، آپ نے مندو، اجین اور پھر عمر کے آخری حصہ میں برہانپور

۲۰۴۔ ایضاً ــــــ ص ۱۸۷ (۲۰۵) ایضاً ــــــ ص ۲۰۶/۹۵ (۲۰۶) ایضاً ــــــ ص ۲۵۶

میں درس دیا۔ آپ کی وفات یکم ربیع الاول ۱۰۱۷ھ / ۱۶۰۸ء کو برہانپور میں ہوئی۔ (۲۰۷)

(۱۴۳) مولانا رفیع الدین سہارنپوری م ۱۰۲۵ھ / ۱۶۱۶ء

آپ سہارنپور میں پیدا ہوئے، پرورش و ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ شیخ رکن الدین بن عبدالقدوس آپ کے استاد تھے پھر برہانپور میں عیسیٰ بن قاسم سندھی سے علم حدیث حاصل کیا اور وطن واپس آکر وفات تک درس و تدریس میں مشغول رہے۔

۱۲ ربیع الاوّل ۱۰۲۵ھ / ۱۶۱۶ء کو آپ نے وفات پائی۔ (۲۰۸)

۱۴۴۔ شیخ عاشق بن عمر سرہندی م ۱۰۳۲ھ / ۱۶۲۲ھ

آپ کا تعلق سلطان پور سے تھا۔ آپ نے شمائل النبیؐ کی ایک شرح لکھی تھی۔ (۲۰۹)

۱۴۵۔ شیخ احمد بن عبدالاحد سرہندی۔ (مجدد الف ثانی) (۹۷۱ھ / ۱۵۶۳ء - ۱۰۳۵ھ / ۱۶۲۵ء)

شیخ احمد بن عبدالاحد جو مجدد الفِ ثانی کے مبارک لقب سے معروف ہوئے، ۱۴ شوال ۹۷۱ھ / ۱۵۶۳ء کو سرہند میں پیدا ہوئے، آپ کا شجرۂ نسب ۲۷ واسطوں سے حضرتِ فاروقِ اعظم سے ملتا ہے۔ شیخ احمد سرہندی کی پیدائش کے وقت مغل فرمانروا جلال الدین اکبر کا دورِ حکومت تھا۔ آپ نے حفظِ قرآن کریم کے بعد ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد شیخ عبدالاحد سرہندی سے حاصل کی، مولانا کمال الدین کشمیری اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی سے بھی کسبِ فیض کیا۔ اور شیخ یعقوب صیرفی کشمیری سے علم حدیث میں استفادہ کیا۔

سترہ سال کی عمر میں علوم عقلیہ و نقلیہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ ۹۹۳ھ / ۱۵۸۵ء میں اکبر نے دارالخلافہ دھلی سے اکبر آباد (آگرہ) منتقل کر دیا تو برصغیر کے جبال العلم اکبر آباد میں جمع ہونے لگے، آپ نے بھی اکبر آباد کا سفر کیا اور وہاں مختلف علمائے کرام کی علمی مجالس اور محافل درس و تدریس میں شرکت کی۔ ان علماء کرام نے آپ کی علمی و ذہنی صلاحیتوں کا برملا اقرار کیا۔ اور باوجود آپ

---

(۲۰۷) ایضاً ص ۸۷ (۲۰۸) ایضاً ص ۱۵۲ (۲۰۹) محمد اسحٰق۔ علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ: ص: ۱۶۳

کی کم سنی کے، آپ کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔

ابوالفضل فیضی صاحبِ تفسیرِ بے نقط "سواطع الالہام" آپ کی علمی شہرت سن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک ایسے مقام کے لیے رہنمائی چاہی جہاں وہ الجھ کر رہ گیا تھا اور باوجود کبار علماء سے استفسار کے، عبارت کی تکمیل نہ ہو پا رہی تھی، آپ نے فی البدیہہ اس کی وہ نامکمل عبارت مکمل کر دی۔

دسویں صدی کے آخر اور گیارہویں صدی کی ابتداء میں علم و عمل، عقائد و نظریات اور افکار و خیالات کے لحاظ سے برصغیر اور اہالیانِ ہند مختلف قسم کے فتن کا شکار ہوتے چلے جا رہے تھے، ۹۸۹ھ/ ۱۵۸۱ء میں اکبر نے ابوالفضل کے مشوروں کی بنا پر ہندو رانیوں کی دلجوئی، اور راجپوت راجاؤں کی تالیف قلوب کی خاطر، ہندومت، عسائیت اور خود ساختہ اسلام کے مجموعہ سے ایک دین تیار کیا اور اس کا نام "دینِ الٰہی" رکھا (۲۰۸) اکبر کے اس دین کی اساس و بنیاد انبیاء کرام کی اطاعت سے انکار اور صحابہ کے اسوۂ کو ماننے سے انحراف پر تھی۔ چنانچہ دینِ اکبری کے اس فتنہ نے بہت سے دوسرے فتنوں کو جنم دیا اور منصبِ نبوت میں شکوک و شبہات پیدا کرنے والے اور صحابہ کرام کو ہدفِ تنقید و اعتراض بنانے والے بھی ظہور پذیر ہوئے۔ شیخ احمد سرہندی نے دینِ اکبری کے اس فتنہ، منکرینِ اطاعتِ رسول اور دشمنانِ صحابہ کی سخن طرازیوں کا بھرپور مقابلہ کیا اور دینِ اسلام کی منقّٰی و منقح صورت، شکل، اعمال افکار و نظریات امت کے سامنے رکھ دیئے۔ ان کی اس خدمت پر امت نے انہیں "مجدد" کا لقب دیا۔

دینِ متین کی تبلیغ و اشاعت کے سلسلہ میں دہلی اور لاہور کے اسفار کیے۔ علاوہ ازیں تبلیغی وفود مختلف ممالک میں بھیجے۔ (۲۰۹) تبلیغ و اشاعتِ دین کی پاداش میں آپ کو تکالیف اور اذیتیں بھی دی گئیں۔ قید و بند کی صعوبتیں بھی داشت کرنی پڑیں۔ جہانگیر نے آپ کو اس قید سے رہا کیا۔

۱۷ ذی الحجہ ۱۰۳۳ھ/ ۱۶۲۳ء کو ضیق النفس کا دورہ پڑا اور ضعف میں اضافہ ہوتا چلا گیا حتیٰ کہ ایک سال بعد ۲۸ ذی الحجہ ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء کو داعیِ اجل کو لبیک کہا۔

"تالیفات، رسالہ تہلیلیہ، اثباتِ نبوت، رسالہ مبداء و معاد، رسالہ مکاشفاتِ غیبیہ، رسالہ آداب المریدین، رسالہ معارف لدنیہ، رسالہ رد الشیعہ، تعلیقات عوارف خواجہ باقی باللہ کی رباعیات کی شرح، اور تین جلدوں پر مشتمل مکتوبات امام ربانی۔" (۲۱۰)

(۲۰۸) اردو دائرۂ معارف اسلامیہ، ج ۹: ص ۵۶۴ (۲۱۰) الف: رحمٰن علی تذکرہ علماء ہند، ص ۹۰۔ ب: مجددی، محمد عبدالحکیم خان اختر، تجلیات امام ربانی لاہور، مکتبہ نبویہ ۱۹۸۰ء ص ۱۱۱۔

(۱۴۶) سید سعد اللہ سلونی م ۱۰۳۸ھ/۱۶۲۸ء

آپ الہ آباد کے نواح میں واقع ایک گاؤں، سلون میں پیدا ہوئے اپنے زمانہ کے کبار علماء میں شمار ہوتے ہیں۔
آپ نے صحیح بخاری کی شرح "ضیاء الساری" تالیف کی، آپ نے سفرِ حج اور مکہ مکرمہ میں قیام کی سعادت بھی حاصل کی۔ ۱۰۳۸ھ/۱۶۲۸ء میں وفات پائی۔ (۲۱۱)

۱۴۷ شیخ عبد القادر عبد العیدروس۔ (۹۷۸ھ/۱۵۷۰ء-۱۰۳۸ھ/۱۶۲۸ء)

عبد القادر بن شیخ حضرمی بن عبد اللہ الشافعی الحضرمی ۲۰ ربیع الاول ۹۷۸ھ/۱۵۷۰ء کو پیدا ہوئے قرآن کریم کے بعد اپنے زمانہ کے کبارِ علماء سے مختلف علوم و فنون میں استفادہ کیا۔ آپ کے شیوخ میں آپ کے والد کے علاوہ شیخ حاتم بن احمد اھوالی، شیخ عبد اللہ بن سید شیخ درویش حسین کشمیری، شیخ موسیٰ بن جعفر کشمیری، اور محمد بن الحسن گجراتی کے نام قابل ذکر ہیں۔ حصول علم کے بعد آپ کی زندگی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں گزری علامہ جمال الدین محمد شامی، شیخ عبد الرحیم ماجابر، احمد بن ربیع بن احمد سنباطی اور حسن بن داؤد کوکنی نے آپ سے استفادہ کیا۔

تالیفات۔ الفتوحات القدسیة فی الخرقة العیدروسیة، الحدائق الخضرة فی سیرة النبی اتحاف الحضرة العزیزیة بعیون السیرة الوجیزة، کتاب المنهاج علی معرفة المعراج الانموذج اللطیف فی اهل بدر الشریف اسباب النجاة والنجاح فی اذکار المساء والصباح، الدر الثمین فی بیان المهم من علوم الدین، الحواشی علی العروة الوثقی تعریف الأحیاء بفضائل الاحیاء۔ عقد اللآل بفضائل اللآل، بغیة المستفید شرح تحفة المرید، النفحة العنبرية بتبيين العدنية، غاية القرب فی شرح غایة الطب شرح علی قصیده الشیخ ابی بکر، النور السافر فی اخبار قرن العاشر، اور علم حدیث میں المنتخب المصطفی فی اخبار مولد المصطفی

۲۱۱۔ فقہ محمد، حدائق حنفیہ۔ ص ۴۲۸؛

اور فتح الباری بختم البخاری۔

آپ کی وفات ۱۰۳۸ھ/۱۶۲۸ء میں احمد آباد میں ہوئی۔ (۲۱۲)

۱۴۸۔ شیخ عبداللہ بن حضرمی (۹۹۳ھ/۱۵۸۵ء۔ ۱۰۴۱ھ/۱۶۳۱ء)

آپ محدث ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہ و صوفی بھی تھے۔ تریم شہر میں ۹۹۳ھ/۱۵۸۵ء میں پیدا ہوئے۔ فضل بن عبدالرحمٰن، شیخ زین بن حسین بافضل، قاضی عبدالرحمٰن بن شہاب الدین، شیخ محمد الطیار، شیخ العراقی، سید عبداللہ بن علی سید احمد بن عیدروس اور شیخ عبد المانع سے استفادہ کیا۔ آپ نے یمن، عدن اور حرمین کے اسفار علمیہ کیے۔ تالیفات میں السلسلۃ فی خرقۃ الشریفۃ امتیازی حثیت رکھتی ہے۔

۱۰۴۱ھ/۱۶۳۱ء میں دولت آباد میں وفات پائی۔ (۲۱۳)

۱۴۹۔ شیخ حسین بن باقر الحسینی۔ ہروی م ۱۰۴۵ھ/۱۶۳۵ء

آپ نے شمائل النبی ﷺ کی دو شرحیں تالیف کیں۔ ایک مراد بن اکبر کے لیے جس کا نام نظم الشمائل رکھا۔ دوسری شہزادہ سلیم بن اکبر کے لیے جس کا نام شرح الشمائل رکھا۔ آپ کی ان دو تالیفات کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے گیارہویں صدی کے وسط میں وفات پائی۔ (۲۱۴)

۱۵۰۔ محمد صدیق بن شریف م ۱۰۴۵ھ/۱۶۳۵ء

محمد صدیق کے تفصیلی حالات زندگی معلوم نہیں ہو سکے۔ البتہ اسقدر معلوم ہوا کہ آپ کی وفات بھی گیارہویں صدی کے وسط میں ہوئی ہے کیونکہ ۱۰۳۲ھ/۱۶۲۲ء میں آپ نے "نجوم المشکوٰۃ" کے نام سے مشکوٰۃ کی شرح تالیف کی۔ اس شرح میں مسائل فقہیہ کی کسی قدر وضاحت کی گئی ہے۔ (۲۱۵)

---

(۲۱۲) عبدالحئی۔ نزہۃ الخواطر۔ ج ۵: ص ۲۴۱، عبدالحئی۔ یاد ایام۔ ص ۶۸ (۲۱۳) ایضاً ـــــ ج ۵: ص ۱۴۴

(۲۱۴) شہزادہ مراد بن اکبر کی وفات ۱۰۰۸ھ/ ۱۵۹۸ء میں ہوئی جبکہ سلیم بن اکبر کی وفات ۱۰۳۷ھ/۱۶۲۷ء میں ہوئی۔ عبدالحئی۔ نزہۃ: ج ۵: ص ۱۳۶ (۲۱۵) محمد اسحٰق۔ علم حدیث۔ ص: ۱۸۵۔

۱۵۱۔ عبدالنبی شطاری گجراتیؒ متوفیٰ گیارہویں صدی ہجری۔

عبدالنبی سلسلہ شطاریہ سے بیعت تھے، آپ صوفی و متبحّر عالم تھے۔ متعدد کتب آپ نے تالیف کیں جن میں خواتم الانوار شرح لوائح الاسرار لملا جامی، روائح شرح لوائح، شرح الفصوص شرح و ترجمہ الفصوص، شوارق اللمعات فی شرح اللمعات شرح خلاصۃ العشق، شرح جہاں نما، شرح اللطیفۃ الغیبیہ شرح آداب حنفی، شرح معمائے لمیر حسن، شرح جواہر خمسہ، شرح کلید مخازن، شرح تحفۃ حل الودود، فیض الخبیر، رسالہ در تعریف خضر، رسالہ کشف الجواہر، رسالہ در اسم ذات و دیگر۔ علم حدیث میں ذریعۃ النجاۃ شرح مشکوٰۃ، شرح شرح نخبۃ الفکر، رسالہ در شرح حدیث خیر الاسماء عبداللہ و عبدالرحمٰن گیارہویں صدی کے وسط میں آپ نے وفات پائی۔ (۲۱۶)

۱۵۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی م ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء

شیخ عبدالحق محرم ۹۵۸ھ/جنوری ۱۵۵۱ء میں پیدا ہوئے۔ اور ان کی زندگی کو تین غیر مساوی ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے (۱) ۹۶۳ تا ۹۸۵ھ/۵۵ ۱۵۷۷ تا ۱۵۷۷ء۔ (۲) ۹۹۶ تا ۱۰۰۰ھ/ ۱۵۸۸ء اور (۳) ۱۰۰۰ تا ۱۰۵۲ھ/۱۵۹۲ تا ۱۶۴۲ء پہلے دور کے اختتام پر انہوں نے دہلی میں فارسی، عربی، فقہ اور معقولات کی تعلیم مکمل کر لی تھی۔ اس دور میں ان کے والد سیف الدین اور دوسرے ممتاز علماء جن میں وسط ایشیاء سے آ کر دہلی میں آباد ہونے والے فقہا بھی شامل تھے۔ ان کو تعلیم دیتے رہے۔ چونکہ عبدالحق کے والد محدث بھی تھے اس لیے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے لڑکے کو حدیث کی تعلیم بھی ضرور دی ہو گی۔ مگر اس بات کا تحریری ثبوت نہیں ملتا کہ عبدالحق نے اس دور میں حدیث کی تعلیم بھی حاصل کی تھی۔

دوسرے دور میں (۹۹۶ تا ۱۰۰۰ھ) انہوں نے ساری توجہ علم حدیث کی تحصیل پر مرتکز کر دی اور مکہ معظمہ میں شیخ عبدالوہاب متقی سے حدیث کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اپنے شیخ سے صحاح ستہ کا اجازہ حاصل کرنے کے بعد عبدالحق نے حدیث کی تعلیم ختم کر لی۔ یہ زمانہ ان کی زندگی میں ایک انقلابی موڑ کی حیثیت

---

(۲۱۶) رحمٰن علی تذکرہ علمائے ہند ترجمہ: قادری، محمد ایوب، کراچی ۱۹۶۱ء، ص ۳۲۷

رکھتا ہے کیونکہ اسی نے انھیں مستقبل کا ایک نامور محدث اور بلند پایہ مصنف بنانے کی راہ ہموار کر دی

یہ ایک دلچسپ بات ہے کہ تحصیل علم حدیث پر متوجہ ہونے سے قبل شیخ عبدالحق درباری زندگی کی طرف کسی قدر مائل تھے کیونکہ فتح پور میں کچھ عرصہ تک وہ فیضی اور مرزا نظام الدین احمد کے ہم نشین رہے تھے لیکن جب وہ حجاز سے واپس آئے تو ان میں زبردست تبدیلی آچکی تھی۔ اب وہ بالکل مختلف شخص تھے اور ایک عالم کی گوشہ نشینی اور سادہ زندگی کو تمام چیزوں پر ترجیح دیتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے لاہور میں اپنے سابق دوست فیضی سے ملنے تک سے انکار کر دیا۔ حالانکہ فیضی ان سے ملاقات کے لیے بار بار اصرار کرتا رہا۔

تیسرا یا آخری دور تصنیف و تالیف اور دہلی کی خانقاہ قادریہ میں اسلامی علوم بالخصوص علم حدیث کا درس دینے کا زمانہ ہے۔ شیخ عبدالحق نے ایک بڑا کتب خانہ قائم کیا تھا جس میں منجملہ دوسرے علوم کے علم حدیث سے متعلق کتابیں بڑی تعداد میں موجود تھیں۔ جو انھوں نے حرمین میں اپنی تعلیم کے زمانہ میں جمع کی تھیں اور حدیث کی کتابیں عرب کے علاوہ دوسرے ممالک سے بھی منگوائی تھیں۔ حدیث کی نادر و کم یاب کتابیں نقل کرنے کے لیے انھوں نے کاتب بھی رکھے تھے۔ طاہر پٹنی کی مجمع بحار الانوار کے ایک مخطوطہ پر یہ درج ہے کہ یہ نسخہ ۱۰۱۹ھ/۱۶۱۰ء میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے لیے نقل کیا گیا تھا۔ یہ مخطوطہ نول کشور پریس لکھنؤ نے طبع کر دیا ہے۔ یہ دور شیخ عبدالحق کے انتہائی عروج کا زمانہ تھا اور وہ ایک محدث اور خدا رسیدہ بزرگ کی حیثیت سے اس قدر مشہور ہو گئے تھے کہ شہنشاہ شاہجہان بھی ان سے ملاقات کے لیے آیا اور اظہار عقیدت کیا اور ۱۰۲۸ھ/۱۶۱۹ء میں دہلی سے کشمیر روانہ ہونے سے قبل ان کی دعاؤں کا طلب گار ہوا۔ شیخ عبدالحق نے ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء میں دہلی میں وفات پائی اور حوض شمسی کے قریب ایک مقبرے میں جو خود انھوں نے تعمیر کرایا تھا دفن کیے گئے۔

تصانیف:

شیخ عبدالحق دہلوی بہت زیادہ لکھنے والے مصنف تھے اور انھوں نے حدیث، تصوف تاریخ اور سوانح پر ایک سو سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں جن میں سے نیرہ کتابوں کا ذکر بروکلمن نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ علم حدیث پر ان کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں۔

الطریق القویم فی شرح صراط مستقیم (مطبوعہ) یہ کتاب فیروزآبادی سفر السعادۃ یا الصراط المستقیم کی شرح

ہے۔ یہ ایسی مستند احادیث کا مجموعہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی، کردار، عادات اور اخلاقی تعلیمات سے متعلق ہیں۔ یہ شرح دہلی میں لکھی گئی تھی اور ۲ / جمادی الاول ۱۰۱۶ھ ستمبر ۱۶۰۷ء کو مکمل ہوئی۔ یہ ۱۸۸۵ء میں طبع کی گئی تھی۔ اس کتاب کا آغاز ایک مقدمہ سے ہوتا ہے۔ جو دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصہ میں علم حدیث اور مستند مجموعوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور دوسرا حصہ مذاہب اربع کے اماموں کے بارے میں ہے۔ شارح نے عربی متون کا ترجمہ جابجا ضروری تشریحات کے ساتھ کیا ہے۔ اس شرح کی قدر و قیمت کافی تعداد میں ایسی مستند احادیث کے اضافے سے بڑھ گئی ہے جن کو فیروز آبادی نے یا تو چھوڑ دیا تھا یا ضعیف قرار دے کے مسترد کر دیا تھا کیونکہ ان کا تعلق ظاہریہ فرقہ سے تھا۔ شیخ عبدالحق نے جن مآخذ سے معلومات حاصل کی ہیں وہ دیباچہ میں درج کر دے ہیں۔

(۲)۔ اشعۃ اللمعات فی المشکوٰۃ یہ مشکوٰۃ کی مختصر شرح ہے جو فارسی میں لکھی گئی ہے۔ نول کشور پریس لکھنؤ نے ۱۵-۱۹۱۳ء میں یہ کتاب پانچ جلدوں میں شائع کی تھی۔ شیخ عبدالحق نے ۱۰۱۹ھ / ۱۶۱۱ء کے وسط میں یہ کتاب لکھنی شروع کی تھی اور ۱۰۲۹ھ / ۱۶۲۰ء میں اسے دہلی میں مکمل کیا۔ اس کتاب کے لکھنے میں اتنا زیادہ وقت کیوں صرف ہوا۔ اس کا سبب خود مصنف نے یہ بتلایا ہے کہ انہوں نے مشکوٰۃ کی دو شرحیں بہ یک وقت لکھنا شروع کی تھیں۔ ایک فارسی میں اور دوسری عربی میں جس کا نام اللمعات تھا۔ اس کا آغاز ۱۳ / ذوالحجہ ۱۰۱۹ھ / فروری ۱۶۱۱ء کو کیا گیا تھا اور یہ ۲۴ / ربیع الاول ۱۰۲۵ھ مارچ ۱۶۱۶ء کو مکمل ہوئی۔

شرح سفر السعادۃ کی طرح اشعۃ اللمعات کا آغاز بھی ایک مقدمہ سے ہوتا ہے جو دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصہ میں اصطلاحات الحدیث پر مختصر لیکن نہایت مفید بحث کی گئی ہے اور دوسرا حصہ صحاح ستہ کے مصنفوں اور دوسرے ائمہ حدیث یعنی مالک، احمد بن حنبل، شافعی، دارقطنی، رزین العبدری، النووی اور ابن الجوزی کے بارے میں ہے۔ اصل کتاب میں مصنف نے تھوڑا تھوڑا کر کے مشکوٰۃ کے پورے متن کا فارسی میں ترجمہ کر دیا ہے۔ مذاہب اربع سے متعلق احادیث کی بخوبی تشریح کی ہے اور ان کے بارے میں سوالات کا بھی بڑی وضاحت سے جواب دیا ہے۔

۳۔ لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح مشکوٰۃ کی اس عربی شرح میں دینی اور فقہی مسائل پر جو بحث کی گئی ہے وہ اشعۃ کے مباحث سے زیادہ واضح اور مفصل ہے۔ حالانکہ لمعات ضخامت میں اشعۃ

سے کم ہے اول الذکر میں اسی ہزار سطریں اور موخر الذکر میں ایک لاکھ تیس ہزار سطریں ہیں۔ اس فرق کا سبب یہ ہے کہ اشعۃ میں اصل عربی متن کے فارسی ترجمے نے بہت جگہ لے لی ہے لمعات کا مقدمہ اشعۃ کے مقدمہ جیسا ہی ہے اور ہند میں مشکوٰۃ المصابیح کے جو ایڈیشن شائع ہوتے ہیں ان کے شروع میں یہ مقدمہ شامل کر دیا گیا ہے اس لیے علم حدیث کا ہر طالب علم اس سے بخوبی واقف ہے۔

۴۔ الاکمال فی اسماء الرجال یہ کتاب ان راویوں کے حالات کے بارے میں ہے جن کا حوالہ مشکوٰۃ المصابیح میں ہے۔ یہ لمعات مکمل ہونے کے بعد لکھی گئی تھی۔

اس کتاب کے شروع میں چاروں خلفائے راشدین، ازواج مطہرات اور آلِ رسولؐ کے مختصر حالات درج کیے گئے ہیں۔ اصل کتاب حروف تہجی کے لحاظ سے مرتب کی گئی ہے چنانچہ اس ترتیب کے مطابق ابتدا الوالحم سے ہوتی ہے اور اختتام یاسرا پر ہوا ہے۔ اس کتاب میں ایک ضمیمہ بھی شامل ہے جو ممتاز محدثین کے مختصر حالات پر مشتمل ہے سب سے پہلے امام مالک اور سب سے آخر میں الطحاوی کے حالات لکھے گئے ہیں۔

۵۔ جامع البرکات منتخب شرح مشکوٰۃ اس کتاب میں مصنف نے مشکوٰۃ کے ہر ایک باب سے ایک یا دو حدیثیں منتخب کی ہیں اور جملہ احادیث کے مفہوم پر فارسی میں بہت عمدہ عالمانہ بحث کی ہے۔

۶۔ ماثبت بالسنہ فی ایام السنۃ (مطبوعہ) یہ تمام اقسام یعنی صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع احادیث کا مجموعہ ہے جن کا تعلق نماز، روزہ اور دوسری عبادات و رسوم سے ہے جو سال کے بارہ مہینوں میں سے ہر مہینے کے مختلف دنوں اور راتوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ عبدالحق نے اس کتاب میں ہر ایسی مذہبی رسم کو جس کی علت معتبر احادیث سے ثابت ہوتی ہے، جائز قرار دیا ہے۔ اور جو رسمیں اس کسوٹی پر پوری نہیں اترتیں انہیں ناجائز قرار دے کر مسترد کر دیا ہے۔ کتاب کا جو حصہ ماہ ربیع الاول سے متعلق ہے اس کا بیشتر حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر مشتمل ہے۔ اور ماہ محرم سے متعلق حصہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بیان کو زیادہ جگہ دی گئی ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب شیخ عبدالحق کی فارسی تصانیف کا ضمیمہ کہی جا سکتی ہے جن میں محدثین اور صوفیا کے درمیان اختلافات

پر بحث کی گئی ہے جو سال کے ہر ایک مہینے میں مختلف رسوم کی ادائی کے سلسلہ میں پائے جاتے تھے۔ اور اس میں شیخ عبدالحق نے ان رسوم کے جائز یا ناجائز ہونے کے بارے میں اپنی رائے بھی ظاہر کی ہے۔ یہ کتاب ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء میں کلکتہ میں اور ۱۳۰۷ھ/ ۱۸۸۹ء میں لاہور میں طبع کی گئی تھی۔

۷۔ الاحادیث الاربعین فی ابواب علوم الدین اس رسالہ میں چالیس احادیث شامل کی گئی ہیں جو دینی علوم سے متعلق ہیں۔

۸۔ ترجمہ الاحادیث الاربعین اس رسالہ میں ایسی چالیس احادیث کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا ہے جن میں بادشاہوں اور شہنشاہوں کو تنبیہ کی گئی ہے۔

۹۔ دستور فیض النور یہ رسالہ فارسی میں لکھا گیا ہے جو آنحضرت ﷺ کے لباس کے بارے میں ہے۔ اور احادیث پر مبنی ہے۔ موضوع کے اعتبار سے یہ ایک اور رسالہ کے مماثل ہے جس کا عنوان ہے۔ "رسالہ در آداب لباس" اور یہ نام کتب خانہ برلن کی فہرست میں موجود ہے

۱۰۔ ذکر اجازۃ الحدیث فی القدیم والحدیث شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو ہند میں علم حدیث کا بانی کہا جاتا ہے۔ راقم الحروف کی رائے میں یہ خیال درست نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ شیخ عبدالحق سے کم از کم ایک صدی پہلے پورے ہند میں حدیث کی تعلیم کا آغاز ان محدثین نے کر دیا تھا ان کا ذکر گزشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے تاہم شیخ عبدالحق کا یہ کارنامہ قابل ستائش ہے کہ وہ نہایت خلوص و عقیدت کے ساتھ علم حدیث کی اشاعت و ترقی کے لیے تمام عمر کام کرتے رہے اور ان کی کوششوں سے شمالی ہند میں علم حدیث کو عظیم القدر فروغ حاصل ہوا۔ انہوں نے صرف یہی نہیں کیا، بلکہ ان کی بدولت محدثین کا ایک طویل سلسلہ بھی قائم ہو گیا۔ جنہوں نے نسلاً بعد نسلٍ علم حدیث کی مشعل کو روشن رکھا۔ بلاشبہ یہ بہت شاندار کارنامہ ہے۔ اور اس عظیم جد وجہد میں شیخ عبدالحق کے بزرگ ہم عصر شیخ احمد سرہندی نے بھی اہم حصہ لیا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مکتبِ حدیث سے جن محدثین کا تعلق ہے ان کو دو گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک گروہ تو خود ان کے افرادِ خاندان پر مشتمل ہے اور دوسرے گروہ میں ان کے شاگرد اور ان سے خاندانی تعلق رکھنے والے محدثین کے شاگرد شامل ہیں۔

۱۵۳۔ شیخ ابو رضا بن اسمٰعیل دہلوی م ۱۰۶۳ھ/ ۱۶۵۲ء

آپ کی پیدائش و پرورش دہلی میں ہوئی۔ اپنے دادا شیخ عبدالحق بن سیف الدین اور شیخ مبارک بن فخر الدین بلگرامی سے علم حاصل کیا۔ بعد ازاں دہلی میں درس کا سلسلہ شروع کیا جس سے خلقِ کثیر نے استفادہ کیا۔ ۱۰۶۳ھ/ ۱۶۵۲ء میں وفات دہلی میں پائی۔ (۲۱۸)

۱۵۴۔ جعفر بن علی گجراتی م ۱۰۶۴ھ/ ۱۶۵۳ء

آپ شہر تریم میں پیدا ہوئے، عبداللہ عیدروس کی اولاد میں سے ہیں اپنے والد کے علاوہ عبدالرحمٰن السقاف بن محمد العیدروس، ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن شہاب، شیخ زین بن حسین بافضل، ابوبکر شلی علوی سے استفادہ کیا۔ آپ کو علم تفسیر حدیث، فقہ، تصوف، عربی زبان و ادب، ریاضی، فلکیات اور علوم وراثت پر گہری دسترس حاصل تھی۔ سفر حج کے دوران وہاں کے علماء سے استفادہ کیا اور وطن واپس آئے تو اہل وطن نے حد درجہ اکرام کیا، حصول علم کے بعد آپ نے اپنے آپ کو تدریس کے لیے وقف کر دیا، آپ فارسی میں درس دیا کرتے تھے ۱۰۶۴ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (۲۱۹)

۱۵۵۔ ضیاء الدین جونپوری م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۵۹ء

آپ شیخ محمد رشید بن مصطفیٰ عثمان جونپوری کے شاگرد تھے، علم تفسیر و حدیث میں دسترس رکھتے تھے، مدرسہ دار الملک میں آپ نے مولا حیدر سے استفادہ کیا۔
آپ کی وفات ۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۶ء کے بعد ہوئی۔ (۲۲۰)

(۱۵۶) شیخ محمد سعید سرہندی م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۵۹ء

سرہند میں شعبان ۱۰۰۵ھ/ ۱۵۹۲ء میں پیدا ہوئے۔ سرہند کے علمائے ربانیین اور محدثین میں سے تھے، محمد صادق اور شیخ محمد طاہر لاہوری سے استفادہ کیا اور سند حدیث عبدالرحمٰن رمزی سے حاصل کی۔

(۲۱۸) عبدالحئی نزہۃ۔ ج ۵: ص ۱۹ (۲۱۹) ایضاً۔۔۔ ج ۵ ص ۱۰۸ تا ۱۱۰ (۲۲۰) ایضاً ج ۵: ص ۸۶

۲۷ جمادی الثانی ۱۰۷۰ھ/۱۶۵۹ء کو آپ نے وفات پائی ۔ (۲۲۱)

۱۵۷۔ مفتی نور الحق دہلوی۔ م ۱۰۷۳ھ/۱۶۶۲ء

آپ دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتب اور علم حدیث میں اپنے والد سے استفادہ کیا۔

تالیفات۔ رسالة فی اثبات رفع اصبحة فی التشھد، ھدایة الحکمة کی شرح پر تعلیق الشرح مطالع۔ اور علم حدیث میں ۶ جلدوں پر مشتمل فارسی شرح بخاری۔

۱۰۷۳ھ/ ۱۶۶۲ء میں آپ کی وفات ہوئی ۔ (۲۲۲)

۱۵۸۔ شیخ معصوم بن احمد سرہندی۔ م ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء

آپ ۹ شوال ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۸ء یا ۱۰۰۹ھ/ ۱۶۰۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تین ماہ کی مدت میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا۔

اپنے والد کے علاوہ شیخ محمد طاہر لاہوری سے استفادہ کیا۔ درس و تدریس اور خصوصاً بیضاوی مشکوٰۃ، توضیح تلویح اور ہدایہ کے درس سے خاص شغف تھا۔ تین جلدوں میں آپ کے علمی مکاتیب ہیں

آپ کی وفات ۹ ربیع الاوّل ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء کو ہوئی اور سرہند میں دفن کیا گیا۔ (۲۲۳)

۱۵۹۔ سید جعفر بن بلال، بدر عالم (۱۰۲۳ھ/۱۶۱۴ء - ۱۰۸۵ء/۱۶۷۴ء)

سید جعفر بن بلال، بدر عالم کے لقب سے معروف ہیں، آپ کے والد علوم اسلامیہ پر گہری دسترس رکھتے تھے۔ سید جعفر ۱۲ شعبان ۱۰۲۳ھ/ستمبر ۱۶۱۴ء کو احمد آباد میں پیدا ہوئے، اپنے والد سے علوم نقلیہ اور خصوصاً علم حدیث میں مہارت حاصل کی، کتابت کے ماہر تھے۔ اسقدر تیز کتابت کیا کرتے تھے کہ تین دن میں پورا قرآن کریم لکھ لیا کرتے تھے شہنشاہ جہانگیر کی طرف سے سرکاری منصب کی پیشکش ہوئی مگر آپ نے اسے علمی مشغولیات میں حارج سمجھ کر قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ۹ ذی الحجہ

---

(۲۲۱) ایضاً ـــــ ج ۵: ص ۳۴۶ (۲۲۲) عبدالحئی: نزھة، ج ۵: ص ۲۲۷ (۲۲۳) ایضاً ـــــ ج ۵: ص ۴۱۹

۱۰۸۵ھ/ مارچ ۱۶۷۴ء کو آپ کا انتقال ہوا۔ (۲۲۴)

۱۶۰۔ شیخ احمد بن عبداللہ بیجاپوری م گیارہویں صدی ہجری

گجرات کے شہر بیجاپور کے ممتاز علماء و محدثین میں شمار ہوتے۔ طہماسپ بیجاپوری کے زمانہ میں آپ بیجاپور میں مقیم تھے۔ (۲۲۵)

۱۶۱۔ شیخ اسمٰعیل بیجاپوری متوفی گیارہویں صدی ہجری

آپ فقہ و حدیث کے استاد تھے شیخ شمس الدین محمد ملتانی کی اولاد میں سے تھے۔ ابراہیم عادل شاہ کے زمانہ میں آپ بیجاپور میں درس فقہ و حدیث دیا کرتے تھے۔ (۲۲۶)

۱۶۲۔ شیخ سلیمان ابواحمد کردی متوفی گیارہویں صدی ہجری

آپ فقہ و حدیث کے عالم تھے، کردستان سے ہند ہجرت کر آئے۔ آپ نے فقہ و حدیث عبدالحق بن سیف الدین دہلوی سے حاصل کیے۔ آپ کا درس حدیث علمی افادیت کا حامل ہوتا تھا۔ (۲۲۷)

۱۶۳۔ شیخ عبدالملک بن عبداللطیف گجراتی متوفی گیارہویں صدی ہجری؛

علم حدیث میں مہارت حاصل تھی۔ مفتی قطب الدین بن علاء الدین سے آپ نے علم حدیث حاصل کیا۔ ابراہیم بن الحق نے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ کی سند چار واسطوں کے بعد جن میں ایک امام ابوحنیفہ ہیں، ابوہریرہؓ سے ملتی ہے۔ (۲۲۸)

۱۶۴۔ خواجہ سیف الدین سرہندی۔ م ۱۰۹۸ھ/ ۱۶۸۶ء

شیخ معصوم کے فرزند تھے۔ آپ نے اپنی زندگی خدمت و اشاعت حدیث کے لیے وقف

(۲۲۴) محمد اسحٰق۔ علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ۔ ص ۸۵ (۲۲۵) ایضاً۔ ص ۵۸ (۲۲۶) ایضاً۔ ص ۷۸

(۲۲۷) ایضاً۔ ص ۱۹۲ (۲۲۸) ایضاً۔ ص ۲۶۸

کردی تھی، اور اپنی ان ہمہ گیر خدمات کی بنا پر امت کی طرف سے آپ کو "محی السنۃ" کا لقب دیا گیا۔

آپ نے ۱۰۹۸ھ / ۱۶۸۶ء میں وفات پائی۔ (۲۲۹)

۱۶۵۔ عبدالنبی اکبر آبادی متوفی گیارہویں صدی ہجری:

آپ سندیلہ میں پیدا ہوئے اور پھر ہجرت کر کے اکبر آباد چلے گئے۔ آپ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔

فوائح الانوار شرح لوائح الاسرار، مختصر الفوائح۔ شرح شرح نخبۃ الفکر ذریعۃ النجاۃ شرح المشکوٰۃ (نامکمل) شرح الفصوص وشرح ترجمۃ الوصوص (نامکمل) شوارق اللمعات شرح اللمعات، شرح خلاصۃ العشق شرح جام جہان نما شرح الغیبۃ، شرح معمی المین حسین، شرح الجواہر الخمسۃ شرح کلید مخازن شرح حدیث معراج المؤمنین، شرح حدیث کنت کنزاً مخفیاً۔

ان کے علاوہ دیگر کتب عدیدۃ کے مؤلف ہیں (۲۳۰)

۱۶۶۔ سید غضنفر بن جعفر گجراتی متوفی گیارہویں صدی ہجری:

فقہ وحدیث کے ماہر تھے، عبدالرحمٰن جامی کے بھانجے شیخ محمد امین، الشیخ المسند محمد سعید بن مولانا خواجہ کوہی، شیخ تاج الدین بن عبدالرحمٰن سے استفادہ کیا۔ شیخ ابوالمواہب، احمد بن علی، شیخ عبدالرحمٰن بن عیسی عمری مفتی حرم مکی، اور شیخ امام عبدالقادر بن محمد آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ (۲۳۱)

۱۶۷۔ قاضی خوب اللہ جونپوری۔ م ۱۱۰۰ھ / ۱۶۸۸ء

آپ علم نحو، زبانِ عربی اور علم حدیث کے استاد تھے آپ ۱۸۰۰ احادیث کے متون حفظ یاد کر لیا کرتے تھے۔ آپ کی وفات ۱۴ شعبان ۱۱۰۰ھ / ۱۶۸۸ء میں ہوئی۔

۱۶۸۔ مرزا جان برکی م ۱۱۰۰ھ / ۱۶۸۸ء

آپ کا تعلق مشرقی پنجاب کے شہر جالندھر سے تھا۔ آپ کے متعلق صرف اتنا علم ہو سکا ہے کہ

(۲۲۹) فقیر محمد، حدائق، ص ۴۴۳ (۲۳۰) ایضاً ۲۶۹ (۲۳۱) ایضاً ۳۰۹

آپ گیارہویں صدی کے محدث تھے۔ نظم الدرر والمرجان کے نام سے سیرہ پر ایک کتاب مرتب کی[۲۴۲]
یہ وہ محدثین تھے کہ جو برصغیر کے اس حصہ کے ساتھ منسوب تھے کہ جو پاکستان میں شامل نہیں
ہوا، آئندہ اوراق میں اس صدی کے ان محدثین کا تذکرہ نسبتاً تفصیل سے کیا جائے گا جن کا تعلق اس
قطعہ سے ہے جو اب پاکستان میں شامل ہے۔

(حصہ پاکستان)

(گزشتہ ادوار میں علم حدیث کی خدمات کی زیادہ تر سرگرمیاں برصغیر کے ان حصوں کی جانب منسوب
رہیں۔ جو اب پاکستان میں شامل ہیں۔ ابتداءً سندھ کا اس میں حظ وافر رہا۔ پھر لاہور اور ملتان نے اس
وادی میں قدم رکھا اور منازل ترقی طے کیے۔ لیکن دور خامس کے محدثین کی اکثریت اس خطۂ ارضی سے
منسوب نظر آتی ہے کہ جو اب پاکستان میں شامل نہیں۔ چنانچہ اس دور کا تذکرہ کرتے ہوئے اس قطعہ کی
خدمات حدیث پر مستقلاً کلام کیا گیا جو اختصار پر مبنی تھا جبکہ حصہ پاکستان پر علیحدہ بحث کی جائے
گی جو نسبتاً تفصیل سے ہوگی۔

(برصغیر میں علم حدیث کی ابتداء کی سعادت سندھ کو حاصل ہوئی لیکن آٹھویں اور نویں صدی ہجری
میں سندھ علم حدیث کی خدمت میں قدرے پیچھے رہا۔ اور اس کے مقابلہ میں شمالی برصغیر کی خدمات
غالب رہیں۔ دسویں صدی ہجری میں شیخ علی متقی جن کا تعلق برہانپور سندھ سے تھا، علم حدیث کے
احیاء ثانی میں نمایاں و ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ بلال المحدث، ان کے تلمیذ طیب،
رحمت اللہ، عبداللہ بن سعد، اور احمد بن نصر اللہ نے اس صدی میں خدمات حدیث میں بلند مقام
حاصل کیا۔ دسویں صدی میں رکھی گئی ان پختہ بنیادوں پر عمارت کا سلسلہ گیارہویں صدی شروع
ہوا جس کی ابتداء کا سہرا طاہر بن یوسف برہانپوری کے سر ہے۔ اس صدی میں سندھ کے علاوہ
کشمیر میں بھی علم حدیث کی خدمات کا چراغ روشن رہا۔)

۱۶۹۔ یعقوب بن حسن صرفی کشمیری م ۱۰۰۳ھ/۱۵۹۴ء

(۲۴۲) محمد اسحٰق، علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ، ص: ۱۹۱
یعقوب بن حسن ۹۰۸ھ/۱۵۰۲ء میں پیدا ہوئے، حفظ قرآن کریم کے بعد مولانا محمد آنی اور عبدالرحمٰن

جامی سے علوم دینیہ میں کسب فیض کیا۔ تحصیل علم سے فراغت کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہو گئے)
کچھ مدت بعد سمرقند گئے اور حسین خوارزمی کے ہمراہ حرمین گئے جہاں ابن حجر عسقلانی سے استفادہ کیا۔
آپ بیک وقت مفسر محدث و فقیہ تھے اور مختلف علوم میں آپ نے کتابیں تالیف کیں ہیں۔ تفسیر
قرآن کریم (نامکمل) مغازی النبوت، حاشیہ توضیح تلویح، مسلک الاخیار، کتاب مناسک حج، روائح
وامق و عذرا، لیلیٰ و مجنون، رسالہ اذکار، مقالات مرشد، جواہر خسرو (مقابل خمسہ مولانا عبدالرحمٰن جامی)
اور شرح رباعیات کے علاوہ علم حدیث میں شرح صحیح بخاری امتیازی حیثیت کی حامل ہیں۔
۱۲ ذیقعدہ ۱۰۰۳ھ/ ۱۵۹۴ء کو آپ کی وفات ہوئی۔ (۲۲۳)

۱۷۰۔ طاہر بن یوسف سندھی۔ م ۱۰۰۴ھ/ ۱۵۹۵ء

(شیخ طاہر بن یوسف بن رکن الدین اس صدی میں سندھ سے تعلق رکھنے والے ممتاز محدثین
و فقہاء میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے ابتدائی علوم شیخ شہاب الدین سندھی سے حاصل کیے اور علم حدیث
میں سید عبدالاول سے شرف تلمذ حاصل کیا) آپ نے طلب علم کے لیے گجرات، احمد آباد، ایلیچ پور
اور برہانپور کے اسفار علمیہ کیے اور مشائخ وقت سے استفاضہ کیا۔
تالیفات۔ مجمع البحرین فی تفسیر القرآن والکریم، مختصر مختصر نزہت القلوب، منتخب مواہب اللدنیہ
مختصر تفسیر المدارک،
علم حدیث میں شرح اسماء الرجال للبخاری، ریاض الصالحین، اس کتاب کا پہلا حصہ احادیث
صحیحہ پر دوسرا مقالات صوفیاء پر اور تیسرا اہل توحید کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ آپ کی وفات ۱۰۰۴ھ
۱۵۹۵ء میں ہوئی۔ (۲۲۴)

۱۷۱۔ حاجی محمد کشمیری۔ م ۱۰۰۶ھ/ ۱۵۹۷ء

(حاجی محمد کشمیری ابن حجر الہیتمی کے شاگرد اور شیخ یعقوب صرفی کے ہم عصر تھے۔ ابتدائی تعلیم سند
میں حاصل کرنے کے بعد مدینہ منورہ چلے گئے اور ابن حجر اور دیگر مشائخ سے کسب فیض کیا۔ مختلف علوم

(۲۲۳) عبدالحئی، نزہۃ الخواطر، ج ۵، ص ۳۵۲، ۴۵۳ نیز محمد اسحاق بھٹی ۲۱۶ (۲۲۴) ایضاً ـــــــ ج ۵، ص ۱۸۹

پر آپ کو گہری دسترس حاصل تھی۔

فضائل القرآن، مصباح الشریعۃ اور شرح الاوراد کے علاوہ علم حدیث میں تالیفات حسب ذیل ہیں، شرح شمائل النبی۔ (ترمذی کی فارسی شرح) شرح مشارق الانوار، (فارسی) کتاب خلاصہ الجامع فی جمع الحدیث، شرح حصن حصین ۱۹ صفر ۱۰۰۶ھ / ۱۵۹۷ء کو آپکی وفات ہوئی۔ (۲۲۵)

۱۷۲۔ حمید الدین بن قاضی عبداللہ سندھیؒ م ۱۰۰۹ھ / ۱۶۰۰ء

قاضی عبداللہ کے ایک فرزند ارشد شیخ رحمت اللہ کا ذکر گزشتہ صدی کے محدثین کے ضمن میں گزرا، آپ کے دوسرے فرزند بھی علوم عقلیہ و نقلیہ میں عموماً اور علم حدیث میں خصوصاً مہارات رکھتے تھے آپ کی ولادت و پرورش سندھ کے ایک شہر بدر بیلہ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ اپنے والد کے ساتھ حرمین چلے گئے اور وہاں شیخ ابوالحسن شافعی، ابن حجر تمیمی مکی، شیخ نورالدین علی بن العراق الخطیب، شیخ نجم الدین محمد بن احمد غیطی مصری، شیخ محمد سالم طبلدوی مصری، شیخ محمد العلقمی شافعی، شیخ عبدالقادر حنفی کے علاوہ دیگر کبار محدثین سے استفادہ کیا۔ شیخ محمد بن احمد العجل ابوالوفا المی، شیخ عبدالرحمن بن عیسیٰ العمری، مفتی حرم مکی آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

شیخ عبدالقادر حضرمی نے اپنی کتاب النور السافر میں اور محمد بن فضل اللہ المحی نے خلاصۃ الاثر میں آپ کے علم، عمل، تقویٰ و تواضع کو بیان کیا ہے۔

مکہ میں سکونت اختیار کرنے سے قبل آپ گجرات میں درس حدیث دیا کرتے تھے۔

وفات تک مکہ مکرمہ میں رہے اور ۱۰۰۹ھ میں ۹۰ برس کی عمر میں وفات پائی۔ (۲۲۶)

۱۷۳۔ شیخ منور بن عبدالمجید لاہوری م ۱۰۱۱ھ / ۱۶۰۱ء

شیخ منور بن عبدالمجید بن عبدالشکور لاہوری، علوم عقلیہ و نقلیہ پر گہری دسترس رکھتے تھے۔ شیخ سعد اللہ بن ابراہیم لاہوری سے آپ نے کسب فیض کیا۔ آپ امتیازی شان کی قوت حافظہ و ادراک کے

(۲۲۵) رحمٰن علی: تذکرہ علماء ہند، ص ۱۵۷، نزہۃ جلد نمبر ۵ (۲۲۶) عبدالحیٔ: نزہۃ الخواطر۔ ج ۵: ص ۱۳۹، ۱ ایم احمد مخدوم سرزمین سندھ میں علم حدیث۔ الرحیم جولائی ۱۹۶۳ء ص ۳۱

مالک تھے، بیس سال کی عمر میں آپ حصول علم سے فارغ ہو گئے تھے اور تجوید و قرأت میں مہارت حاصل کر لی تھی، آپ روایاتِ سبع کے مطابق تلاوت کیا کرتے تھے۔ ۹۸۵ھ ۱۵۷۷ء میں اکبر شاہ نے آپ کو مالوں کا والی بنایا۔ دس سال تک آپ اس منصب پر فائز رہے۔ اکبر شاہ سے اختلاف کی بنا پر آپ کو نہ صرف یہ کہ اس عہدہ سے علیحدہ کر دیا گیا بلکہ قلعہ گوالیار میں قید بھی رکھا گیا۔ دوران قید آپ نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا۔ الدر النظم فی الآی وسورۃ القرآن الکریم کی تصنیف اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی کتاب البحر المواج کی تعریب آپ نے زمانہ قید میں کی۔

الدر النظم کے علاوہ حدائق البیان شرح علی بدیع البیان، شرح الطوالع، شرح قصیدہ بردہ، الحق الصریح فی اثبات عدم قبول التوبۃ لساب النبیؐ اور شرح مشارق الانوار آپ کے علمی کارہائے نمایاں ہیں[۲۲۷]

۴۷۔ قاضی محمد اکرم نصر پوری۔ م اوائل گیارہویں صدی ہجری

صوبہ سندھ میں حیدرآباد کے نواح میں نصرپور کے نام سے ایک شہر آباد ہے جو علمی لحاظ اور رفعت مردم خیزی کے اعتبار سے منصورہ، قصدار اور دیبل کی مماثل ہے، کبار علماء محدثین، قضاۃ اس کی خاک سے اٹھے۔ محمد اکرم بن عبد الرحمن کا تعلق بھی اسی سرزمین سے تھا۔ آپ کی پیدائش کے بعد آپ کے والد قاضی عبدالرحمن نے مکہ مکرمہ ہجرت کر لی۔ اور جوار حرم میں سکونت پذیر ہو گئے۔ آپ بھی اپنے والد کے ساتھ مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے اور وہاں کے کبارِ شیوخ سے علوم دینیہ خصوصاً علم حدیث میں استفادہ شروع کیا۔ آپ علم حدیث میں گہری دسترس رکھتے تھے، اپنی ساری زندگی حدیث کی تدریس یا تصنیف و تالیف میں گذاری۔

چنانچہ سب سے پہلے آپ نے صحیح بخاری کی ایک جامع شرح تالیف فرمائی جس میں مسلکی تعصب سے بالاتر ہو کر مسلکِ حنفی کے مدلل وجوہِ ترجیح ذکر فرمائے۔

آپ کی یہ شرح وجنیر عمر کوٹ کے نواح میں قصبہ "ولہٹ" میں موجود تھی لیکن افسوس کہ ابنائے زمانہ نے اس علمی ذخیرہ کی قدر نہ کی اور اہل علم کی اس تک رسائی سے قبل یہ خوراک حشرات الارض بن گئی البتہ اس شرح کی تلخیص مشکوٰۃ پر ایک تعلیق کی صورت میں موجود ہے۔ مشکوٰۃ کا یہ نسخہ جو دو جلدوں پر مشتمل

۲۲۷) عبدالحئی۔ نزھۃ : ج ۵ : ص ۴۲۳ ، نقوش لاہور نمبر۔ ص ۔ ۴۶۶

ہے۔اور مخطوطہ شکل میں اس کی ایک جلد مٹیاری۔ نواح حیدر آباد میں محمد معروفؒ کے پاس محفوظ تھی جبکہ دوسری جلد سندھ یونیورسٹی میں انسٹیٹوٹ آف سندھیالوجی میں موجود ہے۔
مشکوٰۃ کا یہ مخطوطہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھائی کے تلمیذ محمد عثمان مٹیاروی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔

علم حدیث میں دوسری قابل قدر تالیف نخبۃ الفکر کی شرح ہے۔ تین مختلف مخطوطہ نسخوں کی مدد سے، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ قاسمی نے اس کی ترتیب و تدوین کر کے اس کو شائع کر کے علم اور اہل علم پر ایک احسانِ عظیم کیا ہے۔ اس وقت اس کتاب کا اجمالی تعارف پیش کیا جائے گا۔

نام کتاب: امعان النظر شرح شرح نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر۔

مؤلف: العلامۃ القاضی محمد اکرم نصرپوری۔

تحقیق و تخریج: ابوسعید غلام مصطفیٰ قاسمی، ڈاکٹر۔

سنہ طباعت: درج نہیں سنہ تالیف۔ ۱۱۸۰ھ

ناشر: شاہ ولی اللہ اکیڈمی صدر حیدر آباد۔

سائز: $\frac{۲۳\times۳۶}{۸}$۔

کیفیت: پیپر بیک۔

کل صفحات: ۲۸۱

علامہ حافظ شہاب الدین احمد بن علی العسقلانی جو ابن حجر عسقلانی کے نام سے معروف ہیں نویں صدی کے ائمہ حدیث و رجال میں شمار ہوتے ہیں۔ علم حدیث میں آپ کی فتح الباری شرح صحیح البخاری رجال صحابہ میں الاصابہ فی تمییز الصحابہ تہذیب التہذیب اور تقریب التہذیب اپنے اپنے فنوں میں بنیادی و اساسی مصدر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ حدیث میں شرح بخاری کے علاوہ آپ نے اصولِ و اصطلاحات حدیث میں ایک کتاب "نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر" تالیف کی جو جامعیت و اختصار میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ ابن حجر کی یہ کتاب مزید کتب کی تالیف کا سبب بنی چنانچہ علی بن سلطان محمد م ۱۰۱۴ھ جو ملا علی قاری کے نام سے معروف ہیں نے اس کتاب کی ایک شرح تالیف کی جس سے ان مقامات کی توضیح و تشریح ہوئی جو نخبۃ الفکر کے اختصار کی بنا پر یک گونہ اغلاق اختیار کر گئے تھے۔ ملا علی قاری کی اس شرح نے نخبۃ کی تفہیم اہل علم کے لیے آسان کر دی۔ ملا علی قاری کے بعد برصغیر میں سب سے پہلے

اس ضرورت کو قاضی محمد اکرم نصرپوری نے محسوس کیا اور اس کی ایک شرح امعان النظر کے نام سے تالیف کی۔

یہ شرح ہنوز زیورِ طبع سے آراستہ نہ ہو سکی تھی البتہ سندھ کے مختلف علاقوں میں اس کے تین نسخے مخطوطہ شکل میں محفوظ تھے۔ ان تین نسخوں کی مدد سے قاسمی صاحب نے اس کو تدوین و ترتیب کے بعد زیورِ طبع سے آراستہ کیا۔

ہادی محمد نے یہ کتاب اپنے حرمین کے قیام کے دوران نقل کی اور اس کی تکمیل بھی مدینہ منورہ میں ہوئی ہادی محمد بن جابر لکھتے ہیں۔

وقد وافق تمام رقم هذه النسخة المباركة بين صلوتي الظهر والعصر من نهار الربوع لعله خامس او رابع يوم من شهر جمادى الاولى سنة الف ومائة وثمانية عشر بالمدينة المنوره - على صاحبها افضل الصلوة - (۲۳۸)

(اس نسخہ کی تحریر کا "تمام آج پیر کے روز نماز ظہر و عصر کے درمیان پانچ یا چار جمادی الاول ۱۱۱۸ھ کو مدینہ منورۃ (علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ) میں ہوا)

اصولِ حدیث پر ابن حجر کی یہ کتاب اساسی اور بنیادی حیثیت کی حامل ہے۔ محدثین و فقہاء نے اسے ہر دور میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور مؤلفین حضرات اپنے عصور و زمانہ کی ضروریات کے مطابق اس کی شروح بھی تالیف کرتے رہے۔

قاضی اکرم نصرپوری کا دور وہ تھا کہ علوم دینیہ اور خصوصاً علم حدیث کی خدمات برصغیر میں جن کی ابتداء کا سہرا اہل سندھ کے سر تھا، ان علوم میں اہل سندھ کی خدمات اساسی و بنیادی نوعیت کی تھیں، دسویں صدی ہجری میں سندھ سے نکل کر جنوبی ایشیا کی طرف منتقل ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ ماضی کی اُن خدمات کو نشاۃِ ثانیہ دینے کے لیے ضروری تھا کہ سندھ کے محدثین میں سے کوئی محدث ایسا کارنامہ سرانجام دیتا کہ جو محض ان کی زندگی تک یا ان کے تلامذہ کی حیات تک قائم نہ رہے بلکہ ایک زندہ جاوید کارنامہ ہو۔ اس خیال کے پیشِ نظر قاضی نے صحیح بخاری کی ایک شرح تالیفات کی۔ اس شرح میں تحقیق کا حق ادا کیا۔

۲۳۸۔ محمد اکرم، امعان النظر، ص ۲۸۱

آپ کی اس شرح کی امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ مسالک اربعہ میں سے کسی ایک مسلک کے لیے تعصب کی بو بھی سونگھنا محال تھا۔

آپ نے مسالک اربعہ اور ان کے دلائل کو واضح انداز میں بیان کیا اور مسائل خلافیہ میں احناف کی طرف سے تعصب سے بالاتر قوی و مدلل جوابات دیئے۔

آپ کی یہ بلند پایہ شرح سندھ میں تلہٹ کے مقام پر محفوظ تھی لیکن صد افسوس کہ ہم نے اس کی قدر و منزلت کو نہ پہچانا۔ اس کی اشاعت و طباعت کی طرف کوئی متوجہ نہ ہوا۔ اور سنت اللہ یہ رہی ہے کہ جب کوئی قوم اللہ کی دی ہوئی کسی نعمت کی قدر و منزلت نہیں پہچانتی۔ اس پر بارگاہ الٰہی میں شکر نہیں بجالاتی۔ تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو اپنی اس نعمت سے محروم کر دیتا ہے اور سنت خداوندی ایک اٹل اور ناقابل تغیر حقیقت ہوتی ہے، ولن تجد لسنت الله تبديلا (۲۳۹) اللہ تعالیٰ نے ہم سے یہ نعمت چھین لی اور ہماری غفلتوں کی بنا پر ساری کی ساری شرح غذا کرم بن گئی۔

قاضی محمد اکرم کا دوسرا زندۂ جاوید کارنامہ امعان النظر کی شکل میں محفوظ تھا۔ جس کو ڈاکٹر غلام مصطفیٰ قاسمی صاحب نے ضیاع سے بچایا۔ اور اس کی تعلیق و تدوین کر کے امت کے سامنے پیش کر دیا (۲۴۰)

امعان النظر کے کل تین نسخے موجود تھے۔

(۱) پہلا نسخہ شیخ عبدالکریم الفاطمی کے کتب خانہ، المکتبۃ محمدیہ میں لاڑکانہ کے نواح میں کسی گاؤں میں محفوظ تھا، یہ نسخہ ۱۱۸۰ھ میں لکھا گیا۔ یہ سب سے قدیم نسخہ ہے۔

۲۔ دوسرا نسخہ سید وہب اللہ کے کتب خانہ دارالارشاد پیر جھنڈہ میں محفوظ تھا۔ یہ نسخہ ۱۲۵۱ھ میں لکھا گیا۔ یہ صحیح ترین نسخہ ہے جس میں متن کو ممتاز کرنے کے لیے کتابت متن کے لیے سرخ سیاہی استعمال کی گئی ہے۔

۳۔ تیسرا نسخہ سید محب اللہ کے پاس محفوظ تھا جس کی کتابت کا صحیح سن دریافت نہیں ہو سکا۔ (۲۴۱)

شرح میں انداز و اسلوب یہ اختیار کیا گیا ہے کہ بین القوسین متن ہے اور خارج القوسین شرح ہے۔ ابن حجر کی کتاب نخبۃ الفکر اختصار کی انتہاؤں پر گامزن تھی جس کا احساس خود ابن حجر کو بھی ہوا۔

(۲۳۹) آیت (۲۴۰) ڈاکٹر صاحب نے اس کی تدوین میں جو اسلوب اختیار کیا ہے اسے موجودہ زمانہ کی خدمات حدیث کے ضمن میں بیان کیا جائیگا۔ (۲۴۱) محمد اکرم، امعان النظر، مقدمہ، ص ۱۱، ۱۲

اور انہوں نے اس کی توضیحات "شرح نخبۃ الفکر" کے نام تالیف کیں۔ کتاب ہنوز مائل بہ اختصار اور طالبِ توضیحات تھی۔ ابن حجر کے ان مختصر اشاروں کی مکمل تفصیل اور پوری وضاحت قاضی اکرام نے کی۔ ابن حجرؒ نے اصطلاحاتِ حدیث کی تعریف میں راجح اقوال کو اختیار کیا ہے۔ قاضی صاحب نے اس سلسلہ میں دیگر اقوال کو بھی نقل کیا ہے۔

اصول حدیث پر تالیف کی جانے والی مختلف کتب میں جو امتیازی مقام شرح نخبۃ الفکر کو حاصل ہے" امعان النظر" کو اس کی شروح میں ویسا ہی بلند و ممتاز مقام حاصل ہے۔

قاضی اکرام کا یہ ایک ایسا علمی کارنامہ ہے کہ جو رہتی دنیا تک قائم رہے گا اور اہل علم حضرات اس سے استفادہ کرتے رہیں گے۔

شاہ ولی اللہ اکیڈمی نے اس کتاب کو شائع کیا ہے لیکن کتاب جس طرح معنوی اور علمی خوبیوں سے آراستہ ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کو ظاہری آرائش و زیبائش سے مزین کر کے شائع کیا جائے۔ مزید برآں اہل علم اگر اس طرف توجہ کریں کہ اس کے افادہ کو عام کرنے کے لیے اسے اردو میں منتقل کیا جائے تو یہ دین و دانش کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔

۱۷۵۔ مولانا علم اللہ امیٹھوی م ۱۰۲۴ھ / ۱۶۱۵ء

مولانا علم اللہ بن عبدالرزاق امیٹھہ میں ۲۷ جمادی الاول ۹۵۴ھ کو پیدا ہوئے، اپنے والد کے علاوہ شیخ نظام الدین عثمانی امیٹھوی سے ابتدائی علم حاصل کیا۔ اور پھر حصول علم کے لیے حجاز چلے گئے ۱۸ سالہ قیام مکہ میں آپ نے وہاں پر موجود مشائخ عصر سے علم حدیث و فقہ میں استفادہ کیا۔ حصول علم کے بعد آپ برصغیر واپس آگئے اور برہانپور سندھ میں قیام کیا۔ امیر برہانپور عادل شاہ فاروقی نے آپ کی آمد کو اپنے لیے باعث سعادت و اکرام سمجھا اور آپ کی عزت و توقیر کی۔ برہانپور میں طویل مدۃ قیام کے بعد ۱۰۲۲ھ / ۱۶۱۳ء میں کبر سنی میں حج کا عزم کیا اور اس ارادہ سے برہانپور سے نکلے۔ ابھی بیجاپور پہنچے تھے کہ داعی اجل کو لبیک کہا اور حج کی تشنۂ تکمیل تمنا لیے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

ابراہیم بن مرتضیٰ بیجاپوری کے مطابق آپ نے علم حدیث میں ابن حجر عسقلانی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپ علم کے ساتھ تقویٰ و تبحر اور زہد و ورع میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔

۱۱ رذی الحجہ ۱۰۲۴ھ / ۱۶۱۵ء میں آپ کی وفات ہوئی اور بیجاپور شہر سے باہر آپ کو دفن کیا گیا۔ (۲۴۲)

۱۷۶۔ شیخ جوہر نات کشمیری م ۱۰۲۶ھ / ۱۶۱۷ء

خواجہ جوہر نات کشمیری، فاضل محدث تھے، مدرسہ سلطان قطب الدین سے علوم حاصل کیے اور زیارت و حج کے لیے حرمین چلے گئے، حج سے فراعت کے بعد وہاں قیام کیا اور کبار شیوخ سے استفادہ کے علاوہ ابن حجر عسقلانی سے اجازتِ حدیث حاصل کی اور کشمیر واپس آنے کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہو گئے

آپ کی وفات ۱۰۲۶ھ / ۱۶۱۷ء میں ہوئی۔ (۲۴۳)

۱۷۷۔ محمد بن علی بن خاتون العاملی م ۱۰۲۸ھ / ۱۶۱۸ء

محمد بن علی اپنے زمانہ کے افاضل و اماثل میں شمار ہوتے ہیں۔ جبل عامل میں پیدا ہوئے اور عہدِ طفولیت کے بعد حیدر آباد آکر مقیم ہو گئے ۱۰۲۴ھ میں قطب شاہ حیدر آبادی نے آپ کو سفیر بنا کر ایران بھیج دیا۔ چند سال وہاں قیام کر کے آپ واپس حیدر آباد آ گئے۔ آپ علم حدیث کے علاوہ دیگر علوم میں درس دیا کرتے تھے۔

آپ کا معمول تھا کہ ہر پیر کے روز علماء و شعراء کو جمع کرتے اور ان سے علمی مذاکرے ہوا کرتے۔
آپ کی تصانیف میں شرح الارشاد، بہاؤ الدین عاملی کی "کتاب الأربعین" کا ترجمہ جامع العباسی کے پانچ الواب پر فارسی حاشیہ قابل ذکر ہیں۔

آپ کی وفات ۱۰۲۸ھ / ۱۶۱۸ء میں ہوئی۔ (۲۴۴)

۱۷۸۔ شیخ عیسیٰ بن قاسم سندھی م ۱۰۳۱ھ / ۱۶۲۱ء

اپ رکن الدین سندھی کی اولاد میں سے ہیں بابر جیو ر سندھ میں ۹۶۲ھ / ۱۵۵۴ء میں پیدا ہوئے

۲۴۲۔ عبدالحیٔ، نزہۃ الخواطر: ج ۵، ص ۲۸۴ (۲۴۳) فقیر محمد، حدائق الحنفیہ: ص ۴۲۴۔ عبدالحیٔ نزھۃ الخواطر ج ۵: ص ۱۲۱۔ (۲۴۴) عبدالحیٔ، کتاب مذکور: ص ۳۵۸

جبکہ آپ کے والد سفر پر تھے ، آپ کے چچا طاہر بن یوسف سندھی سے تب آپ کا نام عیسیٰ رکھا اور پھر قاسم سندھی کے آنے کے بعد یہی نام برقرار رہا۔ آپ نے ابتدائی علوم اپنے والد اور علاقہ کے دیگر بزرگوں سے حاصل کیے اور سند حدیث شیخ لشکر محمد العارف الشطاری برہانپوری سے حاصل کی۔

تعلیم کے بعد درس وتدریس کا شغل شروع کر دیا۔ آپ سے استفادہ کرنے والوں میں آپ کے برخوردار عبدالستار، فتح محمد، برہان الدین برہانپوری، اسمٰعیل بن محمود الشطاری السندی، کے علاوہ خلق کثیر شامل ہے آپ متعدد کتب کے مؤلف ومصنف ہیں۔ جن میں

الروضة الحسنیٰ فی شرح اسماء الله الحسنیٰ ، عین المعانی فی شرح اسماء الحسنیٰ ، تیلة المذاهب الاربعة مع الاشارات من اهل التصوف شرح جامی پر حاشیہ تفسیر سے متعلق کتاب الفتح المجیدی التمیم شرح مائة العاملة ، رسالة فی عقد الانامل ، شرح علی الرباعیتین - أسرار الوحی کا ترجمہ۔ انوار الاسرار فی حقائق القرآن ۔

آپ کی وفات ۱۴ ارشوال ۱۰۳۱ھ/ ۱۶۲۱ء کو برہانپور میں ہوئی ۔ (۴۴۵)

۱۷۹۔ قاضی نصیر الدین برہانپوری م ۱۰۳۱ھ/ ۱۶۲۱ء

آپ فقہ وحدیث کے کبار علماء میں شمار ہوتے ہیں - اپنے زمانہ میں کتاب وسنت کے سب سے زیادہ جاننے والے اور سب سے اس کے متبع تھے ،

آپ نے اپنے والد کے علاوہ شیخ عثمان بن سندھی سے نہ صرف شرف تلمذ حاصل کیا بلکہ ان کے ساتھ ایک طویل مدت گذاری۔ آپ کے نزدیک ہر حالت میں احکام کتاب وسنت پر عمل واجب و ضروری تھا۔ قیاس کو ناجائز قرار دیتے تھے اپنے ہم عصر علماء شیخ محمد بن فضل اللہ برہانپوری اور عیسیٰ بن قاسم سے علمی اختلاف کی بنا پر وطن مالوف ترک کر کے حجاز چلے گئے اور پانچ سال تک حرم میں مقیم رہے ۔ عادل شاہ کے زمانہ میں ۱۰۲۴ھ / ۱۶۱۵ء میں آپ واپس ہند تشریف لے آئے ، عادل کو آپ کی آمد کا علم ہوا تو آپ کے استقبال کے لیے شہر سے باہر آیا۔ جہانگیر نے آپ کو تاکید کی کہ اب آپ ہند میں ہی

---

۴۴۵) ایضاً ــــــــ ۳۰۴

قیام کریں تاکہ آپ کے علم سے اہل ہند مستفید ہو سکیں۔ چنانچہ آپ نے برہانپور میں قیام کیا۔
خرم بن جہانگیر نے آپ کو آگرہ بھیج دیا۔ اور طویل مدۃ کے بعد آپ کو واپس برہانپور جانے کی اجازت دی، آپ برہانپور آئے اور گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر لی۔
۱۰۲۱ھ/ ۱۶۲۱ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ (۲۴۶)

۱۸۰: شیخ حیدر بن فیروز حنفی کشمیری۔ م ۱۰۵۷ھ/ ۱۶۴۷ء

آپ کشمیر کے مشاہیر میں سے ایک ہیں۔ سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا۔ ابتدائی علوم میں شیخ نصیب الدین سے استفادہ کیا اور پھر مولانا جوہر المحدث کی صحبت اختیار کر لی۔ پھر طلبِ علم میں دھلی گئے اور شیخ عبد الحق بن سیف الدین محدث دہلوی سے استفادہ کیا۔
تحصیل علم کے بعد کشمیر آگئے اور اپنے شہر میں درس و تدریس کے سلسلہ کا آغاز کیا۔ آپ طالبان و مشتاقانِ علم سے گہری محبت و شفقت فرمایا کرتے تھے۔ آپ کو قضاء کی پیش کش کی گئی۔ آپ نے انکار کر دیا جب زیادہ اصرار کیا گیا تو شہر چھوڑ کر چلے گئے جب معلوم ہوا کہ قضا کے منصب پر کسی عالم کو متعین کیا جا چکا ہے، واپس آگئے۔ اور تا وفات درس و تدریس میں مشغول رہے۔
آپ کی وفات ۱۰۵۷ھ/ ۱۶۴۷ء میں ہوئی۔ (۲۴۷)

۱۸۱۔ شیخ موسیٰ بن جعفر کشمیری۔ م ۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰ء کے بعد

آپ کشمیر کے علماء و صلحاء میں سے ہیں۔ ۱۰۱۶ھ/ ۱۶۰۷ء میں عدن میں شیخ عبد اللہ عیدروس سے استفادہ کیا۔ آپ کے تلامذہ میں شیخ عبد القادر بن شیخ الحضری کا نام قابل ذکر ہے۔
آپ کے شیوخ کی سنہ وفات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے ۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰ء کے بعد وفات پائی۔ (۲۴۸)

(۱۸۲) شیخ فتح محمد برہانپوری۔ م ۱۰۷۵ھ/ ۱۶۶۴ء کے بعد۔

آپ محمد بن عیسیٰ کے فرزند و تلمیذ تھے۔ اپنے والد سے علم حدیث حاصل کرنے کے بعد آپ نے

(۲۴۶) ایضاً ۴۳۰ (۲۴۷) فقیر محمد حدائق الحنفیہ ص ۴۲۹، عبد الحئی۔ نزھۃ الخواطر ج ۵ : ص ۱۴۱
(۲۴۸) عبد الحئی : ایضاً، ص : ۴۲۲ (۲۴۹) ایضاً، ص ۳۱۷

درس وتدریس کے ذریعہ اس علم کی مزید اشاعت کی اور پھر حرمین شریفین زیادۃ دحج کے لیے گئے اور وہیں وفات پائی۔

تالیفات — رسالہ فی مراتب العوالم الخمسہ، رسالہ وحدۃ الوجود، شیخ علی بن شہاب الحسینی کی "السبعین" کی تخریج احادیث، مفتاح فتوح العقائد، فتح المذاہب الأربعہ، فتح الطریقہ، رسالہ فی تحقیق نسب الشیخ عبدالقادر الجیلانی رح۔ آپ کی وفات ۱۰۷۵ھ/۱۶۶۴ء کے بعد ہوئی کیونکہ آپ کی ایک کتاب فتح الاوراد کی تالیف ۱۰۷۵ھ/۱۶۶۴ء میں مکمل ہوئی۔ (۲۴۹)

۱۸۳۔ عبداللہ بن ملا سعداللہ م ۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء

عبداللہ ان محدثین میں سے ہیں جنہوں نے قطب الدین کی سند سے عرب میں صحیح بخاری کی روایات نقل کی ہیں۔ آپ لاہور میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ مشہور محدث ابراہیم کردی آپ ہی کے شاگرد تھے۔ (۲۵۰)

۱۸۴۔ خواجہ معین الدین م ۱۰۸۵ھ/۱۶۷۴ء

خواجہ محمود نقشبندی کے فرزند تھے حدیث وتفسیر میں شیخ عبدالحق کے شاگرد تھے۔ معین الدین نے ۱۰۸۵ھ/۱۶۷۴ء میں کشمیر میں وفات پائی۔ (۲۵۱)

۱۸۵۔ سید محمد جعفر بدر عالم م ۱۰۸۵ھ/۱۶۷۴ء

سید محمد جعفر بن جلال بن محمد حسینی بخاری گجراتی احمد آباد میں ۱۲ شعبان ۱۰۲۳ھ/۱۶۱۴ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے علم حاصل کیا علوم عقلیہ ونقلیہ میں مہارت خصوصاً علم تفسیر وحدیث میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ سید جعفر کی وفات ۹ ذی الحجہ ۱۰۸۵ھ/ مارچ ۱۶۷۵ء کو احمد آباد میں ہوئی۔ "روضات شاہی" کے نام سے ۲۴ جلدوں پر مشتمل ایک تصنیف یادگار چھوڑی ہے جس میں

۲۴۹۔ ایضاً ——— ص ۳/۷ (۲۵۰) محمد اسحٰق۔ علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ، ص ۲۸۰

۲۵۱۔ محمد اسحٰق، ڈاکٹر، علم حدیث میں پاک وہند، ص ۱۸۱۔

سے پہلی جلد اولیاء کے ملفوظات پر اور آخری جلدیں محدثین و مفسرین کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ہیں۔ علاوہ ازیں "الفرید الطاری فی شرح البخاری" عربی میں بخاری کی شرح ہے جو دو جلدوں پر مشتمل ہے اس کتاب کا مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں محفوظ ہے۔ (۲۵۲)

صاحب نزہۃ الخواطر نے سید جعفر اور آپ کے فرزند ارشد محمد بن جعفر دونوں کو بارہویں صدی کے علماء میں شمار کیا ہے۔ (۲۵۳)

صحیح ترین بات یہ ہے کہ جعفر بدر عالم گیارہویں صدی کے آواخر اور محمد بن جعفر محبوب عالم بارہویں صدی سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۲۵۳)

۱۸۶۔ شیخ اسمٰعیل فتح اللہ لاہوری: ۱۰۸۵ھ/ ۱۶۷۴ء

اکبر ابن ہمایوں کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ پانچ سال کی عمر آپ کے والد نے آپ کو شیخ عبد الکریم لاہوری کی صحبت میں دیدیا آپ نے تمام علوم شیخ عبد الکریم سے حاصل کیے۔ اور پھر دریائے چناب کے کنارہ واقع کسی گاؤں چلے گئے۔ طویل مدۃ تک وہاں درس و تدریس کے سلسلہ سے وابستہ رہے۔ اور پھر لاہور منتقل ہو گئے۔ آپ سے استفادہ کرنے والوں میں شیخ عبد الحمید، شیخ تیمور، جان محمد، کے نام قابل ذکر ہیں۔ آپ کی وفات ۵ شوال ۱۰۸۵ھ/ ۱۶۷۴ء ہوئی۔ (۲۵۴)

۱۸۷۔ مولانا جمال الدین برہانپوری متوفی گیارہویں صدی ہجری

برہانپور کے مشہور محدثین میں سے ہیں
شیخ ابراہیم شطاری کی مسجد میں درس کی مجلس منعقد کیا کرتے۔ طاہر بن یوسف، سندھی کے سامنے بخاری شریف از اول تا آخر تلاوت کی اور اجازت حدیث حاصل کی۔ (۲۵۵)

۱۸۸ بابا داؤد مشکوٰتی م ۱۰۹۷ھ/ ۱۶۸۵ء

بابا داؤد کشمیر کے مفسرین، محدثین اور فقہا کی صف میں شمار ہوتے ہیں۔ علوم عقلیہ و نقلیہ میں کمال

۲۵۲۔ رحمٰن علی، تذکرہ علمائے ہند، اردو ترجمہ محمد ایوب قادری، (کراچی - ۱۹۶۱ء) ص ۴۷۳ - محمد اسحٰق کتاب مذکور ص ۱۸۶

۲۵۳۔ عبد الحی: نزہۃ الخواطر، ج ۶: ص ۵۵ و ۲۵۷ (۲۵۴) عبد الحی نزہۃ الخواطر ج ۵: ص ۲۷
۲۵۶ عبد الحی، نزہۃ الخواطر ج ۵، ص ۱۸

مہارت رکھتے تھے، مشکوٰۃ آپ کو سنداً و متناً مکمل حفظ تھی اسی مناسبت سے آپ کو بابا داؤد مشکواتی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

علم تصوف و سلوک کے علاوہ کشمیر کے مشائخ و علماء کے حالات و ملفوظات پر مشتمل ایک کتاب "اسرار الابرار" لکھی جس کا ایک قلمی نسخہ دار المصنفین دہلی میں محفوظ ہے اس میں جا بجا صحیح بخاری اور دیگر احادیث کے حوالے نظر آتے ہیں۔ ۱۰۹۷ھ/۱۶۸۵ء میں کشمیر میں وفات پائی۔ (۲۵۶)

۱۸۹۔ مولانا یعقوب البنانی لاہوری م ۱۰۹۸ھ/۱۶۸۶ء

آپ کی ولادت و پرورش لاہور میں ہوئی اور اپنے زمانہ کے اکابر سے استفادہ کیا۔ آپ علم حدیث کے علاوہ متعدد علوم و فنون میں مہارت رکھتے تھے۔

آپ کی تالیفات میں الخیر الجاری فی شرح صحیح البخاری المعلم فی شرح الامام مسلم المصطفیٰ فی شرح الموطا، تہذیب الکلام، حسامی اور شرعۃ الاسلام کی شروح، اساس العلوم فی التصریف، عضدی اور بیضاوی پر حاشیہ، شامل ہیں۔

۱۰۹۸ھ/۱۶۸۶ء میں دہلی میں آپ کی وفات ہوئی۔ (۲۵۷)

بارہویں صدی ہجری/اٹھارویں صدی عیسوی تا شاہ ولی اللہؒ

اس صدی کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے پہلا حصہ قبل از شاہ ولی اللہ کا ہے جو ۷۵ سالوں پر محیط ہے اور دوسرا حصہ بعد از شاہ ولی اللہؒ کا ہے جو ۲۵ سالوں پر محیط ہے ان دونوں حصوں سے منسلک محدثین بھی اسی ترتیب سے ذکر کیے جائیں گے جس ترتیب سے سابقہ صدی میں بیان کیے گئے یعنی پہلے حصہ ہندوستان اختصار کے ساتھ اور پھر حصہ پاکستان تفصیل کے ساتھ۔

۱۹۰۔ شیخ محمد بن جعفر گجراتی م ۱۱۱۱ھ/۱۶۹۹ء

آپ سید محمد جعفر بدر عالم کے فرزند ارشد ہیں گجرات میں ۲۷ ربیع الاول ۱۰۴۷ھ/۱۶۳۷ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے والد کے علاوہ احمد آباد کے کبار علماء و محدثین سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ اور اس

---

۲۵۶) فقیر محمد، حدائق الحنفیہ، ص ۴۴۳ معین الدین ندوی، مقالات مسلمانان ج ۲، ص ۲۶ (۲۵۷) ایضاً ـــــ ص ۴۵۳

کے بعد ساری زندگی تدریس و تالیف میں گزار دی۔ شیخ نورالدین بن محمد صالح آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ ۱۱ر جمادی الاول ۱۱۱۱ھ/۱۶۹۹ء کو احمد آباد میں وفات ہوئی۔

آپ نے روایاتِ اہل بیت پر بنیاد رکھتے ہوئے قرآن کی فارسی تفسیر مرتب کی اور جلالین کی طرز پر ایک عربی تفسیر بھی آپ کی تالیفات میں شامل ہے۔ علم حدیث میں مشکوٰۃ کی ایک عربی شرح تصنیف کی جو "زینۃ النکات" سے معروف ہے (۲۵۸)

۱۹۱۔ شیخ محمد اعظم سرہندی م ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء

محمد اعظم بن سیف الدین بن محمد معصوم حنفی، سرہندی اپنے والد کے سب سے بڑے فرزند اور اپنے زمانہ کے کبار علماء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کی پرورش سرہند میں ہوئی اور اپنے چچا فرخ شاہ بن محمد سے ابتدائی علم حاصل کیا اور والد ماجد سے اجازت حدیث۔ ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء میں سرہند میں وفات پائی۔

"فیض الباری" کے نام سے بخاری شریف کی ایک عربی شرح تالیف کی جو علماء اور طلباء کے لیے افادیت میں اعلیٰ مقام رکھتی ہے۔ (۲۵۹)

۱۹۲۔ شیخ محمد صادق گجراتی م ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء

شیخ محمد صادق بن محمد غنی، پٹنہ، گجرات کے کبار علماء و محدثین میں شمار ہوتے تھے۔ محمد سعید بن حسین کوکنی سے اجازتِ حدیث حاصل تھی۔ آپ کی وفات ۲۸ رمضان المبارک ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ (۲۶۰)

۱۹۳۔ شیخ مبارک بن فخر الدین بلگرامی م ۱۱۱۵ھ/۱۷۰۳ء

آپ بلگرام میں ۲۴ر شعبان ۱۰۳۲ھ/۱۶۲۳ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم بلگرام میں طیب بن عبدالواحد بلگرامی اور دہلی میں خواجہ عبداللہ بن عبدالباقی سے حاصل کی۔

---

(۲۵۸) عبدالحئی، کتاب مذکور، ج ۶: ص: ۲۵۷ (۲۵۹) عبدالحئی، نزھۃ الخواطر: ج ۶: ص ۲۷۶

۲۶۰۔ ایضاً ـــــــــ ص ۳۲۰

علم حدیث میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے فرزند ارشد شیخ نورالحق اور ابو رضا ابن اسمٰعیل سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ فراغت کے بعد رجب ۱۰۶۰ھ/۱۶۵۰ء میں بلگرام واپس آگئے اور درس و تدریس میں مشغول ہوگئے۔

عبدالجلیل بن احمد حسینی۔ اور طفیل بن محمد بن شکر اللہ آپ کے ممتاز تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

۲۰ ربیع الثانی بروز اتوار ۱۱۱۵ھ/۱۷۰۳ء کو بلگرام میں آپ کی وفات ہوئی۔ (۲۶۱)

۱۹۴۔ مولانا فرخ شاہ سرہندی۔ م ۱۱۲۲ھ/۱۷۱۰ء

فرخ شاہ بن محمد سعید بن احمد بن عبدالاحد سرہندی ۱۰۳۸ھ/۱۶۲۸ء میں پیدا ہوئے اپنے علم حدیث کے علاوہ تمام علوم نقلیہ و عقلیہ اپنے والد ماجد سے حاصل کیے۔ آپ سریع الفہم اور قوی الحفظ تھے۔ علم حدیث، فقہ اور تصوف میں خصوصی ملکہ حاصل تھا۔ حج کے بعد وطن مالوف میں درسِ حدیث میں مشغول ہوگئے۔ تلامذہ کی ایک کثیر تعداد نے استفادہ کیا۔ ۲۶ شوال المکرم ۱۱۲۲ھ/۱۷۱۰ء کو آپ کی وفات ہوئی۔

فقہ و حدیث میں رسائل تالیف کیے جن میں "القول الفاصل بین الحق والباطل کشف الغطاء عن وجوہ الخطاء، رسالۃ فی حرمۃ الغناء، رسالہ فی العقائد رسالہ فی الحقیقۃ المحمدیۃ شامل ہیں۔ خیالی پر حاشیہ بھی لکھا۔ (۲۶۲)

۱۹۵۔ شیخ عبدالاحد سرہندی۔ م ۱۱۲۷ھ/۱۷۱۵ء

شیخ عبدالاحد فرخ شاہ کے برادرِ خورد ہیں، آپ بھی سرہند میں ۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰ء میں پیدا ہوئے۔ اور اپنے والد سے علم حاصل کیا۔ آپ محدث و فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ صوفی شاعر بھی تھے، آپ کا مکمل دیوان حقائق و معارف سے بھرپور ہے۔ جمعہ ۲۶ ذی الحجہ ۱۱۲۷ھ/۱۷۱۵ء کو آپ کی وفات ہوئی۔

شواہد التجدید، توبہ نامہ، چار چمن وحدت، آپ کی تالیفات ہیں۔ (۲۶۳)

---

(۲۶۱) ایضاً ــــــ ص ۲۴۸؛ آزاد، میر غلام علی بلگرامی۔ ماثر الکرام۔ طبع اول: لاہور، مطبع چنائی ۱۹۱۳ء، ص ۲۵۳، ۲۵۴؛ ذکر میر عبدالجلیل (۲۶۲) عبدالحئی: نزہۃ الخواطر: ج ۶: ص ۲۲۲

۲۶۳۔ ایضاً ــــــ ص ۱۲۵

ابن الدین جونپوری، م متوفی ۱۱۳۵ھ/ ۱۷۲۲ء کے بعد :

آپ فقہ، اصول فقہ اور زبانِ عربی میں مہارت رکھتے تھے۔ آپ نے اشعۃ اللمعات کی تلخیص لکھی (۲۶۴)

مولانا جار اللہ سائینوری، متوفی ۱۱۳۶ھ/ ۱۷۲۳ء کے بعد :

مولانا جار اللہ بن محمود بن عطاء اللہ بن عبد الحئی سائینوری کبار علماء میں شمار ہوتے۔ فقہ و حدیث میں مہارت تھی۔

"جامع الشتی" کے نام سے ایک کتاب تالیف کی۔ یہ کتاب ۱۱۳۶ھ/ ۱۷۲۳ء میں تالیف کی۔ (۲۶۵)

۱۹۶۔ سید عبد الجلیل حسینی، م ۱۱۳۸ھ/ ۱۷۲۵ء

عبد الجلیل بن میر احمد حسینی، بلگرامی ۱۰۷۱ھ/ ۱۶۰۸ء کو بلگرام میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وطنِ مالوف میں سید سعد اللہ بلگرامی سے حاصل کی، اودھ کا سفر کیا اور حیدر آباد دکن میں مبارک بن فخر الدین حسینی سے اجازتِ حدیث حاصل کی۔ آپ مفسر، محدث، ادیب اور سیرت نگار ہونے کے علاوہ مجاہد بھی تھے ۲۲ شوال بروز ہفتہ ۱۱۳۸ھ/ ۱۷۲۵ء کو دہلی میں وفات ہوئی۔ اور بلگرام میں تدفین ہوئی۔ (۲۶۶)

۱۹۷۔ عبد المقتدر بہاری

عبد المقتدر بن عبد النبی بہاری نے اپنے والد سے علوم حدیث و دیگر حاصل کیے جو تین واسطوں سے شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔ آپ سے آپ کے بھتیجے مولانا محمد عتیق بہاری نے علم حدیث میں استفادہ کیا۔ (۲۶۷)

۱۹۸۔ مولانا محمد عتیق بہاری، م ۱۱۴۹ھ/ ۱۷۳۶ء

محمد عتیق بن عبد السمیع کی ولادت و پرورش بہار میں ہوئی۔ علوم دینیہ اپنے چچا عبد المقتدر بن عبد النبی

(۲۶۴) ایضاً ص ۱۴۰ (۲۶۵) ایضاً ص ۱۴۰ (۲۶۶) ایضاً ص ۱۳۹ (۲۶۷) ایضاً ص ۱۶۹

بہاری سے حاصل کیے۔

تحصیل علم سے فراغت کے بعد آپ درس حدیث میں مشغول ہو گئے۔

آپ کے تلامذہ میں وجیہ الحق بن امان اللہ جعفری کا نام قابل ذکر ہے۔

ربیع الاول ۱۱۴۹ھ/۱۷۳۶ء میں آپ کی وفات ہوئی۔ (۲۶۸)

۱۹۹: سیف اللہ بخاری، دہلوی، متوفی وسط بارہویں صدی ہجری

سیف اللہ بن نور اللہ بن نور الحق بن عبد الحق محدث دہلوی علم حدیث و فقہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ کے حالات زندگی کی تفصیلات اور تاریخ وفات کے بارہ میں علم نہیں ہو سکا۔ البتہ اندازہ ہے کہ بارہویں کے وسط تک زندہ رہے۔

اشرف الوسائل فی شرح الشمائل" نامی شمائل ترمذی کی فارسی شرح آپ نے تالیف کی۔ (۲۶۹)

۲۰۰: عبد الوہاب منور آبادی، م ۱۱۵۲ھ/۱۷۳۹ء

میر عبد الوہاب بن میر ہاشم منور آبادی، محدث و فقیہ تھے۔ حصول علم کے بعد تمام عمر درس حدیث میں گزار دی، خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا۔ اسی سال کی عمر میں ۱۱۵۲ھ/۱۷۳۹ء-۴۰/ ۱۷۳۹ء میں انتقال ہوا (۲۷۰)

۲۰۱: شیخ نور الدین گجراتی، م ۱۱۵۵ھ/۱۷۴۲ء

نور الدین بن محمد صالح احمد آبادی، گجراتی۔ ۲۰ جمادی الاول ۱۰۶۲ھ/۱۶۵۲ء کو پیدا ہوئے۔ آپ نے احمد بن سلیمان گجراتی اور مولانا فرید الدین احمد آبادی سے ابتدائی تعلیم اور محمد بن جعفر حسینی سے اعلیٰ تعلیم حدیث و تفسیر حاصل کی۔ کثرت درس و افادہ میں آپ کے ہم پلہ کوئی ہم عصر آپ کے شہر میں نہ تھا۔ احمد آباد میں ایک مدرسہ میں آپ درس میں مشغول رہتے جہاں خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا۔ ۹۱ برس کی عمر میں ۱۱۴۰ھ/۱۷۲۷ء میں آپ نے حج کیا۔

پیر کے روز ۱۲ شعبان ۱۱۵۵ھ/۱۷۴۲ء کو احمد آباد میں آپ کا انتقال ہوا۔

(۲۶۸) ایضاً ص ۲۳۰ (۲۶۹) ایضاً ص ۱۰۲ (۲۷۰) رحمٰن علی۔ تذکرہ ص: ۳۲۵

آپ نے گرانقدر کتب تالیف کیں، جو آپ کی جلالتِ علمی پر دلالت کرتی ہیں۔

مختصر تفسیر قرآن کریم، تفسیر النورانی للسبع المثانی، تفسیر الربانی علی سورۃ البقرۃ حاشیۃ اوائل تفسیر بیضاوی الحاشیۃ القولیمۃ علی الحاشیۃ القدیمۃ شرح مواقف شرح المقاصد، شرح المطالع، تلویح، عضدی، مطول، شرح الوقایہ، کافیہ، المنہل اور شمسیہ پر حواشی کے علاوہ تہذیب المنطق کی شرح الطریق الامم شرح فصوص الحکم۔

علم حدیث میں صحیح بخاری کی شرح "نور القاری" کے نام سے تالیف کی۔ (۲۷۱)

۲۰۲۔ شیخ قطب الدین سرہندی۔ م ۱۱۷۰ھ/۱۷۵۶ء

شیخ قطب الدین علم حدیث وفقہ میں دسترس رکھتے تھے، محمد زبیر ابن ابی العلی سرہندی سے علم حدیث حاصل کیا اور انہی کے پاس درس وتدریس میں طویل مدۃ تک مشغول رہے، ۱۱۷۰ھ/۱۷۵۶ء میں حرمین گئے اور حج وزیارۃ کے بعد وہیں خالق حقیقی سے جا ملے۔ (۲۷۲)

۲۰۳۔ مولانا فخر الدین دھلوی۔ متوفی بارہویں صدی ہجری:

مولانا فخر الدین بن محب اللہ بن نور اللہ بن نور الحق بن عبد الحق محدث دہلوی علم حدیث وفقہ کے ماہر تھے آپ نے اپنے آباء اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تدریس وتالیف کے ذریعہ علم حدیث وفقہ کی خدمت کی فارسی میں صحیح مسلم کی ایک جامع شرح اور حصن حصین کی شرح کے علاوہ عین العلم کے نام سے ایک کتاب تالیف فرمائی۔ (۲۷۳)

۲۰۴: مولانا شیخ الاسلام دھلوی۔ متوفی بارہویں صدی ہجری:

شیخ الاسلام بن فخر الدین بن محب اللہ ممتاز محدثین میں شمار ہوتے ہیں۔ اپنے والد ماجد سے علم حاصل کیا اور چھ جلدوں پر مشتمل فارسی میں صحیح بخاری کی ایک شرح تالیف کی جس میں آپ نے ثابت کیا ہے کہ آپ کو اپنے دادا سے براہ راست سماع واجازۃ حدیث حاصل ہے شرح بخاری کے

۲۷۱۔ عبد الحی نزہۃ الخواطر۔ ج ۶: ص ۴۰۲-۴۰۳ (۲۷۲) ایضاً ــــــ ص ۲۳۲ (۲۷۳) ایضاً ــــــ ص ۲۱۸

علاوہ "کشف الغطاء عما لزم علی الاحیاء للموتی اور طرد الاوھام عن اثر الامام الھمام . . . . آپ کی تالیفات ہیں۔ (۲۷۴)

۲۰۵: شیخ محمد بن عبدالرحمن:

آپ علم حدیث اور فن رجال میں ید طولی رکھتے۔ غالباً الجمع بین رجال الصحیحین آپ کی تالیف ہے۔ بارہویں صدی کے تقریباً وسط میں آپ کی وفات ہوئی۔ (۲۷۵)

حصہ پاکستان

۲۰۶: مولانا عنایت اللہ شال کشمیری۔ م ۱۱۲۵ھ/ ۱۷۱۳ء

عنایت اللہ شال کشمیر کے کبار علماء و محدثین میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے مولانا ابوالفتح، مولانا عبدالرشید زرگر۔ اور فرزندان خواجہ حیدر چرخی سے شرف تلمذ حاصل کیا، حصول علم کے بعد تمام عمر درس و تدریس میں صرف کی، فقہ و حدیث کے درس کو خصوصی امتیاز حاصل تھا۔ آپ کے سامنے آپ کے تلامذہ نے چھتیس مرتبہ صحیح بخاری کامل از اول تا آخر تلاوت کی۔

فقیہ و محدث ہونے کے ساتھ ساتھ آپ شاعر و صوفی بھی تھے۔ آپ کے اشعار صوفیانہ و دردمندانہ ہوا کرتے۔ شعبان کے آخری عشرہ ۱۱۲۵ھ/ ۱۷۱۳ء میں آپ نے وفات پائی۔ (۲۷۶)

۲۰۷: ابوالحسن کبیر، سندھی۔ م ۱۱۳۶ھ/ ۱۷۲۳ء

ابوالحسن کنیت کے چار مشائخ سندھ میں گزرے ہیں۔ جن میں سے دو محدثین تھے۔ ایک ابوالحسن کبیر کے لقب سے معروف ہوئے، دوسرے ان کے شاگرد جو ابوالحسن صغیر کے لقب سے پہچانے گئے۔ دوسرے دو افراد میں سے ایک میاں ابوالحسن م ۱۱۳۳ھ/ ۱۷۲۰ء میں آپ شاعر تھے۔ جبکہ دوسرے حاجی ابوالحسن سندھی م ۱۱۸۱ھ میں آپ صوفی تھے۔ سطور ذیل میں ابوالحسن کبیر کا تعارف

(۲۷۴) ایضاً ــــــ ص: ۱۱۲ (۲۷۵) ایضاً ــــــ ۲۹۲ (۲۷۶) فقیر محمد، حدائق حنفیہ، ص ۴۵۴ خواجہ حیدر چرخی

پیش کیا جائے گا جبکہ آئندہ اوراق میں ابوالحسن صغیر کا۔

آپ کا نام محمد بن عبدالہادی سندھی ٹھٹھوی، مدنی اور کنیت ابوالحسن ہے۔ آپ سندھ کے مردم خیز شہر ٹھٹھہ میں پیدا ہوئے۔ جیسے سندھ میں دیبل، منصورہ اور قصدار کی طرح علمی اعتبار سے ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔

ابتدائی تعلیم ٹھٹھہ میں موجود مشائخ سے حاصل کی اور پھر حصول علم کے لیے حجاز کا سفر کیا اور وہیں قیام فرمایا۔ حرمین میں جن کبار شیوخ کے آگے آپ نے زانوئے تلمذ طے کیا۔ ان میں برہان الدین ابراہیم بن حسن کردی، محمد بن عبدالرسول برزنجی، عبداللہ بن سالم بصری، کے نام شامل ہیں۔

تحصیل علم حدیث کے بعد بھی ابوالحسن نے وطن مراجعت نہ کی۔ بلکہ حرم میں ہی قیام کو ترجیح دی، ابتدائی دس سال عزلت نشین رہے۔ بعد ازاں مسند درس بچھادی جس سے طالبانِ علم کی اتنی تعداد مستفید ہوئی۔ کہ بقول ملا عابد سندھی۔

واخذ عنهم جماعة لا يحصون کہ ان سے اتنی بڑی جماعت نے استفادہ کیا کہ ان کو حد تعداد میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ تلامذہ کی اس جماعت میں سب سے نمایاں و ممتاز مقام پانے والے محمد حیات سندھی ہیں۔

علامہ ابوالحسن علوم عقلیہ و نقلیہ میں دسترس اور علم تفسیر، حدیث اور فقہ میں گہری دسترس رکھتے تھے۔ زہد و تقویٰ میں آپ بلند مقام رکھتے۔

آپ کی جلالت علمی، زہد و تقویٰ اور علم و تفقہ کو تمام کبار علماء نے تسلیم کیا ہے۔ علامہ مرادی نے سلک الدرر میں جبرتی نے عجائب الآثار میں، شیخ محسن تیمی یانع الجنی نے اور علامہ محمد عابد سندھی نے الدرر میں آپ کے علم و تفقہ اور زہد و تقویٰ کو تسلیم کیا ہے۔

علم اور زہد و تقویٰ کا یہ چراغ ۱۱۳۶ھ/۱۷۲۳ء تک روشن رہا اور علم کی روشنی پھیلاتا رہا۔ مدینہ منورہ میں آپ کا انتقال باختلاف روایات ۱۱۳۶ھ/۱۷۲۳ء (۲۷۷) یا ۱۱۴۱ھ/۱۷۲۸ء (۲۷۸) یا ۱۱۳۹ھ/۱۷۲۶ء (۲۷۹) یا ۱۱۳۸ھ/۱۷۲۵ء (۲۸۰)

---

(۲۷۷) عبدالحی: نزہتہ، ج ۶، ص ۶ (۲۷۸) ملا عابد سندھی، درمع الدرر ص ۹۰ (۲۷۹) اس کے قائل ملا حیات صاحب فہرس الفہارس عبدالحی کتانی اور یانع الجنی ہیں (۲۸۰) مرادی سلک الدرر۔ تفصیلات کیلئے دیکھئے۔ نعمانی، عبدالرشید، امام ابوالحسن کبیر سندھی، العلم، اکتوبر تا دسمبر ۷۶

میں ہوا۔ نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔

تالیفات: آپ کی تالیفات میں غالب حصہ علم حدیث کا ہے۔

آپ نے صحاح ستہ پر حواشی قلبند کیے۔ جن میں سے حاشیہ مسلم نہایت مختصر ہے۔ ملتان سے طبع ہوا۔ صحیح بخاری اور سنن ابن ماجہ کے حواشی مصر میں طبع ہوئے۔ آپ کا یہ حاشیہ علامہ جلال الدین سیوطی کے حاشیہ مصباح الزجاجہ سے زیادہ جامع ہے۔ اس میں ضبطِ الفاظ حل غرائب اور بیان اعراب کا زیادہ اہتمام کیا گیا ہے۔ (۲۸۱)

سنن ابی داؤد کا حاشیہ مستقلاً شائع نہیں ہوا۔ اس کا مخطوطہ کتب خانہ پیر جھنڈا میں محفوظ ہے۔

صحاح ستہ کے علاوہ مسند امام احمد پر بھی حاشیہ مرتب کیا۔ جس کا مخطوطہ اب نایاب ہے۔ شرح نخبۃ الفکر پر آپ نے حاشیہ لکھا۔

علم حدیث کے علاوہ جو تعلیقات، تالیفات اور حواشی مرتب کیے، وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تفسیر بیضاوی پر حاشیہ۔

۲۔ جلالین پر حاشیہ۔

۳۔ تفسیر لطیف،

۴۔ فتح القدیر شرح ہدایہ پر حاشیہ۔

۵۔ امام نووی کی کتاب الاذکار پر حاشیہ۔

۶۔ ملا علی قاری کی الزاہد ادین پر حاشیہ۔

۷۔ ابن قاسم کی شرح جمع الجوامع پر حاشیہ۔

۸۔ الفیوضات النبویہ فی حل المغازی البرکویہ۔

صحاح ستہ پر حواشی

صحاح ستہ پر آپ کے حواشی اختصار و جامعیت کے ساتھ مرتب کیے گئے ہیں۔ صحیح بخاری صحیح مسلم ابن ماجہ کے علاوہ سنن نسائی پر آپ کے حواشی دستیاب ہو سکے ہیں ان کا ایک مختصر تعارف

(۲۸۱) محمد حنیف گنگوہی، مولانا ظفر المحصلین باحوال المصنفین کراچی، میر محمد ص ۱۴۴

جائزہ پیش جائے گا۔

(صحیح بخاری

مؤلف: بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل۔

محشی: علامہ ابوالحسن سندھی۔

۱۹۷۸ء: بیروت، دارالمعرفۃ۔

جلدیں چار

جلد اول از باب کیف کان بدء الوحی۔ ابواب الاعتکاف، صفحات ۲۴۸

جلد ثانی۔ کتاب البیوع تا۔ باب ھجرۃ النبی واصحابہ الی المدینہ صفحات ۲۴۲

جلد ثالث۔ کتاب المغازی تا باب من شرب القدح النبی (کتاب الاشربہ) صفحات ۲۳۰

جلد رابع۔ کتاب المرضیٰ تا: اختتام کتاب) صفحات ۲۱۱

اسلوب: ابتداء حاشیہ میں علامہ نے امام بخاریؒ کے تراجم ابواب کی غرابتِ شان پر مختصر مگر جامع کلام کیا ہے کہ امامؒ کے تراجم ابواب کی دو نوعتیں ہیں۔ یا تو ترجمۃ الباب، تخریج کردہ حدیث کی دلیل ہوتا ہے یا مترجم لہٗ حدیث کی تشریح و وضاحت ہوتا ہے۔ اس بحث کے بعد اپنے حاشیہ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"وسیجیُ لک فی ھذا التعلیق اللطیف حل مواضع یحتاج الی فضلِ دقۃ اما فی فھم معنیٰ الترجمۃ او فی تطبیق بھا۔ (۲۸۲)

(اور تمہارے لیے اس تعلیق لطیف میں ایسے مقامات کی وضاحت آجائے گی جو زیادہ دقت طلب ہیں ترجمۃ الباب کے معنیٰ کو سمجھنے میں یا حدیث کے ساتھ اس کی مطابقت میں)

علامہ کے نزدیک اس مختصر لطیف حاشیہ کا مطالعہ جس میں خصوصاً تراجم ابواب کی وضاحت اور تطبیق احادیث پر کلام، قاری کے لیے زیادہ استفادہ و استفاضہ کا موجب ہوگا۔ جبکہ وہ بخاری پر لکھی جانے والی دوسری شروحات کا بنائر نظر مطالعہ کر کے اس بات کا ادراک و امتیاز کرنے پر قادر ہوجائے کہ کن کن مقامات پر شارحین ترجمۃ الباب کا مفہوم واضح نہیں کرسکے اور وہ کونسے مقامات

(۲۸۲) بخاری، محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح بحاشیۃ السندی (۱۹۷۸ء: بیروت) ج ۱: ص ۵

ہیں جہاں شارحین ترجمۃ الباب سے حدیث کی مطابقت کی تلاش میں سرگرداں و حیراں ہیں۔

ترجمۃ الباب کی وضاحت کے بعد متن حدیث کی تشریح و توضیح اس انداز سے بیان کی گئی ہے کہ ترجمۃ الباب سے اس کی مطابقت و مناسبت خود بخود قاری کے ذہن میں آجاتی ہے۔ یہی اسلوب تا انتہائے کتاب قاری کو نظر آئے گا۔

(کتاب الجامع الصحیح۔

مؤلف : مسلم بن الحجاج القشیری۔

محشی : علامہ ابوالحسن سندھی۔

جلدیں: دو۔)

کراچی : اصح المطابع نور محمد۔

صحیح مسلم پر علامہ کی تالیف کردہ یہ تعلیق بخاری سے زیادہ مختصر لیکن اس اختصار کے باوجود جامعیت کی خصوصیت اپنے مقام پر مسلم ہے۔

اس مختصر حاشیہ میں عموماً الفاظِ حدیث کے معانی، مفاہیم اور توضیحات کو بیان کیا گیا ہے اور اکثر مقامات پر ان کا بزبانِ فارسی ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔ بعض مواقع پر کسی راوی کے متعلق ائمہ اسماء الرجال کی جرح و تعدیل بھی اختصار کے ساتھ نقل کر دی ہے۔ مسائل فقہیہ کے استنباطات کے بیان اور فقہاء کرام کی آراء کو نقل کرنے سے گریز کیا گیا ہے۔

علامہ سندھی کے اس حاشیہ کو بآسانی اردو میں منتقل کیا جا سکتا ہے اور یہ علم حدیث کی ایک عظیم خدمت ہو گی۔

(تعارف سنن نسائی:

احمد ابو عبدالرحمن بن شعیب بن علی النسائی کی کتاب "السنن الکبری" صحاح ستہ جنہیں حدیث میں اساسی و بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ میں پانچویں نمبر پر شمار کی جاتی ہے۔ آپ کی کتاب کی کچھ منفرد و نمایاں خصوصیات ہیں

۱۔ فاضل مؤلف نے رجال کے معاملہ میں ایک ہی بنیادی شرط عائد کی ہے کہ ہر اس راوی کی

روایت قابل قبول ہے کہ جس کے ترک پر ائمہ اسماء الرجال کا اجماع و اتفاق نہیں ہے۔ کیونکہ ہر فن کی طرح اسماء الرجال میں بھی کچھ حضرات متشدد اور بعض متوسط ہوتے)۔ چنانچہ اگر کوئی ایسا راوی ہے کہ جس پر متشددین نے منکر و ضعیف کا حکم لگایا ہو لیکن متوسطین اس کی تعدیل کرتے ہوں، ایسے راویوں کی روایت امام کے نزدیک قابل قبول ہو گی۔

امام کی اس شرط کی بنا پر یہ کتاب اس صفت کے ساتھ متصف شمار کی جاتی ہے۔ کہ سنن میں یہ تالیف ضعفاء مجروحین کے اعتبار سے سب سے کم تعداد کی حامل اور صحت کے سب سے زیادہ قریب شمار کی جاتی ہے۔

صحت روایات کی اعتبار سے یہ کتاب سنن ابی داؤد اور سنن ترمذی کے قریب ترین اور سنن ابن ماجہ سے فوقیت حاصل کیے ہوئے ہے۔

محمد بن معاویہ الاحمر امام نسائی سے نقل کرتے ہیں کہ سنن نسائی کی چند احادیث کے سوا باقی تمام صحیح ہیں۔ (۲۸۲)

(جامع ترمذی۔

مؤلف، ترمذی،

شرح از علامہ ابوطیب سندھی۔

۱۲۹۹ھ کانپور، مطبع نظامی

علامہ ابوالحسن سندھی کی شرح ترمذی مجموعہ شرح اربعہ کے نام سے سراج احمد کی فارسی شرح، قوت المغتذی علی جامع الترمذی، اور عارضۃ الاحوذی فی شرح الترمذی کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

اسلوب کتاب یہ ہے کہ الفاظ ترجمۃ الباب یا متن حدیث نقل کرنے کے بعد اولاً سراج احمد کی فارسی شرح پھر ابوطیب سندھی کی عربی شرح، حاشیہ میں عارضۃ الاحوذی اور قوت المغتذی درج کی گئی ہے۔

علامہ ابوطیب حدیث کی تشریح کے ضمن میں مسائل مستنبط یا اختلاف فقہاء کے بجائے حدیث کے مختلف طرق اور فرق الفاظ کو بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح ہر روایت سند کے مختلف راوی

---

(۲۸۲) ابوالحسن سندھی، مقدمہ سنن النسائی: ص ۳ تا ۵۔

اور ان سے منقول مختلف الفاظ بیک نظر سامنے آجاتے ہیں صحاح ستہ کی بقیہ پانچ کتب میں جہاں کہیں روایت نقل ہوتی ہے اس کا بھی حوالہ دیا جاتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے۔ اس شرح کو علیحدہ شائع کیا جائے۔ اور دیگر کتب کے جہاں حوالہ دیئے گئے ہیں۔ جدید اسلوب کے مطابق کتابیاتی معلومات فراہم کی جائے۔ اور ابواب و بحوث کا حوالہ دیا جائے۔ (۲۸۴)

باب سنن میں لکھی جانے والی کتب میں یہ کتاب ایک منفرد و امتیازی مقام رکھتی ہے، حسن ترتیب اور جدت تالیف اس کی خصوصیات ہیں باوجود یہ کہ سنن نسائی صحاح ستہ میں سے ہے لیکن ائمہ محدثین کی توجہ اس کی شروح و تعلیقات کی طرف۔ دوسری کتب حدیث کے مقابلہ میں کم رہی۔ چھ صدیاں گذرنے کے بعد جلال الدین سیوطیؒ نے اس پر تعلیق لکھی جس کا نام زہر الربی علی المجتبیٰ ہے۔

دوسری تعلیق ابوالحسن سندھی کی ہے جو سیوطی کی تعلیق سے زیادہ مفصل ہے۔ (۲۸۵)

نام کتاب : سنن النسائی :

مؤلف : احمد ابو عبدالرحمٰن النسائی۔

محشی : ابوالحسن سندھی۔

مطبوعہ : بیروت دار الاحیاء التراث العربی۔

سنہ طباعت : درج نہیں۔

جلدیں	۸ / عدد	کتاب المواقیت
جلد اوّل : از ابتداء۔	تا : کیف یقضی الفائت من الصلوٰۃ صفحات	۲۹۹ :
جلد ثانی : از کتاب الأذان۔	تا : کیف التشہد الاولی و کتاب الافتتاح صفحات	۲۴۴ :
جلد ثالث : از کتاب السہو	تا : باب متیٰ یقضی من نام عن حزبہ من اللیل صفحات،	۲۶۶ :
جلد رابع : از کتاب الجنائز	تا : کیف یصوم ثلاثۃ ایام من کل شہر کتاب الصیام و کتاب قیام اللیل و تطوع النہار ص ۲۲۵	
جلد خامس : از کتاب الزکوٰۃ	تا : باب ما یحل للمحرم بعد رمی الجمار۔ و کتاب مناسک الحج) صفحات :	۲۷۷
جلد سادس : از کتاب الجہاد	تا : عطیۃ المرأۃ بغیر اذن زوجہا و کتاب العمریٰ : صفحات :	۲۸۰

---

(۲۸۴) ابوالطیب : مجموعہ شروح اربعہ کانپور مطبع نظامی ۱۲۹۹ھ (۲۸۵) محمد حنیف گنگوہی : ظفر المحصلین : ص ۱۵۸

جلد سابع از کتاب الایمان والنذور تا: الرجل یبیع السلعۃ فیستحقہا مستحق (کتاب البیوع) صفحات: ۳۲۱
جلد ثامن از کتاب القسامۃ تا: ذکر الاشربۃ المباحۃ (کتاب الاشربۃ) : صفحات: ۳۳۶)

حاشیہ میں علامہ سندھی کی خصوصیت یہ ہے کہ باوجودیکہ سیوطی اور علامہ موصوف کا حاشیہ ایک ہی نسخہ میں مطبوع ہے لیکن الحاشیہ میں تکرار نہیں پایا جاتا ہے، علامہ صرف انہی مسائل پر بحث کرتے ہیں جن پر سیوطی نے قلم نہیں اٹھایا۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ کے حاشیہ میں سند اور مسائل فقہیہ پر بحث نہیں ملے گی البتہ حدیث کے الفاظ کی لغوی وضاحت و تشریح، اعراب و حرکات کا بیان اور اختلاف روایات کی صورت میں تطبیق، یہ علامہ سندھی کے حاشیہ کی امتیازی خصوصیات ہیں حدیث کی تشریح و وضاحت کے علاوہ ترجمۃ الباب میں اگر کوئی وضاحت طلب امر ہو تو اس کی توضیح بھی پیش کرتے ہیں۔

(تعارف سنن ابن ماجہ

ابو عبداللہ محمد بن یزید جو ابن ماجہ کے نام سے مشہور رہیں۔ قزوین جو عراق کا ایک شہر ہے، کے رہنے والے ہیں آپ کی وفات ۲۷۳ھ/۸۸۶ء یا ۲۷۵ھ/۸۸۸ء میں ہوئی۔ آپ کی کتاب سنن اربعہ میں چوتھی اور صحاح ستہ میں چھٹی کتاب شمار کی جاتی ہے۔ ائمہ اسماء الرجال کے نزدیک سنن ابن ماجہ کے اکثر رجال ثقہ و عدل ہیں اور آپ اس کتاب کو ان حضرات نے اہل علم کے لیے عموماً اور فقہائے محدثین کے لیے خصوصاً نافع و مفید تسلیم کیا ہے! (۲۸۶)

امام ابن ماجہ نے اپنی کتاب کی تکمیل کے بعد جب اسے حافظ ابو زرعہ رازی کے سامنے پیش کیا تو ابو زرعہ نے اس کی صحت کی گواہی دی اور فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں آگئی تو (حدیث کی موجودہ) تصنیفات یا ان میں سے اکثر کو معطل ہو کر رہ جائیں گی۔ (۲۸۷)

حسن ترتیب، اختصار اور احادیث کا تکرار نہ ہونے میں یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے۔

(اس کتاب میں بتیس (۳۲) کتابیں، ایک ہزار پانچسو (۱۵۰۰) باب، اور کل چار ہزار حدیثیں ہیں! ایسی حدیثیں

(۲۸۶) کتانی، محمد بن جعفر: الرسالۃ المستطرفۃ: کراچی، نور محمد، ص ۱۲ (۲۸۷) عبدالعزیز دہلوی، شاہ: بستان المحدثین۔ اردو ترجمہ عبدالسمیع، مولانا، کراچی، میر محمد، ص ۱۹۰

جن کی سندوں میں خلل ہے یا وہ روایات شدید النکارہ ہیں، تیس[۳۰] سے زائد نہ ہوں گی۔ شاہ محمد اسحٰق کے نزدیک آپ کی وفات ۲۲ رمضان المبارک ۱۲۷۳ھ / ۱۸۸۶ء کو پیر کے روز ہوا۔ (۲۸۸)

حاشیہ سنن ابن ماجہ

نام کتاب : سنن المصطفیٰ

مؤلف : ابن ماجہ محمد بن یزید ابی عبداللہ القزوینی۔

مصر : مطبع تازیہ۔ س ن : اشاعتِ اول

دو جلدیں :

جلد اول از باب اتباع السنۃ تا باب من خلط فی نذرہ طاعۃ بمعصیۃ صفحات : ۶۵۵

جلد ثانی : از ابواب التجارۃ تا باب صفۃ الجنۃ۔ صفحات ۵۹۸

مصر کے اس مطبوعہ نسخہ میں صفحہ کے بالائی حصہ پر متنِ حدیث اور زیریں حصہ پر علامہ سندھی کا حاشیہ مطبوع ہے۔

علامہ پہلے ترجمۃ الباب کی وضاحت کرتے ہیں۔ اسی کی تائید و توثیق میں آیاتِ قرآنیہ لاتے ہیں اور پھر متنِ حدیث پر کلام کرتے ہیں۔ متنِ حدیث پر کلام کرنے میں ترتیب عموماً حسب ذیل ہوتی ہے۔

۱۔ الفاظِ حدیث کی تشریح و وضاحت۔

۲۔ مسائل مستنبطہ کا بیان۔

۳۔ صراحۃ النص اور دلالۃ النص سے مستفاد معانی و مفاہیم۔

۴۔ حدیث کی حیثیت ضعیف ہے یا صحیح۔

۵۔ بعض مقامات پر کسی راوی کے بارہ میں ائمہ اسماء الرجال کے اقوال بھی نقل کیے جاتے ہیں۔

۶۔ ائمہ فقہاء کے اختلاف کی صورت میں امام ابوحنیفہؒ کے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔

۷۔ کسی روایت میں اگر کوئی لفظ راوی کا مدرج ہو تو اس کی صراحت علامہ سندھی کرتے ہیں (۲۸۹)

---

(۲۸۸) ایضاً س: ۱۹۱ (۲۸۹) ابن ماجہ، محمد بن یزید ابی عبداللہ القزوینی۔ سنن المصطفیٰ بحاشیہ علامہ ابوالحسن سندھی مصر، مطبع تازیہ س ن۔ اشاعت اول۔ سنن نسائی کی دوسری اشاعت بیروت، دار احیاء التراث العربی سے شائع ہوئی ہے یہ ۸ اجزاء اور چار جلدوں پر مشتمل ہے اس اشاعت میں علامہ سندھی کے ساتھ سیوطی کا حاشیہ بھی موجود ہے۔

۲۰۸: شیخ محمد افضل سیالکوٹی۔ م ۱۱۴۶ھ/۱۷۳۴ء

آپ علم حدیث کے ماہرین میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے علم حدیث عبدالاحد بن محمد سعید سرہندی سے حاصل کیا اور پھر حجاز کا سفر کیا جہاں شیخ سالم بن عبداللہ کی صحبت، خیر و منافع کثیر حاصل کیے۔ وطن مراجعت کے بعد دہلی میں سکونت اختیار کرلی اور غازی الدین خان کے مدرسہ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔

شاہ ولی اللہ، شیخ جانجاناں علوی اور شیخ گدا علی جیسے کبار محدثین و علماء آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

درس و تدریس کے علاوہ نقد و کتب سے اہل علم کی خدمت کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ آپ کو پندرہ ہزار درہم ملے آپ نے تمام کی کتب خرید کر اہل علم کے لیے وقف کر دیں۔

آپ کی وفات ۱۱۴۶ھ/۱۷۳۴ء میں ہوئی۔ (۲۹۰)

۲۰۹: شیخ محمد قائم سندھی۔ م ۱۱۵۷ھ/۱۷۴۴ء

شیخ محمد قائم کا تعلق ٹھٹھہ سے ہے، شیخ رحمت اللہ سندھی کے تلمیذ ہیں۔ آپ دوسری مرتبہ حجاز گئے وہیں سکونت اختیار کرلی۔ درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور ۱۱۵۷ھ/۱۷۴۴ء میں حجاز ہی میں وفات پا گئے۔ (۲۹۱)

علامہ محمد معین ٹھٹھوی۔ م ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء

مخدوم محمد معین ابن مخدوم محمد امین ابن مخدوم طالب اللہ ٹھٹھہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانہ کے ممتاز محدث مخدوم عنایت اللہ ٹھٹھوی اور شاہ ولی اللہ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا، مفتی عبدالقادر صدیقی مکی سے اجازت حدیث حاصل کی۔ دہلی سے سندھ مراجعت کے بعد آپ نے ابوالقاسم نقشبندی اور سید عبداللطیف سے کسب فیض کیا۔ اور ان حضرات سے علمی و روحانی استفاضہ کیا۔ آپ اپنے زمانہ کے عدیم النظیر محدث، متکلم، ادیب اور شاعر تھے۔ ائمہ اربعہ میں سے کسی متعین امام کی تقلید کے قائل نہ تھے۔

---

(۲۹۰) عبدالحئی: نزہۃ الخواطر، ج ۶: ص: ۲۸۰ (۲۹۱) ایضاً ــــــ ص ۳۴۵

آپ نے معرکۃ الآراء کتاب "دارالسات اللبیب فی اسوۃ الحسنۃ با لحبیب۔"
مرتب کی جس کے باب اول میں فقہاء و مجتہدین کے اقوال و مسالک کا حدیث کی روشنی
میں جائزہ لیا گیا ہے۔

علاوہ ازیں آپ نے علم تصوف میں کچھ رسائل مرتب کیے جن میں "طریقۃ العون فی تحقیقۃ
الکون" فارسی رسالہ سب سے زیادہ معروف ہے۔ ۱۱۶۱ھ/۴۸ ۱۷ء میں آپ نے وفات پائی۔ (۲۹۲)

۲۱۰: شیخ ابوالطیب سندھی متوفی بارہویں صدی ہجری:

ابوالطیب محمد بن عبدالقادر سندھی۔ مدنی، ان علمائے محدثین میں سے ہیں جن کی ولادت و پرورش
سندھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد حصولِ علم کے لیے حجاز کا سفر کیا۔ وہاں حسن بن علی العجیمی، طاہر
بن ابراہیم بن الحسن کورانی، اور محمد سعید کوکنی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ حصولِ علم کے بعد آپ نے
مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کرلی۔ تدریس سے منسلک اور تالیف میں منہمک ہو گئے۔ شیخ عبدالرحمٰن بن
عبدالکریم انصاری۔ شیخ عبداللہ بن ابراہیم بری۔ شیخ محمد بن علی شروانی اور شیخ یوسف بن عبدالکریم کے علاوہ
خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا۔

آپ کی تاریخ وفات کا صحیح علم نہیں ہو سکا۔ البتہ آپ کے مشائخ سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے
کہ آپ شیخ ابوالحسن سندھی کے ہم عصر علماء میں سے ہیں اور ان کے حجاز جانے کے کچھ مدت بعد حجاز گئے۔
کیونکہ شیخ ابوالحسن کے استاذ ابراہیم بن الحسن کورانی تھے جبکہ ابوالطیب کے استاد ابراہیم کے فرزند ارشد
طاہر بن ابراہیم ہیں۔ (۲۹۳)

درس و تدریس کے علاوہ آپ نے تصنیف و تالیف کے ذریعہ بھی علم حدیث کی خدمت کی جامع
ترمذی کی عربی میں ایک شرح مرتب کی جو شروح ترمذی میں نمایاں مقام رکھتی ہے۔ مطبع نظامی، دہلی
نے اسے شروح اربع کے ساتھ شائع کیا تھا۔ (۲۹۴)

---

(۲۹۲) ایضاً ـــــــــ ص ۳۵۱ : الرحیم، اگست ۱۹۶۳ء ص ۲۹ (۲۹۳) ایضاً ـــــــــ ص ۱۴
محمد اسحٰق۔ علم حدیث میں پاک و ہند: ص ۲۸۲ (۲۹۴) حوالا بالا

۲۱۱۔ شیخ محمد حیات سندھی م ۱۱۶۳ھ / ۱۷۴۹ء

علامہ ابوالحسن کبیر نے جو مسند درس مدینہ منورہ میں بچھائی تھی۔ اس کو جاری رکھنے کی سعادت علامہ کے تلامذہ میں شیخ محمد حیات سندھی کے حصہ میں آئی۔

محمد حیات بن ابراہیم سندھی جو قبیلہ چاچڑ سے تعلق رکھتے تھے کی پیدائش مدینہ منورہ میں اور نشوونما سندھ میں ہوئی۔ محمد معین ٹھٹھوی سے ابتدائی علوم حاصل کرنے کے بعد علم حدیث کے حصول کی غرض سے آپ حرمین گئے اور مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کر لی۔ شیخ ابوالحسن کبیر، شیخ عبداللہ بن سالم ابصری، شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم کردی۔ اور شیخ حسن بن علی العجیمی سے علم حدیث میں استفادہ کیا۔ حصول علم کے بعد مدینہ منورہ میں شیخ ابوالحسن کبیر کی جگہ درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔

شیخ ابوالحسن صغیر، احمد بن عبدالرحمٰن سندھی، محمد سعید صفر، شیخ عبدالقادر خلیل کدک، شیخ عبدالقادر بن احمد بن عبدالقادر، شیخ عبدالکریم بن عبدالرحیم، شیخ علی بن صادق داغستانی، سید علی بن ابراہیم بن جمعہ شیخ عبدالکریم بن احمد شراباتی، محمد بن عبداللہ خلیفتی، شیخ علیم اللہ بن عبدالرشید لاہوری، شیخ خیرالدین بن محمد زاہد سورتی، شیخ محمد فاخر بن محمد یحییٰ عباسی الہ آبادی، شیخ غلام علی بن نوح واسطی بلگرامی کے علاوہ ۲۵ رسال تک، اہل علم کی ایک کثیر تعداد آپ سے مستفید ہوتی رہی۔

۲۶ رصفر بروز بدھ ۱۱۶۳ھ/ ۱۷۴۹ء کو مدینہ منورہ میں آپ کی وفات ہوئی اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے

تالیفات رسالۃ فی ابطال الضرائح، رسالہ فی النھی عن عشق صور المرد والنسوان الایقاف علی اسباب الاختلاف ۔ سنت و حدیث کی حجیت اور واجب العمل کے ثبوت میں ایک رسالہ مرتب کیا جس کا نام تحفۃ الانام فی العمل بحدیث النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔

۲۱۲۔ مولانا عبدالولی کشمیری م ۱۱۷۱ھ / ۱۷۵۷ء

آپ طرخان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وطن مالوف میں حاصل کرنے کے بعد حجاز چلے گئے۔ ابوالحسن کبیر سے علم حدیث میں استفادہ کیا۔ حصول علم کے بعد سندھ آ کر درس حدیث شروع کیا۔ شیخ قوام الدین

(۲۹۵) عبدالحئی۔ نزھۃ الخواطر: ج ۶: ص ۲۰۱ ؛ الرحیم جولائی ۱۹۶۲ (سرزمین سندھ میں علم حدیث)

محمد کشمیری کے علاوہ خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا۔ ۱۱۷۱ھ/۱۷۵۷ء میں آپ کی وفات ہوئی۔ (۲۹۶)
ایک روایت کے مطابق آپ کو شہید کیا گیا۔ (۲۹۷)

۲۱۳: مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھائی م ۱۱۷۴ھ

مخدوم محمد ہاشم بن عبد الغفور بن عبد الرحمن ٹھٹھوی ۱۱۰۴ھ/۱۶۹۲ء میں بٹورہ ضلع ٹھٹھہ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد مخدوم عبد الغفور سے حاصل کی اس کے بعد ٹھٹھہ جاکر وہاں کے مشہور عالم مخدوم ضیاء الدین ٹھٹھوی کی خدمت میں حدیث و فقہ و دیگر علوم و فنون کی تکمیل کی۔ بعدہ حرمین شریفین جاکر مقامات مقدسہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور مکہ شریف کے مشہور علماء اور محدثین مثلاً شیخ عبد القادر صدیقی، شیخ عید بن علی مصری، شیخ محمد ابی طاہر مدنی اور شیخ علی بن عبد الملک دراوی سے حدیث کی سند حاصل کی طریقت کا خرقہ سید سعد اللہ سورتی سے پہنا جو اپنے وقت کے مرشد کامل تھے۔

آپ نے تین سو سے زائد کتابیں تفسیر، حدیث، فقہ، تجوید، حساب، فلسفہ وغیرہ علوم و فنون پر عربی فارسی اور سندھی میں لکھی ہیں۔ جس میں اکثر ضائع ہو چکی ہیں جو موجود ہیں وہ آپ کی جلالت شان اور تبحر علمی پر دلالت کرتی ہیں۔ آپ کی تصانیف میں سے حیاۃ القاری باطراف البخاری، فرائض الاسلام تحفۃ القاری۔ مجمع القاری۔ ایسی کتابیں ہیں جن کی نظیر شاید ہی کہیں مل سکے۔ آپ کا ایک ثبت بنام اتحاف الاکابر اور اس کا ذیل موجود ہے۔

مخدوم ابوالحسن صغیر ٹھٹھوی ثم مدنی، حاجی فقیر اللہ علوی شکارپوری، مخدوم عبد اللطیف بن مخدوم محمد ہاشم جیسے نامور علماء آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

مخدوم ہاشم کی رحلت ۱۱۷۴ھ/۱۷۶۰ء میں ہوئی ٹھٹھہ شہر میں مدفون ہیں۔ (۲۹۸)

پانچواں دور گیارہویں صدی ہجری/سترہویں صدی عیسوی مکمل اور بارہویں صدی ہجری/اٹھارویں صدی عیسوی کے تین چوتھائی پر مشتمل ہے۔

اس دور کے محدثین کے تذکرہ میں اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے کہ حصہ پاکستان میں ہونے والی

---

(۲۹۷) رحمٰن علی: تذکرہ، ص ۲۳۲۔

خدماتِ حدیث کا تذکرہ علیحدہ اور تفصیل سے کیا جائے اور برصغیر کے دوسرے حصہ کی خدمات کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جائے۔

اس دور کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ ایک جانب اس دور میں اکبر جیسا بادشاہ موجود تھا کہ جس نے اتحاد، اتفاق، رواداری اور بھائی چارہ کے پردہ میں اسلام اور ادیانِ باطلہ کو ملا کر ایک دین اکبری تشکیل دیا اور اس کا نام "دین الٰہی" رکھا۔ شیخ احمد سرہندی نے اس فتنہ کا مقابلہ کیا اور تجدید دین کے فرائض بحسن و خوبی انجام دیکر امت سے "مجدد الف ثانی" کا لقب حاصل کیا۔ ان کی ان خدمات کے اثرات نے جہاں عوام کے ذہنوں کو دینِ اکبری کی پراگندگیوں سے پاک کیا، وہاں اہل علم میں علم کی ایک تحریک زندہ و اجاگر کی۔

چنانچہ گیارہویں صدی میں سرہند سے تعلق رکھنے والے محدثین کی کثیر تعداد نظر آتی ہے، سرہند سے منسلک محدثین کا یہ سلسلہ مجدد الف ثانی کے استاد مولانا عبدالرحمن محدث سے شروع ہوتا ہے اور مجدد الف ثانی، شیخ محمد سعید سرہندی، شیخ معصوم بن احمد سرہندی اور خواجہ سیف الدین سرہندی سے ہوتا ہوتا ہوا۔ بارہویں صدی میں داخل ہوتا ہے۔ بارہویں صدی میں اس کے اثرات شیخ محمد اعظم سرہندی فرخ شاہ سرہندی، شیخ عبدالاحد سرہندی، شیخ قطب الدین سرہندی کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ سرہند کے علاوہ اس دور میں گجرات کے محدثین نمایاں تعداد میں نظر آتے ہیں۔

حصہ پاکستان میں سندھ سے تعلق رکھنے والے تمام محدثین ماسوائے طاہر بن یوسف، عیسٰی بن قاسم سندھی، قاضی نصیر الدین برہانپوری اور علامہ محمد معین ٹھٹھوی حجاز چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔ جن میں حمید الدین بن قاضی عبداللہ، شیخ فتح محمد برہانپوری، ابوالحسن کبیر، شیخ محمد قاسم سندھی، شیخ ابوالطیب سندھی، اور شیخ محمد حیات جیسے کبار محدثین شامل ہیں۔

اس دور کی خصوصیات میں سے یہ بھی ایک امتیازی خصوصیت ہے کہ اس دور میں شروح صحاح ستہ پر زور دیا گیا اور بہت سے محدثین اس طرف متوجہ ہوئے۔

دَورِ سادس
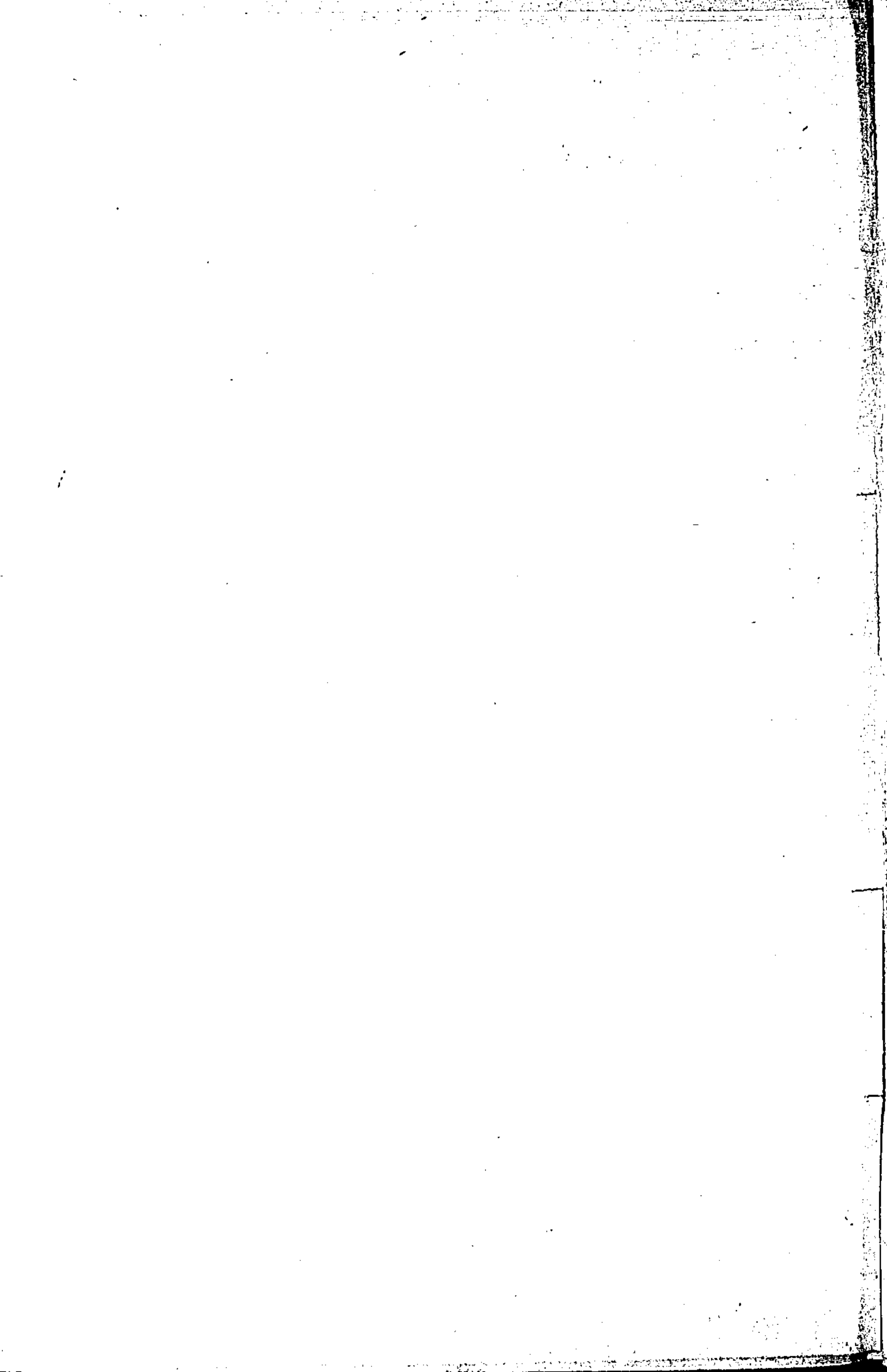
دورِ سادس

۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء تا ۱۲۸۰ھ

۲۱۴۔ شیخ شاہ ولی اللہ دہلوی م ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء

شاہ ولی اللہ بن عبد الرحیم امام المحدثین والمفسرین ۱۴ شوال بروز بدھ ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء کو پیدا ہوئے آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔

۲۵ سال کی عمر تک اپنے والد سے علم تفسیر، حدیث اور فقہ کی بنیادی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ ۱۱۴۳ھ/۱۷۳۰ء کو حرمین چلے گئے۔ دو سال قیام کے دوران مدینہ منورہ میں آپ نے ابوطاہر محمد بن ابراہیم کردی سے استفادہ کیا۔

آپ نے صحیحین و سنن کے علاوہ جامع ترمذی، مؤطا امام مالک مسند دارمی و احمد، الجامع الکبیر للشافعی کا کردی سے سماع کیا۔ اور کردی نے آپکو اجازۃِ حدیث دی۔ پھر ۱۱۴۴ھ/۱۷۳۱ء میں آپ مکہ مکرمہ آگئے وہاں شیخ وفد اللہ مکی سے مؤطاء امام مالک کا سماع کیا، شیخ تاج الدین قلعی مکی کے درس حدیث میں حاضر ہوئے اور قلعی سے کچھ حصہ صحاح ستہ، مؤطا امام مالک مسند دارمی اور کتاب الآثار لامام محمد کا سماع کیا۔ قلعی نے بھی آپ کو روایت حدیث کی اجازت دی۔ ۱۱۴۵ھ/ ۱۷۳۲ء میں آپ ہند واپس آگئے۔

آپ علم حدیث کے علاوہ تفسیر، اصول تفسیر، علم العقائد، فقہ، اصولِ فقہ، علم تصوف اور زبان و ادب عربی و فارسی میں مہارت رکھتے تھے۔

شاہ ولی اللہ کی علم حدیث کی خدمات کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، ایک طرف آپ نے علم حدیث میں کتب و شروح تالیف کیں دوسری جانب درس حدیث کا سلسلہ ایک نئے اسلوب و انداز سے جاری کیا۔ درسِ حدیث کا سلسلہ شاہ ولی اللہ سے قبل کے ہندی محدثین کے تذکروں میں

ملتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تلامذہ کی ایک کثیر تعداد نے استفادہ کیا، لیکن شاہ ولی اللہ کو یہ فوقیت حاصل ہے کہ ایک جانب ان کے اقارب نے اس علم کو آگے بڑھایا دوسری جانب ان کے تلامذہ نے اس کی ترقی میں بھرپور حصہ لیا۔ اور ایسا سلسلۃ الذہب معرض وجود میں آیا کہ جس میں ہنوز کڑیاں ملتی چلی جارہی ہیں۔ اور بعضہا فوق بعض محدثین ورجال علم حدیث کی خدمت کرتے چلے آرہے ہیں۔

شاہ ولی اللہ کے بعد علم حدیث کی قابل ذکر کوئی خدمت اگر ہند میں نظر آتی ہے تو وہ براہ راست یا بالوسائط شاہ ولی اللہ سے ہی منسوب نظر آتی ہے۔

شاہ ولی اللہ کے وہ بلا واسطہ تلمیذ جنہوں نے اس سلسلہ کی ترقی وترویج میں بنیادی واساسی کردار ادا کیا شاہ عبدالعزیز دھلوی ہیں

شاہ عبدالعزیز کے تلمیذ شاہ محمد اسحٰق دہلویؒ ہیں

شاہ محمد اسحٰق کے تلامذہ میں دو قسم کے محدثین پائے جاتے ہیں۔ ایک وہ جو اپنے آپ کو "اہل حدیث" کا نام دیتے ہیں۔ اور تقلید ائمہ کے قائل نہیں۔

شاہ محمد اسحٰق کے بعد ان محدثین کا سلسلہ میاں سید نذیر حسین دھلوی سے شروع ہوتا ہے۔ جبکہ دوسرا طبقہ ان محدثین پر مشتمل جو اپنے آپ کو "حنفی" کہتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کی تقلید کے قائل ہیں۔ یہ سلسلہ سند شاہ عبدالغنی سے شروع ہوتا ہے۔ اس طرح محدثین کے دو سلاسل شاہ ولی اللہ کے بعد سے شروع ہوتے ہیں۔ ان سلاسل کی بنا پر برصغیر میں علم حدیث کی خدمات میں ایک انقلاب رونما ہوتا ہے اور یہ اس انقلاب کا پہلا سنگ میل ثابت ہوتا ہے جو آئندہ صدی میں رونما ہوا۔ شاہ ولی اللہ سے قبل تک برصغیر علم حدیث کے معاملہ میں خود کفیل نہ تھا بلکہ شائقان وطالبانِ علم حدیث کو اپنی تشنہ تکمیل تمنا کو پورا کرنے اور اپنے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے دمشق عراق اور حجاز کے سفر کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑتی تھیں جس کے بنیادی طور پر دو نتائج برآمد ہوئے جو گزشتہ اوراق میں اشارۃً بیان کیے جاچکے ہیں۔ اولاً ہر طالب علم سفر کی ان مشکلات اور اخراجات برداشت کرنے پر قادر نہ تھا۔ جن کا اس وقت مقابلہ کرنا پڑتا تھا چنانچہ بہت سے حضرات اپنی تشنۂ تکمیل تمنا لیے خالق حقیقی سے جاملتے۔

ثانیاً جو محدثین اسفارِ علمیہ کرتے تھے۔ بہت کم ایسے ہوتے تھے جو واپس ہند آتے اور درس وتدریس

کا سلسلہ شروع کرتے۔ اور اگر شروع کرتے تو ان کے کبر سنی اور ضعف قوی کی بنا پر اسقدر نتائج نہ ہوتا کہ اس سے چند ایسے لوگ مستفید ہو جاتے کہ جو اس سلسلہ کو آگے بڑھاتے۔

لیکن شاہ ولی اللہ کی یہ خوش بختی تھی کہ اللہ تعالی نے مراجعت ہند کے بعد ایسے تلامذہ عطاء فرمائے کہ جنہوں نے نہ صرف تصنیف و تالیف کے ذریعہ اس سلسلہ کو آگے بڑھایا بلکہ درس و تدریس کے سلاسل قائم کر کے سند شاہ ولی اللہ کو حیوۃ جاودانی دی۔

درس حدیث کے علاوہ شاہ ولی اللہ نے تصنیف و تالیف کے ذریعہ علم حدیث کی جو خدمت کی وہ حسب ذیل ہے۔

"المصطفیٰ شرح موطا۔ صرف شرح حدیث پر مشتمل ہے۔ اختلاف فقہاء کو بیان نہیں کیا گیا۔ المسویٰ شرح مؤطا۔ بیان اختلاف پر مبنی، شرح تراجم الابواب بخاری۔ نوادر النوادر، الاربعین الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین۔ الارشاد فی مہمات الاسناد، فارسی اسناد پر مشتمل ایک لبسیط رسالہ علم حدیث کے علاوہ، علم تفسیر، علم عقائد، فقہ و اصول فقہ، معرفت و سلوک زبان و ادب اور سیر و تاریخ پر تالیفات کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔

۶۲ رسال کی عمر میں ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء میں آپ کی وفات ہوئی۔ (۲۹۹)

۲۱۵: شیخ محمد عاشق پھلتی۔ م ۱۱۸۷ھ/۱۷۷۳ء

(محمد عاشق بن عبید اللہ بن محمد صدیقی پھلتی۔ شاہ ولی اللہ کے تلمیذ۔ کبار علماء میں شمار ہوتے ہیں آپ شاہ ولی اللہ کے ماموں زاد بھائی تھے، ان سے آپ نے کسب فیض کیا۔ ۱۱۴۴ھ/۱۷۳۱ء میں آپ نے شاہ ولی اللہ کے ساتھ حرمین کا سفر کیا۔ حج و زیارۃ کے بعد کبار علماء سے کسب فیض کیا جن میں شاہ ولی اللہ کے استاد شیخ ابو طاہر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

آپ نے ۱۱۸۷ھ میں وفات پائی۔

(۲۹۹) تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: (الف) عبدالحئی: نزہۃ الخواطر ج ۶: ص ۳۹۸ تا ۴۱۵ (ب) امام خان نوشہروی: تراجم علماء حدیث ہند (لاہور: ۱۹۲۸ء) ص ۲۸ تا ۲۷، (ج) برکاتی: محمد احمد حکیم: شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان (لاہور ۱۹۷۶ء) ص ۲۷، (د) اختر، احسان الحق: حضرت شاہ ولی اللہ: لاہور سنگ میل۔ ص: ۱۲۱

تالیفات: معرفت و سلوک میں فارسی کتاب "سبیل الرشاد"، القول الجلی فی مناقب الولی شاہ ولی اللہ کی کتاب "دعاء الاعتصام" کی شرح کے علاوہ شاہ ولی اللہ کی المصطفیٰ کی شرح (۳۰۰)

۲۱۶۔ مرزا جانجاناں دہلوی م ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۰ء

زاہد شمس الدین حبیب اللہ مرزا جانجاناں علوی جمعہ کے دن ۱۱ رمضان ۱۱۱۱ھ/۱۶۹۹ یا ۱۱۱۳ھ/۱۷۰۱ کو پیدا ہوئے۔ قرآن کریم کی تکمیل اور ابتدائی تعلیم کے بعد محمد افضل سیالکوٹی کی صحبت اختیار کرلی اور ان سے علم حدیث میں کسب فیض کیا

آپ پر تصوف و زہد کا اسقدر غلبہ تھا کہ عام لوگوں کی دعوت قبول کرتے تھے نہ عام لوگوں کی مجالس میں شرکت کرتے۔ حصول علم کے بعد آپ نے علم حدیث کا درس دینا شروع کر دیا۔ عمل بالحدیث کی تاکید کیا کرتے تھے۔ آپ کا نظریہ تھا کہ حدیث صحیح منسوخ نہیں ہوسکتی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم عن الخطا ہے۔

۷ ارمحرم الحرام ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۰ء کو بعد مغرب آپ کی وفات ہوئی۔ (۳۰۱)

۲۱۷۔ مولانا فخر الدین دہلوی م ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۴ء

(فخر الدین بن محب اللہ، شاہ ولی اللہ کے تلمیذ، متعدد علوم کے ماہر تھے۔ آپ کی ولادت اورنگ آباد میں ہوئی، آپ نے حصول علم کے لیے دہلی، اجمیر، پاک پٹن لاہور اور پانی پت کے سفر کیے اور دہلی میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔)

۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ء میں آپ نے دہلی میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا جو وفات تک جاری رہا۔ آپ کی وفات ۷ رجمادی الثانی ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۴ء کو دہلی میں ہوئی۔

تالیفات۔ نظام العقائد، الرسالۃ المرجیۃ، فخر الحسن، (۳۰۲)

(۳۰۰) عبد الحئی نزھۃ الخواطر: ج ۶: ص ۳۲۸

۳۰۱۔ ایضاً ———— ص ۵۰۔

۳۰۲۔ ایضاً ———— ص ۲۱۸

حصہ پاکستان:

۲۱۸۔ شیخ ابوالحسن ٹھٹھوی م ۱۱۸۷ھ/۱۷۷۳ء

آپ کا نام محمد بن صادق تھا۔ ابوالحسن کنیت تھی۔ اور ابوالحسن کبیر سے امتیاز کی بنا پر ابوالحسن صغیر کے لقب سے معروف ہوئے۔

۱۱۳۵ھ/۱۷۲۲ء میں ٹھٹھہ میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی اور پھر حرمین ہجرت کر لی جہاں شیخ محمد حیات سندھی، شیخ شمس بن عقیلہ، سالم بن عبداللہ بصری عطاء مکی سے استفادہ کیا۔ شیخ شاکر العقاد حافظ مرتضی زبیدی، ابن الدین بن حمید الدین کاکوردی اور شیخ محمد عابد انصاری سندھی جیسے کبار محدثین آپ کے تلامذہ شمار ہوتے ہیں۔

صحیح بخاری سے آپ کو خصوصی تعلق تھا اور اس کی زیر زبر کے ساتھ سے کتابت کیا کرتے تھے۔ ایک نسخہ مکمل ہو جاتا تو دوسرا شروع کر دیتے۔ آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا بخاری کا ایک نسخہ امام یمن کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

شیخ محمد حیات کی وفات کے بعد ان کی مسند پہ درسِ حدیث شروع کیا اور یہ سلسلہ وفات تک جاری رہا۔

۱۱۸۷ھ/۱۷۷۳ء میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ (۳۰۳)

تیرہویں صدی ہجری/انیسویں صدی تا ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۵ء

حصہ ہند:

(۲۱۹) مرتضیٰ بن محمد بلگرامی م ۱۲۰۵ھ/۱۷۹۰ء

(مرتضیٰ بن محمد بن قادری بن ضیاء اللہ بلگرام میں ۱۱۴۵ھ/۱۷۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم وطن

۳۰۳۔ الرحیم، اگست ۱۹۶۳ء ص ۲۰۔ سرزمین سندھ میں علم حدیث کی خدمت۔ قسط ۲

مالوف اور سندیلہ میں حاصل کی اور پھر حصولِ علم حدیث کے لیے دہلی کا سفر کیا اور شاہ ولی اللہ سے علم حدیث میں استفادہ کیا۔ پھر سورت میں خیر الدین بن زاہد سورتی سے سماع کیا اور ایک سال وہاں قیام کے بعد حجاز مقدس چلے گئے۔ محمد مقبول اھدال، شیخ عبدالخالق بن ابی بکر مزجاجی اور شیخ محمد بن علاء الدین مزجاجی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ حجاز کے بعد آپ نے مصر، رشید، دمیاط اسیوط اور الصعید کے اسفار علمیہ کیے اور وہاں موجود علماء و محدثین سے کسبِ فیض کیا۔

اطرافِ عالم اور علماء وقت سے حصولِ علم کے بعد درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ آپ کو علم لغت اور علم حدیث میں خاص مہارت حاصل تھی۔ تالیفات میں دس جلدوں پر مشتمل "تاج العروس شرح القاموس" کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ علاوہ ازیں اتحاف السادة المتقین شرح احیاء علوم الدین، ۲۰ جلدیں تکملة القاموس، رفع الکلل عن العلل، شرح الحزب الکبیر، ازالة المتی فی سرالکنیٰ، القول المبتوت فی تحقیق لفظ التابوت حسن المحاضرة فی اداب البحث والمناظرہ، کشف الغطاء عن صلوة الوسطیٰ الاحتفال بصوم الست من شوال۔ ایضاح المدارک عن نسب العواتک اقرار العین بذکر من نسب الی الحسن والحسین، الابتهاج بذکر امر الحاج، الفیوضات العلیہ بما فی سورة الرحمٰن من اسرار الصیغة الالهیة، التعریف بضرورة علم التصریف العقد المتین فی طرق الالباس والتلقین، اتحاف الاصفیا بسلاسل اولیاء۔ اتحاف نبی الزمان فی حکم تھوة الیمن، اتحاف الاخوان فی حکم الدخان، المقاعد النعدیه فی المشاهد النقشبندیة ودیگر۔

علم حدیث میں۔ شرح حدیث ام زرع تخریج حدیث "شیبتنی هود" تخریج حدیث نعم الادام الخل۔ المواهب الجلیة فیما یتعلق بحدیث المسلسل باؤلیة العروس المجلیه فی طرق حدیث الاولیة، رسالة فی اصول الحدیث، تالیفات اساسی حیثیت رکھتی ہیں۔

روز ہفتہ ماہ شعبان ۱۲۰۵ھ/۱۷۹۰ء کو مرض طاعون سے وفات ہوئی۔ (۲۴)

---

(۲۴) عبدالحئی: نزہة الخواطر۔ ج ۷: ص ۴۸۴ تا ۴۹۲

۲۲۰: مولانا خیرالدین سورتی م ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۱ء

مولانا خیرالدین بن محمد زاہد بن حسن محمد حضرت زبیر بن عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہیں، سورت میں پیدا ہوئے۔ مولانا عبدالغفور، شیخ محمد بن عبدالرزاق حسینی، شیخ نوراللہ اور شیخ نصراللہ سے ہند میں اور شیخ حیاۃ سندھی سے مدینہ منورہ میں استفادہ کیا۔ مدینہ منورہ سے وطن واپس آگئے اور پچاس سال تک درسِ حدیث دیتے رہے۔ علم سلوک میں تصانیف بھی موجود ہیں۔

۱۰ رجب ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۱ء کو سورت میں وفات ہوئی۔ (۳۰۵)

۲۲۱: شیخ صفدر بن حسین اورنگ آبادی م ۱۲۱۲ھ/۱۷۹۷ء

صفدر بن حسین بن صادق اورنگ آبادی اپنے علاقہ و زمانہ کے ممتاز محدثین میں شمار ہوتے ہیں آپ کو ضبطِ اسناد و متون میں ملکہ حاصل تھا۔ ۱۲۱۲ھ/۱۷۹۷ء حیدرآباد دکن میں آپ کی وفات ہوئی۔ (۳۰۶)

۲۲۲: شیخ نثار علی ظفرآبادی م ۱۲۱۵ھ/۱۸۰۰ء

شیخ نثار علی بن محمد صادق حسینی قطب الدین ابی الغوث کی اولاد اور شاہ ولی اللہ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ الٰہ آباد میں مولانا برکت اللہ آبادی سے ابتدائی علوم کے حصول کے بعد دہلی چلے گئے اور شاہ ولی اللہ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا) وطن مالوف واپسی کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ حدیث، فقہ اور منطق میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔

روز جمعہ ۲۷ شوال ۱۲۱۵ھ/۱۸۰۰ء کو الٰہ آباد کے نواح میں قصبہ میاں پور میں وفات پائی۔ (۳۰۷)

۲۲۳: شیخ احمد بن محمد حسینی م ۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳ء

آپ کا سلسلہ نسب اسمٰعیل بن جعفر بن محمد بن علی حسینی سے ملتا ہے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ اپنے والد

(۳۰۵) ایضاً ص ۱۶۴ (۳۰۶) ایضاً ص ۲۲۸ (۳۰۷) ایضاً ص ۵۰۸

سے حاصل کیے۔ صوفی محدث تھے۔

"تالیفات — ثمرۃ الیقین شیخ عبد القادر جیلانی کے اشعار کی شرح، سید الأسرار، نہج الرشاد کنہ المراد، کے علاوہ علم حدیث میں ایک بلند پایہ خدمت صغانی کی مشارق الانوار کی عربی شرح کی تالیف ہے۔

۱۵ رجب ۱۲۱۸ھ / ۱۸۰۳ء میں وفات پائی۔ (۳۰۸)

مولانا تہور علی نگینوی۔ متوفی تیرہویں صدی ہجری:

آپ شاہ ولی اللہ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ کبار علماء و محدثین میں شمار ہوتے ہیں۔ حصول علم کے بعد مدۃ العمر درس و تدریس میں مشغول رہے۔ قاضی بشیر الدین عثمانی اور سید محمد مخدوم بن ظہیر الدین آپ کے اجل تلامذہ میں سے ہیں۔ (۳۰۹)

۲۲۴: شیخ رفیع الدین مراد آبادی۔ م ۱۲۲۳ھ / ۱۸۰۸ء

(شیخ رفیع الدین بن فرید الدین بن عظمت اللہ مراد آباد میں ۱۱۳۴ھ / ۱۷۲۱ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی علوم وطن میں حاصل کرنے کے بعد دہلی جا کر شاہ ولی اللہ سے سماع کیا۔ پھر وطن آ کر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ ۱۲۰۱ھ / ۱۷۸۶ء میں حجاز کے سفر کے دوران سورت قیام کیا) اور مولانا خیر الدین سورتی کے سامنے صحیح بخاری کی تلاوت کر کے اجازت حاصل کی۔ پھر شاہ ولی اللہ کے ہمراہ حج کیلئے گئے ۱۲۰۳ھ / ۱۷۸۸ء میں وطن واپس آئے۔

تالیفات:۔ کشف الآمال بذکر الحال والمآل، کنز الحساب، تذکرہ مشائخ تذکرہ ملوک، تاریخ افاغنہ، کتاب الاذکار، ترجمہ عین العلم، شرح غنیۃ الطالبین۔

تفسیر سے متعلق شاہ عبد العزیز کے ملفوظات کا مجموعہ الافادات العزیزیۃ۔ علم حدیث میں آپ نے تدریس کے علاوہ تالیف کے میدان میں بھی خدمت کی اور نووی کی "الاربعین" کی شرح مرتب کی۔

۱۵ ذی الحجہ ۱۲۲۳ھ / ۱۸۰۸ء کو وفات ہوئی۔ (۳۱۰)

(۳۰۸) عبد الحئی: نزہۃ الخواطر ج: ۷، ص: ۱۲۵ (۳۰۹) ایضاً — ص ۱۱۴ (۳۱۰) ایضاً — ص: ۱۸۵

۲۲۵: قاضی ثناء اللہ پانی پتی م ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا سلسلۂ نسب حضرت عثمان غنیؓ سے ملتا ہے۔ آپ شاہ ولی اللہ کے اجل تلامذہ میں سے ہیں۔ علم تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ اپنی علمی و تدریسی خدمات کی بنا پر قوم سے "بیہقی وقت" کا خطاب حاصل کیا۔

حفظ احادیث اور وسعت نظر میں آپ بلند مقام رکھتے ہیں۔

آپ کی تفسیر "تفسیر مظہری" آپ کے حفظ حدیث پر دلالت کرتی ہے۔ اس تفسیر میں آپ نے اس کثرت سے احادیث جمع کی ہیں کہ قاری کو آپ کی وسعت اور دقت علم پر حیرت ہوتی ہے تفسیر مظہری کے علاوہ علم تصوف پر متعدد کتب تالیف کیں۔ اوائل رجب ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء میں آپ کی وفات ہوئی۔ (۳۱۱)

۲۲۶: مولانا قطب الہدیٰ بریلوی۔ م ۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء

قطب الدین بن محمد واضح بن محمد صابر حسینی، علوم نقلیہ و عقلیہ میں نمایاں مقام رکھتے ہیں خصوصاً حدیث وفقہ میں ید طولیٰ حاصل ہے۔ رائے بریلی میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کرنے کے بعد لکھنؤ چلے گئے۔ اور وہاں شیخ تفضل حسین کشمیری سے استفادہ کیا۔ بعد ازاں دہلی میں شاہ عبدالعزیز سے شرف تلمذ اور غلام علی علوی دہلوی سے اجازت حدیث حاصل کر کے وطن واپس آ گئے اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔

آپ نے صحیح بخاری، جامع ترمذی کے علاوہ عین العلم اور سفر السعادہ پر تعلیقات لکھیں۔ اور اثبات کفر فرعون پر رسالہ تحریر کیا۔

۱۹ ربیع الثانی ۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء کو چالیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ (۳۱۲)

---

(۳۱۱) (الف) فقیر محمد، حدائق حنفیہ۔ ص ۲۸۳، (ب) عشاقی، ظفر احمد مولانا سلسلہ شاہ ولی اللہ کی خدمت حدیث، معارف شمارہ ۵ جلد ۵۳ ص ۳۴۵ (ج) عبدالحئی: نزہۃ الخواطر ج ۷: ص ۱۸۸

(۳۱۲) عبدالحئی، کتاب مذکور۔ ج ۷، ص: ۳۹۸۔

۲۲۶: مولانا محمد مخدوم لکھنوی م ۱۲۲۹ھ / ۱۸۱۳ء

محمد مخدوم بن محمد نواز بن عبدالسمیع حسینی، کی ولادت و پرورش لکھنؤ میں ہوئی۔ شیخ یعقوب بن عبدالعزیز سے ابتدائی تعلیم کے بعد دھلی میں شاہ ولی اللہ سے علم حدیث حاصل کیا اور لکھنؤ آکر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔

مرزا حسن علی شافعی کے علاوہ خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا۔

۸ اربیع الثانی ۱۲۲۹ھ/۱۸۱۳ء کو آپ کی وفات ہوئی۔ (۲۱۳)

۲۲۷: سلام اللہ سرہندی م ۱۲۲۹ھ / ۱۸۱۳ء

سلام اللہ بن شیخ الاسلام بن فخرالدین، سراج احمد سرہندی اور شاہ عبدالعزیز کے ہم عصر تھے دہلی کو ترک کر کے رام پور چلے گئے۔ اور "محدث رام پور" کے لقب سے معروف ہوئے۔

جمادی الثانی کے مہینے میں ۱۲۲۹ھ/۱۸۱۳ء یا ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۷ء میں وفات پائی۔

تالیفات۔ کمالین حاشیہ جلالین کے علاوہ علم حدیث میں محلی شرح الموطاء۔ فارسی ترجمہ صحیح بخاری، فارسی شمائل ترمذی اور عربی میں رسالہ اصول حدیث تحریر کیا۔ (۲۱۴)

۲۲۸: مولانا سراج احمد رامپوری م ۱۲۳۰ھ / ۱۸۱۴ء

مولانا سراج احمد بن مرشد بن ارشد ۱۷ ارشعبان ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء کو سرہند میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے علوم دینیہ حاصل کیے۔

آپ نے صحیح مسلم جامع ترمذی، اور ابن ماجہ کی فارسی شروح مرتب کیں۔ علاوہ ازیں بید المرشدین فی انساب المجددین، کحل العین فی رد ید النیرین، برہان التاویل شرح الاکلیل، رسالہ فی حرمۃ الغناء۔ اور بدر السافر کا ترجمہ بھی آپکی تالیفات میں شامل ہیں۔

۱۲ ذی الحجہ کو جمعرات کے روز ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۴ء میں لکھنؤ میں وفات پائی اور رامپور میں دفن کیا گیا۔ (۲۱۵)

(۲۱۳) عبدالحئی نزہۃ الخواطر، ج ۷، ص ۴۴۷ (۲۱۴) ایضاً ص ۲۰۵ رحمٰن علی: تذکرہ: ص ۲۱۹،۲۱۸ (۲۱۵) عبدالحئی کتب

۲۲۹: شاہ رفیع الدین دہلوی۔ م ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۷ء

شیخ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ دہلوی کی ولادت و پرورش دہلی میں ہوئی، شیخ محمد عاشق ابن عبید اللہ پھلتی سے کسب فیض کیا۔

حصولِ علم کے بعد، آپ تدریس و تالیف سے وابستہ ہوگئے۔

علم حدیث کی خدمات میں زیادہ تر تدریسی خدمات کا حصہ ہے، سلسلہ شاہ ولی اللہی کی ترویج و ترقی میں آپ نے نمایاں کردار ادا کیا۔

آپ صاحبِ تصانیف کثیرہ ہیں۔ آپ اپنے برادرِ بزرگ شاہ عبد العزیز کی حیوٰۃ میں ہی ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۷ء میں دہلی میں وفات پاگئے۔ (۳۱۶)

۲۳۰: شاہ عبد العزیز محدث دہلوی۔ م ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۳ء

شیخ عبد العزیز بن ولی اللہ دہلوی شب جمعہ میں ۲۴ رمضان ۱۱۵۹ھ/ ۱۷۴۶ء کو دہلی میں پیدا ہوئے حفظِ قرآن کریم کے بعد اپنے والد سے علوم دینیہ حاصل کیے، والدِ ماجد کے علاوہ آپ نے شیخ نور اللہ بڈھانوی، شیخ محمد امین کشمیری، شیخ محمد عاشق بن عبید اللہ پھلتی سے کسب فیض کیا۔ آپ نے اپنے رسالہ میں اپنے اساتذہ کی مکمل تفصیل تحریر کی ہے۔ تحصیل علم کے بعد آپ خاندانی روایت و ماحول کے مطابق تدریس و تالیف میں مشغول ہوگئے۔ ہند کے کبار محدثین آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں جن میں آپ کے برادران شاہ عبد القادر، شاہ رفیع الدین، اور شاہ عبد الغنی کے علاوہ عبد الحیٔ بن ھبۃ اللہ بڈھانوی، مفتی الٰہی بخش کاندھلوی، سید قمر الدین سونی پتی، شیخ غلام علی بن عبد اللطیف دہلوی، سید قطب الہدیٰ بن محمد واضح بریلوی، کے اسماء گرامی امتیازی حیثیت کے حامل ہیں۔ سلسلہ شاہ ولی اللہ کی ترقی میں شاہ عبد العزیز اور شاہ رفیع نے نمایاں کردار ادا کیا۔ تدریس کے علاوہ میدانِ تالیف میں بھی آپ نے علم حدیث کی ایسی خدمات سر انجام دی ہیں کہ جو اپنے دائمی انوار و برکات کے ساتھ آج بھی زندۂ جاوید ہیں۔ آپ کی ان خدمات نے آپ کے

۳۱۶۔ عبد الحیٔ: نزھۃ الخواطر، ج ۷، ص ۱۸۶ تا ۱۸۹

جہاں حیوٰۃ جاودانی دی وہاں تشنگان وطالبانِ علم کی طرف سے ان پر آپ کو "سراج الہند" اور "حجۃ اللہ" کے القاب سے نوازا۔

بستان المحدثین علم حدیث میں آپ کی وسعتِ نظر، ملفوظاتِ عزیزیہ، دقتِ نظر اور عجالہ النافعہ آپ کے تحقیقی مقام پر شہداء عدل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

علم حدیث میں ان تصانیف کے علاوہ علم تفسیر، تاریخ، بلاغت، کلام، منطق وحکمت پر کثیر تعداد میں تالیفات موجود ہیں۔

۷ شوال بروز ہفتہ ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء کو صبح فجر کی نماز کے بعد ۸۰ سال کی عمر میں دہلی میں وفات پائی (۳۱۷)

۲۳۱۔ مولانا غلام محمد سورتی م ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء

غلام محمد بن ولی اللہ بن غلام محمد کی ولادت، پرورش اور تعلیم سورت میں ہوئی۔ اپنے والد سے تحصیل علم کے بعد درسِ حدیث وفقہ میں مشغول ہوگئے۔ اور علماء کی کثیر تعداد آپ سے مستفیض ہوئی۔ ۷ صفر ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء کو آپ کی وفات ہوئی۔ (۳۱۸)

۲۳۲۔ شیخ ثناء اللہ سنبھلی م تیرہویں صدی ہجری

آپ شاہ ولی اللہ کے تلامذہ اور شاہ عبدالعزیز کے ہم عصر علماء میں سے ہیں شاہ ولی اللہ کے علاوہ شیخ موسیٰ اور مرزا مظہر جانجاناں سے بھی شرف تلمذ حاصل ہے صغر سنی سے تحصیل علم میں اور حصولِ علم کے بعد تدریس میں مشغول ہو گئے۔

اور وفات تک علم دین کی خدمت کرتے رہے۔ (۳۱۹)

(۳۱۷) (الف) ایضاً ص ۲۷۴ تا ۲۸۳ (ب) برکاتی: شاہ ولی اللہ ... ص ۱۴۹ تا ۱۵۶

(ج) مولانا عثمانی .. سلسلہ شاہ ولی اللہ ص ۱۲۵ (د) فقیر محمد: حدائق: ص ۴۸۷ - ۸۸

(ع) امام خان، مولانا .. تراجم علماء، ص ۷۴ تا ۷۵

(۳۱۸) عبدالحئی: نزہۃ الخواطر، ج ۷: ص ۳۶۹

(۳۱۹) ایضاً ــــــــ ص ۱۱۷

۲۳۳۔ مفتی الٰہی بخش کاندھلوی۔ ۱۲۴۵ھ/۱۸۲۹ء

مفتی الٰہی بخش بن شیخ الاسلام بن قطب الدین ۱۱۶۲ھ/ ۱۷۴۸ء میں مردم خیز سرزمین کاندھلہ میں پیدا ہوئے۔

آپ کا سلسلہ نسب امام فخر الدین رازی سے ہوتا ہوا حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ملتا ہے۔

ابتدائی تعلیم وطنِ مالوف میں اپنے والد محترم سے حاصل کی اور پھر اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے دہلی چلے گئے اور شاہ عبدالعزیز دہلویؒ سے سماع کیا۔ شاہ عبدالعزیز سے سماع، بیعت و صحبت حاصل کرنے کے بعد آپ وطن واپس آگئے۔ آپ مشاغل علمیہ، تصنیف و تالیف کے علاوہ اپنا وقت اذکار اوراد میں گزارتے

آپ کی وفات ۱۵ رجمادی الثانی ۱۲۴۵ھ/ ۱۸۲۹ء کو ہفتہ کے روز ہوئی۔

آپ کی تالیفات میں تکملہ مثنوی مولانا روم، شرح حضرات الخمس، شیم الطیب فی ذکر خصائل الحبیب کے علاوہ علم حدیث میں جوامع الکلم قابل ذکر ہیں۔ (۳۲۰)

احسان دانش نے جہاں دانش میں کاندھلہ کے ممتاز علماء میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ (۳۲۱)

(۲۳۴) شیخ ببر علی اخباری م ۱۲۴۸ھ/ ۱۸۳۲ء

ببر علی فقیہ و محدث شمار ہوتے ہیں۔ شیعہ علماء میں سے ہیں آپ نے عراق ہجرت کی اور وہیں ۲۷ رجمادی الثانی ۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء کو وفات پائی۔ (۳۲۲)

۲۳۵ الشیخ ابو سعید دہلوی۔ م ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۴ء

ابو سعید بن صفی، بن عزیز بن عیسٰی دہلوی ۲ر ذیقعدہ ۱۱۹۶ھ/۱۷۸۱ء کو رامپور میں پیدا ہوئے حفظ

(۳۲۰) عبدالحئی نزھۃ الخواطر: ج ۷: ص ۷، ۷۱،

(۳۲۱) احسان دانش۔ جہانِ دانش، لاہور، ۱۹۷۳ء؛ ص ۲۰

(۳۲۲) عبدالحئی: نزھۃ الخواطر: ج ۷: ص ۹۸

وتجوید قرآن کریم کے بعد ابتدائی کتب درسیہ مفتی شرف الدین رامپوری سے اور اعلیٰ تعلیم شاہ رفیع الدین سے حاصل کی۔ شاہ رفیع الدین کے علاوہ شاہ عبدالعزیز اور سراج احمد سے بھی اجازت حدیث حاصل ہے۔ ۱۲۴۹ھ/۱۸۳۴ء میں آپ نے حج کی سعادت حاصل کی۔

حج وزیارۃ سے فراغت کے بعد آپ ہند واپس ہو رہے تھے کہ راستہ میں ٹونک کے مقام پر شدت درد و بخار کی بنا پر قیام کیا اور وہیں ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء میں وفات پائی۔ (۳۲۳)

۲۳۶: شیخ امین کاکوروی م ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء

امین الدین بن حمیدالدین بن غازی الدین کاکوروی ۱۹ ربیع الثانی ۱۱۶۴ھ/۱۷۵۰ء کو کاکوری میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وطن مالوف میں حاصل کی، ابتدائی تعلیم کے بعد شاہجہان پور اور سورت کے اسفار علمیہ کیے۔ ربیع الاول ۱۱۸۷ھ/۱۷۷۳ء میں مکہ مکرمہ پہنچے حج سے فراغت کے بعد شیخ ابو سعید سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ پھر مدینہ منورہ میں چھ ماہ قیام کے دوران ابوالحسن محمد صادق سندھی سے اجازت حدیث حاصل کی۔ بعد ازاں مکہ مکرمہ اور طائف ہوتے ہوئے ہند مراجعت کی۔ کاکوری میں آپ نے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ علماء کی کثیر تعداد نے آپ سے استفادہ کیا۔

۲۱ محرم الحرام ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء کو کاکوری میں وفات پائی۔ (۳۲۴)

۲۳۷ مرزا حسن علی شافعی م ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء

حسن علی بن عبدالعلی شافعی لکھنؤ میں پیدا ہوئے،

ابتدائی تعلیم وطن مالوف میں حیدر علی بن حمداللہ سندیلوی سے حاصل کی پھر عازم دہلی ہوئے اور شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر سے کتب فیض کیا۔ شیخ عبدالعزیز سے بھی اجازت حدیث حاصل کی۔ ابتداءً آپ حنفی تھے، پھر شافعی ہو گئے۔

علم حدیث وفقہ کے متبحر عالم تھے، تحفۃ المشتاق فی النکاح والصداق، برہان الخلاف،

---

(۳۲۳) ایضاً ———— ص ۱۳

۳۲۴ ایضاً ———— ص ۸۵

رسالۃ فی تحریم النجوم والوصل والہجر آپ کی تالیفات ہیں۔

۲۶ رصفر ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء کو وفات پائی۔ (۳۲۵)

۲۳۸: شیخ امام الدین امروہی م ۱۲۵۶ھ/ ۱۸۴۰ء

امام الدین ابن علی احمد ابن زین الدین حسینی امروہہ میں پیدا ہوئے۔ مذہب شیعہ سے آپ کا تعلق تھا، شیخ ضیف اللہ امروہی کے فیضِ صحبت سے شیعیت سے نکل کر اہل سنت والجماعت میں داخل ہوگئے۔ دہلی میں شاہ عبد القادر سے استفادہ اور شیخ غلام علی دھلوی سے اجازت حاصل کرکے درس حدیث و فقہ میں مشغول ہوگئے۔

۶ رذیقعدہ ۱۲۵۶ھ/۱۸۴۰ء کو ۶۰ رسال کی عمر میں وفات پائی۔ (۳۲۶)

۲۳۹: مولانا محمد علی رامپوری م ۱۲۵۸ھ/ ۱۸۴۲ء

مولانا محمد علی بن عنایت علی بن فضل علی حسینی۔ احمد بن عرفان شہید بریلوی کے شاگرد تھے عبدالعلی نصیر آبادی نے علم حدیث میں آپ سے استفادہ کیا۔

۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء میں وفات پائی۔ (۳۲۷)

۲۴۰: عبد الخالق دہلوی

عبد الخالق حسینی دہلوی شاہ عبد القادر اور شیخ اسحاق بن افضل عمری کے تلمیذ اور شیخ نذیر حسین حسینی دہلوی کے استاد تھے۔ علم حدیث میں خلق کثیر نے آپ سے استفاضہ کیا۔ (۳۲۸)

۲۴۱: شیخ اسحٰق بن محمد افضل دھلوی م ۱۲۶۲ھ/ ۱۸۴۵ء

ابو سلیمان اسحٰق بن محمد افضل بن احمد بن محمد، شاہ عبد العزیز کے نواسہ ۸ ذی الحجہ ۱۱۹۶ھ/۱۸۸۱ء یا ۱۱۹۷ھ/۱۸۸۲ء

(۳۲۵) ایضاً ــــــ ص ۱۲۸ (۳۲۶) ایضاً ــــــ ص ۷۶
(۳۲۷) ایضاً ــــــ ص ۴۶۴ (۳۲۸) ایضاً ــــــ ص ۲۵۷

دہلی میں پیدا ہوئے۔ عبدالحئی بن ھبۃ اللہ، شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالعزیز سے استفادہ کیا ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء میں عازم حرم ہوئے اور وہاں شیخ عمر بن عبدالکریم سے اجازتِ حدیث حاصل کی۔ وطن مراجعت کے بعد دہلی میں درس وتدریس میں مشغول ہوگئے اور ۱۶ سال تک درس دیتے رہے بعد ازاں اپنے اہل وعیال کے ساتھ مکہ ہجرت کر گئے۔

ہند کے کبار محدثین آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں جن میں، شیخ عبدالغنی، سید نذیر حسین شیخ عبدالرحمٰن بن محمد، سید عالم علی مراد آبادی، شیخ عبدالقیوم بن عبدالحئی، شیخ قطب الدین بن محی الدین شیخ احمد علی بن لطف اللہ، شیخ عبدالجلیل شہید، مفتی عنایت احمد کاکوروی، اور شیخ احمد اللہ بن دلیل اللہ شامل ہیں۔ ہند میں آپ کی سند ایک رفیع درجہ رکھتی ہے۔ تدریس کے علاوہ آپ نے مشکوٰۃ کا فارسی ترجمہ کیا۔

مکہ مکرمہ میں ۲۶ رجب ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۵ء کو پیر کے روز حالت صوم میں آپ کی وفات ہوئی۔ جنت المعلیٰ میں دفن ہوئے۔ (۳۲۹)

۲۴۲: مولانا عبداللہ مدراسی م ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۰ء

مولانا عبداللہ بن عبدالقادر بن صادق مدراسی ۲۷ شعبان ۱۲۰۵ھ/۱۷۹۰ء میں مدراس میں پیدا ہوئے۔ محمد حسین مدراسی، عبدالعلی بن نظام الدین لکھنوی، شیخ محمد غوث شافعی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

علم حدیث میں آپ کی متعدد تالیفات ہیں

الدر الثمین فی شرح الاربعین، کتاب فی رجال الصحیح المسلم کتاب فی شرح اسماء النبی

۲۶ محرم الحرام ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۰ء میں وفات پائی۔ (۳۳۰)

۲۴۳: مولانا وجیہ الدین سہارنپوری، متوفی تیرہویں صدی ہجری:

مولانا وجیہ الدین عبدالحئی بن ھبۃ اللہ کے تلمیذ ارشد ہیں۔ سہارنپور میں درسِ حدیث وفقہ میں

(۳۲۹) نقیر محمد، حدائق: ۴۹۲؛ عبدالحئی، کتاب مذکور ج ۷، ص ۵۱؛ مولانا عثمانی: سلسلہ شاہ ولی اللہ: ص ۳۴۶

(۳۳۰) عبدالحئی کتاب مذکور ج ۷، ص ۳۰۸

مشغول رہے۔ علی بن لطف اللہ سہارنپوری نے صحیح بخاری آپ سے پڑھی۔ (۳۲۱)
اندازہ یہ ہے کہ آپ کی وفات ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء کے بعد ہوئی۔

۲۴۴: مولانا محمد علی لکھنوی م ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۰ء

مولانا محمد علی بن عبدالعزیز بن حمید الحق لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔
علی مرزا احسن علی المحدث سے کسبِ فیض کیا اور درس حدیث میں مشغول ہو گئے۔ عبدالعزیز بن احمد کشمیری اور عبدالغفار بن عالم علی آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ شوال ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۰ء میں لکھنؤ میں وفات پائی۔ نور العین فی اخبار سید الکونین آپ کی تالیف ہے۔ (۳۲۲)

۲۴۵: مولانا ولایت علی صادق پوری م ۱۲۶۹ھ/۱۸۵۲ء

مولانا ولایت علی بن فتح بن وارث علی صادق پور میں ۱۲۰۵ھ/۱۷۹۰ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کرنے کے بعد لکھنؤ چلے گئے۔ شیخ اشرف بن نعمت اللہ سے ابتدائی علوم میں اور شیخ اسمٰعیل بن عبدالغنی دہلوی سے علم حدیث میں استفادہ کیا۔ پھر حیدر آباد دکن میں قیام کیا اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ معرکہ بالاکوٹ کے بعد اپنے وطن عظیم آباد آ گئے۔ دو سال بعد حجاز گئے اور شیخ عبداللہ سراج سے اجازت حدیث حاصل کی۔ یمن، نجد اور حضرموت ہوتے ہوئے ہند آ گئے اور کشمیر میں درس حدیث میں مشغول ہو گئے۔
محرم ۱۲۶۹ھ/۱۸۵۲ء میں وفات پائی۔ (۳۲۳)

۲۴۶: شیخ عبداللہ الہ آبادی م ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء کے بعد

شیخ عبداللہ صدیقی محمدی، الہ آبادی۔ الہ آباد کے نواحی قصبہ "مئو" میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم وطن میں مقیم علمائے کرام سے حاصل کی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد دہلی چلے گئے اور شاہ محمد اسحٰق سے شرف تلمذ حاصل کیا

۳۲۱) ایضاً ـــــ ص ۵۲۷ (۳۲۲) ایضاً ـــــ ص ۴۶۲
۳۲۳) ایضاً ـــــ ص ۵۳۹

آپ تقلید کے سخت مخالف تھے۔ آپ تصنیف وتالیف میں بنسبت تدریس کے زیادہ مصروف رہتے۔ امور فی حلاوۃ التوحید، النبراس المنیر، النبراس المنیر بصلوٰۃ الدیاجیر، معین الأبرار علی الصلوٰۃ فی اللیل والنہار، سمصام الحدید المسلول فی قطع لغادید البدعۃ والرأی والمذہب والتقلید تخذول، اعجاز المتین فی معجزات سید المرسلین (فارسی ترجمہ الکلام المبین، مفتی عنایت احمد) ترجمہ شرح الصدور، البدور السافرۃ،.....

سیف الحدید فی قطع المذاہب والتقلید، العروۃ المتین فی اتباع سنۃ سید المرسلین آپ کی معرکۃ الآرا تصانیف ہیں۔ علم حدیث میں آپ نے الیم الزغرب فی لغات الحدیث المنتخب، العروۃ الوثقی لمنیع سنۃ سید الوریٰ، عمدۃ الصلوٰۃ وفائز النجاۃ (مسائل صلوٰۃ پر احادیث) اعتصام السنۃ وقاطع البدعۃ۔

آپ نے آخری کتاب السیف اللول ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء میں تالیف کی۔ (۲۲۴)

۲۴۷: مولانا سخاوت علی جونپوری۔ م ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء

مولانا سخاوت علی بن رعایت علی بن درویش علی جونپوری ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء میں پیدا ہوئے، شیخ قدرت علی رودولوی، شیخ احمد اللہ انامی، شیخ احمد علی چڑیاکوٹی۔ شیخ اسمٰعیل بن عبدالغنی دہلوی، اور شیخ عبدالحیٔ بن ھبۃ اللہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ سید احمد بن عرفان شہید سے اجازۂ حدیث حاصل کی۔

حصول علم کے بعد وطن واپس آگئے اور درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔

آپ کا درسِ قرآن امتیازی شہرت رکھتا تھا۔ ۱۲۶۴ھ/۱۸۴۷ء میں آپ نے فریضۂ حج ادا کیا۔ وطن واپس آکر دوبارہ درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ لیکن حرم کا فراق برداشت نہ کرسکے حجاز ہجرت کر گئے اور مکہ مکرمہ میں ۸ شوال ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء کو وفات پائی۔

علم منطق میں ایک رسالہ "الاسلم" رسالہ فی الناسخ والمنسوخ، رسالہ فی معرفۃ اوقات الصلاۃ

(۲۲۴) ایضاً ــــــــــ ص ۳۱۲

رسالہ فی الہیئۃ اور فقہ وتصوف میں متعدد رسائل کے علاوہ در القویم فی احادیث النبی الکریم ﷺ آپ
کی تالیفات میں شامل ہیں۔ (۳۳۵)

۲۴۸: مولانا فرحت حسین عظیم آبادی م ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء

مولانا فرحت حسین بن فتح علی بن وارث علی ہاشمی ۱۲۲۶ھ/۱۸۱۱ء میں پیدا ہوئے، والد ماجد کے علاوہ
شیخ محمد واعظ سے علوم ابتدائیہ اور شیخ ولایت علی سے علم حدیث حاصل کیا۔ حصول علم کے بعد درس
وتدریس میں مشغول ہو گئے اور خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا۔ ۴۸ سال کی عمر میں ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء میں وفات
پائی۔ (۳۳۶)

۲۴۸: مولانا حسین احمد ملیح آبادی م ۱۲۷۵ھ/۱۸۵۸ء

مولانا حسین احمد بن علی احمد بن علی امجد حسینی ملیح آباد میں پیدا ہوئے، مفتی ظہور اللہ، مولانا
نور الحق، مرزا حسن علی، سید مخدوم حسینی، عبد الرحیم بن عبد الکریم صفی پوری، حیدر علی بن حمد اللہ سندیلوی
سے علوم ابتدائیہ حاصل کرنے کے بعد دہلی میں شاہ عبد العزیز سے اجازت حدیث حاصل کی۔
درس فقہ وحدیث میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ عبد الحلیم بن امین اللہ عبد الرزاق بن جمال الدین
کے علاوہ خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا۔
رسالۃ فی اثبات البیعۃ المروجۃ، رسالۃ فی حلیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے علاوہ شاہ رفیع الدین کے رسائل کی شرح آپ کی تالیفات میں شامل ہیں۔ ۴ رمضان ۱۲۷۵ھ/۱۸۵۷ء
کو آپ کی وفات ہوئی۔ (۳۳۶)
شیخ پناہ عطاء السلونی م ۱۲۷۵ھ/۱۸۵۸ء آپ قاضی عبد الکریم نگرامی اور شاہ عبد العزیز کے شاگرد
ہیں نجم الثاقب لسن لیکاتب، الدر المنظیم، بھجۃ المجالس، اشرف السیر کے علاوہ انوار الحق
باحادیث اشرف الحلق آپ کی تالیفات ہیں ۱۲۷۵ھ/۱۸۵۸ء میں سلون میں وفات پائی۔ (۳۳۷)

---

(۳۳۵) ایضاً ــــ ص ۱۹۷ (۳۳۶) ایضاً ــــ ص ۳۷۹

(۳۳۶) ایضاً ــــ ص ۱۴۵ (۳۳۷) ایضاً ــــ ص ۱۰۵

۲۴۸۔ شیخ عبدالحق بنارسی م ۱۲۷۶ھ/۱۸۵۹ء

شیخ عبدالحق بن فضل اللہ عثمانی، قصبہ نیوٹنی میں ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۱ء میں پیدا ہوئے۔ وطن مالوف میں ابتدائی تعلیم کے بعد دہلی گئے اور شاہ اسمٰعیل دہلوی، شیخ عبدالحئی بن ھبۃ اللہ سے کسب فیض کیا۔ اور شاہ عبدالقادر کے بعض دروس حدیث میں شرکت کی حصول علم کے مکہ مکرمہ گئے اور حج وزیارۃ کے بعد وطن واپس آکر درس وتدریس میں مشغول ہو گئے۔

شیخ احمد بن عرفان شہید کے ساتھ دوبارہ حج کے لیے، حج کے بعد مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ وہاں کے علماء سے بعض مسائل میں اختلاف پیدا ہو گیا تو "حریدہ" آ گئے۔

کچھ مدت وہاں قیام کے بعد صنعاء یمن چلے گئے۔ جہاں کبار علماء محدثین سے ملاقاتیں کیں اور اجازۃ حدیث حاصل کی۔ پھر وطن واپس آکر تصنیف وتالیف میں مشغول ہو گئے۔

آپ کی تالیفات میں صنعاء یمن کا سفر نامہ، سید عبداللہ امیر سے ملاقات اور سند حدیث پر ایک رسالہ، اور الدر الفرید فی النہی عن التقلید، شامل ہیں۔ آپ نے حالت احرام میں منیٰ کے مقام پر ۸ ذی الحجہ ۱۲۷۶ھ/۱۸۵۹ء کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ (۲۲۸)

۲۴۹۔ مولانا کرامت علی دہلوی م ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء

مولانا کرامت علی بن حیاۃ علی اسرائیلی، شاہ رفیع الدین، امام ابن محمد ارشد خیرآبادی کے تلمیذ تھے۔ شاہ اسمٰعیل اور شاہ اسحٰق سے اجازۃ حدیث حاصل تھی۔ حصول علم کے بعد دہلی میں ایک طویل زمانہ تک درس دیتے رہے اور پھر حیدرآباد کے قاضی ہو کر چلے گئے۔

حیدرآباد میں ہی ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء میں وفات پائی۔

عربی میں ایک ضخیم جلد پر مشتمل "السیرۃ الاحمدیہ" آپ کی تالیف ہے۔ (۲۲۹)

---

(۲۲۸) ایضاً ______ ص۔ ۲۴۵

(۲۲۹) ایضاً ______ ص: ۲۰۵

۲۵۰: مولانا محبوب علی دہلوی م ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء

مولانا محبوب علی بن مصاحب بن حسن علی دہلی میں محرم ۱۲۰۰ھ / ۱۷۸۵ء میں پیدا ہوئے۔ شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالعزیز کے تلمیذ اور شاہ اسمٰعیل کے ہم عصر تھے۔ حصول علم کے بعد درسِ حدیث میں مشغول ہو گئے۔ قاضی محمد بن عبدالعزیز مچھلی شہری آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ قاضی نے آپ سے سلسلات اور اربعین اہل بیت کا سماع کیا۔ ۱۰ ذی الحجہ ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء کو دہلی میں وفات پائی۔ (۳۴۰)

۲۵۱: شیخ محسن بن یحیٰی ترہٹی م ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء کے بعد

آپ شیخ سلامت اللہ صدیقی بدایونی کے شاگرد ہیں۔ اسانید پر ایک کتاب تالیف کی "الیانع الجنی فی أسانید الشیخ عبدالغنی" یہ کتاب ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء میں مکمل ہوئی۔ (۳۴۱)

۲۵۲: قاضی صبغۃ اللہ مدارسی م ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء

صبغۃ اللہ بن محمد غوث بن ناصر الدین مدارس میں ۵ محرم الحرام ۱۲۱۱ھ / ۱۷۹۶ء میں پیدا ہوئے۔ حفظ قرآن کریم کے بعد اپنے والد کے علاوہ عبدالعلی بن نظام الدین لکھنوی، جعفر حسین مدارسی، شیخ علاء الدین بن انوار الحق مدارسی، سید علی بن عبداللہ حموی سے تعلیم حاصل کی۔ ۱۲۶۰ھ / ۱۸۴۴ء میں آپ قضا کے منصب پر فائز ہو گئے ۱۲۶۶ھ میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ حج سے واپسی کے بعد درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔

۲۴ محرم الحرام بروز پیر ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء کو آپ کی وفات ہوئی۔

تالیفات: ازالۃ الغمۃ فی اختلاف الامۃ، عمدۃ الرائض فی فن الفرائض، نور العینین فی مناقب حسنین، مطالعۃ البدریۃ فی شرح الکواکب الدریۃ، مناہج

---

۳۴۰) ایضاً ـــــــ ص: ۴۱۵

۳۴۱) ایضاً ـــــــ ۴۱۷

الرشاد شرح زواجر الإرشاد شرح المواقف پر حاشیہ علم حدیث ہیں، ھدایۃ السالک الیٰ مؤطا امام مالک، الاربعین فی معجزات سید المرسلین اشق اسھام الیٰ من ضعف کل مسکرٍ حرام، القول المسدد رونی الذب عن مسند امام احمد معجم الصغیر، (فہرست احادیث)، صحیح مسلم، سنن ترمذی، اور شمائل ترمذی پر حواشی۔ (۳۴۲)

(فہرست احادیث)، صحیح مسلم، سنن ترمذی اور شمائل ترمذی پر حواشی۔ (۳۴۲)

حصہ پاکستان

۲۵۲: سید محمد زاہد شاہ ہمدانی: ۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳ء

سید محمد زاہد شاہ قصور میں پیدا ہوئے۔ علماء و اہل تقویٰ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے علوم دینیہ میں دسترس کے علاوہ خطِ نسخ میں مہارت رکھتے تھے۔

تالیفات: آپ کی مندرجہ ذیل تالیفات بشکل مخطوط ملتی ہیں۔

۱۔ تعلیقات علیٰ عذاب القبر لشرح العقائد۔

۲۔ احادیث قدسیہ (۳۴۳)

۲۵۳: شیخ احمد بن مصطفیٰ الکشمیری م ۱۲۱۹ھ/۱۸۰۴ء

احمد بن مصطفیٰ ابن معین رفیقی ۲۷ ۱۱۵۰ھ/۱۷..ء میں پیدا ہوئے، حفظ قرآن کریم اور ابتدائی تعلیم کے بعد شیخ عبداللہ اور نور الہدیٰ لیسوی کشمیری سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ فقہ و حدیث میں گہری دسترس رکھتے تھے، ہر دو علوم میں آپ کا درس نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ اور ایک خلق کثیر آپ سے مستفید ہوتی ۱۲ رجب ۱۲۱۹ھ/۱۸۰۴ء کو آپ کی وفات ہوئی۔ (۳۴۴)

۳۴۲۔ ایضاً ص ۲۲۳

۳۴۳۔ اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب۔ ص ۷۱ (حصہ دوم)

۳۴۴۔ عبدالحئی: نزھۃ الخواطر: ج ۷، ص: ۳۶۔

۲۵۴: مولانا عبدالعزیز پہاروی م ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۳ء

مولانا عبدالعزیز بن محمد بن حامد ۱۲۰۹ھ/۱۷۹۴ء بستی پرہار مضافات کوٹ ادو (مظفر گڑھ) میں پیدا ہوئے۔ حفظِ قرآن کریم کے بعد خواجہ محمد جمال چشتی سے استفادہ کیا۔ آپ زود قلم مؤلف تھے۔ علوم تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقائد و کلام، منطق و فلسفہ اور طب و فلکیات میں دسترس رکھتے تھے۔

۱۲۳۹ھ/۱۸۲۳ء میں تیس سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

تالیفات: نبراس شرح شرح عقائد (عربی) الناهیة عن طعن معاویہ (عربی) ایمان کامل (فارسی) انوار جمالیہ، نغم الوجیز فی البیان والبدیع۔ الصمصام فی اصول تفسیر القرآن (عربی) مرام الکلام فی عقائد اسلام۔ (فارسی) زمرد الطب (عربی) کتاب الاکسیر۔ سر السماء۔ السر المکتوم ما اخفاہ المتقدمون۔ در مکنون یاقوت احمر، یاقوت التاویل البحر المحیط، سلسبیل۔ رسالہ فی اثبات رفع السبابۃ فی التشہد، مسدرۃ المنتہی۔ فرہنگ مصطلحات طبیہ، من منت تقلید، العتیق، معدن الجواہر، الاوقیانوس، الیواقیت فی علم المواقیت، رسالہ فی الکسوت۔ لوح محفوظ منتہی الکمال۔

علم حدیث میں آپ کی کتاب "کوثر النبی" ہے جو اصول و مصطلحات حدیث پر آپ نے مرتب فرمائی۔ (۲۴۵)

۲۵۵: مولانا جلال الدین برہانپوری م ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء

مولانا جلال الدین بن محمد نقی بن غلام محمد حسینی کی ولادت، پرورش اور ابتدائی تعلیم برہانپور میں ہوئی۔

---

(۲۴۵) (الف) قادری عبدالحکیم شرف: تذکرہ اکابر اہل سنت (لاہور ۱۹۷۶) ص ۲۳۰

(ب) اختر راہی کتاب مذکور، ص ۲۹۶ (حصہ اول)

(ج) عبدالحئی کتاب مذکور ج ۷، ص: ۲۸۳

ابتدائی تعلیم کے بعد حرمین چلے گئے اور وہاں محدثین و مشائخ سے علم حدیث میں استفادہ کیا حصول علم کے بعد وطن واپس آگئے اور درس حدیث، فقہ و سلوک میں منہمک ہو گئے۔
روز جمعہ ۵ شوال ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء کو ہرپا پور میں آپ کی وفات ہوئی۔ (۲۴۶)

چھٹے دور کی ابتداء ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء سے ہوتی ہے۔
یہ سنہ شاہ ولی اللہ کا سنہ وفات ہے۔

شاہ ولی اللہ نے علم حدیث کی خدمت کے سلسلہ میں جو خدمات سرانجام دیں۔ وہ محتاج بیان نہیں، برصغیر میں خدمات حدیث میں ایک انقلاب پیدا کرنے والی شخصیت شاہ ولی اللہ کی ہے۔ شاہ ولی اللہ نے علم حدیث کی خدمات میں ایسا نظم و ضبط پیدا کیا۔ کہ بادی النظر رکھنے والے انسان یہ خیال کرتے ہیں کہ برصغیر میں علم حدیث کی ابتداء ہی شاہ ولی اللہ سے ہوئی حالانکہ یہ بات گزشتہ تحریرات سے ثابت ہو چکی ہے کہ برصغیر میں علم حدیث کی ابتداء شاہ ولی اللہ کی حیات سے بہت قبل ہو چکی تھی۔ البتہ ان خدمات میں دو خصوصیات پائی جاتی تھیں۔

اول یہ کہ شاہ ولی اللہ کے زمانہ سے قبل کے محدثین کو حصول علم کے لیے حجاز و بغداد اور بخارہ و ثمرقند کا سفر کرنا ہوتا تھا۔ پھر اس سفر کی صعوبتیں، طوالتیں اور پریشانیاں اسقدر زیادہ تھیں کہ کثیر تعداد میں اہل علم ان اسفارِ علمیہ کے دوران ہی جان جانِ آفریں کے سپرد کر گئے۔ مزید برآں دورِ جدید کی طرح کوئی مخصوص مدت کا نصاب اور اس نصاب کی تکمیل پر اعطائے سند اور مراجعتِ وطن کی اجازت کا اہتمام نہ تھا بلکہ یہ حضرات اپنے شیوخ سے کسبِ فیض کے لیے طویل مدۃ یا مدۃ العمران کی صحبت میں رہنا اپنے لیے باعث سعادت سمجھتے تھے کہ خود ان کے نزدیک اور ان کے مشائخ کی رائے میں بھی صرف حصولِ علم مقصود نہ ہوتا تھا۔ بلکہ حصولِ علم کے ساتھ ساتھ ذہنی، اخلاقی، فکری اور نظریاتی تربیت بھی مطمع نظر ہوتی تھی اور یہ اخلاقی تربیت کثرت صحبت کی بنا پر ہی حاصل ہو سکتی تھی۔ اس پر مستزاد یہ کہ برصغیر اور خصوصاً سندھ سے حجاز جانے والے محدثین نے اپنے اساتذہ کی مسانید درس کو حجاز میں قائم رکھا اور اسطرح انہیں یہ سعادت حاصل

(۲۴۶) عبدالحی: نزہۃ الخواطر، ج ۷: ص ۱۲۲

ہوئی کہ کثیر تعداد میں حجاز و عرب کے محدثین محدثین سندھ کے تلامذہ میں سے ہیں۔

علامہ ابوالحسن سندھی نے حرمین میں عبداللہ بن سالم بصری اور ان کے ہم عصر دیگر محدثین سے استفادہ کر کے مدینہ منورہ میں مسند درس قائم کی جس سے اسقدر محدثین نے استفادہ کیا کہ ان کا حد تعداد میں بیان میں دشوار ہے۔ (۲۴۷)

علامہ سندھی کی قائم کردہ اس مسند درس کو ان کی وفات کے بعد شیخ محمد حیات سندھی نے جاری رکھا۔ اس طرح سندھی محدثین کا حجاز میں ہی ایک سلسلہ درسِ حدیث قائم رہا۔ ان محدثین نے قیام حجاز کو ترجیح دی اور وطن واپس نہ آئے۔

اس کے برعکس شاہ ولی اللہ حصولِ علم کے بعد وطن واپس آئے اور سلسلۂ درس و تدریس شروع کیا۔ شاہ ولی اللہ کو یہ امتیازی مقام حاصل ہوا کہ انہوں نے برصغیر میں علم حدیث کی خدمات کو مستحکم، منظم اور خود مختار بنایا۔ اہل برصغیر پر شاہ ولی اللہ کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ برصغیر سے تعلق رکھنے والے طالبان و تشنگانِ علم کو اپنے علم کی تشنگی کی تکمیل کے لیے اب اسفار بلاد عربیہ اور ان مشکلات و صعوبتوں کے برداشت کی حاجت نہ رہی تھی۔ شاہ ولی اللہ کی جلائی ہوئی اس شمع نے دہلی کے علاوہ بریلی، لکھنؤ، پانی پت اور مدارس میں علم کی روشنی پھیلائی اور اکناف ایشیا سے اہل علم دہلی آنے لگے۔

اس سلسلہ کا مثبت اور منفعت رساں نتیجہ تیرہویں صدی کے اخیر میں ظاہر ہوا جبکہ ہند میں ایک نظامِ تعلیم اور اس نظامِ تعلیم کے تحت درسگاہیں قائم ہونا شروع ہوئیں۔

اوراقِ آئندہ میں اس دور کا جائزہ پیش کیا جائیگا۔ جبکہ ہند کو یہ مقام حاصل ہو گیا کہ بلادِ عربیہ سے اہل علم استفادہ کرنے ہند آنے لگے۔

دورِ سابع۔ ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۷ء تا ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۷ء (قیام پاکستان)

ساتویں دور کی ابتداء اس سال سے ہوتی ہے جبکہ ہندوستان کے صوبہ یو۔پی کے ایک قصبہ

(۲۴۷) اس سلسلہ میں ملا عابد سندھی کا قول "واخذ عنہ جماعۃ لا یحصون" علامہ ابوالحسن کے تعارف کے ضمن میں نقل کیا جا چکا ہے۔ دیکھیے ص۔ ۲۸۲

دیوبند میں دارالعلوم کے نام سے ایک مدرسہ قائم ہوا، جس کو "ازہر ہند" کا خطاب دیا گیا۔ اس مدرسہ کے قیام نے خدماتِ علوم دینیہ میں ایک عظیم انقلاب برپا اور قیام دارالعلوم کے چند سال ہی بعد یہ صورت حال ہو گی کہ علم حدیث کے حصول کے لیے طالبان و تشنگان علم اطرافِ عالم سے برصغیر کا رخ کرنے لگے۔ ادوارِ گزشتہ میں یہ صورتحال تھی کہ اہل ہند طلب علم کے لیے، دمشق، بغداد اور حجاز کے اسفار کیا کرتے تھے۔ سلسلۂ شاہ ولی اللہ کی ترویج و ترقی کے بعد علم حدیث میں برصغیر خود مختار ہو گیا اور اب طالبانِ علم حدیث کو سفر کی مشقتیں برداشت کرنے کی ضرورت نہ رہی قیام دارالعلوم دیوبند کے بعد مزید ترقی اس نہج پر یہ ہوئی کہ ممالک عربیہ کے لوگ علم حدیث میں درس و مہارت حاصل کرنے کے لیے ہند آنے لگے۔

اس دور کی خدمات کا جائزہ لیتے ہوئے تطویل و اطناب سے بچنے کے لیے حصہ ہند کے محدثین کے صرف نام ذکر کیے جائیں گے۔ جو حسب سابق ان کی زمانی ترتیب کے اعتبار سے ہوں گے البتہ حصہ پاکستان کے محدثین کا تعارف تفصیل کے ساتھ پیش کیا جائیگا اور امکانی حد تک اس بات کی سعی کی جائے گی کہ ان کی کتب کا تعارف بھی نذر قارئین کر دیا جائے۔

تیرہویں صدی ہجری۔ بقیہ ۱۷ سال

حصۂ ہند:

برصغیر کے اس خطہ سے جو پاکستان میں شامل نہیں، تعلق رکھنے والے محدثین کے صرف اور اسماء گرامی اور ان کے سنہائے وفات تحریر کیے جائیں گے۔ اور مراجع کی نشاندہی کر دی جائے گی جن قارئین کو تفصیلی حالات مطلوب ہوں، وہ اصل مراجع کی طرف رجوع کر لیں۔

(۲۵۶) مولانا یحییٰ علی بن الٰہی بخش صادق پوری، م ۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۷ء (۳۴۸)

(۲۵۷) مولانا عبدالحلیم بن امین اللہ۔ لکھنوی ; م ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء (۳۴۹)

(۲۵۸) مولانا احمد الدین بن نور حیات۔ بگوی ; م ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء (۳۵۰)

(۳۴۸) عبدالحئی: نزہۃ الخواطر: ج ۷: ص ۵۴۸۔ (۳۴۹) رحمٰن علی: تذکرہ علمائے ہند، ص ۲۸۲: عبدالحئی کتاب مذکور: ج ۷: ص ۲۵۲ (۳۵۰) عبدالحئی: کتاب مذکور: ج ۷: ص ۴۶

(۲۵۹) مفتی محمد یوسف بن مفتی محمد اصغر۔ م ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء (۳۵۱)

(۲۶۰) مولانا عبداللہ بن صبغۃ اللہ مدراسی ، م ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء (۳۵۲)

(۲۶۱) مولانا قطب الدین بن محی الدین دہلوی : م ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء (۳۵۳)

(۲۶۲) مولانا امیر حسن بن لیاقت علی۔ سہسوانی : م ۱۲۹۱ھ / ۱۸۷۴ء (۳۵۴)

(۲۶۳) مولانا فیاض علی بن الٰہی بخش ۔ صادق پوری ، متوفی تیرھویں صدی ہجری ۔ (۳۵۵)

(۲۶۴) مولانا عالم علی بن کفایت علی ۔ مراد آبادی ۔ م ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء (۳۵۶)

(۲۶۵) مولانا شاہ عبدالغنی ابن ابی سعید دہلوی م ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء (۳۵۷)

(۲۶۶) مولانا محمد بن عبداللہ غزنوی م ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء (۳۵۸)

(۲۶۷) مولانا قاضی بشیر الدین بن قطب الدین کاکوروی ؛ م ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۸ء (۳۵۹)

(۲۶۸) مولانا آل محمد بن محمد امام پھلواری ۔ م ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۸ء (۳۶۰)

(۲۶۹) مولانا احمد علی بن لطف اللہ سہارنپوری م ۱۲۹۷ھ / ۱۸۷۹ء (۳۶۱)

(۲۷۰) مولانا محمد قاسم بن شیخ اسد علی ۔ نانوتوی م ۱۲۹۷ھ / ۱۸۷۹ء (۳۶۲)

(۲۷۱) مولانا بشیر الدین بن کریم الدین عثمانی م ۱۲۹۷ھ / ۱۸۷۹ء (۳۶۳)

---

(۳۵۱) فقیر محمد ، حدائق حنفیہ ص (۳۵۲) ایضاً ـــــــــ ص : ۳۰۸

(۳۵۳) مولانا قطب الدین نے مظاہر حق کے نام سے ایک اردو میں مشکوٰۃ کی ایک شرح مرتب کی ہے مظاہر حق قدیم طرز کی اردو زبان میں تھی جسے اب مولانا عبداللہ جاوید غازی پوری کی تسہیل و تجدید کے ساتھ شائع کیا گیا ہے ۔

دیکھیے فقیر محمد : حدائق حنفیہ : ص ۵۰۵ ؛ عبدالحئی ، کتاب مذکور ج ۷ : ص ۲۹۶ (۳۵۴) عبدالحئی : نزھۃ الخواطر ۔ ج ۷ ، ص : ۸۱

(۳۵۵) مولانا یحییٰ علی کے بھائی : عبدالحئی ، کتاب مذکور ج ۷ ، ص ۳۷۹ (۳۵۶) عبدالحئی : کتاب مذکور ج ۷ : ص ۲۳۵

(۳۵۷) ایضاً ـــــــ ۲۹۶ ۔ مولانا عثمانی : سلسلہ شاہ ولی اللہ ص ۲۳۸ ۔ عبدالحئی نزھۃ الخواطر ۔ ج ۷ ، ص ۴۲۷

(۳۵۹) ایضاً ـــــــ ص ۱۰۳ (۳۶۰) ایضاً ـــــــ ص ۲۰

(۳۶۱) ایضاً ـــــــ ص ۴۳ (۳۶۲) بانی دارالعلوم دیوبند

فیوض الرحمٰن ، قاری ، مشاہیر علماء دیوبند (لاہور ۱۹۷۶ء) ج ۱ : ص ۵۵۱

(۳۶۳) عبدالحئی : نزھۃ الخواطر ، ج ۷ : ص ۱۰۲

(۲۷۲) مولانا محمد محدث تھانوی	متوفی اواخر تیرہویں صدی ہجری	(۳۶۴)
(۲۷۳) مولانا عبداللہ بن محمد غزنوی	م ۱۲۹۸ھ/ ۱۸۸۰ء	(۳۶۵)
(۲۷۴) مولانا سیف اللہ بن نور اللہ	متوفی تیرہویں صدی ہجری	(۳۶۶)
(۲۷۵) عبدالقیوم بن عبدالحیٰ بڈھانوی	۱۲۹۹ھ/ ۱۸۸۱ء	(۳۶۷)
(۲۷۶) امۃ الغفور بنت اسحٰق اہلیہ عبدالقیوم بڈھانوی	متوفی تیرہویں صدی ہجری	(۳۶۸)
(۲۷۷) مولانا جمال الدین بن وحید الدین دہلوی	م ۱۲۹۹ھ/ ۱۸۸۱ء	(۳۶۹)
(۲۷۸) مولانا عبدالسلام بن ابی القاسم حسینی فتحپوری	م ۱۲۹۹ھ/ ۱۸۸۱ء	(۳۷۰)
(۲۷۹) مولانا نور الاسلام بن سلام اللہ رامپوری	تیرہویں صدی ہجری کے آخری محدث	(۳۷۱)

حصہ پاکستان

(۲۸۰) مولانا مصطفیٰ بن طیب رفیقی م ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء

مولانا مصطفیٰ بن طیب بن احمد بن مصطفیٰ الکشمیری، ۱۲۲۶ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد کے علاوہ اپنے زمانہ کے دیگر علماء و محدثین سے علم فقہ و حدیث حاصل کیا اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ مولانا بہاء الدین احمد احسن اور عبدالشکور کے علاوہ خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا۔

جمعہ کے روز ۱۴ ربیع الاول ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء کو آپ کا انتقال ہوا۔ (۳۷۲)

---

(۳۶۴) شاہ محمد اسحٰق کے تلامذہ میں سے ہیں، عثمانی، مولانا، سلسلہ شاہ ولی اللہ ص ۲۵۱

(۳۶۵) عبدالحیٰ۔ کتاب مذکور۔ ج ۷: ص ۳۱۰

(۳۶۶) محمد اسحٰق، ڈاکٹر علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ، ص ۱۸۱

(۳۶۷) عبدالحیٰ: نزھۃ الخواطر ج ۷: ص ۳۴۴۔ عثمانی، مولانا سلسلہ ص ۲۵۲

(۳۶۸) ایضاً ــــــ ج ۷: ص ۹۲

(۳۶۹) ایضاً ــــــ ج ۷: ص ۱۲۴ (۳۷۰) ایضاً ــــــ ج ۷: ص ۲۷۰

(۳۷۱) ایضاً ــــــ ج ۷: ص ۵۲۴

(۳۷۲) عبدالحیٰ: نزھۃ الخواطر۔ ج ۷: ص ۴۶۶

چودھویں صدی ہجری/۱۸۸۴ء تا ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۷ء (قیام پاکستان)

حصہ ہند:

۱۹۴۷ء/۱۳۶۸ھ میں پاکستان معرض وجود میں آیا۔ اس باب کے اخیر میں ان محدثین کے اسماء گرامی ذکر کیے جائیں گے کہ جو حصہ ہند میں آباد تھے اور اس صدی سے تعلق رکھتے تھے۔

(۲۸۱) مولانا محمد یعقوب بن مملوک علی صدیقی نانوتوی — م ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء (۳۷۳)

(۲۸۲) مولانا عبدالحیٔ بن عبدالحلیم لکھنوی — م ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء (۳۷۴)

(۲۸۳) مولانا بدیع الزماں بن مسیح الزمان لکھنوی — م ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء (۳۷۵)

(۲۸۴) مولانا فیض الحسن بن علی بخش سہارنپوری — م ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء (۳۷۶)

(۲۸۵) مولانا محمد سعید بن واعظ علی عظیم آبادی — م ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء (۳۷۷)

(۲۸۶) ملا محمود دیوبندی — م ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء (۳۷۸)

(۲۸۷) مولانا سید حامد علی دہلوی — م ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء (۳۷۹)

(۲۸۸) سید شریف حسین بن سید نذیر حسین دہلوی — م ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء (۳۸۰)

(۲۸۹) مولانا محمد حسن بن ظہور حسن سنبھلی — م ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء (۳۸۱)

(۲۹۰) سید امیر احمد بن امیر حسن سہسوانی — م ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء (۳۸۲)

---

(۳۷۳) عبدالحیٔ۔ نزہۃ الخواطر ج ۷: ص ۵۲۴

(۳۷۴) ایضاً ______ ص ۲۳۴

(۳۷۵) ایضاً ______ ص ۸۹

(۳۷۶) ایضاً ______ ص ۳۶۶

(۳۷۷) ایضاً ______ ص ۴۲۰

(۳۷۸) فیوض الرحمٰن حافظ قاری۔ مشاہیر علماء دیوبند: ج ۱: ص ۵۶۳، دارالعلوم دیوبند کے پہلے مدرس

(۳۷۹) امام خان نوشہروی، مولانا تراجم علماء حدیث ہند۔ ص ۱۵۶ (۳۸۰) ایضاً ______ ص ۱۵۷

(۳۸۱) عبدالحیٔ۔ کتاب مذکور: ج ۷: ص ۴۱۸ (۳۸۲) ایضاً ______ ص ۷۲

(۲۹۱) مولانا علیم الدین حسین بن تصدق حسین نگرھنسوی م ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۸ء (۳۸۳)

(۲۹۲) مولانا احمد اللہ بن صبغۃ اللہ مدارسی: م ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء (۳۸۴)

(۲۹۳) نواب صدیق حسن بن اولاد حسن قنوجی: م ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء (۳۸۵)

(۲۹۴) سید سبط احمد بن سید اولاد احمد: م ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء (۳۸۶)

(۲۹۵) مولانا محمد بن عبد الرحمٰن سہارنپوری م ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۰ء (۳۸۷)

(۲۹۶) مولانا عبد اللہ بن عبد الوہاب سورتی م ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء (۳۸۸)

(۲۹۷) مولانا سید احمد دہلوی م ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۳ء (۳۸۹)

(۲۹۸) مولانا حسن شاہ بن سید شاہ حسینی رامپوری م ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء (۳۹۰)

(۲۹۹) مولانا محمد سعید بن صبغۃ اللہ مدارسی م ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء (۳۹۱)

(۳۰۰) مولانا سید احمد بن متقی دہلوی م ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء (۳۹۲)

(۳۰۱) مولانا احمد بن محمد سورتی م ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء (۳۹۳)

(۳۰۲) مولانا فخر الحسن بن عبد الرحمٰن گنگوہی م ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء (۳۹۴)

(۳۰۳) مولانا فضل الرحمٰن بن اہل اللہ م ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء (۳۹۵)

---

(۳۸۳) ایضاً ______ ص ۳۳۳ (۳۸۴) ایضاً ______ ص ۲۱

(۳۸۵) ایضاً ______ ص ۱۸۷ (۳۸۶) امام خان: کتاب مذکور ص ۲۱۷

(۳۸۷) عبد الحی نزھۃ الخواطر ج ۷: ص ۳۹۴ (۳۸۸) ایضاً ______ ______ ص ۲۹۴

(۳۸۹) کتاب مذکورہ ج ۱: ص: ۴۳ (۳۹۰) عبد الحی: کتاب مذکور ج ۷: ص ۱۰۸

(۳۹۱) ایضاً ______ ص ۴۲۹

(۳۹۲) ایضاً ______ ص: ۳۰

(۳۹۳) ایضاً ______ ص: ۳۷

(۳۹۴) ایضاً ______ ص: ۳۵۴

(۳۹۵) ایضاً ______ ص: ۳۶۲

(۳۰۴) مولانا قاضی ایوب بن قمر الدین پھلتی م ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء (۳۹۶)

(۳۰۵) مولانا محمد بن ہاشم سورتی م ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء (۳۹۷)

(۳۰۶) مولانا احمد حسن بن محمد نصیر آبادی م ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء (۳۹۸)

(۳۰۷) مولانا حاجی امداد اللہ بن محمد امین مہاجر مکی م ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء (۳۹۹)

(۳۰۸) مولانا محمد نعیم بن عبد الحکیم لکھنوی م ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء (۴۰۰)

(۳۰۹) مولانا ابراہیم بن عبد العلی آروی م ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء (۴۰۱)

(۳۱۰) مولانا امام الدین بن یار محمد ٹونکی م ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء (۴۰۲)

(۳۱۱) مولانا عبد اللہ بن ولایت ہاشمی، صادق پوری م ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء (۴۰۳)

(۳۱۲) مولانا سید نذیر حسین بن جواد علی دہلوی م ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء (۴۰۴)

(۳۱۳) مولانا قاضی محمد بن عبد العزیز مچھلی شہری م ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء (۴۰۵)

(۳۱۴) مولانا سلامت اللہ بن رجب علی جیراج پوری؛ م ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء (۴۰۶)

(۳۱۵) مولانا محمد بشیر بن بدر الدین سہسوانی م ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء (۴۰۷)

(۳۱۶) مولانا محمد رشید احمد بن ہدایت احمد گنگوہی م ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء (۴۰۸)

(۳۱۷) مولانا محمد صادق الیقین بن سراج الیقین کرسوی م ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء (۴۰۹)

(۳۱۸) مولانا حفیظ اللہ خان دہلوی م ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء (۴۱۰)

(۳۱۹) مولانا ظہیر احسن بن سلمان علی نیموی م ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء (۴۱۱)

(۳۲۰) مولانا عبد الخالق راجکوٹی م ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء (۴۱۲)

---

(۳۹۶) ایضاً ــــــ ص ۸۵ (۳۹۷) ایضاً ــــــ ص ۴۰۲

(۳۹۸) ایضاً ــــــ ص ۴۲ (۳۹۹) ایضاً ــــــ ص ۷۰

(۴۰۰) ایضاً ــــــ ص ۴۵۹ (۴۰۱) ایضاً ــــــ ص ۴

(۴۰۲) ایضاً ــــــ ص ۶۷ (۴۰۳) ایضاً ــــــ ص ۲۹۶ (۴۰۴) ایضاً ــــــ ص ۴۹۶

(۴۰۵) ایضاً ــــــ ص ۳۹۵ (۴۰۶) ایضاً ــــــ ص ۱۵۹ (۴۰۷) ایضاً ــــــ ص ۴۱۵

(۴۰۸) ایضاً ــــــ ص: ۱۴۸ (۴۰۹) ایضاً ــــــ ص ۱۸۶ (۴۱۰) امام خان تراجم: ص: ۱۵۸

(۴۱۱) عبد الحئی کتاب وجلد مذکور ص ۲۰۶ (۴۱۲) ایضاً ــــــ ص ۲۴۰

(٣٢١) مولانا فخر الدین ابن عبد العلی بریلوی م ١٣٢٦ھ / ١٩٠٨ء (٤١٣)

(٣٢٢) مولانا قاضی حسین بن محسن یمانی م ١٣٢٧ھ / ١٩٠٩ء (٤١٤)

(٣٢٣) الشیخ احمد بن عثمان مکی، مراد آبادی م ١٣٢٨ھ / ١٩١٠ء (٤١٤)

(٣٢٤) مولانا شمس الحق بن امیر علی ڈیانوی م ١٣٢٩ھ / ١٩١١ء (٤١٥)

(٣٢٥) مولانا ادریس بن عبد العلی نگرامی م ١٣٣٠ھ / ١٩١١ء (٤١٦)

(٣٢٦) مولانا عبد الجبار بن عبد اللہ، غزنوی م ١٣٣١ھ / ١٩١٢ء (٤١٧)

(٣٢٧) مولانا علی نعمت بن عنایت رسول جعفری پھلواری م ١٣٣١ھ / ١٩١٢ء (٤١٨)

(٣٢٨) مولانا احمد حسن بن اکبر حسن: امروہی م ١٣٣٣ھ / ١٩١٣ء (٤١٩)

(٣٢٩) مولانا محمد یحیی بن مولانا محمد اسمٰعیل کاندھلوی۔ م ١٣٣٤ھ / ١٩١٤ء (٤٢٠)

(٣٣٠) مولانا فرید الدین بن مسیح الدین کاکوروی م ١٣٣٤ھ / ١٩١٥ء (٤٢١)

(٣٣١) مولانا عبد اللہ بن عبد الرحیم، غازیپوری م ١٣٣٧ھ / ١٩١٨ء (٤٢٢)

(٣٣٢) مولانا امیر علی بن معظم علی حسینی لکھنوی م ١٣٣٧ھ / ١٩١٨ء (٤٢٣)

(٣٣٣) مولانا احمد حسن دہلوی م ١٣٣٨ھ / ١٩١٩ء (٤٢٤)

(٣٣٤) مولانا محمد شاہ بن حسن شاہ حسینی، رامپوری م ١٣٣٨ھ / ١٩١٩ء (٤٢٥)

(٣٣٥) مولانا وحید الزماں بن مسیح الزماں، حیدرآبادی م ١٣٣٨ھ / ١٩١٩ء (٤٢٦)

(٣٣٦) مولانا امین الدین بن محمد اسمٰعیل م ١٣٣١ھ / ١٩١٩ء (٤٢٧)

---

(٤١٣) ایضاً ـــ ص ٣٥٤ (٤١٤) ایضاً ـــ ص ١١١ (٤١٤) عبد الحئی: نزہۃ الخواطر ج ٨، ص ٢٩

(٤١٥) ایضاً ـــ ص ١٧٩ (٤١٦) ایضاً ـــ ص ٤٨ (٤١٧) ایضاً ـــ ص ٢١٨

(٤١٨) ایضاً ـــ ص ٢٣٢ (٤١٩) ایضاً ـــ ص ٤١ (٤٢٠) فیوض الرحمٰن: مشاہیر ج ١، ص ٦١٩

(٤٢١) عبد الحئی: کتاب مذکور ج ٨: ص ٣٦٠ (٤٢٢) ایضاً ـــ ص ٢٨٧

٤٢٣ ایضاً ـــ ص ٧٥ (٤٢٤) ایضاً ـــ ص: ٤٤

(٤٢٥) ایضاً ـــ ص ٤٣٣ (٤٢٦) ایضاً ـــ ص: ٥١٢

(٤٢٧) فیوض الرحمٰن ـ کتاب مذکور: ج ١: ١٠١

(۲۳۷) مولانا محمود حسن بن ذوالفقار علی دیوبندی — م ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء (۴۲۸)

(۲۳۸) مولانا محمد معصوم بن عبدالرشید دہلوی — م ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۲ء (۴۲۹)

(۲۳۹) مولانا عبدالرحیم بن فرحت حسین صادقپوری — م ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۲ء (۴۳۰)

(۲۴۰) مولانا احمد رضا بن نقی علی بریلوی — م ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء (۴۳۱)

(۲۴۱) مولانا محمد بن حسین انصاری یمانی — م ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۵ء (۴۳۲)

(۲۴۲) مولانا عبدالباری بن عبدالوہاب لکھنوی — م ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۵ء (۴۳۳)

(۲۴۳) مولانا خلیل احمد بن مجید علی انبیٹھوی — م ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء (۴۳۴)

(۲۴۴) مولانا برکات احمد بن دائم علی ٹونکی — م ۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۸ء (۴۳۵)

(۲۴۵) مولانا عبدالکریم مراد آبادی — م ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۲ء (۴۳۶)

(۲۴۶) مولانا منور علی بن مظہر الحق، رامپوری — م ۱۳۵۱ھ ۱۹۳۲ء (۴۳۷)

(۲۴۷) مولانا سید انور شاہ بن معظم شاہ. کشمیری — م ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۳ء (۴۳۸)

(۲۴۸) مولانا عبدالرحمن بن عبدالرحیم مبارکپوری — م ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۴ء (۴۳۹)

(۲۴۹) مولانا ابوبکر بن ابی الخیر جونپوری — م ۱۳۵۹ھ/ ۱۹۴۰ء (۴۴۰)

۲۵۰ مولانا عاشق الٰہی بن بادالٰہی میرٹھی — م ۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۱ء (۴۴۱)

---

(۴۲۸) شیخ الہند، دارالعلوم دیوبند کے پہلے طالب علم۔ عبدالحئی: نزہۃ الخواطر ج ۸: ص: ۴۶۵

(۴۲۹) ایضاً ___ ص: ۴۵۶ (۴۳۰) ایضاً ___ ص: ۲۴۹

(۴۳۱) بانی مصباح العلوم بریلی

محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی۔ (سیالکوٹ ۔ ۱۹۸۱ء ص ۸۳

(۴۳۲) عبدالحئی: نزہۃ الخواطر: ج ۸ ص ۴۸۸ (۴۳۳) ایضاً ___ ص ۲۱۴

(۴۳۴) ایضاً ___ ص ۱۳۳ (۴۳۵) ایضاً ___ ص ۹۱

(۴۳۶) ایضاً ___ ص ۲۸۳ (۴۳۷) ایضاً ___ ص ۴۸۳

(۴۳۸) ایضاً ___ ص ۸۰ (۴۳۹) ایضاً ___ ص ۲۴۲

(۴۴۰) ایضاً ___ ص ۵ (۴۴۱) ایضاً ___ ص ۱۲۵

(۲۵۱) مولانا حیدر حسن بن احمد حسن ٹونکی م ۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۲ء (۴۴۲)

(۲۵۲) مولانا اشرف علی بن عبد الحق تھانوی م ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء (۴۴۳)

(۲۵۳) مولانا سید اصغر حسین بن محمد حسن دیوبندی م ۱۳۶۴ھ / ۱۹۴۴ء (۴۴۴)

یہ ان حضرات محدثین کے اسماء گرامی تھے کہ جو قبل از قیام پاکستان انتقال کر گئے تھے اور برصغیر کے اس حصہ میں آباد تھے کہ جو ہند کا حصہ کہلاتا ہے ان میں بعض حضرات وہ بھی تھے کہ جو اپنے طبقات میں سرخیل رؤسا قائدین اور ہادیین امت کہلاتے ہیں۔ ان کی خدمات امت میں ایک حیوٰۃ جاودانی رکھتی ہیں۔ ان حضرات میں نواب صدیق حسن خان، سید نذیر حسین دہلوی، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا سید انور شاہ کاشمیری۔ مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا احمد رضا خان بریلوی شامل ہیں

قبل از قیام پاکستان برصغیر کی خدمات حدیث کا یہ آخری دور تھا سلسلۂ شاہ ولی اللہؒ کے اجراء سے برصغیر علم حدیث کے معاملہ میں خود کفیل ہو گیا تھا چنانچہ شاہ ولی اللہؒ سے قبل کے ادوار میں طالبان علم حدیث ممالک عربیہ کے سفر کیا کرتے تھے، شاہ ولی اللہؒ کے بعد جب اس سلسلہ نے ترقی کی تو حصول علم حدیث کے لیے لوگوں کو اسفار کی ضرورت نہ رہی۔ موجودہ دور میں جس میں کہ ۱۲۸۲ھ میں دیوبند کے مقام پر ایک عظیم درسگاہ اور ۱۲۸۹ھ میں بریلی کے مقام پر علوم دینیہ کا ایک مدرسہ قائم ہوا اس سے برصغیر میں مدارس کے قیام کی ایک تحریک پیدا ہوئی۔ اور اس قسم کے دوسرے مدارس بھی برصغیر میں قائم ہوئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دور سابق میں جو خود مختاری حاصل ہوئی تھی۔ اس میں ترقی و استحکام پیدا ہوا اور اب ممالک عربیہ کے بجائے برصغیر علوم دینیہ کی اشاعت و تعلیم کا مرکز بن گیا اور ممالک عربیہ سے طالبان علم برصغیر میں آکر علوم حاصل کرنے لگے۔

برصغیر کے لیے علم حدیث میں یہ دور دورِ ترقی کہلا سکتا ہے۔ اور اسی دوران پاکستان معرض وجود میں آیا۔

اب باب آئندہ میں انشاء اللہ پاکستان میں ہونے والی علم حدیث کی خدمات کا تفصیل سے جائزہ لیا جائے گا۔

---

(۴۴۲) فیوض الرحمٰن۔ مشاہیر۔ ج ۱ ص ۲۴۲ (۴۴۳) اشرف السوانح۔

(۴۴۴) فیوض الرحمٰن مشاہیر۔ ج ۱: ص ۸۷۔

باب ششم:

پاکستان میں علم حدیث

گزشتہ باب میں برصغیر میں ہونیوالی خدمات حدیث اور محدثین کا ترتیب زمانی کے اعتبار سے مفصل تذکرہ کیا گیا (برصغیر میں علم حدیث کی ابتداء باب الاسلام (سندھ) سے ہوئی، سندھ سے یہ سلسلہ لاہور اور ملتان کے راستے دہلی پہنچا، دہلی میں شاہ ولی اللہ کا سلسلہ شروع ہوا جس نے برصغیر میں علم حدیث کی خدمات کو ایک منظم لڑی میں پرو دیا۔ سلسلہ شاہ ولی الہی جسے عام طور پر مؤرخین دار باب حدیث برصغیر میں علم حدیث کا موجد مانتے ہیں، دراصل علم حدیث کی سابق خدمات میں ایک انقلاب، نظم و انضباط اور استقلال پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ اس سلسلہ سے قبل برصغیر میں خدمات حدیث تشتت و انتشار کا شکار رہیں اور برصغیر علم حدیث کے معاملہ میں خود کفیل نہ تھا، اہالیان برصغیر کو علم کے حصول کے لیے اسفار علمیہ کرنے ہوتے تھے۔

تیرہویں صدی میں اس نظم و ضبط اور سلسلۃ الذہب کے نتیجہ میں ایک مزید انقلاب رونما ہوا کہ اس صدی میں برصغیر میں ایسی درسگاہوں کا قیام عمل میں آیا جن کی بنا پر ہند کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ ممالک عربیہ سے لوگ حصول علم کے لیے ہند آنے لگے۔ اس سلسلہ کی ایک کڑی ضلع سہارنپور کے ایک قصبہ دیوبند میں "دارالعلوم دیوبند" کے نام سے ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ / ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء کو ظاہر ہوئی۔ (۱)

دارالعلوم دیوبند کے قیام کے چھ سال بعد ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء میں صوبہ یوپی میں بریلی کے مقام "مصباح التہذیب" کے نام سے ایک مدرسہ قائم ہوا۔ جو "مصباح العلوم" کے نام سے مشہور ہوا۔ (۲)

یہ وہ زمانہ ہے کہ جب برصغیر میں انگریز حکومت ہے اور مسلمان ہندؤوں اور انگریزوں کی سازشوں

۱۔ محمد طیب، مولانا، تاریخ دارالعلوم دیوبند کراچی، دارالاشاعت ۱۹۷۲۔ ص ۱۴

۲۔ [illegible] احمد رضا خان بریلوی، سیالکوٹ، اسلامی کتب خانہ ۱۹۸۱ء ص ۱۱۸

کے نتیجہ میں سیاسی، معاشرتی، اقتصادی اور علمی ہر میدان میں محکومی و غلامی کا شکار ہونے کی بنا پر اپنا تشخص، شعار اور اپنا انفرادی و ممتاز وجود کھوتے جا رہے تھے۔ مسلمانوں کے اس گم گشتہ تشخص و ملی شعار کو تلاش و بیدار کرنے کے لیے علمی تحاریک کی ابتداء ہوئی جس میں سب اہم کردار دارالعلوم دیوبند نے ادا کیا۔

برصغیر میں بیدار ہونے والی اس علمی تحریک کو ہر آنکھ نے دیکھا، ہر ذی حواس انسان نے محسوس کیا اور اس کا برملا اظہار کیا۔

انطاکی اپنے سفر ہند کے تاثرات کے ضمن میں لکھتا ہے۔

" وفی بلاد الهند عدد کبیر من الکلیات العلمیة، مثل کلیة دیوبند وهی اکبر کلیة لتدریس اللغة العربیة فی وسط الهند، وکلیة کلکوتا، والکلیة العثمانیة فی حیدر آباد دکن وکلیة لکنؤ والکلیة الاسلامیة فی دلهی. وکلیة علیکراه ، (۳)

ہند کے علاقہ میں تعلیمی ادارے کثرت سے پائے جاتے ہیں، مثلاً دیوبند کی درسگاہ جو وسط ہند میں لغت عربی کی سب سے بڑی درسگاہ ہے، کلکتہ کی درسگاہ عثمانیہ کالج حیدر آباد دکن، لکھنؤ کالج اسلامیہ کالج دہلی علی گڑھ یونیورسٹی)

برصغیر میں اس علمی تحریک کے نتیجہ میں سیاسی بیداری وجود میں آئی اور مسلمانانِ برصغیر نے اپنے ملی تشخص اور مذہبی شعار کی مکمل حفاظت کی خاطر ایک علیحدہ مملکت کا مطالبہ پیش کر دیا اور یہ تحریک کامیابی کے ساتھ اگست ۱۹۴۷ء میں ختم ہوئی۔

قیام پاکستان کے بعد ہند میں قائم ان امہات المدارس کی طرز پر مدارس و مراکز علمی قیام ہوئے ایک محتاط اعداد و شمار کے مطابق ۱۹۷۲ء میں ان مدارس کی تعداد تھی،

۱۹۷۶ء میں ۹۱۵ ہو گئی۔ ۱۹۷۹ء میں اس تعداد میں مزید اضافہ ہوا اور یہ ۱۷۴۵ ہو گئی

اس کے ساتھ ساتھ پاکستان میں قائم جامعات کے عربی و اسلامی علوم کے شعبہ جات بھی رجال، مفسرین، محدثین اور مؤلفین و فقہاء کی تیاری میں ہمہ تن مشغول نظر آتے ہیں ۷۸ - ۱۹۷۷ کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں جامعات (یونیورسٹیز) کی ،انتھی جن میں ۱۶۶۲۹ طلباء و

(۳) انطاکی، فتح اللہ، الهند کما رأیتها۔ مصر، ۱۹۲۳ء ص ۲۱۰

طالبات زیر تعلیم تھے۔

۸۴ - ۱۹۸۳ میں یہ تعداد ۱۲۱ ہو گئی اور استفادہ کرنے والوں کی تعداد ۲۳۲۵۶ ہو گئی۔
ہر جامعہ کے ساتھ شعبہ عربی اور شعبہ یا ادارہ علوم اسلامیہ قائم ہے۔

باب زیر بحث میں پاکستان سے تعلق رکھنے والے محدثین کا تعارف اور جہاں تک حد استطاعت و امکان میں ہوا۔ ان کی کتب پر تبصرہ پیش کیا جائیگا۔ اس مکمل جائزے سے اندازہ ہوگا کہ دوسری صدی ہجری/ سے تاہنوز علم حدیث کی خدمات میں پاکستان کا گرانقدر حصہ کسقدر موجود ہے۔

سوانح، ایک نظر میں

(۳۵۴) **مکمل نام**: محمد حسین اسرائیلی بن عبدالستار

تاریخ و مقامِ پیدائش: گڑھی حبیب اللہ خان ہزارہ

ابتدائی تعلیم: وطن مالوف۔

اعلیٰ تعلیم: ۔۔۔۔ ایضاً۔

ممتاز اساتذہ: مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی۔

تدریسی زندگی: سکندرپور، ہری پور ہزارہ۔

ممتاز تلامذہ: ہزارہ کے متقدر علماء

مختلف علوم میں تصانیف: اشاعۃ اللمعہ فی فرضیۃ الجمعۃ

علم حدیث میں تصانیف: تحفۃ الباقی شرح الفیہ عراقی (مطبوعہ دہلی ۱۳۰۰ھ) شرح الشرح نخبۃ الفکر (فارسی) (مطبوعہ لاہور ۱۳۰۸ھ)

تاریخ و مقامِ وفات: گڑھی حبیب اللہ خان (۱۳۰۸ھ کے بعد) (۴۲)

سوانح، ایک نظر میں

۳۵۵: **مکمل نام**: مولانا قاضی عبدالقادر ہزاروی،

نیر فیض الرحمٰن مسلمانے سرحد کی تصنیفی و علمی خدمات: الحق جلد ۱۱ (۱۹۷۶) ص ۲۴۲

تاریخ و مقام پیدائش : ہزارہ
ابتدائی تعلیم : وطن مالوف
اعلیٰ تعلیم : بھوپال ہند۔
ممتاز اساتذہ : مولانا محمد احمد بن عمر، سید نور الحسن بخاری۔
تدریسی زندگی : وطن مالوف۔
ممتاز تلامذہ : علماء وطن
مختلف علوم میں تصانیف : السیف المسلول فی نحر من سب التابعی واصحاب الرسول الملقب بہ، کشف الحجاب عن مغالطة الرفضة فی عقد ام مکتوم لعمر بن الخطاب، تبصرة المحودین فی رد مغالطات الوھابیین۔ البینات فی استنباط احکام اخراج الایات۔
علم حدیث میں تصانیف : حاشیہ مشکوٰۃ عربی، مطبوعہ مطبع صدیقی شاہجہانی اسماء الرجال، ردلیف وار (غالباً رجال مشکوٰۃ)
تاریخ و مقام وفات : ۱۸۹۹ء / ۱۳۱۷ھ (۵)

سوانح ایک نظر میں

۲۵۶ : مکمل نام : فیض عالم بن ملاجیون ہزاروی، مولانا
تاریخ و مقام پیدائش : ہری پور ہزارہ ۱۲۵۶ھ ۱۸۴۱ء
ابتدائی تعلیم : غیر مذکور
اعلیٰ تعلیم : ایضاً
ممتاز اساتذہ : ایضاً
تدریسی زندگی : ایضاً
ممتاز تلامذہ : ایضاً۔
مختلف علوم میں تصانیف : نبراس البررة عند اداءا لجمعہ فی حکومة الکفرة۔

(۵) فیوض الرحمٰن قاری، مشاہیر علماء دیوبند، مکتبہ عزیزیہ، ۱۹۷۶ء : ج ۱ : ص ۳۲۸

(مطبوعہ بمبئی ۱۳۰۰ ھ) نبراس الصالحین لدفع مطاعن غیر المقلدین۔ وجیز الصراط فی مسائل صدقات۔ مصباح الظلام عند قبر عبد السلام۔ صیانۃ الاکیاس عن وسوسۃ الخناس۔ (فارسی) البراہین القطعیۃ فی تعیین اوقات المغربیۃ (قلمی)

علم حدیث میں تصانیف: شرح الفیۃ۔ حل مشکلات المغیث فیما متعلق بالفقہ و الحدیث۔ (عربی۔ قلمی)

تاریخ ومقام وفات: ۱۹۰۳ء/ ۱۳۲۱ھ درویش ہزارہ (۶)

سوانح ایک نظر میں

۳۵۷: مکمل نام: محمد ایوب بن لطیف اللہ محدث پشاوری:

تاریخ ومقام پیدائش: ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء زخی چار باغ ضلع پشاور

ابتدائی تعلیم: وطنِ مالوف

اعلیٰ تعلیم: ڈاگئی یار حسین، ضلع مردان

ممتاز اساتذہ: مولانا عبد الحکیم۔ شیخ عباسی بن جعفر بن صدیق حنفی

تدریسی زندگی: ۴۲ سالہ تدریسی زندگی جٹاں، پشاور

ممتاز تلامذہ: مختلف علماء سرحد

مختلف علوم میں تصانیف: تحریر الفوائد فی تفسیم العقائد۔ عقود الدریۃ فی الرد علی الوجودیۃ، اسفار المسئلۃ فی اسرار البسملۃ، تعلیم الغبی فی امامۃ الصبی۔ بذل الھمۃ فی نفع المیت، ضیاء النبراس فی حکم شعر الرأس، رحمۃ الأحد فی سنۃ اللد۔ الدرۃ المضیۃ فی ضیافۃ التعزیۃ، الدر المصون فی حکم النفع بالمرھوق، تبیین المسئلۃ فی تحسین المسئورۃ۔ مصباح الضیا فی حقیقۃ الربوا۔

علم حدیث میں تصانیف: ودیگر شرح نخبۃ الفکر

تاریخ ومقام وفات: ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء (۷)

---

(۶) عبد الحی بن فخر الدین الحسینی، نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر، کراچی، نور محمد، ۱۹۷۶ء، ج ۸، ص ۸

(۷) فیوض الرحمن، علمائے سرحد۔ الحق۔ ص: ۲۸۲

سوانح، ایک نظر میں

(۳۵۸) مکمل نام: سید عبداللہ قطب شاہ بن حبیب شاہ عباسی۔
تاریخ و مقامِ پیدائش: طورو ضلع مردان ۱۸۵۰ء/ ۱۲۶۷ھ
ابتدائی تعلیم: منضبط نہیں
اعلیٰ تعلیم: ایضاً
ممتاز اساتذہ ایضاً
تدریسی زندگی۔ ایضاً
ممتاز تلامذہ ایضاً
مختلف علوم میں تصانیف: اسماء القرآن۔ نجوم الفرقان فی اطراف القران۔ ہدیۃ القراء۔
علم حدیث میں تصانیف: رسالہ حدیقۂ عرفان۔ ایمان کے ۷۷ شعبوں کے بیان (مطبوعہ نایاب)
شرح شعب الایمان۔
تاریخ و مقامِ وفات: ۱۹۳۴ء/ ۱۳۵۲ھ موضع معیار۔ (۸)

سوانح، ایک نظر میں:

(۳۵۹) مکمل نام: عبدالعزیز بن عبدالسلام عثمانی ہزاروی۔
تاریخ و مقامِ پیدائش: ۱۲۸۰ھ/ ۱۸۶۴ء مرگلھی حبیب اللہ خان، تحصیل مانسہرہ۔
ابتدائی تعلیم: وطن مالوف۔
اعلیٰ تعلیم: دہلی۔
ممتاز اساتذہ: مولانا محمود عثمانی، مولانا قاضی محمد، قاضی عبدالاحد۔ خانپوری ہزاروی، مولانا
سید نذیر حسین محدث دہلوی۔
تدریسی زندگی: سپاٹو شملہ۔

---

(۸) فیوض الرحمٰن، علمائے سرحد، المحن: ص ۳۸۲

ممتاز تلامذہ: ہزارہ کے ممتاز علماء

مختلف علوم میں تصانیف: فقہ مخدومی منترجم قواعد فارسی منظوم معروف بہ نیر لامع

علم حدیث میں تصانیف: استجلاء البصر من شرح نخبۃ الفکر (مطبوعہ) قرۃ العیون (احادیث کا ایک عمدہ انتخاب (ازناتمام قلمی))

تاریخ ومقام وفات: ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء (۹)

سوانح، ایک نظر میں

(۳۶۰) مکمل نام: مولانا عبدالعزیز محدث سہالوی:

تاریخ ومقام پیدائش: ۱۸۸۴ء ۱۳۰۲ھ بنڈ سہالہ ضلع راولپنڈی:

ابتدائی تعلیم: وطن مالوف، نوشہرہ الہی ضلع گجرات:

اعلی تعلیم: دارالعلوم دیوبند:

ممتاز اساتذہ: مولانا غلام رسول، شیخ الہند مولانا محمود حسن۔

تدریسی زندگی: مدرسہ نعمانیہ لاہور (۱۳۲۷-۲۸) مدرسہ رحیمیہ (۱۳۲۸-۲۹) درس حدیث انوار العلوم:

ممتاز تلامذہ: پنجاب کے مختلف علماء۔

مختلف علوم میں تصانیف: بغیۃ الامعی حاشیہ نصب الرایہ للزیلعی تاکتاب الحج:

علم حدیث میں تصانیف: نبراس الساری فی اطراف البخاری۔ (مطبوعہ) دوجلدیں تبویب مسند احمد، رجال طحاوی، حاشیہ طحاوی، فہرست مسند احمد (غیر مطبوعہ)

تاریخ ومقام وفات: ۳ رمضان ۱۳۵۹ھ / ۵ اکتوبر ۱۹۴۰ء سہالہ۔ (۱۰)

---

(۹) عبدالحئی، کتاب مذکور، ج ۸: ص ۲۶۰

فیوض الرحمٰن، علمائے سرحد۔ الحق (۱۹۷۶ء) ۳۰۲

(۱۰) فیوض الرحمٰن، مشاہیر ج ۱: ص ۲۰۱

نام کتاب : نبراس الساری فی اطراف البخاری

مؤلف : مولانا عبدالعزیز محدث سہالوی

ناشر : لاہور۔ مطبع کریمی۔

سنہ طباعت : ۱۳۴۵ھ/

سنہ تالیف : محرم ۱۳۴۴ھ/

جلدیں : ۲

جلد اول از ابتداء تا باب اتیان الیہود النبی حین قدم المدینۃ۔ صفحات ۲۵۶

جلد ثانی از کتاب المغازی تا آخر کتاب بخاری۔ صفحات ۱۸۱

امام بخاری کی کتاب صحیح بخاری ایک ایسی کتاب ہے کہ جس کا وجود ہزاروں کتب کے وجود کا باعث بنا۔ کسی نے اس کی شرح تالیف کی، کوئی اسے دیگر زبانوں میں منتقل کرنے کی طرف متوجہ ہوا کسی کی توجہ اس کے تراجم الابواب کی شرح کی طرف ہوئی اور بہت سے محدثین اس کی لسانی وادبی حیثیت اجاگر کرنے میں مشغول ہوئے۔

غرضیکہ بخاری کی جو خصوصیت اپنے میدان علم وفن میں کسی کو نظر آئی، اس نے اس میدان میں بخاری کا مقام بلند کرنے کے لیے قلم اٹھایا۔

ان عنوانات میں مکررات بخاری پر بھی متعدد کتب تالیف کی گئی۔

مولانا عبدالعزیز کی یہ کتاب باوجود اختصار کے اپنے اندر چند انفرادی وامتیازی خصوصیات رکھتی ہے

۱۔ مکررات بخاری کو اس طرح مدون کیا گیا ہے کہ ہر حدیث کی تخریج کے ساتھ شرح کے لیے فتح الباری اور عمدۃ القاری کا حوالہ جلد وصفحہ کے ساتھ دیا گیا ہے۔

۲۔ پہلی مرتبہ جہاں حدیث تخریج کی گئی ہے، وہاں بخاری میں وہ حدیث جن ابواب میں مکرر ہوئی ہے اس کا حوالہ دیا گیا ہے۔ مثلاً پہلی حدیث انما الاعمال بالنیات پہلی مرتبہ تخریج کرنے کے بعد چھ مقامات کا حوالہ دیا گیا ہے کہ ان میں یہ حدیث امام بخاری نے پھر نقل کی ہے۔

۳۔ ایک حدیث مکرر ہونے کی صورت میں صرف اس صفحہ کا حوالہ دیا جاتا ہے جہاں وہ حدیث پہلی مرتبہ تخریج کی گئی ہے۔

۴۔ مولانا سید انور شاہ صاحب، مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مفتی کفایت اللہ دہلویؒ نے اپنی تقاریظ میں مولانا کی اس کاوشِ علمی کو سراہا ہے۔

بخاری کی یہ منفرد شرح جو واقعۃً اطرافِ بخاری کو حاوی ہے، علم و تحقیق کے میدان میں اہمیت کی حامل ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ میدانِ تحقیق کے شہسواروں کو بھرپور مدد مل سکتی ہے۔ لاہور کی مطبوعہ یہ قدیم کتاب شاید دوبارہ شائع نہیں ہوئی اور اس وقت نایاب ہے۔

سوانح، ایک نظر میں

(۳۶۱) **مکمل نام:** محمد بن عبداللہ، مولانا، المعروف بہ جیون بن نور الدین پکھلوی ہزاروی۔

تاریخ و مقامِ پیدائش: ۱۲۸۲ھ/ ۱۹۶۹ء پکھلی تحصیل مانسہرہ ہزارہ۔

ابتدائی تعلیم: وطن مالوف

اعلیٰ تعلیم: ہندوستان

ممتاز اساتذہ: علامہ حسین بن محسن انصاری یمانی۔

تدریسی زندگی: حیدر آباد دکن

ممتاز تلامذہ: حیدر آباد دکن کے افراد

مختلف علوم میں تصانیف: عجائب البیان فی لغات القرآن مع تفسیر المنان و نجوم الفرقان۔ اللغۃ العربیۃ مترجمہ اردو۔ عثمان البیان فی سیرۃ النبی آخر الزمان۔ السیف المسلول فی اثبات خط الرسول۔

علم حدیث میں تصانیف: ترجمہ مسند امام احمد اردو۔ عون الودود شرح ابی داؤد (عربی) مفتاح الحاجۃ شرح ابن ماجہ (عربی) مطبوعہ لکھنؤ، ایڈیشن ۲ سرگودھا۔

تاریخ و مقامِ وفات: ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء حیدر آباد دکن (۱)

(۱) فیوض الرحمٰن، علمائے سرحد۔ الحق مذکور۔ ص ۳۰۵، ۳۰۶

سوانح، ایک نظر میں

(۳۶۲) **مکمل نام:** مولانا شبیر احمد عثمانی۔ بن مولانا فضل الرحمٰن۔

تاریخ و مقام پیدائش: ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۸ء دیوبند، ضلع سہارنپور، ہند۔

ابتدائی تعلیم: دارالعلوم دیوبند۔

اعلیٰ تعلیم: دارالعلوم دیوبند۔

ممتاز اساتذہ: شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا غلام رسول (صوبہ سرحد) مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی، حکیم محمد حسن، مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری، مولانا گل محمد خان، مولانا محمد احمد،

تدریسی زندگی: مدرسہ فتحپوری، دہلی، دارالعلوم دیوبند (۱۳۲۸ھ تا ۱۳۴۶ھ)

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (۱۳۴۶ تا ۱۳۵۴ھ) صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند (۱۳۵۴ھ تا ۱۳۶۲ھ)

ممتاز تلامذہ: مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا مناظر احسن گیلانی۔ مولانا ابوالمآثر، مولانا مفتی محمد شفیع مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا قاری محمد طیب قاسمی، مولانا سعید احمد اکبرآبادی۔ مولانا محمد مالک کاندھلوی۔ مولانا محمد اشفاق احمد، مولانا قاضی عبدالرحمٰن

مختلف علوم میں تصانیف: الاسلام، العقل والنقل، اعجاز القرآن، الشہاب، تفسیر عثمانی،

علم حدیث میں تصانیف: فتح الملہم شرح مسلم (۱)، تقریر بخاری (فضل الباری)

تاریخ و مقام وفات: ۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ء بغداد الجدید (ریاست بہاولپور) تدفین کراچی (۲)

فتح الملہم شرح صحیح مسلم:

کراچی، مکتبہ رشیدیہ

۱۹۸۵ء

تین جلدیں۔

(۱) فتح الملہم اپنی مصروفیات کی بنا پر مکمل نہ کر سکے تھے۔ اب اس کی تکمیل مولانا تقی عثمانی کر رہے ہیں۔ ان کا تعارف آئندہ اوراق میں ملاحظہ کریں (۲) انوار الحسن شیرکوٹی: حیات عثمانی (کراچی ۱۹۸۵)

جلد اوّل از ابتداء تا باب الدلیل علیٰ ان نوم الجالس لا ینقض الوضوء (کتاب الطہارہ)

مع مقدمہ، صفحات: ۵۰۰۔

جلد ثانی: از کتاب الصلوٰۃ تا الصلوٰۃ علیٰ قاتل النفس ومسالک العلماء فیہ

(کتاب الجنائز) ۔صفحات ۵۱۲

جلد ثالث از کتاب الزکوٰۃ تا باب جواز الغیلۃ وہی وطئ المرضع وکراہۃ العزل:

کتاب النکاح؛ صفحات ۵۲۰

کل صفحات ۱۵۳۲

مقدمہ:

کتاب کی ابتداء میں ۱۵۰ صفحات پر مشتمل ایک وقیع مقدمہ ہے کہ جس میں علوم واقسامِ حدیث کے علاوہ خصوصیات صحیح مسلم، تراجم وشروح مسلم، امام مسلم کے حالاتِ زندگی، بعض رواۃِ مسلم کے حالات اور مقدمہ صحیح مسلم پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

مقدمہ اپنی گہرائی اور علمی مباحث کی بناء پر از خود علم حدیث پر ایک مختصر کتاب کا درجہ رکھتا ہے۔ قاری کو اس مقدمہ کا مطالعہ، اصول واقسام حدیث پر علیحدہ کتاب کے مطالعہ سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

اقسام حدیث کے بیان میں فاضل مؤلف نے ابن حجر کی فتح الباری شرح بخاری، ابن الصلاح، السمعانی کی القواطع، ابواسحٰق شیرازی کی اللمع شاطبی کی الموافقات، السخاوی کی شرح الفیہ العراقی، ابن مطہر الحلی کی طفاینۃ الوصول اور نووی کی تقریب پر مدار کیا۔

اقسام حدیث کے تفصیلی تذکرہ کے بعد طرق تحمل حدیث، سند کی اقسام کتبِ حدیث کی اقسام اور ان کے طبقات کے بیان کے ساتھ کتبِ حدیث میں صحیح مسلم کا مقام واضح کیا۔

مقدمہ صحیح مسلم کی توضیحات کے ضمن امام مسلم کی شرائطِ قبول روایت اور امام بخاری ومسلم کا روایت معنعن کے قبول میں اختلاف بسط وتفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ غرضیکہ مقدمہ کے مطالعہ سے نہ صرف یہ کہ انسان صحیح مسلم، صاحبِ کتاب اور رواۃِ کتاب کے احوال ومقام سے متعارف ہو جاتا ہے۔ بلکہ علم حدیث کی بنیادی واساسی تعلیم اسے حاصل ہو جاتی ہے۔ علم حدیث میں استعمال ہونے والی اصطلاحات کا علم ہو جاتا ہے۔

اسلوب شرح:

شرحِ حدیث کا انداز یہ ہے کہ صفحہ کے بالائی حصّہ پر متنِ حدیث اور حدِ فاصل قائم کرنے کے بعد حصّہ زیریں پر شرح۔ شرح کی ترتیب اسطرح ہوتی ہے۔

۱۔ رواۃ حدیث میں پہلی مرتبہ جسکا نام آئے۔ اس کے احوال اختصار کے ساتھ اور ائمہ اسماء الرجال کے اقوال مختصراً نقل کیۓ جاتے ہیں۔

۲۔ سند کی تفصیلات کے بیان اور رواۃ کے مقام کی وضاحت کے بعد الفاظ حدیث کی لغوی شرح و وضاحت۔ لغوی تشریح و وضاحت کے ضمن میں اس کے مترادفات، متقاربات اور اقسام کی وضاحت بھی کی جاتی ہے۔ اسامہ بن زیدؓ کی حدیث۔

"بعثنا رسول ﷺ فی سریۃ" کی تشریح کے ضمن میں سریہ کی وضاحت کے ساتھ اس مترادف و متقاربات بھی بیان کیے۔ مولانا لکھتے ہیں۔

سریۃ۔ قطعۃ من جیش تخرج منہ وتعود الیہ وھی من مائۃ الی خمسمائۃ۔

منسر۔ فما زاد علی خمسمائۃ یقال لہ منسر۔ (جو پانچسو سے زائد ہو وہ منسر کہلاتا ہے۔) جیش فان زاد علی ثمانمائۃ سمی جیشًا۔ (جو آٹھ سو سے بڑھ جائے وہ جیش ہے۔)

ھبطہ۔ وما بینھما یسمّی ھبطۃ۔ (جو منسر اور جیش کے درمیان ہو وہ ہبطہ ہوگا)

جحفل۔ فان زاد علی اربعۃ آلاف یسمّٰی جحفلاً۔ (جو چار ہزار سے زائد ہو وہ جحفل ہوگا۔)

جیش جرار۔ فان زاد جیش جرار۔ (اگر جحفل سے بھی زائد ہو تو وہ جیش جرار ہے)

بعث ما افترق من السریۃ۔ جو سریۃ سے علیحدہ ہو جائے۔ (۱۳)

(۳) مسائل فقہیہ میں ائمہ اربعہ کے علاوہ صحابہ کرامؓ کے اقوال و مسالک بھی نقل کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کے قول کو ترجیح دینے کے بعد قرآن و سنت کی روشنی میں اس کے وجوہِ ترجیح شرح و بسط کے ساتھ

---

(۱۳) عثمانی: شبیر احمد، فتح الملہم۔ ج ۱: ص ۲۶

بیان کرتے ہیں۔

۴۔ مشکل و دقیق مسائل کو آسان عبارت، سہل الفاظ اور عام زندگی میں پیش آنے والی مثالوں کے ذریعہ واضح کرتے ہیں۔

۵۔ ہر کتاب کی ابتداء میں اس موضوع سے متعلق تفصیلات آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور صوفیاء و علماء کے اسرار و رموز بیان کیے جاتے ہیں۔

۶۔ جدید تعلیم یافتہ افراد کے اذہان میں ابھرنے والے سوالات اور شبہات کا شافی و مدلل جواب دیتے ہیں۔

۷۔ حدیث کی تشریح کے ضمن میں اس سے مستفاد موضوع پر کثرت سے احادیث جمع کرتے ہیں۔

۸۔ حدیث میں تضاد کی صورت میں وجوہ تطبیق بیان کیے جاتے ہیں۔

کتاب الصلوٰۃ کی ابتداء میں صلوٰۃ کے لغوی و اصطلاحی مفہوم کی وضاحت کے بعد باب الامر بشفع الاذان والاقامۃ کے تحت اشفاع الاذان اور ایتار الاقامۃ پر استیعاب کے ساتھ احادیث جمع کیں۔ اور مسلک احناف کو ان احادیث کی روشنی میں اقرب الی السنۃ قرار دیا۔ (۱۵)

اسی طرح باب اوقات الصلوٰت الخمسہ کے ترجمۃ الباب میں اوقات صلوٰۃ پر سیر حاصل بحث کی ہے خصوصاً عصر کی تاخیر پر کثرت سے احادیث جمع کی ہیں۔ (۱۶)

باب فضل مابین قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم ومنبرہ وفضل موضعہ کے ترجمۃ الباب کے تحت امام مسلمؒ نے عبداللہ بن زید المازنی کی روایت تخریج ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"مابین بیتی ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ"

(میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کا ٹکڑا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے)

اس حدیث کی تشریح کے ضمن میں زرقانی اور خطابی کے اقوال نقل کرنے کے بعد اس حدیث کے متعلق اپنی رائے دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"قلت والحق ان کونہ روضۃ حقیقۃ بحیث ینتقل ذالک الموضع بعینہ فی الآخرۃ إلی الجنۃ یستلزم ترتب احکام الجنۃ۔ وآثارھا علیھا فی الحالۃ

(۱۵) عثمانی، شبیر احمد علامہ، فتح الملہم، ج ۲: ص ۲۱۶

(۱۶)

الراهنة كما زعمهٔ ابن حزم وغیره واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (۱۷)

(میں یہ کہتا ہوں کہ حق یہ ہے کہ یہ الفاظ اپنی حقیقت پر محمول ہیں اور یہ ٹکڑا واقعۃً جنت کا ٹکڑا ہے جو قیامت کے دن اسی حالت میں جنت میں ملا دیا جائیگا۔)

باب فضل الصلوٰۃ بمسجد مکۃ والمدینۃ کے تحت امام مسلمؒ نے ابو ہریرۃؓ کی ایک حدیث سفیان بن عیینہ عن زہری عن سعید بن المسیب کی سند سے تخریج کی ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"صلوٰۃ فی مسجدی ھذا افضل من الف صلوٰۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام"۔

(میری اس مسجد میں نماز ادا کرنا دوسری مساجد میں نماز سے ایک ہزار درجہ افضل ہے سوائے مسجد حرام کی نماز کے)

اس حدیث کی تشریح کے ضمن میں فاضل مؤلف نے مکہ اور مدینہ میں فضیلت پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ مولانا نے ائمہ سلف کے اقوال نقل کیے ہیں جن میں کچھ ائمہ مکہ کی فضیلت کے اور کچھ ائمہ مدینہ منورہ کی فضیلت کے قائل ہیں ان تمام ائمہ کے مسالک اور دلائل کی تفصیلات بیان ہیں

فضیلت کے اقوال کو نقل کرنے سے قبل مولانا نے ابن بطال کا قول اور اپنے اس قول میں ان کا تفرد بیان کیا ہے کہ مکہ اور مدینہ دونوں برابر ہیں۔

دلیل اس کی یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ باستثنائے حرم مکی مسجد نبوی کی ایک فضیلت بیان کی ہے۔ اس استثناء میں دو احتمال ہیں یہ کہ حرم مکی و مدنی برابر ہیں یعنی ارشاد نبوی کا مفہوم یہ ہوگا کہ میری مسجد کی نماز مساجد عالم سے ہزار گناہ افضل ہے سوائے نماز حرم کے وہ اس کے برابر ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ حرم مکی کی نماز اس سے افضل یا مفضول ہے اور افضل یا مفضول ثابت کرنے کے لیے مقدار کا تعین ضروری ہے اور وہ کسی نص میں وارد نہیں لہذا دونوں برابر ہیں۔ مولانا نے ابن بطال کے اس قول کی تردید میں روایت نقل کی ہے کہ جس میں نبی کریم نے حرم مکی کی نماز کو اپنی مسجد کی نماز سے سو گناہ افضل بیان کیا ہے۔ (۱۸)

ابن عبداللہ، امام مالکؒ اور امام مالک کے اکثر تلامذہ اس بات کے قائل ہیں کہ مدینہ منورہ

---

(۱۷) مولانا کے مطابق امام احمد نے اس روایت کو عطاء عن عبداللہ بن زبیرؓ کی سند سے نقل کیا ہے اور ابن حبان نے اس کی تائید کی ہے۔

(۱۸)

افضل ہے ابن عبدالبر استدلال میں ایک روایت اور عبداللہ بن نافع کا اسی روایت کے بارہ میں قول نقل کرتے ہیں۔

رفعه الصلوٰة بمسجد الحرام بمائة الف صلوٰة والصلوٰة فی مسجدی بالف صلوٰة والصلوٰة فی بیت المقدس بخمسمائة صلوٰة۔ (۱۹)

ابن عبدالبر عبداللہ بن نافع کی یہ توضیح نقل کرتے ہیں کہ

بالف سے مراد بدون الف ہے یعنی ایک ہزار سے کم افضل ہے مراد یہ ہے کہ مسجد نبوی کی نماز حرم مکی کی نماز سے ۹۹۹ درجہ افضل ہے۔

اس تاویل کی دلیل ابن عبدالبر حضرت عمرؓ کی ایک روایت سے کرتے ہیں۔ جس میں نبی کریم ﷺ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے۔

صلوٰة فی المسجد الحرام خیر من مائة فیما سواہ۔ اور ایک دوسری سند میں یہ الفاظ بھی الفاظِ مذکورہ کے بعد منقول ہیں الا المسجد الرسول فانما فضلہ علیہ بمائة صلوٰة اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ مسجد نبوی کی نماز مکہ کی نماز سے افضل ہے۔ امام مالکؒ نبی کریم ﷺ کے اس قول ما بین بیتی ومنبری روضة من ریاض الجنة سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جنت کا قطعہ دنیا ومافیہا سے افضل ہے۔

حافظ اور ابن رشد مکہ کی افضیلت کے قائل ہیں، ان کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو قبلہ بنایا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے اسکے طواف کو واجب قرار دیا ہے جبکہ اس کے علاوہ کسی عمارت کا طواف جائز وحلال نہیں۔

۳۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے مکہ کو اللہ نے حرم قرار دیا ہے نہ کہ لوگوں نے۔

۴۔ حرم مکی میں شکار کی صورت میں دم کے واجب ہونے پر اہل علم کا اجماع جبکہ حرم مدنی کے شکار پر دم کے وجوب پر ائمہ کا اجماع نہیں ہے۔

۵۔ اس پر علماء وائمہ کا اجماع ہے کہ حدود حرم مکی میں کسی پر حد نہیں لگائی جاسکتی بفحوائے ارشاد الٰہی

(۱۹) بزار اس روایت کے متعلق یہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔

ومن دخلہ کان آمنا۔

جبکہ مدینہ منورۃ کے بارہ میں ایسا اجماع نہیں ہے ۔

(۶) کسی مقام کی فضیلت یا قباحت ذاتی نہیں بلکہ وہاں پر بجائے جانے والے اعمال اور ان اعمال پر ملنے والی جزاء وسزا کے اعتبار سے ہے چنانچہ حرم مکی میں عبادات اور اعمال صالحہ کا زیادہ ثواب اور معصیت ونافرمانی کا زیادہ گناہ ہے نیتاً اور مقامات کے بشمول حرم مدنی۔ ان دلائل کی روشنی میں یہ کہا جا نہ ہوگا کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے بایں ہمہ ان احادیث کا کہ جن میں سکونت کی تاکید اور مدینہ میں مرنے والوں کے فضائل بیان کیے گئے ہیں کوئی انکار ہے نہ جواب

ان تمام مسالک اور دلائل نقل کرنے کے بعد فاضل مؤلف فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورۃ کی افضلیت میں یہ اختلاف اس خطۂ ارضی کے علاوہ ہے کہ جس سے نبی کریم ﷺ کا جسد اطہر ملا ہوا ہے یعنی زمین کا وہ حصہ جہاں نبی کریم ﷺ کا جسم ازکی واطہر موجود ہے اس اختلاف میں داخل نہیں بلکہ قاضی عیاض نے اس قطعہ ارضی کی مطلقاً افضلیت پر امت کا اجماع نقل کیا ہے ۔

تمام ائمہ امت کے نزدیک وہ قطعہ ارضی زمین کے ہر قطعہ حتیٰ کہ مکہ، حرم مکی اور خانہ کعبہ سے اور عرش وکرسی سے بھی افضل ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی اخیر میں اس بحث کو سمیٹتے ہوئے اس سلسلہ میں جو عقلی دلیل پیش کرتے ہیں اس کا مفہوم یہاں بیان کیا جاتا ہے ۔ کسی بھی مکان یا مقام کی فضیلت ذاتی نہیں ہوتی بلکہ اس میں رہنے والے مکین کی فضیلت پر منحصر ہوتی ہے۔

کائنات ارض وسموٰت دو حقیقتوں کا مجموعہ ہے کہ ایک ذات اس کائنات رنگ وبو کی خالق ہے اور باقی ساری کائنات مخلوق ہے ۔ یہ ایک فطری وطبعی امر ہے کہ خالق اپنی مخلوق پر فضیلت رکھتا ہے ۔ کوئی ذی عقل ودانش اس بات کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ مخلوق خالق سے افضل ہے معلوم ہوا اس کائناتِ ارض وسمٰوٰت میں خالق ومالک جو خدا کی ذات ہے افضل ترین، اعلیٰ ترین اور احسن ترین ذات ہے جب خالقِ کائنات افضل ترین ہوا تو وہ مقام یا مکان بھی افضل ترین ہونا چاہیئے کہ جس میں اس ہستی کی رہائش ہو ۔ جب اسی نظریہ سے ذاتِ الٰہی کو دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ذات زمان ومکان سے بے نیاز ہے ۔ حیز ومقام کی احتیاج سے مستغنی ہے ۔ چنانچہ الرحمٰن علی

العرش استویٰ کا مفہوم اگر یہ مانا جائے کہ خدا کی رہائش و تمکین عرش پر ہے تو تمکین کی اس فضیلت کی بنا پر عرش کائنات میں افضل ترین مقام ٹھہریگا۔

لیکن استویٰ علی العرش کی مراد یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش کا محتاج و مکین ہے۔ معلوم ہوا کہ اس ارض سموٰت میں کوئی ایسا گوشہ نہیں جس کو یہ کہا جائے کہ کیونکہ خدا یہاں متمکن ہے اس لیے باقی گوشہائے عالم سے افضل ہے۔ خالق سے یہ صفت مخلوق میں منتقل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں انسان افضل ترین مخلوق ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ پھر ان انسانوں میں انبیاء علیہم السلام کہ جن کا اللہ نے اصطفاء و اجتباء کیا سب سے زیادہ افضل ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی اس جماعت کے سرخیل، سربراہ سر دار اور افضل الانبیاء نبی کریم ﷺ ہیں۔ یعنی اللہ کی تمام مخلوقات میں آپ افضل ترین ہیں مخلوقات میں کوئی مخلوق آپ سے افضیلت کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ جب افضل المخلوقات ہو گئے۔ تو جس مقام پر آپ متمکن ہیں وہ افضل المقام اور احسن المکان ہو گیا کہ مکان و مقام کی فضیلت مکین و مقیم کی فضیلت پر منحصر ہے (۲۰)

۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء کے اوائل فتح الملہم کی تیسری جلد مکمل ہوئی اور چوتھی جلد کی ابتداء کتاب الرضاع سے ہونی تھی لیکن یہ زمانہ وہ تھا جبکہ تحریک پاکستان منازل عروج طئے کر رہی تھی اور مولانا عثمانی اس تحریک کی صفِ قائدین میں تھے، تحریک کے ان ہمہ تن مشاغل نے آپ کو اتقدر مہلت نہ دی کہ آپ اس وسیع کتاب کو مکمل فرماتے۔ کتاب کی قدر و وقعت کا اندازہ جہاں اس کے مطالعہ اور اسمیں کی گئی علمی مباحث سے ہوتا ہے وہ وہاں۔

علامہ محمد زاہد بن حسن بن علی کوثری کے ایک خطے سے بھی ہوتا ہے جو انہوں نے مولانا عثمانی کے نام لکھا۔ وہ لکھتے ہیں۔

"أبدیتم بشرح صحیح مسلم هذا عن علم عزیز وفضل فیاض فی هدوء تام و سکینة کاملة فی کل أخذٍ وردٍ کما هو شان ارباب القلوب من السلف الصالح" (۲۱)

صحیح مسلم کی اس شرح سے آپ کا وسیع علم، فضیلت و کمال اور ہر دلیل و رد میں کمالِ اطمنان و

(۲۰) مولانا عثمانی۔ فتح الملہم۔ ج ۳: ص: ۴۲۱ تا ۴۲۲

(۲۱) مولانا عثمانی الملہم: ج ۳: ص ۵۱۹

استدلال ایسا ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ وسیع الحوصلہ اسلاف صالحین میں تھا)

مولانا انور شاہ کاشمیریؒ فرماتے ہیں

"در علم ایں احقر ہیچکس خدمت ایں کتاب بہتر و برتر
از ایشاں نتوانست کرد، متوجہ اس خدمت شدہ
منت بر رقاب اہل علم نہادند" (۲۲)

(احقر کے علم میں کوئی شخص اس کتاب (مسلم) کی خدمت ان سے زیادہ بہتر اور برتر نہ کر سکا۔ اس خدمت کی طرف متوجہ ہو کر انہوں نے اہل علم کی گردن پر احسان کیا ہے)

مکتبہ رشیدیہ کراچی نے اس کتاب کو شائع کیا ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کو نئی کتابت کے ساتھ شائع کیا جائے۔ اور اگر اس کی ترتیب و تدوین کا کام کر دیا جائے تو یہ علم کی ایک عظیم خدمت ہوگی۔

مولانا کی اس غیر مکمل شرح کی تکمیل مولانا محمد تقی عثمانی کر رہے ہیں تکملہ فتح الملہم کے نام سے اس کی ایک جلد طبع ہو چکی ہے۔ اس پر تبصرہ آئندہ اوراق میں پیش کیا جائے گا۔)

فضل الباری شرح اردو صحیح البخاری:

کراچی، ادارۂ علوم شرعیہ،

۱۹۷۵

مطبوعہ جلدیں۔ دو

جلد اول: از ابتداء بخاری تا۔ باب ما یذکر فی المناولۃ (کتاب اہل العلم (کتاب العلم) صفحات ۵۸۰

جلد ثانی: از باب من تعد حیث ینتھی بہ المجلس ومن رأی فرجۃ فی الحلقۃ فجلس فیھا (کتاب العلم تا باب الیتیم ضربۃ (کتاب الیتیم) صفحات ۵۲۶

مرتب و مدون مولانا قاضی عبد الرحمٰن۔

(۲۲) عثمانی، شبیر احمد علامہ، فضل الباری شرح اردو صحیح البخاری۔ مرتب قاضی عبد الرحمٰن کراچی، ادارہ علوم شرعیہ ۱۹۷۳ء: ج ۱: ص ۴۲

فضل الباری:

کتاب کا پس منظر: کتاب فضل الباری کا پس منظر بیان کرتے ہوئے آپ خواہر مولانا محمد یحییٰ صدیقی لکھتے ہیں کہ فضل الباری کی تالیف کے اصل محرک مولانا سید انور شاہ کاشمیریؒ نے ان کی خواہش تھی کہ مولانا جسنے طرح تفسیر قرآن، فتح الملہم لکھ کر قرآن کریم کے حقائق و دقائق واضح کیے ہیں۔ اور مسلم کی دقت نظر کو امت کے سامنے رکھا ہے وہ بخاری کے حقائق و رموز پر بھی ایک کتاب وجیز تالیف کریں۔ مولانا کی وفات کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی تدریس بخاری کی سعادت مولانا عثمانی کے حصہ میں آئی۔ اور سال اول ہی میں مولانا نے ایک فاضل تلمیذ کو درس بخاری ضبط تحریر میں لانے پر مامور کر دیا۔ اور پھر سالہا سال اس تحریری مجموعہ پر نظر ثانی فرماتے رہے اور اس میں ترامیم و اضافات بھی کرتے رہے۔ آپ کی حیٰوۃ میں یہ شرح طبع نہ ہو سکی۔ ان حوالہ جات کی مراجعت و تخریج جو مولانا نے دوران نظر ثانی حواشی پہ دیئے تھے نہ ہونے اور دیگر وجوہ کی بنا پر یہ کتاب عرصہ دراز تک زیور طباعت آراستہ نہ ہو سکی۔ (۲۲)

قاضی عبدالرحمٰن نے یہ کام اپنے ذمہ لیا اور اسکی مراجعت کے بعد کتاب کی دو جلدیں شائع کر پائے تھے کہ داعی اجل کو لبیک کہا۔ کتاب کی ابتداء میں مولانا قاری محمد طیب صاحب، سید محمود بن نذیر الطرازی مدارس مسجد نبوی مدینہ منورہ مولانا شمس الحق افغانی، مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا شفیع صاحب رحمہم اللہ کی قیمتی آراء دی گئی ہیں

شرح حدیث میں جو اسلوب فتح الملہم کے تعارف کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے۔ وہی اس شرح میں بھی نظر آتا ہے۔ شرح حدیث کا یہ علمی انداز عموماً نظر نہیں آتا۔ بخاری کے تراجم کی شرح ان کی دقت نظر کو بحسن و خوبی واضح کیا گیا ہے۔ کتاب عامۃ الناس کے لیے عموماً اور طلباء و مدرسین حدیث کے خصوصاً انتہائی افادیت کی حامل ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کتاب کی مکمل طباعت کا اسی نہج پر اہتمام کیا جائے۔

---

(۲۲) فضل الباری۔ ج ۱: ص ۲۲

سوانح، ایک نظر میں

۳۶۴) **مکمل نام:** مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی ابن مولانا عنایت الرحمٰن صدیقی ؛

تاریخ و مقام پیدائش: کاندھلہ ضلع مظفر نگر ہند۔

ابتدائی تعلیم: مدرسہ سلیمانیہ بھوپال، خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔

اعلیٰ تعلیم: مظاہر علوم سہارنپور۔

ممتاز اساتذہ: پیر ابو احمد، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری

تدریسی زندگی: مدرسہ اشرفیہ چھپتہ لال میاں دہلی، مدرسہ عالیہ عربیہ فتح پوری، دہلی، اکتوبر ۱۹۴۶ء تا دسمبر ۱۹۵۰ء محدث اول مدرسہ احمدیہ بھوپال جنوری ۱۹۵۱ء تا وفات دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار سندھ،

ممتاز تلامذہ: مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، قاری سعید الرحمٰن، مولانا عبید الرحمٰن، مولانا اسماعیل افریقی، پروفیسر مولانا مسعود احمد دہلوی، مولانا حامد الرحمٰن صدیقی، مولانا عابد الرحمٰن صدیقی۔ مولانا حبیب الرحمٰن صدیقی۔

مختلف علوم میں تصانیف: مرأة التفسیر، احسن البیان فی مقربة القرآن تنبیہ الوسنان فی احکام رمضان، احکام الشعر واللحیٰ، نور العنیین فی تحقیق رفع یدین تنسیق الکلام فی وجود صانع النظام، مناقب ابی حنیفہ (عربی) تفسیر سورۃ فاتحہ، الارتداع عن الابتداع۔ شرح شمائل ترمذی (غیر مطبوعہ) رفع الحجاب عن کید الهاو السایب۔

علم حدیث میں تصانیف: الطیب الشذی، شرح جامع الترمذی، سنن نسائی پر حاشیہ، کشف المغطاء شرح موطا، سنن ابی داؤد پر حاشیہ (غیر مطبوعہ) تعلم حدیث (مطبوعہ)

تاریخ و مقام وفات: ۲۰ رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ / دسمبر ۱۹۵۷ء ٹنڈو الہ یار سندھ (۲۰)

۲۰۔ فیوض الرحمٰن، مشاہیر، ج ۱، ص ۸۵

نام کتاب : الطیب الشذی شرح جامع ترمذی۔

مؤلف : مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی۔

مطبوعہ : میرٹھ المطبعۃ الخیریۃ

سنہ طباعت : ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۵ء

مطبوعہ حصہ کے صفحات : ۱۴۶ بڑی تقطیع۔

مطبوعہ از ابتداء تا باب فی الرجل یقرأ القرآن علی کا حال۔

جامع ترمذی کی ایک نہایت مبسوط و جامع شرح کاملاً ابھی تک زیر طباعت سے آراستہ نہیں ہو سکی۔

اسکا کچھ حصہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی کی زیر نگرانی میرٹھ سے ۱۳۴۴ھ میں شائع ہوا۔

کتاب کی ابتداء میں ایک جامع مقدمۂ مؤلف ہے جس کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے حصہ اوّل میں تدوین حدیث کی مختصر تاریخ ذکر کی گئی ہے۔ حصہ ثانیہ میں امام ترمذیؒ کے حالات زندگی مرقوم ہیں۔ تیسرے حصہ میں ائمہ صحاح ستہ کی شرائط پر سیر حاصل بحث ہے۔ چوتھے حصہ میں اصطلاحات حدیث کے مفاہیم بیان ہوئے ہیں جبکہ پانچویں حصہ میں روایت عنعنہ کے بارہ مختصر بحث ہے اور چھٹا حصہ موضوعِ علم حدیث پر مشتمل ہے ۔ عام محدثین کی طرح مولانا نے کتاب کے بالائی حصہ پر متن کتاب اور زیریں حصہ پر شرح تالیف فرمائی ہے ۔

شرح کا انداز یہ ہے کہ ابتداءً ترجمۃ الباب کی وضاحت کی جاتی ہے۔ پھر سندِ حدیث پر کلام کیا جاتا ہے۔ سندِ حدیث پر کلام کے بعد الفاظِ حدیث کی تشریح کے ضمن میں مسائل مستنبطہ کو بیان کیا جاتا ہے اور ائمہ اربعہ کے مسالک اور دلائل پر نہایت مفصل، مدلل، جامع اور جزءًا سی کے ساتھ بحث کی جاتی ہے۔

امام ترمذی کے قول "وفی الباب عن فلان وفلان" کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ سیوطی کا قول نقل کرتے ہیں کہ اس سے مراد کوئی متعین و مشخص حدیث نہیں ہوتی بلکہ معنی یہ ہوتے ہیں کہ اس باب میں فلاں فلاں کی روایت بھی نقل کی جاسکتی ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ شرح ترمذی کے متعلق لکھتے ہیں۔

شمر عن ساعد الجد منتضًا لشرح الجامع الترمذی فنقح اسانیدہ وحقق متونه فقها وحدیثا ولغة واعرابا وقد وصل الینا بعض اجزائه فتشرفنا لمطالعته ۔ (۲۵)

(جامع ترمذی کی یہ شرح آپ کی اعلیٰ کاوشوں کا نتیجہ ہے، اس شرح میں آپ نے ترمذی کی اسانید کی تنقیح اور متن کی فقہی، حدیثی، لغوی اور اعرابی اعتبارات سے تشریح کی ہے)

علامہ عثمانیؒ کے علاوہ مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا سید انور شاہ کاشمیریؒ کی تقاریظ بھی انہی جذبات کو ظاہر کرتی ہیں ۔

کتاب کی ابتداء میں فہرست مشمولات کے ساتھ اس جلد میں مذکور رجال کا ایک اشاریہ بھی موجود ہے، جو حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب ہے ۔

نام کتاب : موطا الامام مالکؒ ۔

مؤلف : امام مالکؒ

محشی : مولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی ۔

المعروف : کشف المغطاء عن وجه المؤطا ۔

مطبوعہ : کراچی، نور محمد، اصح المطابع ۔

سنہ طباعت : درج نہیں ۔

صفحات : ۷۳۶

مؤطا امام مالک کی یہ شرح مؤطا کے حواشی پر نور محمد کتب خانہ کے زیر اہتمام طبع ہوئی جس کے متعلق مہتمم طباعت فرماتے ہیں کہ ہمارے مطبع کی آج تک کی مطبوعات میں یہ کتاب سب سے زیادہ فائق ہے ۔

اپنے اسلوب کے مطابق موطا کی شرح میں بھی مولانا تراجم الابواب کی وضاحت سندوں پر کلام اور مسالک فقہاء کو جامعیت اور شرح و بسط کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ مولانا کی یہ شرح علماء اور طلباء حدیث میں مقبولیت کی حامل ہے۔ مولانا نے فقہائے اربعہ کے علاوہ فقہائے صحابہ میں حضرت علیؓ

(۲۵) مولانا عثمانی نے یہ تحریر ۲۲ صفر المظفر ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۵ء کو لکھی اور مطبوعہ حصہ کے آخر میں منسلک ہے ۔

عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عائشہ صدیقہ، تابعین فقہاء میں شعبی، نخعی، مجاہد، قاسم بن محمد نافع، ابن المسیب، اوزاعی، زہری، سفیان ثوری، حسن بن حی کے مسالک بھی نقل کیے ہیں۔

شرح میں علم حدیث کے اساسی و بنیادی مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے جن میں صحاح ستہ متون و شروح، زیلعی، عمدۃ القاری، طحاوی، طبرانی کے علاوہ فقہ اور اصولِ فقہ کی بنیادی کتب شامل ہیں۔

موطا اور ترمذی کی شرح مولانا کی خدمات حدیث کا ایک درخشندہ باب اور ایک زندہ جاوید کارنامہ ہیں جس نے محدثین پاکستان کا سر فخر سے بلند کر دیا ہے۔

نام کتاب : علم حدیث۔

مؤلف : مولانا اشفاق الرحمن کاندھلویؒ تدوین۔ ساجد الرحمن صدیقی، مولانا۔

مطبوعہ : لاہور کتب خانہ شانِ اسلام۔

سنہ طباعت۔ ۱۹۷۷

صفحات : ۲۴۰

سائز : $\frac{۱۸\times۲۲}{۸}$

مولانا کاندھلویؒ کی یہ کتاب ماہنامہ "تذکرہ" کراچی میں ۱۹۵۴ء، ۱۹۵۵ء میں سلسلہ وار شائع ہوئی تھی۔ تذکرہ میں شائع ہونے والے ان مضامین میں ضرورتِ حدیث، حجیت حدیث اور تدوین حدیث پر جامع اور مدلل بحث تھی۔ مولانا کے فرزند ساجد الرحمٰن صدیقی صاحب نے ان مضامین کو کتابی صورت میں یکجا کیا اور کتب خانہ شانِ اسلام نے ۱۹۷۷ء میں شائع کیا۔

اس طرح حدیث کی یہ خدمت پاکستان کے حق میں دو آتشہ ہو گئی جس کا سہرا اولاً مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب کاندھلوی کے سر اور ثانیاً مولانا ساجد الرحمٰن صاحب صدیقی کے۔ اپنے ان مقالات میں مولانا نے ابتداءً حقیقت نبوت اور غرض و غایت نبوت پر اختصار کے ساتھ بحث کرتے کے بعد منکرین حدیث کی ان غلط فہمیوں یا کج رویوں کے جوابات دیئے جن کے ثبوت کے لیے وہ خود آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کرتے ہیں اور اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ تعلیماتِ قرآنی کی رو سے نبی ﷺ کا کام محض پیغام پہنچا دینا تھا۔ اس کا قول یا عمل امت کے واسطے نمونۂ عمل نہیں۔ مولانا نے شرح و بسط کے ساتھ ان نظریات کی تردید کے ساتھ ساتھ آیاتِ قرآنیہ سے

اس بات کو ثابت کیا ہے کہ حدیث قرآن کا بیان اور اس کی تفسیر ہے۔

حدیث کی حجیت کو پایہ ثبوت تک پہنچانے کے بعد امت تک تعلیمات نبوی پہنچانے والے سب سے مقدم و اول ذریعہ صحابہ کرام کی عدالت اور نبی کریم ﷺ کی اطاعت کو مدلل بیان کیا گیا ہے۔ عام صحابہ اکرامؓ کا طرز بیان کرنے کے بعد خصوصاً شیخین کا احادیث کے سلسلہ میں جو طریقہ و مسلک رہا اسے بیان کیا۔

کتاب کے اواخر میں مستشرقین خصوصاً گولڈ زیہر Gold Zeher کی مدلل تردید کے بعد صحابہ کرامؓ کے صحف کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور ائمہ محدثین عموماً اور مؤلفین صحاح ستہ خصوصاً نے جن صحابہ کرام سے احادیث نقل کی ہیں ان کو فرداً فرداً تین مختلف طبقات میں ذکر کیا اور جن صحابیؓ سے جتنی احادیث مروی ہیں ان کی تعداد بھی بیان کی گئی ہے کتاب علم حدیث، تاریخ اور علم اسماء الرجال کے بنیادی ماخذ صحیحین (۲۶)، سنن (۲۷) الطبقات الکبری، تاریخ الامم، اور تذکرہ الحفاظ پہ مدار کرتی ہے۔ علم حدیث کے طلباء کے لیے یہ کتاب اپنے اندر بیش بہا افادات رکھتی ہے۔

سوانح ایک نظر میں

(۳۶۴) **مکمل نام:** مفتی عبدالحفیظ حقانی ابن مولانا عبدالمجید۔

تاریخ و مقام پیدائش: ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء بریلی۔

ابتدائی تعلیم: آنولہ۔ لکھنؤ

اعلیٰ تعلیم: ایضاً

ممتاز اساتذہ: والد ماجد، مولانا عبدالباری فرنگی۔

تدریسی زندگی: مدرسہ مبارک پور، اعظم گڑھ (۱۹۲۰ء تا ۱۹۲۴ء) مدرسہ منظر حق ٹانڈہ (۱۹۲۴ء تا ۱۹۲۶) صدر مدرس مدرسہ حمیدیہ بنارس (۱۹۲۶ تا ۱۹۳۰) مدرسہ نعمانیہ خراش خانہ ؟ دہلی ۱۹۳۶ تا ۱۹۵۵) مدرسہ مظہریہ کراچی ۱۹۵۵ تا ۱۹۵۷) شیخ الحدیث انوار العلوم ملتان (۱۹۵۷ء تا وفات)

ممتاز تلامذہ: اعظم گڑھ کے ممتاز علماء۔

(۲۶) صحیح بخاری و صحیح مسلم۔ (۲۷) سنن ترمذی، سنن ابی داؤد۔

مختلف علوم میں تصانیف: تکمیل الایمان، السیوف الکلامیہ لقطع الدعاوی الغلامیہ، الحسنی والمزید لمحب التقلید، علم غیب، عبادت اسلام، تہافتۃ الوہابیہ متروکہ جائداد پر مساجد، ریڈیو پر اعلان کا شرعی طریقہ، مجموعہ فتاوی، ارغام باذرمرزائیت پر تبصرہ (تمام مطبوعہ)

علم حدیث میں تصانیف: کلمہ اسلام (کلمہ طیبہ کی شرح و تفصیل)

تاریخ و مقام وفات: ۵ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ/ ۲۲ جون ۱۹۵۸ء ملتان (۲۸)

سوانح، ایک نظر میں

۳۶۵: مکمل نام: قاضی عبدالسبحان بن مولانا مظہر جمیل علوی۔

تاریخ و مقام پیدائش: ۱۸۹۸ء/ ۱۳۱۶ھ کھلابٹ ہری پور ہزارہ۔

ابتدائی تعلیم: وطن مالوف

اعلیٰ تعلیم: ایضاً۔

ممتاز اساتذہ: مولانا خلیل علوی۔

تدریسی زندگی: ۴۰ سالہ تدریسی زندگی۔

ممتاز تلامذہ: علماء ہزارہ

مختلف علوم میں تصانیف: انوار الانقاء فی حیات الانبیاء، مواہب الرحمٰن فی رد جواہر القرآن (مطبوعات) مطول، مختصر المعانی، شرح جامی، قاضی مبارک، بیضاوی، میر زاہد اور ہدایۃ النحو پر غیر مطبوعہ حواشی

علم حدیث میں تصانیف: فائض الانوار شرح معانی الآثار، صحیح بخاری اور مشکوٰۃ پر حواشی (تمام غیر مطبوعہ)

تاریخ و مقام وفات: ۱۹۵۸ء/ ۱۳۷۸ھ (۲۹)

---

(۲۸) عبدالحکیم: اکابر اہل سنت۔ ص: ۲۱۰

(۲۹) فیوض الرحمٰن۔ علمائے سرحد۔ الحق جلد ۱۱ د ۱۹۷۶ ص ۴۴

سوانح ایک نظر میں

(۲۶۶) **مکمل نام:** مولانا احمد علی لاہوریؒ

تاریخ و مقام پیدائش: ۱۸۸۶ء / ۱۳۰۴ھ قصبہ جلال آباد ضلع گوجرانوالہ

ابتدائی تعلیم: مولانا عبدالحق اور عبیداللہ سندھی سے ذاتی طور پر استفادہ کیا۔

اعلیٰ تعلیم: ایضاً

ممتاز اساتذہ: مولانا عبیداللہ سندھی۔ مولانا عبدالحق۔

تدریسی زندگی: درس قرآن مسجد لائن سبحان خان (۱۹۱۷ تا ۱۹۲۱) مدرسہ قاسم العلوم لاہور (۱۹۲۴ء تا ۱۹۶۲)

ممتاز تلامذہ پاکستان کے ممتاز علماء کرام

مختلف علوم میں تصانیف ترجمہ اردو سندھی قرآن کریم خطبات جمعہ، مواعظ مجلس ذکر، تذکرۃ الرسوم الاسلامیہ، اسلام میں نکاح بیوگان۔ ضرورت القرآن۔ خلق محمدی، خلاصہ اسلام توحید مقبول، فلسفہ عید قربانی، فلسفہ روزہ، اسلام کا فوجی نظام، خدا کی نیک بندیاں، پیر و مرید کے فرائض، فلسفہ زکوٰۃ، علمائے اسلام و علامہ مشرقی و دیگر۔

علم حدیث میں تصانیف: خلاصہ المشکوٰۃ، پیغام رسول، گلدستہ صد احادیث

تاریخ و مقام وفات: ۲۳ فروری ۱۹۶۲ء / ۱۳۸۲ھ لاہور۔ (۲۰)

سوانح ایک نظر میں

(۲۶۷) **مکمل نام:** مولانا سید داؤد غزنویؒ بن مولانا سید عبد الجبار

تاریخ و مقام پیدائش: ۱۸۹۵ء / ۱۳۱۲ - امرتسر

ابتدائی تعلیم: مدرسہ غزنویہ امرتسر،

اعلیٰ تعلیم: مدرسہ مسجد فتحپوری دہلی،

---

(۲۰) نیوس الرحمن بشاہیر ۱۲؛ ص ۵۸

ممتاز اساتذہ: والد ماجد مولانا عبدالاول غزنوی، مولانا گل محمد، مولانا عبداللہ غازی پوری۔ مولانا سیف الرحمٰن کابلی۔
تدریسی زندگی: درس تفسیر وحدیث مدرسہ غزنویہ۔ امرتسر۔ مدرسہ غزنویہ لاہور (قیام پاکستان کے بعد)
ممتاز تلامذہ: لاہور، امرتسر کے مختلف علماء کرام۔
مختلف علوم میں تصانیف: ترجمہ باب التوحید از حجۃ اللہ البالغہ اسوۂ حسن۔
علم حدیث میں تصانیف: نخبۃ الاحادیث
تاریخ ومقام وفات: ۱۶ دسمبر ۱۹۶۳/ ۲۸ رجب ۱۳۸۲ھ لاہور۔ (۲۱)

سوانح، ایک نظر میں

۳۶۸: **مکمل نام:** حافظ محمد ادریس طوروی
تاریخ ومقام پیدائش: ۱۹۱۵ء/۱۳۳۴ھ گھڑور ضلع مردان
ابتدائی تعلیم: وطن مالوف
اعلیٰ تعلیم: دھلی، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، جامعہ پنجاب۔
ممتاز اساتذہ: مولوی محمد اسمٰعیل۔ مولانا عبدالجلیل۔ مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیری۔ مولانا شبیر احمد عثمانی۔
تدریسی زندگی۔ عربی لیکچرر ایم اے او کالج امرتسر (۱۹۲۹ تا ۱۹۴۲) لیکچرر پشتو اسلامیہ کالج پشاور (۱۹۴۲۔ ۴۳) عربی لیکچرر گورنمنٹ کالج مردان وایبٹ آباد (۱۹۵۲ تا ۱۹۶۲) صدر شعبہ عربی جامعہ پنجاب (۱۹۶۲ تا ۱۹۶۵) صوبہ سرحد کے مختلف پروفیسر حضرات۔
ممتاز تلامذہ:
مختلف علوم میں تصانیف: تفسیر الکشاف پشتو تفسیر (غیر مطبوعہ) دراسۃ القرآن۔ جمال الدین افغانی ودیگر رسائل وتراجم:
علم حدیث میں تصانیف: خطبات نبوی کا ترجمہ، خلوتیت احادیث چہل حدیث کا پشتو ترجمہ)
تاریخ ومقام وفات: ۲۰ مئی ۱۹۶۵ء/ مطار قاہرہ (ہوائی حادثہ میں) (۲۲)

---

(۲۱) اختر راہی: تذکرہ علمائے پنجاب ۸۰ (۲۲) فیوض الرحمٰن مشاہیر۔ ج ۱: ص ۴۶۱

سوانح، ایک نظر میں

۳۶۹: **مکمل نام:** مولانا نصیر الدین غورغشتوی

تاریخ ومقامِ پیدائش: ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء غورغشتی ضلع اٹک :

ابتدائی تعلیم: وطن مالوف، سرویہ فتح جنگ، لسے نواحِ ملتان

اعلیٰ تعلیم: چکڑالہ ضلع میانوالی۔

ممتاز اساتذہ: مولانا شہاب الدین (برادرِ بزرگ) مولانا غلام رسول المعروف بہ انی بابا ؛ قاضی قمرالدین ؛ مولانا محمود حسن۔

تدریسی زندگی: رنگون، پچاس تک درس تفسیر وحدیث غورغشتی میں اسی درس کی بنا پر "شیخ الحدیث" کے نام سے مشہور رہوئے۔

ممتاز تلامذہ: ہزاروں کی تعداد میں مختلف مقامات پر علمی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

مختلف علوم میں تصانیف: غیر موجود

علم حدیث میں تصانیف: حاشیہ مشکوٰۃ (عربی)

تاریخ ومقامِ وفات: ۴ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ / ۲۳ جنوری ۱۹۶۸ء غورغشتی۔ (۲۳)

سوانح، ایک نظر میں

۳۷۰: **مکمل نام:** سید انوار الحق کاکاخیل :

تاریخ ومقامِ پیدائش: ۱۹۲۰ء / ۱۳۳۹ھ کاکاخیل تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور

ابتدائی تعلیم: وطن مالوف

اعلیٰ تعلیم: دارالعلوم دیوبند

ممتاز اساتذہ: مولانا حسین احمد مدنی

تدریسی زندگی: جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ، لیکچرار اسلامیات اسلامیہ کالج پشاور

---

(۲۳)۔ فیوض الرحمٰن: مشاہیر ج ۱ ، ص: ۶۴۷

ممتاز تلامذہ: پروفیسر حضرات کی بڑی تعداد۔

مختلف علوم میں تصانیف: انوار القرآن تفسیر قرآن پشتو، رد بدعات، (مطبوعہ) اسلامیات برائے بی اے آپشنل اسلامیات برائے انٹر۔ انوار الاسلام، انوار العلوم شرح سلم العلوم و دیگر رسائل

علم حدیث میں تصانیف: انمول موتی، چہل حدیث کا مجموعہ، انوار النظر شرح نخبۃ الفکر۔

تاریخ ومقام وفات: دسمبر ۱۹۶۸ء / ۱۳۸۸ھ پشاور (۳۴)

سوانح، ایک نظر میں

۱/۳۷: مکمل نام: مولانا سید احمد شاہ بخاری

تاریخ ومقام پیدائش: ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء مٹھ ٹکڑ ضلع سرگودھا۔

ابتدائی تعلیم: مسجد جلال پور رنگیاناں، مسجد محلہ پراچگان۔ خوشاب۔

اعلیٰ تعلیم: دار العلوم دیوبند۔

ممتاز اساتذہ: مولانا غلام رسول، مولانا ولی اللہ مولانا محمد اشرف مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا محمد رسول خان۔ ہزاروی، مولانا میاں اصغر حسین۔

تدریسی زندگی: صدر مدرس جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ (۱۳۵۲ھ تا ۱۳۵۷ھ) آفتاب العلوم چنیوٹ، ریاض الاسلام لگھیانہ، دار الہدیٰ، چوکیرہ ضلع سرگودھا (۱۳۶۸ھ تا ۱۳۸۶ھ)

ممتاز تلامذہ: مولوی عبد الواحد، حافظ محمد عیسیٰ، حافظ عبید اللہ مولانا محمد نافع۔

مختلف علوم میں تصانیف: تحقیق فدک، دفع الوسواس بشرح حدیث قرطاس۔

علم حدیث میں تصانیف: تدریسی خدمات۔

تاریخ ومقام وفات: ۵ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ / ۲۴ مارچ ۱۹۶۹ء سرگودھا (۳۵)

سوانح، ایک نظر میں

۲/۳۷: مکمل نام: مولانا خیر محمد جالندھری بن الٰہی بخش۔

(۳۴) فیوض الرحمٰن، علمائے سرحد، الحق، جلد ۱۱ (۱۹۷۶ء) ص ۳۸۰ (۳۵) فیوض الرحمٰن مشاہیر: ج ۱: ص ۳۶

تاریخ و مقام پیدائش: ۱۸۹۵ء/ ۱۳۱۲ھ تحصیل نکودر ضلع جالندھر

ابتدائی تعلیم: مدرسہ رشیدیہ نکودر، مدرسہ رشیدیہ رائے پور گوجراں۔ مدرسہ منبع العلوم گلاؤٹھی

اعلیٰ تعلیم: مدرسہ اشاعت العلوم بریلی۔

ممتاز اساتذہ: مولانا فضل احمد مفتی فقیر اللہ جالندھری، مولانا سلطان احمد، مولانا محمد یٰسین سرہندی، مولانا سلطان احمد پشاوری۔ مولانا سلطان احمد بریلوی، مولانا عبدالرحمٰن سلطان پوری۔

تدریسی زندگی: اشاعت العلوم، مدرسہ عربیہ۔ منڈی صادق گنج ریاست بہاولپور، مدرسہ فیض محمدی جالندھر، قیام مدرسہ خیر المدارس جالندھر ۹ رمارچ ۱۹۳۱ء/ ۱۹۴۸ء میں ملتان منتقل ہوا۔

مختلف علوم میں تصانیف: خیر الاصول، خیر التنقید فی اثبات التقلید خیر الوسیلۃ. تیسیر الابواب، خیر المصابیح فی اثبات التراویح۔ نماز حنفی ترجمہ۔

علم حدیث میں تصانیف: صحیح بخاری کی ایک مختصر شرح۔

تاریخ و مقام وفات: ۲۰ رشعبان ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء ملتان۔ (۳۶۱)

سوانح ایک نظر میں

۲/۳۷۔ مکمل نام: مولانا محمد عبدالحامد قادری، بدایونی بن مولانا حکیم عبدالقیوم۔

تاریخ و مقام پیدائش: ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء دہلی۔

ابتدائی تعلیم: مدرسہ قادریہ

ممتاز اساتذہ: شاہ عبدالمقتدر بدایونی، مولانا محب احمد قادری، حافظ بخش بدایوانی، مولانا قدیر بخش بدایونی، مولانا مفتی محمد ابراہیم، مولانا مشتاق احمد کانپوری، مولانا واحد حسین مولانا عبدالسلام فلسفی۔

تدریسی زندگی: مدرسہ شمس العلوم بدایوں

ممتاز تلامذہ: بدایوں کے مختلف علماء

مختلف علوم میں تصانیف: فلسفہ عبادات اسلامی، تصحیح العقائد، نظام عمل، اسلام کا زراعتی نظام، اسلام کا معاشی نظام، مرقع کانگریس مشرق کا ماضی وحال، انتخابات کے ضروری پہلو، اسلامک پیپرز (انگریزی)

---

(۳۶۱) فیوض الرحمٰن۔ مشاہیر ج ۱: ص ۱۶۸

حرمت سود، تاثرات دورۂ روس، تاثرات دورۂ چین، مشیر الحجاج۔ کتاب وسنت غیروں کی نظر میں۔ علم حدیث میں تصانیف۔ الجواب المشکور۔

تاریخ ومقامِ وفات: ۵ اجمادی الاول ۱۳۹۰/ ۲۰ جولائی ۱۹۷۰ کراچی (۳۷)

سوانح ایک نظر میں

۳۷۴: مکمل نام: محمد انوری

تاریخ ومقامِ پیدائش: رائے کوٹ ضلع لدھیانہ

ابتدائی تعلیم: وطن مالوف

اعلیٰ تعلیم: دار العلوم دیوبند۔

ممتاز اساتذہ: مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیریؒ۔

تدریسی زندگی: تدریسِ سکول۔

ممتاز تلامذہ منضبط نہیں۔

مختلف علوم میں تصانیف: انوار انوری، مکتوباتِ بزرگان و دیگر مقالات ومضامین۔

علم حدیث میں تصانیف: الاحادیث المتبرکہ (اربعین شاہ ولی اللہ کی تشریح مع چہل احادیث)

تاریخ ومقامِ وفات: ۲۲ جنوری ۱۹۷۰/ ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۸۹ھ فیصل آباد (۳۸)

سوانح ایک نظر میں

۳۷۵: مکمل نام: مفتی احمد یار خان نعیمی بن مولانا محمد یار خان بدایونی۔

تاریخ ومقامِ پیدائش: شوال ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء کھیڑہ اوجھیانی (ضلع بدایوں)

ابتدائی تعلیم: وطن مالوف، مدرسہ شمس الاسلام بدایوں۔ مدرسہ اسلامیہ منڈھو (ضلع علی گڑھ)

اعلیٰ تعلیم: جامعہ نعیمیہ مراد آباد

ممتاز اساتذہ: والد ماجد، مولانا قدیر بخش بدایونی، مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، مولانا مشتاق احمد کانپوری

(۳۷) عبد الحکیم، اکابر اہل سنت، ۲۰۲ (۳۸) راہی علمائے پنجاب ۵۹۵

تدریسی زندگی: جامعہ نعیمیہ مراد آباد (تدریس و افتاء) مدرسہ مسکینیہ دھوراجی (کاٹھیاواڑ) دارالعلوم خدام الصوفیہ گجرات (قیام پاکستان کے بعد)

ممتاز تلامذہ: سینکڑوں کی تعداد میں ملک کے مختلف علاقوں میں علم دین کی خدمت میں مصروف ہیں

مختلف علوم میں تصانیف: تفسیر نعیمی (پونے بارہ پارے) نور العرفان فی حاشیہ القرآن (مولانا احمد رضا خان بریلوی کے ترجمۂ قرآن پر حاشیہ) جاء الحق (دو جلدیں) علم المیراث، شانِ حبیب الرحمٰن من آیات القرآن، اسلامی زندگی، سلطنتِ مصطفیٰ، دیوانِ مسالک، علم القرآن، رسالہ نور، رحمت خدا بوسیلہ اولیاء، مواعظِ نعیمیہ، نئی تقریریں (تمام مطبوعہ)

علم حدیث میں تصانیف: نعیم الباری فی انشراح البخاری، (بخاری شریف کا عربی کا حاشیہ غیر مطبوعہ مرآۃ شرح مشکوٰۃ اردو (آٹھ جلدیں (مطبوعہ)

تاریخ و مقام وفات: ۲ر رمضان ۱۳۹۱ھ / ۲۴ر اکتوبر ۱۹۷۱ء گجرات۔(۲۹)

نام کتاب: مرأت المناجیح اردو ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح۔

مؤلف: مفتی احمد یار خان نعیمی

ناشر: لاہور، سنی دار الاشاعت

سنہ اشاعت: ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۹

جلدیں: ۸۔

جلد	ابتداء		اختتام	صفحات	
جلد اوّل،	از ابتداء	تا	باب السترۃ	صفحات	۴۸۰
جلد دوم،	از باب السترہ	تا	باب زیارۃ القبور	″	۵۳۵
جلد سوم،	از کتاب الزکوٰۃ	تا	باب متفرقات ت استغفار	″	۴۰۰
جلد چہارم،	از باب مایقول عند الصباح والمساء و المنام	تا	باب الوصایا	″	۴۰۰
جلد پنجم،	از کتاب النکاح	تا	باب مالحل اکلۂ وما یحرم	″	۷۰۰
ششم،	باب العقیقۃ	تا	باب الظلم	″	۶۹۱
ہفتم،	باب الرقاق	تا	باب بدء الخلق وذکر الانبیاء	″	۶۲۴

(۲۹) عبد الحکیم، اکابر اہل سنت، ۵۴

ہشتم، باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تا باب ثواب ھذہ الامۃ صفحات ۶۱۲

کتاب کا اسلوب اس طرح ہے کہ ہر صفحہ کو تین حصوں میں منقسم کیا گیا ہے بالائی حصہ میں متن حدیث وسطی حصہ میں ترجمہ اور زیریں حصہ میں تشریح دی گئی ہے۔ دیباچہ میں منکرین حدیث کے بعض اشکالات کا جواب دیا ہے۔ پہلی مرتبہ جس صحابیؓ کا نام آتا ہے، اس کے حالاتِ زندگی اختصار کے ساتھ بیان کیے جاتے ہیں، صاحب مشکوٰۃ کیونکہ حدیث کی سند بیان نہیں کرتے اس لیے شارح نعیمی بھی سند پر کوئی کلام نہیں کرتے۔ اختلافِ فقہا کی صورت میں مذہب حنفیہ کو ترجیح دیتے ہیں دیگر فقہاء کو "بزرگوں" کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور بعض اوقات اختلافی مسائل میں ترجیح احناف کرتے ہوئے دوسرے ائمہ کی غیر مناسب الفاظ میں تردید کرتے ہیں۔

جلد ہشتم کے اخیر میں حدیث کی اقسام اور پھر اکمال کا ترجمہ بنام اجمال کیا گیا ہے جس میں صحابہ و تابعین کے حالاتِ زندگی تحریر کیے گئے ہیں۔

کتاب کے بنیادی ماخذ میں مرقاۃ، لمعات، اشعۃ اللمعات، درمختار اور شامی شامل ہیں اہل علم حضرات کے لیے ایک مفید کتاب ہے۔

سوانح ایک نظر میں

۳۷۶ : مکمل نام : محمد نذیر صاحب حق بن فضل احمد سواتی، مولانا

تاریخ و مقام پیدائش : ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء چکیسر ضلع سوات

ابتدائی تعلیم : وطن مالوف

اعلیٰ تعلیم : اٹک شہر

ممتاز اساتذہ : مولانا قطب الدین غورغشتوی

تدریسی زندگی : سرحد کے ممتاز تعلیمی اداروں میں ۱۹۱۰ء / ۱۹۷۱ء (تا وفات) تدریس کرتے رہے۔

ممتاز تلامذہ : سرحد کے ممتاز علماء

مختلف علوم میں تصانیف : کشف الظلم فی حل مشکلات السلم (مطبوعہ) شرح قاضی مبارک (مطبوعہ) شرح بیضاوی۔

علم حدیث میں تصانیف : شرح بخاری (غیر مطبوعہ)
تاریخ و مقام وفات : ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء (۴۰)

سوانح ایک نظر میں

۲۷۷: مکمل نام : مولانا شیر زمان ہزاروی
تاریخ و مقام پیدائش : ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء بفہ ضلع ہزارہ۔
ابتدائی تعلیم : وطن مالوف
اعلیٰ تعلیم : دارالعلوم دیوبند
ممتاز اساتذہ : شیخ الہند مولانا محمود حسن
تدریسی زندگی : مدرسہ عالیہ سلہٹ مشرقی پاکستان (۱۹۲۱ تا ۱۹۴۸ء)
ممتاز تلامذہ : سلہٹ کے علماء۔
مختلف علوم میں تصانیف : غیر مذکور۔
علم حدیث میں تصانیف : انتباہ الرقود فی حل سنن ابی داؤد (کتاب الصلوٰۃ تک) غیر مطبوعہ
فرحۃ البخاری، بخاری شریف پر نوٹ غیر مطبوعہ
تاریخ و مقام وفات : ۱۱ ستمبر ۱۹۷۲ء / ۱۳۹۲ھ بفہ (۴۱)

سوانح ایک نظر میں

۲۷۸: مکمل نام : مولانا محمد ادریس کاندھلوی بن حافظ محمد اسمٰعیل۔
تاریخ و مقام پیدائش : ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ / ۲۰ اگست ۱۸۹۹ء بھوپال ہندوستان
ابتدائی تعلیم : خانقاہِ امدادیہ تھانہ بھون ؛
اعلیٰ تعلیم : مظاہر علوم سہارنپور، دارالعلوم دیوبند

---

(۴۰) فیوض الرحمٰن۔ علمائے سرحد الحق جلد ۱۱ (۱۹۷۶) ص ۲۰۴، ۲۰۵
(۴۱) فیوض الرحمٰن؛ مشاہیر، ص : ۲۳۴

ممتاز اساتذہ: مفتی عزیز الرحمٰن، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیری، مولانا محمد احمد قاسمی، مولانا سید اصغر حسین

تدریسی زندگی: ۱۳۳۷ھ تا ۱۳۳۸ھ - مدرسہ امینیہ دہلی ۱۳۳۸ھ تا ۱۳۴۶ھ و ۱۳۵۹ھ تا ۱۳۶۸ھ دار العلوم دیوبند ۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۹ء جامعہ اسلامیہ بہاولپور ۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۱ء تا ۱۳۹۴ھ / ۱۹۷۴ء جامعہ اشرفیہ

ممتاز تلامذہ: مولانا محمد یوسف بنوری، مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی، مولانا عبید اللہ انور، ڈاکٹر رشید احمد جالندھری مولانا سید اسعد مدنی، مولانا محمد مالک کاندھلوی۔ مولانا سید محمد متین ہاشمی، مولانا سید محمد میاں دیوبندی، مولانا سعید احمد اکبر آبادی۔

مختلف علوم میں تصانیف: معارف القرآن، الفتح السماوی بتوضیح تفسیر البیضاوی سیرۃ المصطفیٰ، خلافتِ راشدہ، عقائد اسلام، اصول اسلام، علم الکلام۔

علم حدیث میں تصانیف: تحفۃ القاری بحل مشکلات البخاری التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح مقدمۃ الحدیث، منحۃ المغیث فی شرح الفیۃ الحدیث، حجیت حدیث۔

تاریخ و مقامِ وفات: ۸ رجب ۱۳۹۴ھ / ۲۸ جولائی ۱۹۷۴ء لاہور۔ (۴۲)

تحفۃ القاری بحل مشکلات البخاری

نام کتاب: تحفۃ القاری بحل مشکلات البخاری۔

تعداد جلدیں: ۲۰ عدد

مطبوعہ جلدیں: ۳ عدد (جزء اول، ثانی، عشرون۔)

مطبوعہ جلدوں کے کل صفحات ۵۲۸

مطبوعہ جلدوں کا سائز $\frac{۳۶ \times ۲۳}{۸}$

ناشر: المکتبہ العثمانیہ الجامعہ الاشرفیہ بلاہور۔

سنہ طباعت: درج نہیں

زیادہ حصہ ابھی غیر مطبوع ہے۔ اگر مروج سائز میں عربی ٹائپ میں چھپوایا جائے تو کم و بیش تین ہزار

(۴۲) دیکھیے، صدیقی، محمد میاں، تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ (لاہور، ۱۹۷۷) صدیقی، محمد سعد، مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی دینی خدمات (مقالہ ۱۹۸۳)

صفحات پر مشتمل ہوگا۔

عربی مسودہ مکمل کرنے کے بعد مولانا موصوف کو خیال ہوا کہ اس کی افادیت کو عام کرنے کے لیے اس کو اُردو میں بھی منتقل کیا جائے چنانچہ "الابواب والتراجم" کے نام سے آپ نے اس کا اُردو ترجمہ شروع کیا لیکن ابھی دس پارے مکمل کر پائے تھے کہ داعی اجل کو لبیک کہا۔

تحفۃ القاری کے مقدمہ میں مولانا اس کتاب کے موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فیه حل ابوابه وتراجمه۔ وشرح مشکلاته وایضاح مغلقاته لا شرح الکتاب بتمامه ولا حل جمیع الفاظه وعباراته۔ (۴۳)

(اس کتاب میں بخاری کے تراجم الابواب کا حل ہے۔ اس کے مشکل مقامات کی شرح ہے اور وضاحت طلب مقامات کی وضاحت ہے، اس کتاب میں پوری بخاری اس کے تمام الفاظ وعبارات کی شرح نہیں ہے)

کتاب الایمان کے ایک باب "باب امور الایمان" کا عنوان قائم کرنے کے بعد امام بخاریؒ نے اس حدیث کو ترجمۃ الباب کا جز دیا جس کے الفاظ یہ ہیں۔

"الایمان بضع وسبعون شعبة والحیاء شعبة من الایمان"

(ایمان کے ستر اور کچھ شعبے ہیں اور حیاء بھی شعبہائے ایمان میں سے ایک شعبہ ہے۔)

اس عدد کی وضاحت میں محدثین نے مختلف اقوال اختیار کیے ہیں مولانا کاندھلوی نے وہ تمام اقوال نقل کیے اور اس کے بعد ستتر (۷۷) کے عدد کو ترجیح دی۔ آگے چل کر فاضل مؤلف نے امام بیہقیؒ، حافظ بدرالدین عینیؒ اور شیخ الاسلام زکریا انصاریؒ کے حوالہ سے ان ستتر شعبوں کی تفصیل بتائی۔

قلب سے متعلق ۳۰ شعبے۔ زبان سے متعلق ۷ شعبے۔

اعضاء وجوارح سے متعلق ۱۶ شعبے، اہل وعیال وخدام سے متعلق ۶ شعبے۔

عامہ خلائق سے متعلق ۱۸ شعبے۔

اس طرح یہ کل ۷۷ شعبے ہوئے۔ (۴۴)

(۴۳) کاندھلوی، مولانا مقدمہ تحفۃ القاری ج۔ ۱ ص۔ ۲

(۴۴) کاندھلوی مولانا تحفۃ القاری ج ۱ ص ۶۴ تا ۷۱ ۔ الابواب التراجم، (لاہور۔ ۱۹۷۶) ج ۱، ص ۷۶ تا ۸۵

مولینا موصوف کا طرز اس کتاب میں یہ ہے کہ سب سے پہلے بخاری کے باب کے عنوان کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ اسکی وضاحت فرماتے ہیں بعد ازاں اگر ترجمۃ الباب میں امام کوئی آیت یا حدیث نقل کر رہے ہوں تو اس آیت و حدیث کی تشریح بیان کرنے کے بعد اس آیت کو یا حدیث کو ترجمہ الباب کا حصہ بنانے کی وجہ بیان کرتے ہیں۔

امام بخاری خود مجتہد ہیں اس لیے اپنے تراجم الواب میں مسالک اربعہ میں کسی ایک مسلک کو راجح قرار دیتے ہیں اگر امام کا ترجمہ الباب غیر حنفی مسلک ترجیح دے رہا ہو۔ مولانا موصوف امام ابوحنیفہ کے مسلک کی ترجیحات بیان کرتے ہیں۔

بعض مواقع پر امام بخاری امام ابوحنیفہ پر اعتراض کی صورت اختیار کرتے ہیں۔ مولانا اس اعتراض کے احناف کی طرف سے مدلل جوابات دیتے ہیں۔

مولانا کی یہ کتاب درحقیقت علماء و طلباء کے لئے بے حد مفید ہے کاش مولینا چند دن اور حیات رہتے اور اس کا اردو ترجمہ جو انہوں نے خود شروع فرمایا تھا، تکمیل فرما دیتے، اس کتاب کی مکمل عربی میں جدید انداز سے طباعت اور پھر اس کا اردو اور انگریزی میں ترجمہ ضروری ہے۔

التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح

نام: التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح۔

تعداد جلدیں: ۸ عدد (ابتدائی چار جلدیں دمشق میں طبع ہوئی)

سائز: $\frac{۲۹ \times ۲۲}{۸}$، $\frac{۳۶ \times ۲۳}{۸}$ سنہ تالیف ۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۰ء سنہ طباعت ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۴ء

ناشر: مجلس اشاعۃ العلوم، حیدر آباد دکن۔ (۴۵)

طابع: المطبعۃ الاعتدال دمشق۔

جزء خامس تا ثامن۔ آپ نے خود پاکستان میں طبع کرائیں۔

---

(۴۵) التعلیق الصبیح مکتبہ عثمانیہ لاہور کے زیر اہتمام ان دنوں زیر طبع ہے جو سات جلدوں پر مشتمل ہوگی۔

اجزاء کی ترتیب

الجزء الاول ۔ از ابتداء تا باب الدعا فی التشہد ۔ صفحات ۔ ۴۲۴
الجزء الثانی ۔ از باب الذکر بعد الصلوٰۃ تا باب الاعتکاف صفحات ۔ ۴۲۴
الجزء الثالث ۔ از کتاب فضائل القرآن تا باب الوصایا ۔ صفحات ۔ ۴۰۸
الجزاء الرابع ۔ از کتاب النکاح تا باب الترجل (کتاب اللباس) صفحات ۔ ۴۲۲
الجزء الخامس ۔ از باب التصاویر تا باب الامر بالمعروف : صفحات ۔ ۴۲۲
الجزء السادس ۔ از کتاب الرقاق تا باب خلق الجنۃ والنار ۔ صفحات ۔ ۴۳۲
الجزء السابع ۔ از باب بدء الخلق وذکر الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام تا
باب مشتمل علی ذکر وصیۃ النبوۃ وان ما ترکہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم صدقۃ ۔
لا یرث ولا یورث منہ ۔ صفحات ۔ ۲۴۴
الجزء الثامن ۔ از باب مناقب قریش وذکر القبائل تا باب ثواب ھذہ الامۃ صفحات ۔ ۱۸۸

اسلوب کتاب :۔

عربی زبان میں یہ کتاب فصیح و بلیغ الفاظ کے ساتھ سلاست اور روانی کے ساتھ تالیف کی گئی ہے ۔ الفاظ مشکلہ کے بجائے آسان الفاظ و کلمات ، رعایت سجع کے ساتھ اس کتاب کی امتیازی خصوصیت ہے جس کو پڑھنے میں قاری کو لطف بھی آتا ہے ۔

مولینا کا انداز اس کتاب میں اس طرح ہے ۔ کہ متن کتاب کے صفحہ کے بالائی حصہ میں دے کر ایک خط کھینچ کر اس کی تشریح و وضاحت فرمادی ۔

حوالہ دینے کا انداز وہی قدیم انداز ہے یعنی درمیان عبارت جہاں حوالہ دینا ہو ۔ وہاں قوسین کے درمیان کتاب کا نام ہے اور کبھی ساتھ باب کا نام بھی دیا گیا ہے ۔

کتاب الایمان میں "باب الکبائر و علامات النفاق" عبداللہ بن مسعود کی حدیث قال رجل یا رسول اللہ ای الذنوب اکبر کی تشریح کرتے ہوئے گناہ کبیرہ اور گناہ صغیرہ کے فرق میں متعدد اقوال نقل کیے ۔

قول اوّل :۔ عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں "ہر وہ چیز جس کو خدا تعالیٰ نے قرآن میں منع فرمایا ہے وہ گناہ کبیرہ ہے یہی قول ابو اسحٰق اسفرائنی اور قاضی عیاض کا بھی ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ کے حکم کی مخالفت زیادہ بڑی بات ہے۔

اکثر علماء محدثین و فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ گناہ کی دو قسمیں ہیں ایک صغیرہ اور دوسری کبیرہ جبکہ ابو حامد الغزالی نے گناہوں کی اس تقسیم سے انکار کیا ہے۔ لیکن جمہور محدثین و فقہا کیونکہ اس تقسیم کے قائل ہیں اس لیے ابو حامد کا یہ قول فقہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

پھر ان گناہ کبیرہ میں بھی بعض گناہ زیادہ ضرر رساں ہیں۔ مثلاً پانچ نمازوں کا ترک رمضان کے روزوں کا ترک یا وضو کا ترک اور اس کے مقابلے میں یوم عرفہ اور یوم عاشوراہ کے روزے کا ترک یا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت شدہ کسی فعل حسن کا نہ کرنا۔ گناہ صغیرہ کبیرہ کی اس تقسیم کے بعد یہ مسئلہ ہے کہ کون سی تقصیرات گناہ کبیرہ ہیں اور کونسی صغیرہ چنانچہ عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہر وہ گناہ کہ جس کے ارتکاب پر اللہ تعالیٰ نے آگ، اپنے غضہ لعنت اور عذاب کی وعید دی ہے وہ گناہ کبیرہ ہے۔ حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ ہر وہ جنائیت کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے آگ کی وعید نازل کی ہو آخرۃ میں اور دنیا میں اس کے لیے حد متعین فرمائی ہو وہ گناہ کبیرہ ہے۔

الشیخ امام ابو محمد بن عبدالسلام نے ایک قاعدہ کلیہ بیان فرمایا ہے کہ جب تجھے فرق معلوم کرنا ہو گا کبیرہ اور صغیرہ میں تو کسی بھی گناہ کے مفاسد کا مقابلہ کر ان گناہوں کے مقاصد کے ساتھ جو قرآن میں بیان ہوئے ہیں۔ چنانچہ جس گناہ میں اعلیٰ و اکثر مفاسد اور خرابیاں پائی جاتی ہوں گی۔ وہ گناہ گناہ کبیرہ ہو گا اور جس میں ادنیٰ اور قلیل مفاسد و خرابیاں پائی جاتی ہوں گی۔ وہ گناہ گناہ صغیرہ ہو گا۔

امام ابو الحسن الواحدی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ گناہ کبیرہ اور صغیرہ کے درمیان حد فاصل معلوم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے گناہوں کو گناہ کبیرہ قرار دیا اور بعض کو صغیرہ اور بعض کی وضاحت نہیں کی کہ یہ صغیرہ ہیں یا کبیرہ۔ اور اس کی وضاحت نہ کرنے میں حکمت یہ ہے کہ لوگ ان گناہوں سے بھی بچتے رہیں کہ جن میں یہ احتمال ہو کہ یہ گناہ کبیرہ ہوں گے۔ اور یہ خفا ایسا ہی ہے کہ جیسا کہ لیلۃ القدر کا خفا جمعہ کے روز کے لمحہ کا خفا اور رات کے اس لمحہ کا خفا کہ جس میں دعا قبول ہوتی ہے اور اسم اللہ اعظم کا خفاء[۹]

(۹) مولانا کاندھلوی التعلیق الصبیح ج ا۔ ص ۵۰

صاحب مشکوٰۃ نے "باب ثواب التسبیح والتحمید والتہلیل والتکبیر" ابوہریرہ کی روایت نقل کی جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمٰن سبحٰن اللّٰہ وبحمدہ سبحٰن اللّٰہ العظیم۔

اس حدیث کی تشریح کے ضمن میں مولانا موصوف فرماتے ہیں۔

خفیفتان علی اللسان ۔(زبان پر آسان ہیں) اس آسانی کی وجوہ مندرجہ ذیل ہیں ۔

۱۔ ان الفاظ میں ایسے حروف ہیں کہ جن کی ادائیگی آسان ہے اور جلد ہو جاتی ہے۔کیونکہ اہل عرب میں جو حروف مشکل مشہور ہیں، یعنی ہمزہ، بانا ،ح ، دال ، طاق اور ک اور نہ ہی اس میں حروف استعلاء ہیں۔ جیسے حا، صاد ،ضاد ، طاء وظا اور غین۔

۲۔ فعل اسم کے مقابلہ میں ثقیل ہوتا ہے اور ان کلمات میں فعل نہیں ہے ۔

۳۔ اسم غیر منصرف اسم منصرف کے مقابلہ میں ثقیل ہوتا ہے اور اس میں اسم غیر منصرف نہیں ہے

۴۔ اس میں تینوں حروف مدہ یعنی الف ،واو اور یا جمع ہو گئے ہیں جن کی وجہ سے یہ کلمات مزید آسان ہو گئے ہیں ۔

ثقیلتان فی المیزان علماء اہل سنت اس بات کے قائل ہیں کہ اعمال قیامت کے دن اجسام کی شکل اختیار کر جائیں گے۔اور ان اعمال کو تولا جائے گا۔ اور اس حدیث میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ تمام اعمال صالحہ نفس پر ثقیل اور مشکل ہوتے ہیں لیکن یہ کلمات نفس کے لیے ثقیل اور مشکل نہیں ہے لیکن میزان اعمال میں ایسے ثقیل ہوں گے جیسے اعمال صالحہ نفس پر ثقیل ہوتے ہیں، روایات میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ سے پوچھا گیا کہ نیکی مشکل اور بدی آسان کیوں ہوتی ہے ؟فرمایا کہ نیکی کی کڑواہٹ ظاہر ہوتی ہے اور مٹھاس مخفی ہوتا ہے۔جبکہ بدی کا مٹھاس ظاہر ہوتا ہے اور کڑواہٹ پوشیدہ ہوتی ہے اس لیے نیکی کرنے والا نیکی میں بوجھ محسوس کرتا ہے جبکہ بدی کرنے والا بدی کرنے میں بوجھ محسوس نہیں کرتا۔اور ممکن ہے یہ کلمات سبحٰن اللّٰہ والحمد للّٰہ و لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر کا اختصار ہوں جس میں سبحٰن اللّٰہ کا مطلب یہ ہے کہ اللّٰہ کی ذات ہر قسم کے عیب و نقصان سے پاک ہے اور اس میں لا الٰہ الا اللّٰہ کے معنی بھی شامل ہو گئے۔ اسی لیے سبحٰن اللّٰہ پہ اختصار کیا۔

وبحمدہ۔ اس کے معنی صراحۃ الحمد اللہ کے ہیں کیونکہ حمد مضاف ہے ہ کی طرف اور ضمیر بلفظ اللہ کی طرف راجع ہے اور اضافت بمعنی لام ہوتی ہے اور جو ذات پاک تمام تعریف و ستائش کے لائق ہے وہی سب سے بڑی بڑی اور بزرگ ہے اس میں اللہ اکبر بھی آ گیا۔ (۴۷)

مسجد نبوی مدینہ منورہ کے ایک بلند پایہ محدث صاحب الورع والتقوی مولانا الشیخ عمر بن حمدان کتاب تعلیق الصبیح کے بارے میں فرماتے ہیں

امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ہے کہ لوگوں کو علم کی زیادہ ضرورت ہے بلنسبت کھانے پینے کے کیونکہ کھانے پینے کی ضرورت دن میں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ ہوتی ہے۔ جبکہ علم کی ضرورت انسان کو ہر سانس کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور اگرچہ علوم کی اقسام وانواع بڑھتی چلی جا رہی ہیں لیکن علم کی قدر کسی طور پر بھی کم نہیں ہوتی۔ اور خاص طور پر وہ علوم کہ جن کی اسناد ہمارے کبار شیوخ سے صاحب السنہ علیہ السلام تک متصل ہے (یعنی علم حدیث) ان علوم کی قدر و منزلت کے کیا ہی کہنے۔ ان علوم کے ایک ماہر مشہور محدث، اور پایہ کے فقیہ محمد ادریس کاندھلوی نے جو علم کی طلب میں شبانہ و روز مصروف رہے نے اپنی ایک تالیف پیش کی جو مشکوٰۃ المصابیح کی شرح پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب جامع اور عجیب و غریب تحقیقات سے بھرپور ہے اور طالب علم کو اس قدر کافی و شافی مواد مہیا کر دیتی ہے کہ اس کو دوسری شروح سے رجوع کی حاجت نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو اجر عظیم عطا فرمائے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ان کے علوم سے مستفید فرمائے۔ آمین۔ (۴۸)

نام کتاب۔ حجیت حدیث

مطبوعہ ۔ لاہور ناشر ایم ثناء اللہ خاں۔

صفحات: ۱۸۴

سائز ۱۸×۲۲/۸

مولانا نے "حجیت حدیث" میں منکرین حدیث کو خسرو پرویز اور ابولہب سے تشبیہ دی ہے کہ خسرو پرویز کے پاس جب والا نامۂ نبی ﷺ پہنچا تو اس نے نخوت و غرور سے اس کو پارہ پارہ

---

(۴۷) محمد ادریس کاندھلوی، مولانا التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح، (طبع ہند۔ ۱۳۹۷) ج ۲۱: ص ۸۴، ۸۵

(۴۸) یہ خط الشیخ عمر بن حمدان نے ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ کو لکھا جو تعلیق الصبیح کی جلد ۱ صفحہ ۴۱۳ پر شائع ہوا۔

کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے خود اس کو بھی اور اس کی سلطنت کو بھی ریزہ ریزہ کر دیا۔ آج کے منکرین حدیث بھی خسرو پرویز کی مانند ہیں۔ ابولہب مکہ کی گلیوں میں یہی کہتا پھرتا تھا کہ محمد کی کوئی بات نہ سننا۔ آج کے منکرین حدیث بھی یہی ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ حضور کا کوئی قول قابل اعتبار اور حجت نہیں۔(۴۹)

قرآن کریم میں جابجا نبی کریم ﷺ کی اطاعت کو لازم و ضروری قرار دیا ہے۔ اور اکثر مقامات پر اللہ کی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کا ذکر ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (۵۰)

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۔ (۵۱)

مزید ترقی کر کے اللہ تعالیٰ نے اطاعت رسول اور بیعت رسول کو اطاعت الٰہی اور بیعت خداوند قرار دیا۔

وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۔ (۵۲)

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۔ (۵۳)

قرآن کریم میں ہے۔ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۔ (۵۴)

ستاروں کی قسم کھائی یعنی جس طرح ستارے ایک معین راہ پر چلتے ہیں اور لوگ ان سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ آسمان نبوت و رسالت کے ایک ستارے ہیں جس طرح ظاہری ستاروں کا نظام محکم ہے اسی طرح باطنی ستاروں کا نظام محکم ہے۔(۵۵)

قاضی عیاض نے "الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی" میں آنحضرت کے حقوق جو امت پر عائد ہوتے ہیں وہ بیان فرماتے ہیں۔ اس طرح علامہ شہاب خفاجی نے "نسیم الریاض" میں حقوق نبوی تفصیل کے ساتھ بیان فرمائے۔ ان تمام حقوق کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) محبت ، (۲) عظمت (۳) اطاعت

حق محبت یہ ہے کہ امتی نبی کریم ﷺ کو اپنی جان، مال اور تمام اہل و عیال سے زیادہ

(۴۹) مولانا کاندھلوی، حجیت حدیث ص: ۱۳۰ (۵۰) سورۃ نساء آیت ۶۴ (۵۱) سورہ نساء آیت ۵۹

(۵۲) ۴: النساء (۵۳) : الفتح : (۱۰) (۵۴) ۵۳ النجم (۵۵) مولانا کاندھلوی، حجیت حدیث: ص ۲۰۸ تا ۲۰۷ سورۃ ذاریات ۲۰،۲۱

عزیز رکھتا ہو۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّہَاتُہُمْ۔ (۵۶)

نبی اور رسول میں ایمان بالذات ہے اور مومنین میں ایمان بالعرض ہے۔ مومنین رسول کے ایمان کا ایک پرتو اور عکس ہیں تو جس طرح بیٹا اپنے جسمانی وجود میں باپ کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح امتی اپنے ایمانی وجود میں نبی اور رسول کا محتاج ہوتا ہے۔

حق عظمت یہ ہے کہ حضور کے اداب و احترام کا پورا لحاظ رکھا جائے۔

اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ وَتُسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا۔ (۵۷)

اس آیت میں نبی کریم ﷺ کی توقیر و تعظیم صحیح نام بیان کرنے کی تعلیم و تلقین کی گئی ہے۔ حق اطاعت یہ ہے کہ دل و جان سے بہزار رغبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حکم کی اطاعت کرے اور اس اطاعت پر اللہ کی اطاعت کا دار و مدار ہے۔

اس مختصر، جامع و مدلل رسالہ کو جو اب نایاب ہو چکا ہے جدید اسلوب سے دوبارہ شائع کرانا چاہیے۔ (۵۸)

سوانح، ایک نظر میں

۳۷۹: مکمل نام: مولانا ظفر احمد عثمانی۔ ابن شیخ لطیف احمد عثمانی۔

تاریخ و مقام پیدائش: ۱۳ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء دیوبند ضلع سہارنپور ہند۔

ابتدائی تعلیم: دار العلوم دیوبند، مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون۔ جامع العلوم کانپور۔

اعلیٰ تعلیم: مظاہر علوم سہارنپور ہند۔

ممتاز اساتذہ: مولانا محمد اسحٰق بردوانی، مولانا محمد رشید کانپوری، مولانا خلیل احمد سہارنپوری۔

تدریسی زندگی: ۱۳۲۹ھ تا ۱۳۲۶ھ مظاہر علوم، ۱۳۲۶ھ تا ۱۳۲۹ھ ارشاد العلوم گڑھی پختہ ۱۳۲۹ھ تا ۱۳۲۶ھ مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون ۱۳۴۶ھ تا ۱۳۴۹ھ مدرسہ راندیر رنگون۔ برما ۱۳۴۹ھ تا ۱۳۵۸ھ امداد العلوم ۱۳۵۸ھ تا ۱۳۶۲ھ ڈھاکہ یونیورسٹی و اشرف العلوم ڈھاکہ ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء تا

---

(۵۶) ۳۳: الاحزاب: ۶ (۵۷) ۴۷، الفتح: ۹

(۵۸) مولانا کاندھلوی حجیت حدیث ص ۴۹ تا ۵۴

۱۹۵۴ء مدرسہ عالیہ ڈھاکہ ۱۹۵۴ء تا وفات دار العلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار۔

ممتاز تلامذہ: مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا عبد الرحمٰن کامل پوری۔ مولانا بدرِ عالم مہاجر مدنی، مولانا محمد زکریا کاندھلوی، مولانا محمد اسعد اللہ سہارنپوری، مولانا عابد الرحمٰن صدیقی

مختلف علوم میں تصانیف: تحذیر المسلمین عن موالات المشرکین فتاوی امداد الاحکام (سات جلدیں) برأۃ عثمان

علم حدیث میں تصانیف: اعلاء السنن ۲۰ جلدیں فقہ الحدیث مقدمۃ انہاء السکن (قواعد التحدیث)

تاریخ و مقام وفات: ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۹۴ھ / ۸ دسمبر ۱۹۷۴ء ٹنڈو الہ یار سندھ۔ (۵۹)

نام کتاب: اعلاء السنن

مؤلف۔ عثمانی ظفر احمد مولانا۔ تدوین و تعلیق۔ مولانا محمد تقی عثمانی۔

مطبوعہ: کراچی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ۔

سنہ طباعت: ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء

جلدیں: ۱۸ ، و مقدمہ (۶۰)

جلد اول: از مقدمہ حصہ اول تا الفصل العاشر فی اصطلاحات الخاصۃ لنا فی ھذا الکتاب	صفحات: ۳۲۴	۷۶۱
جلد ثانی۔ از مقدمہ حصہ ثانی تا مناظرہ بین ابی حنیفہؒ و اوزاعیؒ	صفحات: ۲۵۱	
جلد ثالث: از مقدمہ حصہ ثالث تا تذکرہ علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل	صفحات: ۱۹۱	
جلد رابع: از الجزء الثالث کتاب الصلوٰۃ تا ابواب الامامۃ عبد الجلیل	صفحات: ۵۲۸	
جلد خامس: از ابواب احکام الحدث فی الصلوٰۃ تا باب دخول المسجد منتعلاً	صفحات: ۱۵۲	
جلد سادس: ابواب الوتر تا باب لا وتران فی لیلۃ	صفحات: ۱۱۰	
جلد سابع از باب النوافل والسنن تا باب التطوع فی السفر	صفحات: ۲۹۶	
جلد ثامن از باب عدم جواز الجمعہ فی القریٰ تا باب جواز الصلوٰۃ فی الکعبۃ	صفحات: ۲۲۴	

(۵۹) فیوض الرحمٰن حافظ قاری، مشاہیر علمائے دیوبند ج ۱: ص ۲۲ ترمذی، عبد الشکور مفتی تذکرہ انظفر کراچی ۱۹۷۷ء (مرتب عثمانی قراءۃ مرہنا)

(۶۰) مقدمہ کا نام انہاء السکن الیٰ من یطالع اعلاء السنن ہے جو مولانا اشرف تھانوی کی زیر نگرانی ہندوستان سے شائع ہوا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۳۸۳ھ / ۱۹۶۴ء کراچی ریسرچ سنٹر سے شائع ہوا۔

جلد تاسع از کتاب الزکوٰۃ تا۔ باب ضرب الخباء للمعتکف فی المسجد	صفحات :	۱۶۰
جلد عاشر از کتاب الحج تا۔ باب زیارۃ قبر النبی قبل الحج او بعدہ	صفحات :	۵۲۴
جلد حادی عشر از کتاب النکاح تا۔ باب یضمن سارق المتاع	صفحات	۷۸۳
جلد ثانی عشر از کتاب السیر تا باب ابطال القومیۃ المتحدہ	صفحات	۶۸۵
جلد ثالث عشر از کتاب اللقیط تا باب از اوقف السقایۃ او الخان او الرباط	صفحات	۲۲۴
جلد رابع عشر از ابواب البیع تا باب کل قرض جر نفعاً محظوراً لا ابن سبیل	صفحات	۶۰۰
جلد خامس عشر از کتاب القضاء تا باب اقرار الوارث لوارث	صفحات	۴۹۵
جلد سادس عشر از کتاب الصلح تا باب غصب العقار	صفحات	۲۵۵
جلد سابع عشر از کتاب الشفعۃ تا باب کراھۃ اتخاذ الکلب للھی	صفحات	۴۷۷
جلد ثامن عشر از کتاب احیاء الموات تا باب الذکر والدعاء	صفحات	۴۶۴

ائمہ فقہاء پر اور خاص طور پر امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ حضرات اپنی عقل ورائے کو حدیث کے مقابلہ میں ترجیح دیتے ہیں۔

متقدمین سے یہ بات متجددین میں منتقل ہوئی اور صبحی محمصانی نے علانیہ اس بات کا برملا اظہار کیا کہ تابعین کے بعد فقہاء امت دو حصوں میں منقسم ہو گئے۔

صبحی لکھتے

وعلی الجملہ، انقسم الفقہاء طائفتین کبیرتین : احدھما طائفۃ اھل الرأی فی العراق برئاسۃ ابی حنیفۃ النعمان ۔ (۶۱)

بہرحال، اس وقت فقہا کی جماعت دو حصوں میں بٹ گئی، ایک حصہ اہل رائے عراق میں ابوحنیفہ نعمان کی سرگردگی پیدا ہوا)

صبحی کی طرح دیگر بہت سے محققین احناف کو عموماً اور امام ابوحنیفہ کو خصوصاً حدیث کے مقابلہ میں عقل کو ترجیح دینے کا الزام دیتے۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ علمائے عرب و عجم کے اس اعتراض کا شافی وجامع جواب دینا چاہتے تھے

عثمانی ظفر احمد مولانا، اعلاء السنن تقریظہ ۱۳۹۱ھ کراچی ادارہ القرآن ج ۱: ص ۱۲

(۶۱) صبحی محمصانی، فلسفۃ التشریع فی الاسلام (بیروت، مکتبۃ الکشاف، ۱۹۴۶ء) ص ۲۷

جو اصولی اور بنیادی نوعیت کے ساتھ جزءاسی اور تحقیقی انداز میں ثابت کرے کہ امام ابوحنیفہ ہر مسئلہ میں تحقیق و تدقیق کے بعد وہ موقف اختیار کیا کرتے ہیں جو تعلیم نبوی کے اساسی منہاج اور بنیادی اسلوب سے زیادہ قریب تر واقع ہو۔

چنانچہ مولانا تھانویؒ نے "احیاء السنن" کے نام سے ایک تالیف شروع کی جس کا مسودہ ضائع ہو گیا۔ بعد ازاں "جامع الآثار" کے نام سے ایک تالیف اسی موضوع پر شروع کی اور "تابع الآثار" کے نام سے اس کی تعلیق کی، دونوں کتب حد درجہ مختصر تھیں اور پھر مولانا کی دیگر مصروفیات نے اس تحقیقی کام کو کماحقہ آگے بڑھنے نہ دیا تو مولانا نے یہ کام مولانا احمد حسن سنبھلی کو سونپا۔ لیکن مولانا جس منہاج پر یہ تالیف کرانا چاہتے تھے وہ حاصل نہ ہو سکا تو آپ نے مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کو حکم دیا کہ وہ اس فریضہ کو سر انجام دیں۔

مولانا عثمانی نے "کتاب الصلوٰۃ" کے بعد سے تالیف شروع کی اور مولانا کی تالیف کردہ جامع الآثار کی شرح "اعلاء السنن" کے نام سے تالیف کی۔ مولانا کی یہ تالیف و شرح ایک ہی نام "اعلاء السنن" کے نام سے ۱۸ جلدوں میں کراچی سے شائع ہوئی۔ جس کی پہلی جلدیں جامع الآثار کی شرح ہیں۔ مولانا نے ایک فصیح و بلیغ مختصر و جامع مقدمہ بھی تالیف کیا ہے جس کے تین حصے ہیں۔

۱۔ پہلے حصہ میں اصول حدیث کے قواعد پر سیر حاصل، مدلل و مفصل گفتگو کی گئی ہے

۲۔ دوسرا حصہ اصول فقہ اور اصول حدیث پر بعض اساسی و بنیادی مباحث پر مشتمل ہے۔

۳۔ جبکہ تیسرے حصہ میں امام ابوحنیفہ اور ان کی خدمات حدیث پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس مقدمہ کا "انہاء السکن الیٰ من یطالع اعلاء السنن" رکھا۔

اس مولانا کی یہ خدمت ایک جانب علم حدیث کی ہے تو دوسری جانب علم فقہ اور خصوصاً فقہ حنفی کی عظیم خدمت ہے۔

مقدمہ سے قبل مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تقریظ منقول ہے جس میں مولانا نے فرمایا کہ اعلاء السنن کی تالیف سے عامۃ الناس پر عموماً اور علماء پر خصوصاً یہ بات ظاہر ہو گئی کہ امام ابوحنیفہ کا کوئی مسلک کتاب و سنت کے خلاف نہیں ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

"لولم یکن بالخانقاہ امدادیہ (تھانہ بھون) إلّا تالیف۔

"اعلاء السنن" لکفیٰ بہ کرامۃ وفضلاً فانہٗ عدیم النظر فی بابہ"۔ (۶۲)

(اگر خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں اعلاء السنن کے علاوہ کچھ نہ ہوتا تو خانقاہ کی کرامت وفضیلت مسلّم رہتی کہ اس باب میں یہ کتاب بے مثال تالیف ہے۔)

اس سے قبل یہ کتاب پاکستان اور ہندوستان میں شائع ہوئی تھی اور اب جدید اسلوب پر عبدالفتاح ابوغدہ کی تدوین کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

مقدمہ کے پہلے حصہ میں حدیث کا مفہوم، اس کی اقسام، پر تفصیلی بحث ہے۔ اصولِ حدیث کے ضمن میں قواعد جرح و تعدیل مذکور ہیں، حدیث ضعیف و حسن لغیرہ کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ رفع وقف، وصل و قطع کی وضاحت کے ساتھ تعدیل صحابہؓ اور ان کے اقوال کی حجیت پر شرح وبسط کے ساتھ کلام کیا گیا ہے۔ حصہ اوّل کی پانچویں فصل میں مرسل، مدلس، معلق منقطع اور معضل کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔ ضعیف اور موضوع روایت کرنے والوں کا حکم بیان کیا گیا ہے آٹھویں فصل میں مصادر سرلیعہ میں تعارض کی صورت میں ترجیح راجح کے اصول بیان کیے گئے ہیں۔

مقدمہ کا یہ حصہ ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے جس کی اساسی و بنیادی مراجع پر بنا ہے اس مقدمہ کی تالیف میں مولانا نے رجال واصولِ حدیث کی تقریباً تمام بنیادی کتب جن میں میزان الاعتدال، الاصابہ، لسان المیزان، تہذیب التہذیب، تدریب الراوی، شرح نخبۃ الفکر، صحیحین سنن اربعہ، فتح الباری، عمدۃ القاری، فتح المغیث اور خطیب کی تاریخ بغداد اہم ہیں، سے استفادہ کیا ہے۔ مقدمہ کا دوسرا حصہ دوسری جلد میں منقول ہے جس میں اصول فقہ سے بحث ہے جبکہ تیسرے حصہ میں جو تیسری جلد میں مطبوع ہے، امام ابوحنیفہ اور آپؒ کی خدمات حدیث پر سیر حاصل بحث کی گئی۔ اس طرح یہ مقدمہ تین اجزاء پر مشتمل ہے جو ایک ہی جلد کی صورت میں شائع ہوا ہے۔ اور دیگر جلدوں کے مقابلہ میں یہ جلد سب سے زیادہ ضخیم ہے مقدمہ کی تکمیل اس روز ہوئی جس دن یہودیوں نے مسجد اقصیٰ پر قبضہ کیا جزء رابع سے اصل کتاب کا آغاز ہوتا ہے۔ جس میں مولانا ایک منفرد انداز و اسلوب کے ساتھ فقہ حنفی کی حمایت میں عرق ریزی، جزء رسی اور تحقیقی و علمی دیانت کے ساتھ پیش کی ہیں۔ جہاں ضرورت ہوئی وہاں راویوں پر بھی کلام اور تعدیل کے ساتھ جرح کے اقوال بھی نقل کیے ہیں۔ کتاب کے صفحات کے دو حصے کیے گئے ہیں

ظفر احمد عثمانی، اعلاء السنن، تقریظ، کراچی، ادارۃ القرآن ۱۳۹۱ھ ج ۱: ص ۱۲

بالائی حصہ پر ایک حدیث نقل کی جاتی ہے اور پھر اس کی تشریح و وضاحت کے ضمن اس کی مؤید دوسری احادیث بھی نقل کی جاتی ہیں۔

باب دیۃ المراءۃ کا باب قائم کر کے مکحول اور عطاء کی حدیث تخریج کی ہے جس میں نبی کریم ﷺ اور فاروق اعظمؓ کے زمانہ کا معمول کا ذکر ہے جس کے مطابق عورت کی دیت مرد کے مقابلہ میں نصف ہوا کرتی تھی۔ اس کی تشریح کے ضمن میں مولانا نے معاذ بن جبل، عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب، ابن المسیب، عمرو بن حزم اور عبداللہ بن مسعود کی روایات کے علاوہ صحابہ کا اجماع نقل کیا ہے۔ (۴۲)

مولانا نے اس اسلوب کو تمام کتاب میں اپنائے رکھا ہے۔

اس طرح مولانا کی یہ کتاب ایک جانب علم حدیث کی عظیم خدمت ہے تو دوسری جانب علم الفقہ اور خصوصاً فقہ حنفی کی ایک عدیم المثال خدمت ہے۔

مولانا ظفر احمد عثمانی کی شخصیت علمی پہلو کے ساتھ ساتھ سیاسی پہلو بھی رکھتی تھی۔ مولانا دو قومی نظریہ کے حامی اور تحریک پاکستان کے ایک مجاہد تھے جنہوں نے سلہٹ اور بنگال کے علاقہ میں جو کانگریس کی حمایت کا مضبوط مرکز تھے مسلم لیگ کا علم بلند کیا اور قوم کو تحریک پاکستان میں شمولیت کی دعوت دی۔ مولانا نے اپنی کتاب میں ایک منفرد باب باندھا ہے جس کو عام طور پر محدثین ذکر نہیں کرتے۔ بارہویں جلد کے آخیر میں مولانا نے "باب ابطال القومیۃ المتحدۃ" کے تحت چند احادیث تخریج کی ہیں جس میں مسلمانوں کی ایک متحدہ حیثیت اور ان کے دوسروں سے تشخص و امتیازات کو نقل کیا گیا ہے۔ ان احادیث کی تشریح کے ضمن میں مولانا نے دو قومی نظریہ پر سیر حاصل بحث کی ہے اور متحدہ قومیت کے ہند میں رائج ہونے کی مکمل تاریخ بیان کی ہے۔

احادیث مبارکہ، روایات سیرت، عمل صحابہ اور تاریخی شواہد سے مولانا نے متحدہ قومیت کا ابطال کیا ہے اور متحدہ قومیت کی حمایت میں پیش کی جانے والی بعض روایات کا شافی جواب دیا ہے۔ متحدہ قومیت کی حمایت کرنے والوں نے روایات سیرت سے یہ دلیل پیش کی ہے کہ مسلمانوں نے حبشہ میں ہجرت کی اور نجاشی کی مملکت میں سکونت اختیار کر لی۔ حالانکہ نجاشی کافر تھا۔ اس کا جواب

---

۴۲ عثمانی، ظفر احمد مولانا، اعلاء السنن۔ ج ۱۸: ص ۱۶۶ تا ۱۶۹

دیتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں کہ مسلمانوں نے صرف سکونت اختیار کی تھی کہ اس قوم کے ساتھ اتحاد نہیں کیا تھا اگر اتحاد کیا تھا، تو اس کی دلیل لاؤ۔ اور فقہاء و محدثین کے نزدیک تفریح تجارت یا کسی اور مقصد کے لیے کسی کافر مملکت کا سفر جائز ہے۔

اسی طرح دیگر دلائل سے مولانا نے متحدہ قومیت کی مدلل تردید اور دو قومی نظریہ کی تائید کی ہے (۶۴)

سوانح، ایک نظر میں

۲۸۰ مکمل نام: عبدالرحمن بن سید امیر مردانی، مولانا۔

تاریخ و مقام پیدائش: مینئی تحصیل صوابی ضلع مردان

ابتدائی تعلیم: وطن مالوف

اعلیٰ تعلیم: دارالعلوم دیوبند۔

ممتاز اساتذہ: مولانا سید حسین احمد مدنی

تدریسی زندگی: ہندوستان کے مختلف مدارس دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی

ممتاز تلامذہ: پاکستان کے مختلف علماء خصوصاً راولپنڈی اور صوبہ سرحد سے منسوب

مختلف علموں میں تصانیف: غیر مذکور

علم حدیث میں تصانیف: جواہر الاصول فی اصول الحدیث عربی (مطبوعہ) رسالہ فیضان الباری فی شرح حدیث عبداللہ بن زبیر فی البخاری (مطبوعہ)

الکوثر البخاری علی ریاض البخاری (حصہ اوّل مطبوعہ)

تاریخ و مقام وفات: ۵ مارچ ۱۹۷۵ء راولپنڈی (۶۵)

سوانح، ایک نظر میں

۲۸۱ مکمل نام: سید ابو بکر غزنوی بن مولانا سید داؤد غزنوی۔

(۶۴) مولانا عثمانی۔ اعلاء السنن ج: ۱۲: ص ۶۴۷ تا ۶۷۱

(۶۵) الرشید: دیوبند نمبر ۱۹۷۶ء

تاریخ ومقامِ پیدائش : ۲۲ مئی ۱۹۲۷ء / ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ
ابتدائی تعلیم : امرتسر، لاہور،
اعلیٰ تعلیم : ایم اے عربی زبان وادب، جامعہ پنجاب۔
ممتاز اساتذہ : مولانا سید داؤد غزنوی، (والد) حافظ محمد گوندلوی اور مولانا محمد شریف اللہ۔
علمی وتدریسی زندگی : اسلامیہ کالج سول لائنز صدر شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ، اسلامیہ کالج شعبہ اسلامیات انجینئرنگ یونیورسٹی۔ وائس چانسلر جامعہ اسلامیہ، بہاولپور (۱۹۷۵ تا وفات)
ممتاز تلامذہ : ملک کے مختلف پروفیسر حضرات۔
مختلف علوم میں تصانیف : حقیقتِ ذکرِ الٰہی۔ اسلام اور آداب معاشرہ اسلام میں گردشِ دولت اسلامی ریاست کے چند ناگزیر تقاضے۔ قرآن کے صوری ومعنوی محاسن محمدی انقلاب کے خدوخال عصر حاضر میں استاد شاگرد، اس دنیا میں اللہ کا قانون جزاء وسزا، واقعہ کربلا۔ حرز اعظم (وظائف)
علم حدیث میں تصانیف : خطبات جہاد کتابتِ حدیث عہد نبوی میں (رسالہ)
تاریخ ومقامِ وفات : ۲۵ اپریل ۱۹۷۶ء لندن تدفین لاہور۔ (۶۶)

سوانح، ایک نظر میں

۳۸۲ مکمل نام : مولانا سید محمد یوسف بنوری بن سید محمد زکریا۔
تاریخ ومقامِ پیدائش : ۶ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء مہابت آباد
ابتدائی تعلیم : علمائے کابل۔ اور والد سید محمد زکریا۔
اعلیٰ تعلیم : دارالعلوم دیوبند۔ پنجاب یونیورسٹی، مولوی فاضل
ممتاز اساتذہ مولانا عبدالقدیر قاضی القضاۃ جلال آباد، حافظ عبداللہ پشاوری، شیخ محمد صالح فیلنوی افغانی، مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیری۔
تدریسی زندگی۔ ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء تا ۱۳۶۷ھ / ۱۹۵۱ء شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سورت ۱۳۶۷ھ / ۱۹۵۱ء تا ۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۴ء دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار سندھ ۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۴ء تا

(۶۶) راہی، تذکرہ علمائے پنجاب۔ ۵۲

۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی۔

ممتاز تلامذہ: ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا خان محمد، شیخ سلیمان بن عبدالرحمٰن الصنیع مکی، مولانا مصباح اللہ شاہ، شیخ عبدالفتاح ابوغدہ، مولانا محمد یوسف طلال، شیخ حسن المشاط۔ مکی، ابراہیم ختنی مدنی شیخ عبدالعزیز عیون الاسود۔ شامی، شیخ علی محمد مراد حموی۔

مختلف علوم میں تصانیف: بغیۃ الاریب فی احکام القبلۃ والمحاریب (عربی) نفحۃ العنبر فی حیاۃ الشیخ انور، یتیمۃ البیان فی مشکلات القرآن، تسخیر کائنات اور اسلام ختم نبوت

علم حدیث میں تصانیف: عوارف المنن مقدمہ معارف السنن، معارف السنن شرح الترمذی، ۶ جلدیں (عربی) مقدمہ فیض الباری۔

تاریخ و مقام وفات: ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۷ء / ۱۳۹۷ھ اسلام آباد (تدفین کراچی) (۶۷)

نام کتاب: معارف السنن شرح سنن الترمذی

مؤلف: مولانا محمد یوسف بنوری

مطبوعہ: کراچی، ایچ، ایم سعید اینڈ کمپنی۔

سنہ طباعت: ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴ء

تعداد جلدیں۔ ۶

جلد اول از ابتداء تا باب ماجاء فی بول یصیب الارض (کتاب الطہارہ)	صفحات:	۵۰۷
جلد ثانی از۔ ابواب الصلوٰۃ و تحقیق لفظ الصلوٰۃ۔ تا باب رفع الیدین عند الرکوع	صفحات:	۵۰۱
جلد ثالث از باب ماجاء فی وضع الیدین علی الرکبتین فی الرکوع تا باب ماجاء فی الرجل یسلم فی الرکعتین (کتاب الصلوٰۃ)	صفحات:	۴۸۴
جلد رابع از باب ماجاء فی الصلوٰۃ فی النعال تا باب فی صلوٰۃ الاستسقاء	صفحات	۵۰۰
جلد خامس از باب صلوٰۃ الکسوف تا باب ... الترغیب فی قیام شہر رمضان	صفحات	۵۸۲
جلد سادس از ابواب الحج عن رسول ﷺ تا آخر ابواب الحج	صفحات	

جامع ترمذی کی شرح ایک جامع و مبسوط شرح ہے جس میں مولانا بنوری نے عمدہ اسلوب نگارش کے ساتھ مشکل و مغلق مقامات کو حل کیا ہے۔

---

(۶۷) بینات کراچی ماہنامہ اشاعت خاص محرم الحرام تا ربیع الاول ۱۳۹۸ھ جنوری فروری ۱۹۷۸ء

شرح کا زیادہ تر دار و مدار مولانا انور شاہ کاشمیریؒ کے افاضات پر ہے جو مخطوطات تالیفات یا درس کے ذریعہ سے مولانا عثمانیؒ نے حاصل کیے۔

مسائل فقہیہ میں ائمہ اربعہ کے مسالک اور دلائل بسط و تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں اور اختلاف کی صورت میں راجح مسلک کی وجوہ ترجیح بھی ذکر کی گئی ہیں۔ کتاب کی ابتداء میں ایک مقدمہ بھی مرقوم ہے جس میں امام ترمذی کی بیان کردہ سند کی بھی وضاحت کے علاوہ طرق تحمل حدیث صحیحین کا اسلوب، اقسام کتب حدیث، ائمہ صحاح ستہ کی شرائط اور ائمہ ستہ کے مسالک بھی بیان کیے گئے ہیں۔

امام ترمذی کتاب کی ابتداء " ابواب الطہارۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " سے کرتے ہیں تراجم کا یہ طرز امام ترمذی کا منفرد طرز ہے جو نکہ دیگر محدثین "کتاب" اور کتاب کے تحت " باب " کا طرز اختیار کرتے ہیں " عن رسول اللہ ﷺ " کی وضاحت و تشریح میں مسند، مرفوع، محوّل، مدلس اور موقوف کے معانی بیان کیے ہیں۔

رجال میں تہذیب التہذیب اور الاصابہ پر مدار ہے۔

اختلاف فقہاء کی صورت میں اوّلاً مذاہب بیان کیے جاتے ہیں، پھر ہر مذہب اصولی نقلی اور عقلی دلائل ذکر کیے جاتے ہیں اور پھر ترجیح راجح کی وجوہ بیان کی جاتی ہیں۔ اپنی اس تالیف کے اسلوب نگارش اور ادوار تاریخیہ کے بارہ میں مولانا نے جن چیزوں کی طرف اشارہ کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) مولانا سید انور شاہ کاشمیریؒ صحیح بخاری اور جامع ترمذی کا درس دیا کرتے تھے ان کا درس علوم و معارف کا ایک عظیم سمندر ہوتا تھا۔ مولانا چونکہ املاء نہ کراتے تھے اس لیے دوران درس ضبط و تحریر صرف وہی حضرات کر سکتے تھے، جو اعلیٰ دماغی ذہنی اور فکری صلاحیتوں کے ساتھ لکھنے کا ملکہ بھی رکھتے تھے۔ " العرف الشذی " کے نام سے مولانا کے یہ افادات اگرچہ شائع ہوئے ہیں چنانچہ "مجلس علمی" جس کے مؤسس خود مولانا انور شاہ صاحب تھے، نے یہ محسوس کیا کہ مولانا کے افادات پر مبنی ترمذی کی ایک جامع شرح ہونی چاہیئے۔ جو ان خصوصیات کو بھی جامع و حاوی ہو جن سے العرف الشذی محروم ہے۔ چنانچہ مولانا افادات نے کے علاوہ کتاب سیبویہ الرضی شرح الکافیۃ

دلائل الاعجاز، اسرار البلاغۃ، عروس الافراح کشف الاسرار للبخاری، فخر الدین رازی کی اصول البزدوی فتح الباری، عمدۃ القاری، شرح المہذب، ابن قدامہ کی مغنی اور رجال کی دیگر کتب کا بھی بنظر غائر مطالعہ کیا۔ اور جدید ترتیب کے ساتھ ایک کتابی شکل میں تالیف کیا جس میں حسب ذیل امور کی رعایت کی گئی (۶۸)

(۱) مولانا انور شاہ کاشمیریؒ کے افادات کا حصول

۲۔ جزئی موضوعات پر جو رسائل مولانا کے موجود ہیں۔ مسائل کی تشریح و وضاحت میں ان سے استفادہ۔

۳۔ مولانا کے کلام میں ابہام ہوا۔ اس کی وضاحت۔

۴۔ مولانا تھانوی کی آثار السنن پر تعلیقات سے استفادہ۔

۵۔ حسن تعبیر و ترتیب کی کاوش۔

۶۔ مذاہب و مسالک کے بیان میں بنیادی مصادر پر مدار ان امور کی رعایت کے ساتھ جو شرح مرتب کی گئی ہے اس کی خصوصیات حسب ذیل ہیں

۱۔ ائمہ اربعہ کے مسالک اور تعامل امت کو اساسی مصادر سے بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ ہر حدیث پر اصولی فقہی اور لغوی لحاظ سے بحث کی گئی ہے۔

۳۔ متعلقات کتاب کی آسان اور فصیح و بلیغ انداز میں تشریح۔

۴۔ مولانا انور شاہ کاشمیریؒ کے علوم کو سب سے زیادہ اسی کتاب نے قاری کے سامنے رکھا۔

۵۔ بلاغت بیان، حسن ترتیب، اوزان کلمات، اور سہل عبارات کا مرقع ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کے افادہ کو عام کرنے کے لیے اسے اردو میں منتقل کیا جائے تاکہ قانونِ اسلامی میں دسترس کا شوق رکھنے والے ایسے حضرات جو عربی زبان میں مہارت نہیں رکھتے اس سے استفادہ کر سکیں۔

---

(۶۸) مولانا بنوری۔ معارف السنن۔ ج ۱: ص ۴۳۔ تا ۴۴۔

سوانح، ایک نظر میں

۲۸۲: مکمل نام: مولانا اکبر علی بن احسان علی سہارنپوری ؒ۔

تاریخ ومقام پیدائش: ۱۳۲۶ھ یا ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۸ء یا ۱۹۰۹ء سہارنپور

ابتدائی تعلیم: مظاہر علوم، سہارنپور

اعلیٰ تعلیم: ایضاً

ممتاز اساتذہ: مولانا ظہور الحق، مولانا صدیق احمد، مولانا عبدالرحمٰن، مولانا عبدالشکور کامل پوری مولانا حافظ عبداللطیف، مولانا محمد زکریا کاندھلوی، مولانا عبدالرحمٰن کامِلپوری،

تدریسی زندگی: معین مدرس مظاہر علوم (۱۳۴۷ھ تا ۱۳۷۷ھ) دارالعلوم کراچی، ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء تا وفات)

ممتاز تلامذہ: مولانا ابرار الحق، مولانا محمد یوسف کاندھلوی، مولانا انعام الحسن کاندھلوی، مولانا سعید احمد خان، مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، مفتی محمد عبداللہ، مولانا عبدالرشید افغانی

مختلف علوم میں تصانیف: اردو ترجمہ اظہار الحق، بنام بائبل سے قرآن تک

علم حدیث میں تصانیف: تدریسی خدمات

تاریخ ومقام وفات: ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء کراچی۔ (۶۹)

سوانح، ایک نظر میں

۲۸۳: مکمل نام: سید ابو الاعلیٰ مودودی

تاریخ ومقام پیدائش: ۳ رجب ۱۳۲۱ھ/ ۲۵ ستمبر ۱۹۰۳ء اورنگ آباد

ابتدائی تعلیم: مدرسہ فرقانیہ اورنگ آباد، دارالعلوم حیدرآباد

اعلیٰ تعلیم: پاک وہند کے مختلف جامعات ومدارس

ممتاز اساتذہ: مولانا محمد ادریس کاندھلوی۔

---

(۶۹) اکبر شاہ بخاری محمد، اکابر علما کے دیوبند، ص ۲۷۴۔ البلاغ کراچی۔ ماہنامہ نومبر ۱۹۷۵ء

علمی و تدریسی زندگی: ادارت "الجمیعت" دہلی، (۱۹۲۵ تا ۱۹۲۸) ادارت "ترجمان القرآن"، حیدر آباد (۱۹۲۸ء تا وفات)

ممتاز تلامذہ: ملک کے مختلف علمی و ادبی حلقے۔

مختلف علوم میں تصانیف: تفہیم القرآن، دینیات، قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں، مسئلہ جبر و قدر، اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر، اسلام کا سرچشمۂ قوت، خلافت و ملوکیت، الجہاد فی الاسلام، اسلامی نظام زندگی اسلامی ریاست، معاشیات اسلام، سود، اسلام اور جدید معاشی نظریات مسئلہ ملکیت زمین، پردہ، حقوق زوجین

علم حدیث میں تصانیف: سنت کی آئینی حیثیت، خطبات

تاریخ و مقام وفات: ۲۶ ستمبر ۱۹۷۹ء / ۴ ذیقعدہ ۱۳۹۹ھ لاہور۔ (۷۰)

نام کتاب: سنت کی آئینی حیثیت۔

مؤلف : سید ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا۔

ناشر : لاہور، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ

سنہ طباعت: باراول ۱۹۶۳ء بار ہفتم ۱۹۸۲ء

صفحات : ۳۹۲

سنہ تالیف: ۱۹۶۱ء

مولانا کی یہ کتاب ان مقالات و مضامین کا مجموعہ ہے جو ترجمان القرآن میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے۔ کتاب میں مؤلف اور ڈاکٹر عبدالودود کی وہ مراسلت بھی موجود ہے۔ جو ۱۹۶۰ء اور ۱۹۶۱ء کے دوران ان دونوں حضرات کے درمیان ہوئی۔

ڈاکٹر صاحب نے سنت نبوی کی قانونی و آئینی حیثیت اور اس کے مفہوم و شمولات پر چند سوالات کیے ہیں، مولانا نے جواباً ان سوالات کے شافی و مدلل جوابات دیئے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ کتاب ایک انفرادی حیثیت کی حامل ہوگئی ہے کہ اس میں منکرین حدیث کی جانب سے کیے جانے والے اعتراضات کو بھی واضح انداز میں، ان کے اصل الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ اور ان کے مدلل

---

(۷۰) اختر راہی تذکرہ علمائے پنجاب۔ ص: ۴۲

جوابات اور پھر ان جوابات پر مزید استفسارات نقل کیے گئے ہیں
کتاب کے قریباً ڈھائی سو صفحات ڈاکٹر صاحب اور فاضل مولف کی مراسلت پر مشتمل ہیں
بقیہ صفحات میں عدالت عالیہ مغربی پاکستان کا ایک فیصلہ نقل کیا گیا ہے اور فاضل مولف نے
اس پر چند اصولی سوالات قائم کیے ہیں۔

مولانا مودودی کے ان متفرق مضامین کو یکجا شکل میں شائع کیا جانے لگا تو مولانا نے "دیباچہ"
کے عنوان سے انکارِ سنت کا پس منظر اور اس کی تاریخ بیان کی۔ انکار سنت کی اہم بنیادوں کو بھی
تفصیل سے بیان کیا گیا۔

بایں ہمہ چونکہ یہ مولانا کی باقاعدہ تصنیف نہیں بلکہ ان کے کچھ مضامین کا مجموعہ ہے اس لیے اس
کتاب کی علمی و تحقیقی حیثیت پر کلام کیا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ اگر مولانا اس موضوع پر کوئی مستقل تحقیقی کتاب
تصنیف کرتے تو وہ یگانہ روزگار کتاب ہوتی۔

سوانح ایک نظر میں

۳۸۵: مکمل نام: مولانا محمد محترم فہیم عثمانی۔
تاریخ و مقام پیدائش: ۱۹۳۵ء دیوبند۔
ابتدائی تعلیم: وطن مالوف۔
اعلیٰ تعلیم: جامعہ پنجاب لاہور۔
ممتاز اساتذہ: مختلف علماء دارالعلوم و اساتذہ جامعہ پنجاب
تدریسی زندگی: علمی و تالیفی زندگی۔
ممتاز تلامذہ: ایک وسیع حلقۂ علم
مختلف علوم میں تصانیف: اسلام اور سوشلزم، حضرت ابوذر غفاری اور سوشلزم، مسائل نماز و زکوٰۃ پر انگریزی رسائل و دیگر۔
علم حدیث میں تصانیف: حفاظت و حجیت حدیث۔
تاریخ و مقام وفات: ۱۹۸۵۔ لاہور

نام کتاب : حفاظت وحجیتِ حدیث

مؤلف : محمد محترم فہیم عثمانی، مولانا

ناشر : لاہور، دار الکتب۔

سنہ طباعت : دسمبر ۱۹۷۹ء۔ صفحات : ۵۹۲

سائز : ۱۸ × ۲۲ / ۸

سنہ تالیف : مارچ ۱۹۷۹

کتاب کو دو اجزا میں تقسیم کیا گیا۔ جزء اوّل حفاظت پر مشتمل ہے جو ۲۸۰ صفحات کو حاوی جبکہ جزء دوم حجیت حدیث پر مشتمل ہے اور اس کے صفحات ۳۱۰ ہیں اسطرح یہ کتاب ۵۹۰ صفحات پر اور اخیر میں فہرست کتابیات دو صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کا بیشتر حصہ علم تفسیر، حدیث اور تاریخ کی بنیادی و اساسی مصادر پر مدار کرتا ہے جن میں صحاح کے علاوہ تہذیب التہذیب تذکرۃ الحفاظ اسد الغابہ اعلام الموقعین، کنز العمال جامع بیان العلم وفضلہ السنۃ قبل التدوین۔ السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی، صحیفہ ہمام بن منبہ الطبقات الکبریٰ، سیرت النبیؐ لابن ہشام، مشکل الآثار کے علاوہ، علوم الحدیث ومصطلحہ، تدوین حدیث، ازالۃ الخفا، اور ترجمان السنۃ شامل ہیں۔

حوالہ دینے کے اسلوب و انداز میں یکسانیت نہیں پائی جاتی، کسی مقام پر حوالہ قدیم انداز کے مطابق یعنی عبارت کے درمیان قوسین میں دیا گیا ہے اور کسی جگہ جدید اسلوب پر یعنی صفحہ کے زیریں حصہ پر۔

جزء اول میں جو حفاظت حدیث پر مشتمل ہے اولاً انکارِ حدیث کے بنیادی اسباب اور اساسی علل کا تذکرہ کیا گیا ہے بعد ازاں طرقِ حفاظت حدیث ایک منفرد انداز میں بسط وتفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ حفاظت حدیث کے ضمن میں دلائل سے اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ جسطرح اللہ تعالیٰ نے حفاظتِ قرآن کا وعدہ کیا ہے وعدۂ الٰہی میں حفاظت حدیث بھی شامل ہے۔ پھر یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن فہمی کے لیے حدیث کی حاجت کسقدر ہے۔ جزء اوّل کے تیسرے مرحلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تحریری مجموعوں کا ذکر ہے۔ ان صحابہ کرام میں

حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عائشہؓ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابرؓ، حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو العاص، حضرت علی، حضرت سعد بن عبادۃ، حضرت سمرۃ بن جندب حضرت وائل بن حجر (رضوان اللہ علیہم اجمعین) شامل ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی طرف انکار حدیث کی نسبت کا بھرپور اور مدلل جواب دیا گیا ہے۔

جزو اول کے آخری صفحات میں تابعین اور تبع تابعین کے حدیث کی حفاظت کے انتظامات کا تذکرہ پورے شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

جزو دوم کی ابتداء میں منکرینِ حدیث کے اعتراضات اور انکارِ حدیث پر ان کے دلائل کا تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد حدیث کی تشریعی حیثیت کو واضح کیا گیا ہے۔

اطاعت رسول ﷺ کی حقیقت و ماہیت کو واضح کیا گیا ہے اور منکرینِ حدیث اطاعت کا جو مفہوم مراد لیتے ہیں، اس کی مدلل تردید کی گئی ہے۔

غرضیکہ اہل علم کے لیے عموماً اور ایسے حضرات کے لیے خصوصاً کہ جن کے ذہنوں میں علم حدیث سے متعلق کچھ شکوک و شبہات موجود ہوں، یہ کتاب مفید تر ثابت ہوگی۔ بشرطیکہ یہ شکوک و شبہات محض نادانی یا کم علمی کی بنا پر ہوں، عناد یا کج علمی کی بنا پر نہ ہوں۔

سوانح ایک نظر میں

مکمل نام: مولانا سید احمد سعید کاظمی ابن سید محمد مختار کاظمی۔

تاریخ و مقام پیدائش: ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۳ء امروہہ مضافاتِ مراد آباد

ابتدائی تعلیم: مدرسہ بحر العلوم شاہجہان پور۔

اعلیٰ تعلیم: ایضاً۔

ممتاز اساتذہ: مولانا سید محمد خلیل کاظمی (برادر بزرگ)

تدریسی زندگی: جامعہ نعمانیہ لاہور ۱۹۲۹ء تا ۱۹۳۱ء، مدرسہ محمدیہ حنفیہ امروہہ (۱۹۳۱ء تا ۱۹۳۵ء) ملتان ۱۹۳۶ء تا وفات۔

ممتاز تلامذہ: مولانا حسن الدین ہاشمی، مولانا مفتی شجاعت علی قادری، مفتی محمد حسن حقانی،

مولانا محمد شفیع اوکاڑی، مولانا غلام سرور قادری،

مختلف علوم میں تصانیف: مزیلۃ النزاع عن مسئلۃ السماع، تسکین الخواطر، معراج النبی حیات النبی ، تقریر منیر، مکالمۂ کاظمی و مودودی، تحقیق قربانی، نفی الظل والفئی، کتاب التراویح، الحق المبین، التحریر اور شرح البقرہ، اسلام اور سوشلزم اسلامی معاشرہ میں طلباء کا کردار، التبشیر والتحذیر، میلاد النبی ﷺ، اسلام اور عیسائیت فتویٰ حنفی آئینہ مودودیت۔

علم حدیث میں تصانیف: حجیت حدیث

تاریخ و مقام وفات: ۴ر جون ۱۹۸۶ / ۲۵ر رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ ملتان (۷۱)

سوانح ایک نظر میں

۳۸۷ **مکمل نام:** پروفیسر حامد الرحمٰن صدیقی بن مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی۔

تاریخ و مقام پیدائش: ۱۹۳۵ء / ۱۳۵۴ھ قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر (انڈیا)

ابتدائی تعلیم: قصبہ کاندھلہ مدرسہ عالیہ عربیہ مسجد فتحپوری، دہلی۔

اعلیٰ تعلیم: بھوپال، جامعہ احمدیہ، دارالعلوم اسلامیہ، ٹنڈوالہ یار (سندھ) مولوی فاضل (پنجاب یونیورسٹی) ایم اے (اسلامیات) کراچی یونیورسٹی)

ممتاز اساتذہ: مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی۔ مولانا عزیز الرحمٰن سیوہاریؒ، مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ، مولانا محمد بدر عالم میرٹھی، مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا محمد مالک کاندھلوی مدظلہ، مولانا عبید بن محمد عربؒ۔

تدریسی زندگی: دارالعلوم اسلامیہ (ٹنڈوالہ یار) ایس، ایم کالج، ٹنڈوالہ یار، زراعتی یونیورسٹی (ٹنڈوجام) گورنمنٹ سٹی کالج (کراچی) مفسر قرآن باب الاسلام مسجد (کراچی)

ممتاز تلامذہ: یہ کچھ یاد نہیں (صاحب سوانح کا قول)

مختلف علوم میں تصانیف: (۱) تدوین و ترتیب ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء (۲) ترجمہ بستان العارفین (امام نوویؒ) (۳) اسلام کا نظام حیات (۴) ترجمۂ اردو احیاء علوم الدین جلد اول (غیر مطبوعہ)

---

(۷۱) محمد صدیق۔ تعارف علماء اہل سنت، ص ۲۶۔ نوائے وقت لاہور ۵ جون / ۱۹۸۶

علم حدیث میں تصانیف: ترجمہ اُردو جامع ترمذی (مکمل) ارشادات رسول اکرم (انتخاب از صحاح ستہ)۔

سوانح، ایک نظر میں

(۳۸۸) مکمل نام: مولانا حبیب الرحمن صدیقی بن مولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی۔

تاریخ و مقام پیدائش: دہلی ۱۳۴۷ھ ۱۹۲۸ء مدرسہ اشرفیہ چھتہ میاں لال،

ابتدائی تعلیم: قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر (یو۔پی) انڈیا، مدرسہ عالیہ عربیہ مسجد فتحپوری، دہلی

اعلیٰ تعلیم: مدرسہ عربیہ مسجد فتحپوری دہلی، مدرسہ عبدالرّب دہلی۔

ممتاز اساتذہ: مولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی، مولانا محمد شفیع دیوبندی (شیخ الحدیث مدرسہ عبدالرب دہلی) مولانا ولایت علی، مولانا ممتاز بیگ کاندھلوی

تدریسی زندگی: مدرسہ اسلامیہ (چونڈہ) گوجرانوالہ اسلامیہ ہائی اسکول، سابق خطیب و مفسر مسجد ہاشمی (بیر کالونی، کراچی) نائب صدر سنی کونسل، کراچی

ممتاز تلامذہ: یہ کچھ یاد نہیں

مختلف علوم میں تصانیف: (۱) اصول فقہ (۲) ایصال ثواب قرآن کی روشنی میں (۳) مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت۔ ترجمہ فوز الکبیر و فتح الخبیر۔ معلم عربی چار حصے۔

علم حدیث میں تصانیف: موضوعات کبیر (ترجمہ اُردو) ترجمہ اُردو نسائی شریف (۳) ترجمہ اُردو ابن ماجہ۔

سوانح، ایک نظر میں

(۳۸۹) مکمل نام: خلیل الرحمن نعمانی مظاہری، ابن قاضی فضل الرحمن۔

تاریخ و مقام پیدائش: ۲۴ جنوری ۱۹۱۶ء در قصبہ کلیانہ ریاست جیند۔

ابتدائی تعلیم: مدرسہ کاشف العلوم۔ بستی نظام الدین دہلی، مدرسہ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔

اعلیٰ تعلیم: مظاہر علوم سہارنپور

ممتاز اساتذہ: مولانا عبداللطیف، مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری، مولانا محمد منظور سہارنپوری، مولانا ظہورالحق، مولانا محمد صدیق، مولانا عبدالشکور کاملپوری، مولانا محمد زکریا قدوسی، مولانا اسعداللہ، مفتی محمود گنگوہی۔

تدریسی زندگی: ۵۶ء تا قیام پاکستان وطن مالوف

ممتاز تلامذہ: علماء وطن

مختلف علوم میں تصانیف: اردو تراجم، قدوری، تحفہ اثنا عشریہ، المعجم، تالیفات، نمازِ کامل، رہنمائے حجاج، خواتین کا حج وعمرہ، رہنمائے عمرہ وزیارت، کتاب الزکوٰۃ، خزینہ رحمت، منتخب ولیسنا یداسلامی نام۔

علم حدیث میں تصانیف: تراجم، الادب المفرد، للبخاری، ریاض الصالحین بنوری۔

تاریخ ومقام وفات: زندہ،

سوانح، ایک نظر میں

(۳۹۰) **مکمل نام:** مولانا سید بادشاہ گل ابن سید مہربان علی شاہ۔

تاریخ ومقام پیدائش: صفر ۱۳۲۲ھ/دسمبر ۱۹۰۴ء اکوڑہ خٹک، ضلع پشاور

ابتدائی تعلیم: ملوگی، مضافاتِ پشاور شیدو نزد اکوڑہ خٹک۔ مدرسہ تعلیم القرآن پشاور

اعلیٰ تعلیم: دارالعلوم دیوبند

ممتاز اساتذہ: مولانا محمد اسمٰعیل، مولانا عبدالحنان، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی مولانا میاں اصغر حسین، مفتی محمد شفیع، مولانا شمس الحق افغانی

تدریسی زندگی: مدرسہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک

ممتاز تلامذہ: اکوڑہ خٹک کے علماء

مختلف علوم میں تصانیف: فیوضات حسینہ، زیارۃ القبور، کتاب الوسیلہ نور وبشر، اعفاء اللحی من سنن المصطفیٰ المعروف مسنون داڑھی، شرح السیاغوجی هدایۃ النحو کی پشتو شرح وضاحۃ النحو" زاد الذاکرین، ارشاد السالک الی کلام المالک، کافیہ کی مکمل ترکیب

علم حدیث میں تصانیف: دعوت الحق، چار سوالوں کا مکمل جواب، حصہ تدوین حدیث، حل المتعالی علی تراجم صحیح البخاری (عربی) جلد اوّل کا مسودہ تیار ہو چکا ہے۔ شرح ترمذی۔ (عربی)

تاریخ و مقام وفات: زندہ (۷۲)

سوانح، ایک نظر میں

۳۹۱، مکمل نام: مولانا قاضی زاہد الحسینی

تاریخ و مقام پیدائش: یکم فروری ۱۹۱۳ء / ۱۳۳۲ شمس آباد ضلع اٹک۔

ابتدائی تعلیم: ورنیکلر مڈل سکول شمس آباد، ابتدائی دینی تعلیم وطن مالوف میں

اعلیٰ تعلیم: مظاہر علوم سہارنپور، دارالعلوم دیوبند۔

ممتاز اساتذہ: مولانا الحاج عبدالرحمٰن، مولانا سعدالدین، مولانا عبداللہ جان، علامہ سید انور شاہ کاشمیری مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا محمد رسول خان ہزاروی، مولانا میاں اصغر حسین، مولانا ابراہیم بلیاوی، مولانا اعزاز علی، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی۔

تدریسی زندگی: مدرسہ محمدیہ شمس آباد، صدر مدرس جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک (درس بخاری و ترمذی) عربی پروفیسر گورنمنٹ کالج، ڈیرہ اسمٰعیل خان، ایبٹ آباد و اٹک۔

ممتاز تلامذہ: اٹک کے مختلف علماء اور پروفیسر حضرات۔

مختلف علوم میں تصانیف: خلافت اسلامی، شان رسول، اصلاح رسوم، اسلام، عقائد حقہ، اصول حسینی منظوم فارسی خلاصہ اصول الشاشی، البدر الحل الصدر اشرح ہدایۃ الحکمۃ، ضرورۃ القرآن، معارف القرآن اصول ترجمہ قرآن، خلاصہ فقہ اسلامی احسن الفوائد لحل شرح العقائد، تذکرۃ المفسرین، رحمت کائنات جواہر الدین و دیگر۔

علم حدیث میں تصانیف: ضرورت حدیث۔ دینی لغات۔ حدیث، تفسیر، فقہ کے اکثر لغات کا اردو ترجمہ (مطبوعہ) جواہر البخاری علی اطراف البخاری۔ الالباب والتراجم (مکمل اردو)

تاریخ و مقام وفات: زندہ (۷۳)

---

(۷۲) فیوض الرحمٰن، مشاہیر، ج ۱: ص، ۱۰۹ (۷۳) فیوض الرحمٰن، مشاہیر ج ۱: ص ۵۰۴

سوانح، ایک نظر میں

(۳۹۲) **مکمل نام:** مولانا سرفراز خان صفدر بن نور احمد خان۔

تاریخ و مقام پیدائش: ۱۹۱۶ء/۱۳۳۴ھ ڈھکی چیڑاں ہزارہ

ابتدائی تعلیم: وطن مالوف۔

اعلیٰ تعلیم: دار العلوم دیوبند۔

ممتاز اساتذہ: مولانا سید حسین احمد مدنی۔

تدریسی زندگی: گکھڑ، گوجرانوالہ، شیخ الحدیث نصرت العلوم گوجرانوالہ تا ہنوز۔

ممتاز تلامذہ: صوبہ پنجاب و سرحد کے مختلف علماء کرام۔

مختلف علوم میں تصانیف: احسن الکلام، راہ سنت، علم غیب، صرف ایک اسلام، چراغ کی روشنی گلدستۂ توحید، راہ ہدایت و دیگر۔

علم حدیث میں تصانیف: الکلام الحاوی علی الطحاوی، شوق حدیث۔ انکار حدیث کے نتائج۔

تاریخ و مقام وفات: زندہ۔ (۷۴)

سوانح، ایک نظر میں

(۳۹۳) **مکمل نام:** مولانا شمس الحق افغانی پشاوری۔

تاریخ و مقام پیدائش: ۷ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء ترنگ زئی ضلع پشاور۔

ابتدائی تعلیم: وطن مالوف مختلف مدارس سرحد و افغانستان

اعلیٰ تعلیم: دار العلوم دیوبند

ممتاز اساتذہ: مولانا محمد انور شاہ کاشمیری، مولانا میاں اصغر حسین مولانا محمد رسول خان ہزاروی

تدریسی زندگی: صدر مدرس مظہر العلوم کھڈہ کراچی (۱۳۴۱ھ تا ۱۳۴۲ھ) صدر مدرس مدرسہ ارشاد علی العلوم، قنبہ علی خان لاڑکانہ (۱۳۴۲ھ/۱۳۴۶ھ) صدر مدرس مدرسہ قاسم العلوم لاہور۔ (۱۳۴۶ھ تا

(۷۴) فیوض الرحمٰن۔ علمائے سرحد، الحق جلد ۱۱ (۱۹۷۶ء) ص: ۵۸۲

۱۳۵۰ھ) صدر مدرس دار الفیوض ہاشمیہ سجاول سندھ (۱۳۵۰ تا ۱۳۵۴ھ) شیخ التفسیر دار العلوم دیوبند (۱۳۵۴ھ تا ۱۳۵۷ھ) صدر مدرس جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (۱۹۴۴ء تا ۱۹۶۲ء) شیخ الحدیث والتفسیر اکیڈمی علوم اسلامیہ کوئٹہ (۱۹۶۲ء۔ ۶۳ء) شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاولپور (۱۹۶۳ء تا ۱۹۷۶ء)

ممتاز تلامذہ:

مختلف علوم میں تصانیف: علوم القرآن، سوشلزم اور اسلام، عالمی مشکلات کا قرآنی حل، تصوف اور تعمیر کردار، احکام جہاد، احکام القرآن، مفردات القرآن۔ مشکلات القرآن (آخری تین غیر مطبوعہ)

علم حدیث میں تصانیف: تنقیح الشذی علی جامع الترمذی (غیر مطبوعہ)

تاریخ و مقام وفات: زندہ

سوانح، ایک نظر میں

(۳۹۴) **مکمل نام:** مولانا عابد الرحمٰن صدیقی بن مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی۔

تاریخ و مقام پیدائش: ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر (یو۔پی انڈیا)

ابتدائی تعلیم: جامعہ احمدیہ بھوپال۔ دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار (سندھ)

اعلیٰ تعلیم: دار العلوم الاسلامیہ۔ ٹنڈوالہ یار (سندھ)

ممتاز اساتذہ: مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی۔ مولانا محمد مالک کاندھلوی (مدظلہ)

تدریسی زندگی: نائب شیخ الحدیث دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار (سندھ)

ممتاز تلامذہ: یہ یاد نہیں۔

مختلف علوم میں تصانیف: شاہ ولی اللہ کی کتابوں کے تراجم (۱) البلاغ المبین (۲) فیوض الحرمین وغیرہ (۳) منہاج العابدین امام غزالی کا ترجمہ اُردو

علم حدیث میں تصانیف: ترجمۂ اُردو صحیح مسلم، ترجمۂ اُردو ریاض الصالحین۔

نام کتاب : الجامع الصحیح،

مؤلف : مسلم،

مترجم : عابد الرحمٰن صدیقی

ناشر : کراچی، قرآن محل

سنہ طباعت : ۱۹۶۴ء

سائز : $\frac{30 \times 20}{8}$ جلدیں ۴۰ ۔

مولانا عابد الرحمٰن صدیقی نے حسن اسلوب کے ساتھ آسان وعام فہم زبان اور مربوط عبارت میں صحیح مسلم کا ترجمہ کیا ہے جس سے اس کے سمجھنے میں آسانی پیدا ہو گئی ہے۔ ترجمہ کے ساتھ ساتھ اختصار کے ساتھ تشریح بھی ہے شرح میں زیادہ تر نووی شرح مسلم پر اور عینی کی عمدۃ القاری شرح بخاری پر انحصار کیا گیا ہے۔ ترجمہ کا معیار اعلیٰ ہے البتہ چونکہ کتاب کی طباعت ۲۲ سال قبل کی ہے اس لیے طباعت کے جدید معیار پر پوری نہیں اترتی۔ کتابت میں یکسانیت نہیں پائی جاتی بعض مقامات پر کتابت عمدہ ہے جبکہ بعض دوسرے مقامات پر کتابت اعلیٰ درجہ کی نہیں اس وقت یہ ترجمہ نایاب ہے۔ طالبان علم خصوصاً مبتدئین حدیث جو عربی زبان میں خاطر خواہ دسترس نہ رکھتے ہوں، ان کے لیے یہ ترجمہ افادیت کا حامل ہے اس ترجمہ کو جدید کتابت وطباعت کے ساتھ دوبارہ شائع کیا جانا چاہیئے۔

سوانح، ایک نظر میں

(۳۹۵) **مکمل نام:** مولانا عاشق الٰہی بلند شہری بن صوفی محمد صدیق۔

ابتدائی تعلیم: مدرسہ امدادیہ مراد آباد، مدرسہ خلافت علی گڑھ

اعلیٰ تعلیم: مظاہر علوم سہارنپور

ممتاز اساتذہ: مولانا محمد صادق، مولانا فیض الدین بلخی، مولانا محمد زکریا، کاندھلوی، مولانا عبد اللطیف

مولانا اسعد اللہ، مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری، مولانا منظور احمد خان۔

تدریسی زندگی: ۱۳۶۲ھ تا ۱۳۶۳ھ مدرسہ آثار دہلی، مدرسہ اسلامیہ کٹھور میرٹھ ۱۳۶۳ تا ۱۳۶۴ھ مدرسہ حافظ الاسلام فیروز پور جھرکہ ضلع گوڑگانوہ ۱۳۷۲ھ تا ۱۳۸۱ھ متعدد مدارس کلکتہ ۱۳۸۱ھ تا ۱۳۸۴ھ مدرسہ حیاۃ العلوم انتظام و درسِ حدیث دارالعلوم کورنگی۔

ممتاز تلامذہ: فضلاء دارالعلوم کورنگی۔

مختلف علوم میں تصانیف: تفسیر سورۃ فاتحہ۔ التحفۃ المرضیۃ شرح مقدمۃ الجزریۃ۔ صحابہ کرام کی سوانح پر مشتمل مختلف کتب امت مسلمہ کی مائیں، رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں صحابہ کرام کی جانبازی تذکرہ اصحاب صفہ، پچاس قصے، چھ باتیں مسنون دعائیں۔ خدا کا ذکر، اکرام المسلمین، اخلاصِ نیت شرعی پردہ، مصیبتوں کے اسباب اور ان کا علاج، فضائل علم۔

علم حدیث میں تصانیف: مجانی الاثمار من شرح معانی الآثار (عربی) تبہیج الراوی، تخریج احادیث الطحاوی۔ زاد الطالبین من کلام رسول رب العالمین (عربی) الفوائد السنیہ فی شرح الاربعین النوویۃ اخلاقی چہل حدیث، گلشن حدیث، شاہ ولی اللہ کی چہل حدیث۔

تاریخ و مقام وفات: زندہ[۷۵]

سوانح، ایک نظر میں

(۲۹۶) **مکمل نام:** قاضی عبدالحیٔ بن قاضی عبدالقادر ہاشمی ہزاروی، المعروف بہ چن پیر۔

تاریخ و مقام پیدائش: ۴ ستمبر ۱۹۱۸ء / ۱۳۳۷ھ رجوعیہ ضلع ایبٹ آباد

ابتدائی تعلیم: وطن مالوف، جامعہ فتحیہ لاہور

اعلیٰ تعلیم: جامعہ عربیہ مفتاح العلوم کلھوالی (اٹک)

ممتاز اساتذہ: قاضی عبدالواحد (برادر بزرگ) مولانا مہر محمد۔ مولانا نور محمد

تدریسی زندگی: احیاء العلوم جامع دوڈ، حویلیاں ۱۹۵۰ تا ہنوز خطیب مرکزی جامع مسجد حویلیاں۔۔

ممتاز تلامذہ: ہزارہ کے مختلف علماء و طلباء

مختلف علوم میں تصانیف: اسلامی تعلیمات، مسائل نماز، ترجمہ پارہ اوّل

---

(۷۵) فیوض الرحمٰن، مشاہیر، ج ۱، ص ۲۴۵

علم حدیث میں تصانیف: العروۃ الوثقٰی، احادیث و دعاؤں کا مجموعہ (مطبوعہ)
تاریخ ومقام وفات: زندہ۔ (۷۶)

(۳۹۷) محمد عبدالرشید نعمانی، مولینا

مولانا محمد عبدالرشید نعمانی کا شمار ملک کے مقتدر علماء کرام میں ہوتا ہے آپ کی ساری زندگی تصنیف و تالیف اور تدریس و تعلم میں گزری۔

مولانا نے "ابن ماجہ اور علم حدیث" کے نام سے ایک کتاب تالیف کی ہے جو کتب حدیث میں ایک نمایاں اور بلند مقام رکھتی ہے میر محمد کتب خانہ کراچی نے اسے شائع کیا ہے ۲۵۹ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ابن ماجہ کے جامع حالات زندگی ان کی کتاب کے تعارف کے علاوہ عہد رسالت سے ابن ماجہ تک کے زمانہ کی تاریخ تدوین حدیث پر مشتمل ہے۔ مولینا کی کتاب بنیادی اور اساسی مصادر پر مشتمل ہے اور تاریخ حدیث پر اردو زبان میں لکھی جانے والی دیگر کتب کے مقابلہ میں جامع تر ہے کتاب کے آخر میں اسماء الرجال، اماکن، قبائل و جماعات کی جامع فہرست کے علاوہ فہرست مصادر بھی دی گئی ہے جس نے کتاب کی افادیت میں اضافہ کیا ہے علماء و طلباء میں یہ کتاب مقبولیت کی حامل ہے۔

سوانح، ایک نظر میں

(۳۹۸) **مکمل نام:** قاضی عبدالکریم بن قاضی نجم الدین کلاچوی۔
تاریخ ومقام پیدائش: ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء کلاچی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان
ابتدائی تعلیم: وطن مالوف۔ سراج العلوم سرگودھا۔
اعلیٰ تعلیم: خیرالمدارس جالندھر، دارالعلوم دیوبند۔
ممتاز اساتذہ: والدِ محترم، مولانا سید حسین احمد مدنی۔
تدریسی زندگی: مدرسہ عربیہ انجمن اسلامیہ فورٹ سنڈیمن (بلوچستان) ۱۳۵۸ھ ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۹ء تاہنوز نجم المدارس کلاچی۔

---

(۷۶) فیوض الرحمٰن۔ علمائے سرحد: الحق، جلد ۱۱ (۱۹۷۶) ص ۵۱۱

ممتاز تلامذہ : کلاچی کے متعدد علماء
مختلف علوم میں تصانیف : شمس العرفان (مطبوعہ) مختلف علمی مقالات جو وقتاً فوقتاً دینی رسائل میں شائع ہوتے ہیں۔
علم حدیث میں تصانیف : خیر التعلیقات علی المشکوٰۃ (غیر مطبوعہ)
تاریخ و مقام وفات : زندہ (۷۷)

سوانح، ایک نظر میں

(۰۰۴) مکمل نام : مفتی عزیز احمد قادری ابن مولانا علاء الدین، بدایونی
تاریخ و مقام پیدائش : ۱۳۱۹/۱۹۰۱ آنوالہ ضلع بانس بریلی
ابتدائی تعلیم : مدرسہ محمودیہ
اعلیٰ تعلیم : مدرسہ شمس العلوم، جامعہ پنجاب (فاضل عربی)
ممتاز اساتذہ : مولانا احمد دین بنیری، مولانا محب احمد قادری، مولانا شاہ محمد ابراہیم قادری، مولانا محمد قدیر بخش بدایونی، مولانا حامد حسین فلسفی۔
تدریسی زندگی : مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں (۱۶ سال) مدرسہ حنفیہ قصبہ جنیر ضلع لوپر۔ فی الحال جامعہ نعیمیہ لاہور (تدریس وخطابت)
ممتاز تلامذہ : فضلاء وطلباء جامعہ نعیمیہ
مختلف علوم میں تصانیف : صلوٰۃ المتقین فی قرآن مبین۔ حقوق الزوجین، حقوق الوالدین، احکام جنازہ، اکرام الٰہی بجواب انعام الٰہی ترجمہ قرآن کریم (غیر مطبوعہ)
علم حدیث میں تصانیف : چہل حدیث
تاریخ و مقام وفات : زندہ ۷۸

---

(۷۷) فیوض الرحمٰن، علمائے سرحد: الحق : ۳۸۴، ۳۸۵
(۷۸) محمد صدیق، تعارف، ص ۲۱۶

سوانح، ایک نظر میں

(۱۳۰) مکمل نام: مولانا غلام رسول بن چودھری نبی بخش
تاریخ ومقام پیدائش: ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء لیسیہ مضافات امرتسر
ابتدائی تعلیم: مدرسہ نعمانیہ، مسجد خیر الدین، امرتسر
اعلیٰ تعلیم: جامعہ فتحیہ لاہور، منظر اسلام بریلی۔
ممتاز اساتذہ: مولانا مہر محمد، مولانا سردار محمد
تدریسی زندگی: شرقپور، ہارون آباد، بصیر پور، لوررے والا، حزب الاحناف لاہور، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد۔
ممتاز تلامذہ: مولانا احسان الحق، مفتی عبد القیوم ہزاروی، مفتی محمد امین، مولانا معین الدین شافعی مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری، مولانا محمد علی۔
مختلف علوم میں تصانیف: جامع کرامات اولیاء، حاشیہ مسلم الثبوت، حاشیہ کنز الدقائق حاشیہ مسلم العلوم (آخری دو غیر مطبوعہ)
علم حدیث میں تصانیف: ترجمہ جواہر البحار، تفہیم البخاری (مطبوعہ)
تاریخ ومقام وفات: زندہ۔ (۹)

سوانح، ایک نظر میں

۴۰۲: مکمل نام: مولانا محمد تقی عثمانی بن مفتی محمد شفیع، مولانا۔
تاریخ ومقام پیدائش: ۵ شوال المکرم ۱۳۶۲ھ / اکتوبر ۱۹۴۳ء دیوبند ضلع سہارنپور
ابتدائی تعلیم: دار العلوم کراچی
اعلیٰ تعلیم: دار العلوم کراچی
ایل، ایل بی جامعہ کراچی، ایم اے عربی، جامعہ پنجاب

---

(۹) محمد صدیق ہزاروی، تعارف علماء اہل سنت ص ۲۲۳۔

ممتاز اساتذہ : مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، محمد حسن المشاط المکی، مولانا مفتی رشید احمد، مفتی ولی حسن، مولانا سبحان محمود، مولانا سلیم اللہ خان، عبدالفتاح ابو غدہ۔

علمی وتدریسی زندگی : دارالعلوم کراچی (۱۹۷۹ء تا حال) مدیر البلاغ (۱۹۶۷ تا حال)

ممتاز تلامذہ : مولانا قاضی بشیر احمد، قاضی ظفر احمد، مولانا منیب احمد، مولانا شعیب عمر افریقی مولانا یونس عثمان۔

مختلف علوم میں تصانیف : ماہی النصرانیۃ (عربی) بائبل سے قرآن تک (۳ جلد) علوم قرآن واصول تفسیر، حضرت معاویہ اور تاریخی حقائق۔ تقلید کی شرعی حیثیت ضبط ولادت عقلی حیثیت سے احکام اعتکاف، عیسائیت کیا ہے، نظرۃ عابرۃ حول التعلیم الاسلامی (عربی)

علم حدیث میں تصانیف : فتح الملہم (دو جلدیں طبع ہو چکی ہیں) شروح وتحقیق اعلاء السنن، درس ترمذی، حضور نے فرمایا۔

نام کتاب : تکملہ فتح الملہم۔ شرح صحیح مسلم

مؤلف : محمد تقی العثمانی،

ناشر : مکتبہ دارالعلوم کراچی

سنہ طباعت : ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء

جلد اوّل از کتاب الرضاع تا باب تحریم الظلم وغصب الارض (کتاب المساقاۃ والمزارعۃ)

روایت نمبر ۳۴۵۴ تا ۴۰۱۷ : کل احادیث ۵۶۳ صفحات ۶۹۲

جلد ثانی از کتاب الفرائض تا باب استحباب خلط الازواد اذا قلت (کتاب اللقطہ)

روایت نمبر ۴۰۱۸ تا ۴۳۷۹ : کل احادیث ۳۶۱ صفحات ۶۴۴

عالم اسلام میں صحیح مسلم کی جو شرح سب سے زیادہ مقبول ہے وہ علامہ نووی کی تالیف کردہ ہے علامہ نووی کی اس شرح وجیز کے بعد دنیاء علم میں فتح الملہم کا مقام آتا ہے جسے علامہ شبیر احمد عثمانی نے مرتب کرنے کی سعادت حاصل کی تھی (تفصیلی تعارف گذر چکا ہے) علامہ عثمانی اپنی قومی، ملی اور سیاسی مصروفیات اور خصوصاً تحریک پاکستان سے وابستگی کی بنا پر اس کی تکمیل کر نہ پائے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد مولانا پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کی جہود اور مساعی میں مشغول رہے اور

یہ مشاغل بھی انہیں اس بات کی مہلت نہ دے سکے کہ وہ اس کتاب کی تکمیل کر پاتے حتیٰ کہ داعی اجل کو لبیک کہا۔

مولانا کی وفات کے بعد قرعہ فال مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام نکلا لیکن انہیں بھی اس بات کا احساس تھا کہ وہ اپنے دیگر مشاغل کی بنا پر اس خدمت کو سرانجام نہ دے سکیں گے۔ چنانچہ اپنی زیر نگرانی یہ کام انہوں نے اپنے فرزند مولانا محمد تقی عثمانی سے شروع کرایا۔ ابھی یہ کام کسی واضح منزل پر نہ پہنچا تھا کہ مفتی صاحب کی وفات کا سانحہ پیش آیا۔ مولانا عثمانی کے کاندھوں پر جو بھاری ذمہ داری آگئی تھی۔ مولانا نے اس کو بحسن و خوبی سرانجام دیا کہ ایک جانب صحیح مسلم جیسی عظیم کتاب کی شرح بجائے خود ایک بھاری ذمہ داری تھی اور پھر جبکہ اس کا ابتدائی حصہ علامہ شبیر احمد عثمانی جیسے محدث نے مرتب کیا ہو۔

تادم تحریر تکملہ کی دو جلدیں طبع ہو چکی ہیں جو علمی، ظاہری اور معنوی خوبیوں سے آراستہ ہیں۔ مولانا نے مسلم کی ہر روایت کو نمبر دیا ہے اس طرح جب یہ تکملہ مکمل ہو گا۔ تو صحیح مسلم کی احادیث کی صحیح تعداد سامنے آجائے گی۔

جدید انداز و اسلوب پر مرتب یہ شرح، ایک امتیازی مقام رکھتی ہے جس میں حدیث و فقہ کی متداول و اساسی کتب پر انحصار کیا گیا ہے۔

فقہائے اربعہ کے دلائل میں بھی علمی انداز اختیار کیا گیا ہے۔ مسائل عصریہ پر تفصیل سے کلام کیا گیا ہے تکملہ کی یہ خصوصیت اس کو اصل فتح الملہم سے مشابہ کرنے میں بہت بڑا کردار ادا کرتی ہے کہ مولانا شبیر احمد عثمانی بھی وقت و زمانہ کے مسائل پر تفصیل کلام کیا کرتے تھے۔ متحدہ قومیت کا مسئلہ اس وقت کا سب سے بڑا مسئلہ تھا۔ جس پر مولانا نے تفصیل سے کلام کیا ہے جیسے فتح الملہم کے تعارف کے ضمن میں نقل کیا جا چکا ہے۔

ہر کتاب کی ابتداء میں اس موضوع کے اصول و مبادیات پر سیر حاصل بحث ہے جو اس موضوع سے متعلق بنیادی و اساسی معلومات فراہم کرنے کے علاوہ قرآن و سنت سے اس کا حکم و طریقہ بھی بتاتی ہے۔ کتاب البیوع کی ابتداء میں انسان کے اقتصادی مسائل اور سرمایہ داری اور سوشلزم کے فراہم کردہ حل ذکر کرنے کے بعد تفصیل کے ساتھ اسلامی نقطہ نظر بھی بیان کیا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ فتح الملہم کے سابقہ حصّہ کو بھی اسی زینت طبع کے ساتھ شائع کیا جائے تو کتاب کے ہر دو حصّے اہل علم کے لیے ایک عظیم سرمایہ ثابت ہوں گے۔

سوانح، ایک نظر میں

(۳۰۴) **مکمل نام:** محمد رفیع عثمانی، بن محمد شفیع، مفتی مولانا۔

تاریخ ومقام پیدائش: ۲ر جمادی الاولیٰ ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء سہارنپور

ابتدائی تعلیم: دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم کراچی

اعلیٰ تعلیم: دارالعلوم کراچی، جامعہ پنجاب (مولوی فاضل)

ممتاز اساتذہ: والدِ ماجد، مفتی رشید احمد لدھیانوی، مولانا سلیم اللہ خان، مولانا اکبر علی سہارنپوری مولانا سبحان محمود، مولانا شمس الحق۔

اجازت حدیث، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا قاری محمد طیب قاسمی

تدریسی زندگی: تدریس افتاء ۱۳۹۲ھ/ تاہنوز دارالعلوم کراچی۔

ممتاز تلامذہ: مولانا قاضی بشیر احمد مولانا منیب احمد

مختلف علوم میں تصانیف: ترجمہ علم الصیغہ، (اردو) علاماتِ قیامت اور نزول مسیحؑ، احکام زکوٰۃ پراونڈنٹ فنڈ پر سود اور زکوٰۃ کے مسائل، حاشیہ، شرح مقصود رسم المفتی، حاشیہ تسہیل الوصول، سوانح حضرت مفتی اعظم (غیر مطبوعہ) پارٹی سپیشن فنڈ پر سود اور زکوٰۃ کے مسائل، رفیق حج۔

علم حدیث میں تصانیف: کتابتِ حدیث عہد رسالت و عہد صحابہؓ میں

تاریخ ومقامِ وفات: زندہ۔

نام کتاب: کتابت حدیث عہد رسالتؐ و عہد صحابہؓ میں۔

مؤلف: محمد رفیع عثمانی، مفتی مولانا۔

ناشر: ادارۃ المعارف۔ کراچی

سنہ اشاعت: محرم الحرام ۱۴۰۱ھ/ نومبر ۱۹۸۰ء

سنہ تالیف: ذیقعدۃ ۱۳۹۹ھ/ اکتوبر ۱۹۷۹ء

صفحات : ۱۹۱
سائز : ۱۸×۲۲/۸

منکرین حدیث کی جانب سے علم حدیث پر تاریخ وتدوین کے حوالہ سے جو اعتراض کیا جاتا ہے کہ حدیث کی ترتیب وتدوین تیسری صدی میں کی گئی اور اسے تحریری شکل میں لایا گیا جبکہ اس سے قبل حدیث کا تمام ذخیرہ سینہ بسینہ نقل ہوتا آرہا تھا۔ جس میں غلطی اور خطاء کا غالب گمان ہے اس اعتراض کا مفصل جواب تاریخ وتدوین حدیث کے باب میں تفصیل سے گزر گیا۔ مستشرقین کے صرف اس اعتراض پر بھی بہت سی کتب تالیف کی گئی ہیں جو عہد صحابہ اور عہد رسالت کے تحریری مجموعوں اور علم حدیث کی سرگرمیوں پر مشتمل ہیں۔

مولانا محمد رفیع عثمانی نے عنوان مذکور سے ایک مختصر مگر جامع کتاب تحریر کی، جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ کتاب تدوین حدیث کے صرف اس دور سے متعلق ہے جو عہد رسالت میں صحابہ کے ذریعہ ہوئی۔ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد ہوئی یا صحابہ کی سرکردگی کبار تابعین نے سرانجام دی۔

کتابتِ حدیث کے ادوار اور صحابہ کرامؓ کے تحریری وثائق ومجموعات کے بیان سے قبل ابتداء میں حجیت وحفاظت حدیث اور طرق تحمل حدیث پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ کتاب عمدہ کتابت اور طباعت کی عمدگی کے ساتھ ادارۃ المعارف نے شائع کی ہے۔ کتاب کی ابتداء میں فہرست مضامین اور آخر میں مآخذ ومصادر کی فہرست دی گئی ہے۔ اگر اشاریہ کے عنوان سے رجال وامکنہ بھی فہارس دیدی جاتیں تو کتاب کی جامعیت میں اضافہ کا موجب بنیں۔ کتاب کے بنیادی مآخذ میں صحاح ستہ کے علاوہ اسماء الرجال میں اسد الغابہ، الاکمال، تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب اصولِ حدیث میں تدریب الراوی شرح نخبۃ الفکر، الرسالۃ المستطرفۃ، کتاب العلل، مقدمہ فتح الملہم، تاریخ وتدوینِ حدیث میں امام اعظم اور علم حدیث، تاریخ الادب العربی، تدوینِ حدیث الوثائق السیاسیۃ، السنۃ قبل التدوین تاریخ کے بنیادی مآخذ البدایۃ والنہایۃ۔ الطبقات الکبریٰ فتوح البلدان شامل ہیں۔ ہر صفحہ پر حوالہ جات موجود ہیں۔

مصادر کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب اہم، بنیادی اور اساسی مآخذ پر مشتمل ہے البتہ حوالہ دینے میں اور کتابیات میں بعض کتب کے صحیح نام تحریر کرنے کا اہتمام نہیں کیا گیا اور غلط العام نام لکھنے پر اکتفاء

کیا گیا ہے مولانا عثمانی جیسے علم ذوق انسان سے اس کا ورود باعث حیرت ہے۔

کتاب کے مطابق صحابہ کرامؓ کے کل ۱۳ مجموعہائے حدیث تھے (۸۰) جن میں سے بعض نبی کریم ﷺ کی حیوٰۃ مبارک میں ہی تحریر کیے جا چکے تھے (۸۱) آپ کے خطوط، وثائق، عہد نامے وامان نامے ان کے علاوہ ہیں (۸۲) صحابہ کی سرکردگی تابعین کے مرتب کردہ مجموعوں کی تعداد ۱۸ ہے۔ (۸۳)

عہد صحابہ میں تدوین حدیث پر اس تحقیقی کام کے بعد ضرورت اس بات کی ہے کہ ان مجموعوں میں نقل کردہ روایات کی تعداد کی بھی تحقیق کی جائے اور انتہائی اور فیصلہ کن عدد دیدیا جائے کہ اسقدر احادیث نبی کریم ﷺ کی حیوٰۃ مبارکہ میں اور اتنی تعداد میں احادیث عہد صحابہ میں احاطۂ تحریر میں لائی جا چکی تھیں۔

سوانح ایک نظر میں

۴۴) مکمل نام : محمد طاہر بن غلام نبی مردانی

تاریخ ومقام پیدائش: ۱۳۲۵ھ / ۱۹۱۷ء پنج پیر ضلع مردان

ابتدائی تعلیم : وطن مالوف

اعلیٰ تعلیم : دارالعلوم دیوبند

ممتاز اساتذہ : مولانا حسین علی، مولانا نصیر الدین غورغشتوی، مولانا غلام رسول، مولانا اعزاز علی، مولانا عبید اللہ سندھی۔

تدریسی زندگی : منبع العلوم گلاوٹی ضلع بلند شہر (ہند) ۱۳۵۷ھ تا ہنوز پنج پیر میں درس تفسیر وحدیث۔

ممتاز تلامذہ : وطن مالوف کے بیشتر علماء

۸۰۔ عثمانی، محمد رفیع مولانا، کتابت حدیث عہد رسالت وعہد صحابہ میں ص ۶۱ تا ۱۷۵۔

۸۱۔ عثمانی، کتاب مذکور ص ۶۸ تا ۸۹۔

۸۲۔ عثمانی کتاب مذکور ، ص ۸۹ تا ۱۰۶

۸۳۔ عثمانی، کتاب مذکور ، ص ۱۷۶ تا ۱۷۷

مختلف علوم میں تصانیف: ضیاء النور۔ منظوم (مطبوعہ) البصائر للمتوسلین بالمقابر بنل السائرین فی طبقات المفسرین، سمط الدرر فی آیات ربط الآیات والسور۔ الانتصار لستۃ سید الابرار۔ انساط من حیلۃ الاسقاط اصول السنۃ مرد البدعۃ۔ الرسالۃ البیضاء فی مسئلہ الدعاء۔ الرسالۃ فی تردید المصافحہ بعد العیدین منشور جماعت اشاعت توحید والسنۃ۔ ودیگر

علم حدیث میں تصانیف: الحواشی علی البخاری۔ غیر مطبوعہ)

تاریخ ومقام وفات: زندہ۔

سوانح ایک نظر میں

۴۰۵: مکمل نام: مولانا محمد مالک کاندھلوی ابن مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ

تاریخ ومقام پیدائش: ۱۹۲۴ء / ۱۳۴۳ھ کاندھلہ

ابتدائی تعلیم: مظاہر علوم سہارنپور، دار العلوم دیوبند

اعلیٰ تعلیم: جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

ممتاز اساتذہ: مولانا انور شاہ کاشمیریؒ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ۔ مولانا سید بدر عالم مہاجر مدنیؒ

تدریسی زندگی: جامعہ اسلامیہ ڈابھیل درس تفسیر، حدیث، فقہ دار العلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار درس تفسیر، حدیث وفقہ ۱۹۷۴ء / ۱۳۹۴ھ تاہنوز شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور۔

ممتاز تلامذہ: قاری سعید الرحمٰن، مولانا سید آفتاب احمد مدنی، عبد الفتاح ابو غدہ

مختلف علوم میں تصانیف: سراج الہدایہ جلد ۳، ۴ التحریر فی اصول التفسیر منازل العرفان فی علوم القرآن، پیغام مسیح، تاریخ حرمین۔ رد قادیانیت۔ اسلام پر عیسائیت کے حملے اور ان کا جواب تکملہ تفسیر معارف القرآن ج ۶، ۷۔

علم حدیث میں تصانیف: اصول حدیث (غیر مطبوعہ) تجرید صحیح مسلم دو جلد۔

نام کتاب : تجرید صحیح مسلم، اردو ترجمہ صحیح مسلم۔

مؤلف : مولانا محمد مالک کاندھلوی،

ناشر : لاہور ملک دین محمد اینڈ سنز

حصص : دو

حصہ اوّل : از ابتداء تا : باب وصیۃ النبی صلی اللہ باخراج المشرکین من جزیرۃ العرب وباجازۃ الوفد۔ صفحات ۸۶۸

حصہ دوم : از باب النہی ان یعود فی الصدقۃ تا اختتام کتاب صفحات ۸۳۲ / ۱۷۰۰

سنہ اشاعت : ۱۹۶۷ء

ترجمہ اور تشریح کا انداز یہ ہے کہ صفحہ کے دائیں نصف پر متن حدیث اور بائیں جانب کے نصف پر اردو ترجمہ درج ہے متن و ترجمہ کے بعد فائدہ کے عنوان سے "ف" کی سرخی کے ساتھ مختصر مگر جامع تشریح ہے۔

کتاب الایمان کی ابتداء میں مسئلہ ایمان بسط و تفصیل اور دلائل و براہین کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور محدثین، فقہاء اور متکلمین کے اقوال سے یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ یہ اختلاف حقیقی نہیں بلکہ تعبیری اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ پر یہ اعتراض کرنے والوں کا مدلل جواب دیا گیا ہے کہ آپؒ نے مرجیہ کا مسلک اختیار کر لیا تھا۔ فقہاء، متکلمین اور محدثین کے اقوال کی حقانیت کو دلائل نقلیہ وعقلیہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ اور اہل ضلال کے قول کے بطلان کو بیان کیا گیا ہے (۸۴)

متن حدیث کے ترجمہ میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ تشریحی و وضاحتی الفاظ کو متن کے ترجمہ سے ممتاز اور جدا کرنے کے لیے بین القوسین رکھ دیا گیا ہے ترجمہ عام فہم، محاوراتی ہے اور کسی بھی مرحلہ پر محسوس نہیں ہوتا کہ یہ کسی عبارت کا ترجمہ ہے۔ مختصر وضاحتیں اور تشریحات سے صحیح مسلم کے فہم میں آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں۔

مولانا کی یہ کتاب صحیح مسلم کی اردو شروح میں ایک بلند مقام رکھتی ہے کتاب کے بنیادی واساسی

---

(۸۴) محمد مالک کاندھلوی۔ تجرید صحیح مسلم۔ لاہور، ملک دین محمد ۱۹۶۷ء ص ۴۳ تا ۱۷ (حصہ اول)

ماخذ ہیں صحاح ستہ، مشکوٰۃ المصابیح شرح فقہ اکبر، التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح، معارف القرآن مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے علاوہ علامہ شبیر احمد عثمانی کے دروس بھی شامل ہیں۔
مسائل فقہیہ کو احسن اسلوب کے ساتھ آسان زبان اور مختصر عبارت میں بیان کیا گیا ہے۔ اختلاف ائمہ کی صورت ترجیح راجح کے بیان ائمہ کا ادب واحترام ملحوظ رکھا گیا ہے اور صرف علمی دلائل سے ترجیح دی گئی ہے۔

کتاب معنوی خوبیوں سے آراستہ اور علمی محاسن سے مزین ہے لیکن کتابت وطباعت معیاری نہیں۔ کاغذ بھی ادنیٰ درجہ کا استعمال کیا گیا ہے اس وقت یہ کتاب نایاب ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ اس مفید کتاب کو دوبارہ شائع کر کے منظر عامہ پر لایا جائے۔

سوانح، ایک نظر میں

۴۰۶: **مکمل نام:** مولانا سید محمود احمد رضوی ابن ابوالبرکات سید احمد

تاریخ ومقام پیدائش: ۲۲ رجب ۱۳۵۴ھ / ۲ ۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء آگرہ

ابتدائی تعلیم: دارالعلوم حزب الاحناف لاہور۔

اعلیٰ تعلیم: ایضاً۔

ممتاز اساتذہ: مولانا عطاء محمد بندیالوی، شیخ الحدیث مولانا مہر الدین، مولانا محمد دین بدھوی۔

تدریسی زندگی: دارالعلوم حزب الاحناف۔

ممتاز تلامذہ: مختلف علماء وطن

مختلف علوم میں تصانیف: ذکر اخیار، برکات شریعت، جواہر پارے، جامع الصفات، روح ایمان رزق حلال، مسائل نماز، المباح والمحظور، مذاکرۂ علمی (تین حصے) دین مصطفیٰ، شان مصطفیٰ، خصائص مصطفیٰ، معراج النبی، بصیرت، شان صحابہ، اسلامی تقریبات، حدیث قرطاس،

علم حدیث میں تصانیف: فیوض الباری (شرح بخاری) ۷ جلدیں۔

تاریخ ومقام وفات: زندہ (۸۵)

---

(۸۵) محمد صدیق ہزاروی، تعارف علمائے اہل سنت ص: ۲۴۲

فیوض الباری میں احادیث کی تفہیم و ترجمانی کا انداز یہ ہے۔

(۱) حدیث کا متن اعراب کے ساتھ اور اس کے مقابل لفظی ترجمہ ہے (۲) الفاظ حدیث کی حسب ضرورت لغوی و شرعی تحقیق (۳) عنوان و زیر عنوان حدیث کی مناسبت و مسائل حدیث کا بیان (۴) حدیث زیر بحث سے ائمہ اربعہ کے استدلالات و تمسکات کا بیان (۵) ائمہ اربعہ کے مسلک اور ان کے دلائل پر بحث و تبصرہ (۶) امام بخاری نے ہر حدیث کو سند سے لکھا ہے مؤلف نے بوجہ اختصار ابتدائی سند حذف کر دی ہے (۷) امام ایک ہی حدیث متعدد عنوانات کے ماتحت متعدد بار ذکر کرتے ہیں شارح نے بخاری کا ہر عنوان قائم رکھا ہے۔ البتہ حدیث مکرر کو صرف ایک ہی جگہ ذکر کیا ہے (۸) جس عنوان کے ماتحت حدیث مکرر آئی ہے۔ وہاں مؤلف نے عنوان سے اس کی مناسبت بلکہ اس حدیث کے کچھ جملے بھی لکھ دیئے ہیں اور یہ تصریح بھی کر دی ہے کہ یہاں حدیث مکرر ہے فلاں باب میں گذر چکی ہے اس لیے یہاں اس کو ترک کیا گیا ہے۔ (۹) ایک جگہ اگر کوئی حدیث مختصر آئی ہے اور دوسری جگہ مفصل ہے تو مفصل حدیث کو جہاں وہ آئی ہے ضرور باقی رکھا ہے۔ اس طرح جس مکرر حدیث میں کوئی ایسا جملہ ہے جس سے نیا مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ تو ایسی حدیث کو جہاں وہ آئی ہے وہیں باقی رکھا ہے۔

تفصیل کے ساتھ ان مذکورہ خدمات کے علاوہ بھی بہت سی خدمات ہیں جنہیں خوف طوالت سے ترک کر دیا گیا۔ ان میں محترم خالد علی علوی کی کتاب "حفاظت حدیث"۔

جو ایک نصابی کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ محترم محمد میاں صدیقی صاحب کا حاشیہ جو انہوں نے نووی کے حاشیہ مسلم پر تالیف کیا شامل ہیں۔

ان خدمات کو دیکھ کر بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ عالم میں علم کی خدمات میں عموماً اور علم حدیث کی خدمات میں خصوصاً پاکستان ان چند ممالک میں سے ہے کہ جن کو اہل علم اس کی علمی خدمات کی بنا پر عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان علوم سے متعارف و مستفید ہونے کی ہمت عطا فرمائے اور اپنی زندگیاں علوم نبوت کے مطابق گذارنے کی سعادت عطاء فرمائے۔ آمین۔

محمد سعد صدیقی

۳۰ نومبر ۱۹۸۶

اشاریہ

رجال

الف

آدم بن ایاس الطیالیسی ـــ ۱۷۳
آفتاب احمد مدنی، سید ـــ ۴۰۶
آل احمد بن محمد امام پھلواری، مولانا ـــ ۲۲۴
ابراہیم المحدث ـــ ۲۴۸
ابراہیم بن ابی خالد ـــ ۱۸۶
ابراہیم بن احمد بغدادی ـــ ۲۴۴
ابراہیم بن الحسن ـــ ۲۶۱، ۲۹۲
ابراہیم بن سعد بن ابراہیم
ابراہیم بن شریک کوفی ـــ ۱۹۳
ابراہیم بن طہمان ـــ ۱۸۶
ابراہیم بن عبدالسلام سندھی بغدادی ـــ ۱۹۷
ابراہیم بن عبدالعلی آروی، مولانا ـــ ۳۲۸
ابراہیم بن علی بن سندھی ـــ ۱۹۷
ابراہیم بن محمد دیبلی ـــ ۱۹۲
ابراہیم بن مرتضی بیجاپوری ـــ ۲۷۰
ابراہیم بن موسی الرازی ـــ ۱۷۷
ابراہیم ختینی مدنی، شیخ ـــ ۲۸۲
ابراہیم شطاری ـــ ۲۷۵
ابراہیم عادل شاہ ـــ ۲۶۱
ابوالاعلی مودودی، سید مولانا ۲۸۵،۲۵۱، ۲۸۶، ۲۸۷
ابوبکر غزنوی بن سید داؤد غزنوی، مولانا
ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ـــ ۱۵۲
اثرم ـــ ۱۹۵
اثیر الدین کاہانی ـــ ۲۴۳
احسان الحق، مولانا ـــ ۴۰۰
احمد الدین بن نور حیات بگوی، مولانا ـــ ۳۲۲
احمد اللہ انامی ـــ ۳۱۵
احمد اللہ بن دلیل اللہ ـــ ۳۱۳
احمد اللہ بن صبغۃ اللہ مدراسی، مولانا ـــ ۳۲۷
احمد بن ابراہیم فراس المکی، ابوالحسن
دیکھئے ابوالحسن احمد
احمد بن العباد ـــ ۱۹۵
احمد بن حسن بن عبد الجبار الصوفی ـــ ۱۸۰، ۱۷۹
احمد بن خیثمہ ـــ ۱۷۹
احمد بن ربیع بن احمد سنباطی ـــ ۲۵۲
احمد بن سلیمان گجراتی ـــ ۲۸۰
احمد بن سندھی الباغی الرازی ـــ ۱۸۵
احمد بن سندھی بن الحسن ـــ ۱۸۶
احمد بن سندھی بن بحر، ابوبکر الحداد ـــ ۱۹۶
احمد بن سندھی بن فروخ ـــ ۱۸۶، ۱۸۳
احمد بن عبد الاحد سرہندی،
دیکھئے مجدد الف ثانی
احمد بن عبد الرحمن سندھی ـــ ۲۹۳
احمد بن عبد اللہ بن ابی الفتوح شیرازی ـــ ۲۲۵

احمد بن عبداللہ بن سعید، ابوالعباس دیبلی ۲۲۵، ۲۲۶
دیکھیے ابوالعباس احمد
احمد بن عبداللہ بیجاپوری ۔۔ ۲۶۱
احمد بن عثمان مکی مراد آبادی، مولانا ۔۔ ۳۲۹
احمد بن عرفان شہید بریلوی ۔ ۲۱۲، ۲۱۵، ۲۱۷
احمد بن علی الباد ا، ۱۹۲، ۲۶۲
احمد بن عمیر ۔۔ ۱۹۲
احمد بن کامل ۔۔ ۱۸۴، ۱۸۷
احمد بن محمد بن اسمعیل ۔۔ ۱۹۲
احمد بن محمد بن صالح بن عبد ربہ منصوری، ۱۹۵
ابوالعباس القاضی
احمد بن محمد بن صباح ۔۔ ۱۹۶
احمد بن محمد بن محمود نہر دالی
احمد بن محمد بن ہارون دیبلی ۔۔ ۱۹۲
احمد بن محمد حسینی ۔۔ ۱۹۸، ۳۰۴
احمد بن محمد سورتی، مولانا ۔۔ ۳۲۷
احمد بن محمد نہر والی، ابوالعباس علاء الدین
دیکھیے ابوالعباس احمد
احمد بن مصطفیٰ کشمیری ۔۔ ۳۱۹
احمد حسن بن اکبر حسن امروہی، مولانا ۔۔ ۳۲۹
احمد حسن بن محمد نصیر آبادی، مولانا ۔۔ ۳۲۸
احمد حسن دہلوی، مولانا ۔۔ ۳۲۹
احمد دین بنیری، مولانا ۔۔ ۳۹۹

احمد رضا خان بن نقی علی بریلوی، اعلیٰ حضرت ۳۲۱، ۳۳
احمد سعید بن سید محمد مختار کاظمی سید، مولانا ۔ ۳۸۹
احمد شاہ بخاری، سید ۔۔ ۳۶۰
احمد شیر ہزاروی، مولانا
احمد عطاردی
احمد علی بن لطف اللہ سہارنپوری، مولانا ۳۲۴، ۳۱۳
احمد علی چڑیا کوٹی ۔۔ ۳۱۵
احمد علی لاہوری، مولانا ۔۔ ۳۵۷
احمد محب الدین ابن ابی القاسم محمد عقیلی، ۲۴۴
احمد یار خان بن محمد یار خان بدایونی نعیمی، مفتی ۳۶۱، ۳۶۲
ادریس بن عبد العلی بگرامی، مولانا ۔۔ ۳۲۹
اسحق بن راہویہ ۔۔ ۱۶۰، ۱۸۶
اسحق بن محمد افضل دہلوی
دیکھیے ابوسلیمان اسحق
اسد بن موسیٰ اموی ۔۔ ۱۶۰
اسرائیل بن موسیٰ دیبلی
اسعد اللہ، مولانا، ۲۹۲، ۲۹۷
اسلم بن سندھی ۔۔ ۱۷۰
اسمٰعیل افریقی، مولانا ۔۔ ۳۵۱
اسماعیل بن ابراہیم بن علیہ ۔۔ ۱۷۹
اسمٰعیل بن اسحق القاضی ۔۔ ۱۹۵
اسمٰعیل بن جعفر صادق ۔۔ ۲۲۶
اسمٰعیل بن خالد ۔۔ ۱۸۲

اسمٰعیل بن سندھی، ابوابراہیم ۱۸۵، ۲۲۷، ۲۲۶
اسمٰعیل بن محمد الصفار ـــ ۱۸۳، ۱۹۸
اسمٰعیل بن محمد بن رجاء السندی ـــ ۱۸۷
اسمٰعیل بن محمود شطاری سندھی ـــ ۲۷۲
اسمٰعیل بیجاپوری ـــ ۲۶۱
اسمٰعیل فتح اللہ لاہوری ـــ ۲۷۵
اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ـــ ۱۵۲
اشرف بن نعمت اللہ ـــ ۳۱۴
اشرف علی بن عبدالحق تھانوی، مولانا
۲۳۳، ۲۴۰، ۲۵۱، ۳۵۲، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۸۴
اشفاق الرحمٰن بن عنایت الرحمٰن صدیقی کاندھلوی، مولانا ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۴، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۵
اصغر حسین بن محمد حسن، دیوبندی، مولانا
۳۳۱، ۳۶۰، ۳۶۶، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴
اعزاز علی دیوبندی، مولانا ـــ ۳۹۳، ۴۰۵
اعلیٰ حضرت
دیکھئے احمد رضا بن نقی
اکبر بن ہمایوں ۲۵۱، ۲۷۵، ۲۶۵
اکبر شاہ تیمور ـــ ۲۶۷
اکبر علی بن احسان علی سہارنپوری، مولانا ۴۰۳، ۳۸۵
الٰہی بخش کاندھلوی، مفتی ـــ ۳۰۸، ۳۱۰
امام الدین بن علی احمد امروہی ـــ ۳۱۲
امام الدین بن یار محمد ٹونکی، مولانا ـــ ۳۲۸
امان اللہ، حاجی
امیر احمد بن امیر حسن نگرنہسوی، مولانا ـــ ۳۲۶

امیر حسن بن لیاقت علی سہسوانی، مولانا، ۳۲۴
امیر علی بن معظم علی حسینی لکھنوی، مولانا، ۳۲۹
امیر نظام الدین علی شیر
امین الدین بن حمید الدین کاکوری ـــ ۳۰۲، ۳۱۱
امین الدین جونپوری ـــ ۲۷۹
امین بن احمد نہروالی ـــ ۲۴۹
انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ۱۴۹، ۱۷۰، ۱۹۶، ۳۸۹
اندلاکی، فتح اللہ
انوار الحق کاکاخیل سید، مولانا ـــ ۳۵۹
انی بابا، غلام رسول مولانا ـــ ۳۵۹
اوزاعی، عبدالرحمٰن بن عمرو سندھی
۱۷۰، ۱۷۶، ۳۵۴
ایوب بن قمر الدین قاضی، مولانا ـــ ۳۲۸

ب پ ت ٹ ث

بابا داؤد مشکواتی ـــ ۲۷۵
بابارتن بن کربال بن رتن الہندی
۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۲۲
بابا یوسف ہروی ـــ ۲۴۴
ببر علی اخباری ـــ ۳۱۰
بخاری، محمد بن اسمٰعیل ۲۴۴، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۸۲، ۲۸۵
۲۷۰، ۱۶۰، ۱۶۱، ۲۱۵
بختیار بن عبداللہ العضاد الہندی المروزی، ابومحمد ۲۰۳
بختیار بن عبد الہندی، ابوالحسن
دیکھئے ابوالحسن
بخش بدایونی، حافظ ـــ ۳۶۰

بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی، مولانا ۲۴۱، ۲۷۵، ۲۹۰، ۳۰۶

بدیع الزمان بن مسیح الزماں لکھنوی، مولانا ۳۲۶

برکات احمد بن دائم علی ٹونکوی، مولانا ۳۳۰

برکت الہ آبادی، مولانا ــــ ۳۰۴

برہان الدین ابراہیم بن حسن کردی ــــ ۲۸۳

برہان الدین برہانپوری

برہان الدین بن البیرکج ــــ ۲۲۰

برہان الدین مرغینانی

برہان الدین ملتانی ــــ ۲۴۹

بشیر احمد قاضی، مولانا ــــ ۳۲۴، ۴۰۱، ۴۰۳

بشیر الدین بن قطب الدین کاکوری، مولانا

بشیر الدین بن کریم الدین عثمانی، مولانا ۳۰۵، ۳۲۴

بکر بن خلف ــــ ۱۷۷

بلال المحدث سندھی ــــ ۲۲۸، ۲۳۱، ۲۶۳

بہاؤ الدین، مولانا ــــ ۲۲۱، ۳۲۵

بہاؤ الدین صوفی برہانپوری ــــ ۲۳۳

بہلول دہلوی ــــ ۲۴۹

پناہ عطاء السلونی ــــ ۳۱۶

پیر ابو احمد ــــ ۳۵۱

پیر مہر علی شاہ گولڑی، مولانا

تاج الدین بن عبد الرحمن بن سعود ــــ ۲۶۲

تاج الدین بن عبد الرحمن، شیخ

تاج الدین قلعی مکی ــــ ۲۹۸

تقی الدین بن تیمیہ الحرانی ــــ ۲۲۰

تقی الدین علی الدوسی ــــ ۲۲۲

تہور علی نگینوی ــــ ۳۰۵

تیمور ــــ ۲۷۵

ثابت البنانی ــــ ۱۷۳

ثناء اللہ پانی پتی، قاضی ــــ ۳۰۶

ثناء اللہ سنبھلی ــــ ۳۰۹

ثوبان رضی اللہ عنہ ــــ ۱۹۳

ج ح

جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ ــــ ۱۵۱

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہا، ۱۵۰، ۱۹۱، ۱۹۳، ۱۸۹

جاحظ

جار اللہ سائنپوری ــــ ۲۳۸، ۲۷۹

جام فیروز

جانجاناں علوی ــــ ۲۹۱

جان محمد

جریر بن حازم ــــ ۱۷۸، ۱۸۶

جریر بن عبد الحمید ــــ ۱۵۹، ۱۷۳

جعفر بن احمد سراج، ابو محمد

دیکھیے ابو محمد جعفر

جعفر بن بلال، بدر عالم ــــ ۲۶۰

جعفر بن خطاب قصداری ــــ ۲۰۰

جعفر بن محمد الطیالیسی ـــ ۱۷۹
جعفر بن محمد بن الحسن الفریابی ـــ ۱۹۲
جعفر بن محمد بن شاکر ـــ ۱۷۷
جعفر بن محمد بن علی حسینی
جعفر بن محمد فرماتی ـــ ۱۹۲، ۱۹۳
جعفر حسین مدراسی ـــ ۳۱۸
جلال الدین ابوعبداللہ محمد بن سلیمان، قاضی، ۲۰۷
جلال الدین بن محمد نقی برہانپوری ـــ ۳۲۰
جلال الدین حسین الحمد ـــ ۲۲۰
جلال الدین رومی ـــ ۲۱۸
جلال محمد حسینی گجراتی ـــ ۲۴۳
جمال الدین اچی ـــ ۲۱۹، ۲۲۰
جمال الدین المزی ـــ ۲۲۰
جمال الدین برہانپوری ـــ ۲۴۵، ۲۷۵
جمال الدین بن وحید الدین دہلوی، مولانا، ۲۲۵
جمال الدین کشمیری ـــ ۲۲۱، ۲۲۵
جمال الدین محمد شامی ـــ ۲۵۲
جمال گجراتی
جمال مسطری ـــ ۲۱۹
جمیل احمد تھانوی، مفتی
جوہر المحدث، مولانا ـــ ۲۷۳
جوہر نات کشمیری ـــ ۲۷۱
جیش بن سندھی قانعی ـــ ۱۸۴
چن پیر، قاضی عبدالحی بن عبدالقادر ہاشمی ہزاروی (۳۹۳)

ح

حاتم بن احمد اہدال ـــ ۲۵۲
حاجی امداد اللہ بن محمد امین مہاجر مکی، مولانا، ۲۶۸
حاجی محمد کشمیری ـــ ۲۶۴
حاکم، ابوعبداللہ نیشاپوری، ۱۶۱، ۱۷۱، ۱۹۲، ۱۹۶
حامد الرحمٰن صدیقی، مولانا ـــ ۳۵۱، ۳۹۰
حامد علی دھلوی، سید ـــ ۲۲۶
حبیب الرحمٰن صدیقی، مولانا ـــ ۳۵۱، ۳۹۱
حجاج بن یوسف ـــ ۱۶۷
حسام الدین متقی ملتانی
حسن الدین ہاشمی، مولانا ـــ ۳۸۹
حسن المشاط مکی ـــ ۳۸۲
حسن بصری ـــ ۱۷۲، ۱۷۳
حسن بن حامد بن حسن دیبلی ـــ ۱۹۹
حسن بن حسین النعالی ـــ ۱۹۲
حسن بن داؤد کوکنی ـــ ۲۵۲
حسن بن علی رضی اللہ عنہ ـــ ۱۵۱
حسن بن علویہ القسطان ـــ ۱۹۶
حسن بن علی العجیمی ـــ ۲۹۲، ۲۹۳
حسن بن محمد بن اسد دیبلی ـــ ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۴
حسن بن محمد بن حیدر الصغانی
۲۰۹، ۲۰۵، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۲۶

حسن بن مکرم ــــ ۱۹۶

حسن شاہ بن سید شاہ حسینی رامپوری، مولانا، ۳۲۷

حسن علی بن عبدالعلی شافعی، مرزا ــ ۳۱۱، ۳۱۶

حسین احمد بن علی احمد مراد آبادی، مولانا

حسین احمد مدنی سید، مولانا ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۸۰، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۲۹۸

حسین الحسینی مہروی

حسین المروزی ــ ۱۹۱

حسین بن سفیان ــ ۱۸۳

حسین بن عبداللہ بن اولیاء کرمانی

حسین بن محسن انصاری الیمانی قاضی، مولانا ۳۲۹، ۳۴۰

الحسین بن محمد ــ ۱۸۹، ۲۰۷

الحسین بن محمد بن اسد دیبلی ــ ۱۹۳

حسین بن محمد بن معشر نجیح ــ ۱۸۱، ۱۸۳

حسین بن مسعود بغوی ــ ۱۶۲

حسین بن معز بہاری

حسین شیرازی، قاضی ــ ۲۲۳

حسین علی، مولانا ــ ۴۰۵

حفص بن غیاث ــ ۱۷۷

حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا ــ ۳۴۱

حفیظ اللہ خان دہلوی، مولانا ــ ۳۲۸

حماد بن سلمۃ ــ ۱۵۹، ۱۷۳

حمزۃ الکنانی ــ ۱۷۹

حمید الدین بن قاضی عبداللہ سندھی ۲۴۲، ۲۶۵، ۲۹۵

حمید الطویل ــ ۱۷۳، ۲۳۲

حمیدی ــ ۱۷۱

حیدر بن فیروز کشمیری ــ ۲۷۳

حیدر حسن بن احمد حسن ٹونکی، مولانا ــ ۲۷۳

حیدر علی بن حمداللہ سندیلوی ــ ۳۱۱، ۳۱۶

خ

خانخاناں محمد بیرم شاہ ــ ۲۲۲

خان محمد، مولانا ــ ۲۷۵، ۳۸۲

خرم بن جہانگیر ــ ۲۷۳

خلف بن سالم، ابو محمد، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۹، ۱۹۰

خلف بن محمد دیبلی ــ ۱۹۳

خلیل الرحمٰن بن قاضی فضل الرحمٰن نعمانی، مولانا ۳۹۱

خلیل احمد بن مجید علی انبیٹھوی، مولانا ــ ۳۳۰

خلیل احمد سہارنپوری، مولانا، ۳۵۱، ۳۶۵، ۳۷۴

خلیل المالکی ــ ۲۱۹

خلیل علوی، مولانا ــ ۳۵۶

خواجگی الکروی، مولانا ــ ۲۲۶

خواجہ محمد پارسا ــ ۲۰۹

خواجہ میر کلاں ہروی، محمد سعید ــ ۲۳۶

خوب اللہ جونپوری ــ ۲۶۲

خیر الدین بن محمد زاہد سورتی ــ ۲۹۳، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵

خیر محمد بن الٰہی بخش جالندھری، مولانا ــ ۳۶۰

د، ذ، ر، ز

داؤد الاصبہانی ــــ ۱۹۵
داؤد بن محمد بن معشر نجیح ــــ ۱۸۱، ۱۸۴، ۱۸۷، ۱۸۹
داؤد غزنوی بن سید عبد الجبار، مولانا ــــ ۳۵۷، ۳۸۱
الدخاخ بن قیس رضی اللہ عنہ ــــ ۱۵۱
درویش حسین کشمیری ــــ ۲۵۲
راجح بن داؤد گجراتی ــــ ۲۲۷
راجہ داہر ــــ ۶۷، ۱۷۱
رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ ــــ ۱۵۱
الربیع بن صبیح السعدی البصری ــــ ۱۵۹، ۱۸۹
رتن بن کرپال بن رتن الہندی
المعروف بہ بابا رتن الہندی
دیکھئے بابا رتن
رجاء بن سندھی نیشاپوری ابو محمد اسفرائنی
۱۷۷، ۱۷۸، ۱۸۱، ۱۸۶
رجا بن عبد الواحد الاصفہانی ــــ ۲۰۰
رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی
۲۳۲، ۲۳۷، ۲۴۲، ۲۴۹، ۲۶۲، ۲۶۵، ۲۹۱
رشید احمد بن ہدایت احمد گنگوہی، مولانا
رشید احمد جالندھری، ڈاکٹر ــــ ۳۶۶
رشید احمد لدھیانوی مفتی، مولانا ــــ ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۴
رضی الدین بدایونی ــــ ۲۱۴
رضی الدین لالہ، شیخ ــــ ۲۰۹
الرضی الطبری ــــ ۲۱۹
رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ دہلوی ۳۰۸، ۳۱۱، ۳۱۷
رفیع الدین سہارنپوری ــــ ۲۵۰
رفیع الدین مراد آبادی ــــ ۳۰۵
رکن الدین احمد بن محمد سمنانی، علاء الدولہ
دیکھئے علاء الدولہ
زاہد الحسینی قاضی، مولانا ــــ ۳۹۲
زاہد شمس الدین مرزا جانجاں علوی
دیکھئے جانجاں علوی
زکریا بن محمد ملتانی ــــ ۲۱۲، ۲۲۷
زہیر بن معاویہ ــــ ۱۷۸
زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ــــ ۱۵۲
زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ــــ ۷۲، ۷۴، ۱۵۲
زین الدین علی جرجانی
الزین الطبری ــــ ۲۱۹
زین بن حسین، فضل ــــ ۲۵۳، ۲۵۹

س

ساجی ــــ ۱۷۱، ۱۷۳
سالم بن عبد اللہ بصری ــــ ۲۹۱، ۳۰۲
سبحان محمود، مولانا ــــ ۴۰۱، ۴۰۲
سبط احمد بن سید اولاد احمد، سید ــــ ۳۲۷
سخاوت علی بن رعایت علی جونپوری، مولانا ــــ ۳۱۵
سخاوی، شمس الدین

سراج احمد بن مرشد رامپوری سرہندی، ۲۱۱،۳۰۷
سراء بن عازب رضی اللہ عنہ
سردار احمد، مولانا ــــ ۴۰۰
سرفراز خان صفدر بن نور احمد، مولانا ــــ ۳۹۴
سعد الدین لاری ــــ ۲۲۹
سعد الدین، مولانا ــــ ۳۹۳
سعد اللہ بلگرامی، سید
سعد اللہ سلونی، سید ــــ ۲۵۲
سعد بن ابراہیم بن سعد الزہری ــــ ۱۷۹
سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ ــــ ۳۸۹،۱۵۱
سعید احمد اکبر آبادی، مولانا ــــ ۳۶۶،۳۴۱
سعید الرحمن، قاری ــــ ۴۰۶،۳۵۱
سعید القطان ــــ ۱۷۲
سعید بن ابی عروبہ ــــ ۱۷۳،۱۵۹
سعید بن المسیب ــــ ۳۴۵،۱۷۵
سعید بن رشید البخاری
سعید بن عروبہ
سفیان بن عیینہ ــــ ۳۴۵،۱۷۲
سفیان ثوری ــــ ۲۵۴،۱۷۵،۱۷۳،۱۷۲،۱۵۹
سلام اللہ بن شیخ الاسلام سرہندی ــــ ۳۰۷
سلامت اللہ بن رجب علی، جیراج پوری، مولانا ۳۶۸
سلامت اللہ صدیقی، بدایونی ــــ ۳۱۸
سلطان احمد بریلوی، مولانا ــــ ۳۶۱
سلطان احمد بن محمد بن المظفر گجراتی ــــ ۲۲۴
سلطان احمد پشاوری، مولانا ــــ ۳۶۱
سلطان احمد، مولانا ــــ ۳۶۱
سلطان التمش
سلطان غیاث الدین بلبن
سلطان محمود غزنوی ــــ ۲۲۹،۲۰۰
سلطان مظفر شاہ ــــ ۲۳۱،۲۲۹
سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ــــ ۱۵۲
سلمۃ بن فضل ــــ ۱۸۵
سلیمان ابو احمد کروی ــــ ۲۶۱
سلیمان بن عبد الرحمن الصنیع، شیخ ــــ ۲۸۲
سلیمان ندوی، سید ــــ ۲۱۲
سلیم اللہ خان، مولانا ــــ ۴۰۳،۴۰۱
سلیم بن اکبر شہزادہ ــــ ۲۵۳
سلیم شاہ سوری ــــ ۲۲۶
سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ ــــ ۳۸۹،۱۵۲
سندھی بن ابان ابو نصر
دیکھئے ابو نصر
سندھی بن شاہک ــــ ۱۹۷،۱۹۰
سندھی بن شماس البصری ــــ ۱۷۶
سندھی بن عبدویہ الکلبی الرازی ــــ ۱۸۶،۱۷۸
سہل بن عبد الرحمن
سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ ــــ ۱۵۲

سہل بن عبدالرحمٰن سندھی بن عبدربہ
دیکھیے سندھی بن عبدربہ
سہل بن عبدربہ
دیکھیے سہل بن عبدالرحمٰن
سہل بن مغیرہ — ۱۷۹
سوادہ بن عیسی الاخمس — ۱۹۵
سیبویہ بن اسمٰعیل بن داؤد قرداری — ۲۰۱
سید احمد بن متقی دہلوی، مولانا — ۳۲۷
سید احمد دہلوی، مولانا
سید انور شاہ بن معظم شاہ کشمیری، مولانا
۲۳۱، ۲۴۴، ۲۴۹، ۳۵۰، ۳۵۲، ۳۵۸، ۳۶۲، ۳۶۶
۳۸۱، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۹۳، ۳۹۴، ۴۰۶، ۴۳۰
سید بادشاہ گل بن سید مہربان علی شاہ، مولانا ۳۹۲،
سید داؤد بن سید عبدالجبار غزنوی، مولانا
سید علی بن عبداللہ حموی
سیف الدین سرہندی، خواجہ محی السنۃ
۲۵۴، ۲۶۱، ۲۹۵
سیف الرحمٰن کابلی، مولانا — ۳۵۸
سیف اللہ بن نور اللہ بخاری دہلوی ۳۲۵/۳۸۰

ش

شاکر العقاد — ۳۰۲
شاہ عبدالعزیز دہلوی ۲۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۶
۲۴۸، ۱۸۲، ۲۹۹، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷
شاہ عبدالغنی بن ابی سعید دہلوی، مولانا ۱۲۴، ۲۰۸، ۲۲۴
شاہ محمد اسحاق دہلوی — ۲۹۹، ۳۱۷
شاہ ولی اللہ بن عبدالرحیم ۱۲۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۳۰۹
۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۳، ۳۰۴
۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۷۶، ۲۹۵، ۲۹۸

۳۴۶، ۳۴۸، ۳۴۸، ۳۵۰، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۸، ۳۶۵، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳
شبیر احمد عثمانی بن فضل اللہ، علامہ ۴۰۸، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳
شجاعت علی قادری، مفتی — ۳۸۹
شداد بن ابی عمار — ۱۷۶
شرف الدین رامپوری، مفتی — ۳۱۱
شرف الدین، عبدالرحیم بن عبدالکریم
شرف الدین، عبداللہ المرزوقالی — ۲۲۲
شرف الدین منیری، مخدوم
شریف حسین بن سید نذیر حسین دہلوی، سید — ۳۲۶
شریف محمد سورتی
شریک بن حازم — ۱۷۸
شعبہ — ۱۷۶
شعیب بن محمد بن احمد دبلی، ابوالقاسم
دیکھیے ابوالقاسم
شعیب عمر افریقی، مولانا — ۴۰۱
شمس الحق افغانی پشاوری، مولانا، ۲۵، ۳۹۲، ۳۹۴، ۴۰۳
شمس الحق بن امیر علی دیانوی، مولانا — ۳۲۹
شمس الدین ذہبی — ۲۲۰
شمس الدین علقمی
شمس الدین محمد بن الجزری
شمس الدین محمد بن یحییٰ اودھی — ۲۲۱، ۲۲۷
شمس الدین محمد ملتانی — ۲۶۱
شمس بن عقیلہ — ۳۰۲
شہاب الدین احمد بن موسیٰ — ۲۴۴

شہاب الدین سندھی ــــ ۲۶۴

شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی عارفی ــــ ۲۱۳

شہاب الدین غور غشتوی، مولانا ــــ ۳۵۹

شیخ الاسلام بن فخر الدین دھلوی، مولانا ــــ ۲۸۱

شیخ الہند دیکھئے محمود حسن بن ذوالفقار

شیر زمان ہزاروی، مولانا ــــ ۳۶۵

شیر شاہ سوری ــــ ۲۳۶

طفیل بن محمد شکر اللہ ــــ ۲۷۸

طیب بن ابی طیب سندھی ــــ ۲۳۲، ۲۳۹، ۲۶۴

طیب بن عبد الواحد بلگرامی ــــ ۲۷۷

ظفر احمد بن شیخ لطیف احمد عثمانی، مولانا ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۹۵، ۴۰۳، ۴۰۴

ظفیر احمد، قاضی ــــ ۴۰۱

ظہور اللہ، مفتی ــــ ۳۱۶

ظہیر احسن بن سلمان علی نیموی، مولانا ــــ ۳۲۸

ص، ض، ط، ظ

صادق الیقین بن سراج الیقین کرسوی، مولانا

صبغۃ اللہ بن محمد غوث مدارسی، قاضی ــــ ۳۱۸

صفدر بن حسین اورنگ آبادی ــــ ۳۰۴

صلاح الکتبی شیخ علاء الدین علی بن مظفر ــــ ۲۰۷

دیکھئے علاء الدین

ضیاء الدین مدنی، مولانا ــــ ۲۴۵

ضیاء الدین جونپوری ــــ ۲۵۹

ضیاء اللہ اکبر آبادی ــــ ۲۴۹

فیضت اللہ امروہی ــــ ۳۱۲

طاہر بن ابراہیم بن الحسن کورانی ــــ ۲۹۲

طاہر بن یوسف سندھی ۲۶۴، ۲۷۲، ۲۷۵، ۲۹۵، ۲۳۲، ۲۳۹، ۲۶۲

طاہر پٹنی ــــ ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۵، ۲۵۹، ۲۶۲

الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر ــــ ۱۷۴، ۱۸۱، ۱۹۵

طحاوی، ابو جعفر احمد بن محمد ــــ ۱۶۲

ع

عابد الرحمن صدیقی کاندھلوی، مولانا ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۵۱، ۳۷۵

عادل شاہ فاروقی، امیر برہانپور ــــ ۲۷۰، ۲۷۲

عاشق الٰہی بن صوفی محمد صدیق بلند شہری، مولانا

عاشق الٰہی بن یاد الٰہی میرٹھی، مولانا ۳۴۴، ۳۵۲، ۳۹۶

عاشق بن عمر ہندی ــــ ۲۵۰

عالم علی بن کفایت علی مراد آبادی، مولانا ۳۲۳، ۳۲۴

عباس بن جعفر حنفی، شیخ ــــ ۳۳۶

عباس بن سندھی ــــ ۱۷۰، ۱۸۴، ۲۳۴

عبد الاحد بن محمد سعید سرہندی ۲۷۸، ۲۹۱، ۲۹۵

عبد الاحد قاضی، خانپوری ہزاروی، مولانا ۳۳۷

عبد الاول غزنوی، مولانا ــــ ۲۶۴، ۲۵۸

عبد الباری بن عبد الوہاب لکھنوی، مولانا ۲۵۵، ۳۳۰

عبد الجبار بن عبد اللہ غزنوی، مولانا ــــ ۳۲۹

عبد الجبار کھنڈیلوی، مولانا

عبدالجلیل بن احمد حسینی — ۲۷۸
عبدالجلیل بن منیر احمد حسینی بلگرامی — ۲۷۹
عبدالجلیل شہید — ۳۱۲
عبدالجلیل، مولانا — ۳۵۸
عبدالحفیظ بن مولانا عبدالمجید حقانی، مولانا — ۳۵۵
عبدالحق بن سیف الدین دہلوی — ۲۵۹، ۲۶۱
عبدالحق بن فضل اللہ عثمانی، بنارسی — ۳۱۷
عبدالحق محدث دہلوی ۲۷۲، ۲۷۴، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸
عبدالحکیم، مولانا — ۲۵۰
عبدالحلیم بن امین اللہ لکھنوی، مولانا ۲۱۹، ۲۲۲، ۲۲۶
عبدالحمید — ۲۷۵
عبدالحئی بن عبدالحلیم لکھنوی، مولانا — ۲۲۶
عبدالحئی بن عبدالقادر
دیکھئے چمن پیر
عبدالحئی بن فخرالدین — ۲۲۷
عبدالحئی بن ہبۃ اللہ بڈھانوی ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۵، ۳۱۷
عبدالخالق بن ابی بکر مزجاجی — ۳۰۲
عبدالخالق حسینی دہلوی — ۳۱۲
عبدالخالق راجکوٹی، مولانا — ۳۲۸
عبدالرحمٰن الماجع، مولانا — ۳۹۳
عبدالرحمٰن القاری الصوفی
عبدالرحمٰن المخزومی — ۱۹۱
عبدالرحمٰن بن احمد بن الحسن امرتی، ابومحمد
عبدالرحمٰن بن سقاف — ۲۵۹
عبدالرحمٰن بن سندھی — ۱۷۷
عبدالرحمٰن بن سید امیر مردانی، مولانا — ۳۸۰
عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم مبارکپوری، مولانا — ۳۳۰
عبدالرحمٰن بن عبدالکریم انصاری — ۲۹۲
عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی
دیکھئے اوزاعی
عبدالرحمٰن بن عمرو دمشقی، ابوزرعہ
دیکھئے ابوزرعہ
عبدالرحمٰن بن عمرو سندھی، اوزاعی — ۱۷۶
عبدالرحمٰن بن عیسیٰ عمری، مفتی حرم مکی — ۲۶۲، ۲۶۵
عبدالرحمٰن بن محمد — ۳۱۳
عبدالرحمٰن بن مہدی — ۱۷۹
عبدالرحمٰن بھوجیانی، مولانا
عبدالرحمٰن ٹھٹھوی — ۲۴۵
عبدالرحمٰن جامی — ۲۶۲، ۲۶۳
عبدالرحمٰن زمزی — ۲۵
عبدالرحمٰن سلطان پوری، مولانا — ۲۶۱
عبدالرحمٰن کاملپوری، مولانا ۲۷۵، ۲۸۵، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۴
عبدالرحمٰن محدث سرہندی، مولانا — ۲۴۸، ۲۹۵
عبدالرحیم بن حماد سندھی بصری — ۱۷۷
عبدالرحیم بن عبدالکریم صفی پوری — ۳۱۶ (دیکھئے ابومحمد عبدالرحمٰن)

عبدالرحیم بن فرصت حسین صادقپوری، مولانا، ۳۲۰

عبدالرزاق اسکندر، ڈاکٹر ـــ ۳۸۲

عبدالرزاق بن جمال الدین

عبدالرزاق بن حسان المنیعی، ابو الفتح

دیکھئے ابو الفتح

عبدالرزاق بن ہمام، ۱۷۵، ۱۷۹، ۱۸۱

عبدالرشید زرگر

عبدالرشید نعمانی، مولانا ـــ ۲۹۸

عبدالسبحان قاضی بن مظہر جمیل، مولانا ـــ ۳۵۶

عبدالستار بن عیسی سندھی ـــ ۲۷۲

عبدالسلام بن ابی القاسم حسینی فتحپوری، مولانا ۳۱۵

عبدالسلام نلستھی، مولانا ـــ ۳۶۰

عبدالسلام قاضی، سندھی

عبدالشکور مولانا ـــ ۳۵، ۳۸۵، ۳۹۲

عبدالصمد بن عبدالرحمن لاہوری، ابوالفتوح

دیکھئے ابوالفتوح

عبدالصمد بن علی طستی ـــ ۱۸۵

عبدالعزیز ابھری، عماد الدین ۲۲۰، ۲۴۲، ۲۴۳

عبدالعزیز سارد بیلی ـــ ۲۲۰

عبدالعزیز بن عبدالسلام عثمانی، ہزاروی ـــ ۳۴۷

عبدالعزیز بن علی الازجی ـــ ۱۹۸

عبدالعزیز بن محمد ہاروی ـــ ۳۲۰

عبدالعزیز بن عیون الاسد شامی، شیخ ـــ ۳۸۲

عبدالعزیز محدث سہالوی، مولانا ـــ ۳۲۸، ۳۲۹

عبدالعلی بن نظام الدین لکھنوی ـــ ۳۱۲، ۳۱۸

عبدالعلی نصیر ابادی ـــ ۳۱۲

عبدالغفور ۳۰۴

عبدالفتاح ابو غدہ، شیخ ـــ ۲۷۸، ۲۸۲، ۴۰۱، ۴۰۶

عبدالقادر بن احمد بن عبدالقادر ـــ ۲۹۳

عبدالقادر بن شیخ خضرمی عیدروس ـــ ۲۷۳

عبدالقادر بن عیسی عمری، مفتی حرم مکی

عبدالقادر بن محمد، امام ـــ ۲۶۲

عبدالقادر جیلانی، سید ـــ ۲۴۴

عبدالقادر خلیل کدک ۲۹۳

عبدالقادر صدیقی، مفتی ـــ ۲۹۱، ۲۹۴

عبدالقادر ہزاروی، قاضی ـــ ۳۴۴

عبدالقدیر قاضی، مولانا ـــ ۳۸۱

عبدالقیوم بن عبدالحئی ـــ ۳۱۲، ۳۲۵

عبدالقیوم ہزاروی، مفتی ـــ ۴۰۰

عبدالکریم بن احمد شرباتی ـــ ۲۹۳

عبدالکریم بن عبدالرحیم ۲۹۳

عبدالکریم بن نجم الدین کلاچوی، قاضی ـــ ۲۹۸

عبدالکریم لاہوری ـــ ۲۷۵

عبدالکریم مراد ابادی، مولانا ـــ ۳۳۰

عبدالکریم نگرامی ـــ ۳۱۶

عبداللطیف، سید ـــ ۲۹۱

عبداللطیف، مولانا ___ ۳۸۵، ۳۹۲، ۳۹۶
عبدالمالک بن عبدالعزیز بن جریج بصری
عبدالمقتدر بدایونی، مولانا ___ ۳۶۱
عبدالمقتدر بن عبدالنبی بہاری ___ ۲۷۹
عبدالمعطی باکثیر مکی ___ ۲۲۸
عبدالملک بن عبداللطیف گجراتی ___ ۲۳۵، ۲۶۱
عبدالمنان، مولانا ___ ۳۹۲
عبدالنبی اکبرآبادی ___ ۲۶۲
عبدالنبی بن احمد گنگوہی ___ ۲۴۰
عبدالنبی شطاری گجراتی ___ ۲۵۴
عبدالواحد، قاضی ___ ۲۹۷
عبدالواحد، مولوی ___ ۳۶۰
عبدالولی کشمیری
عبدالوہاب منورآبادی، میر
عبداللہ المعمری
عبداللہ انصاری سلطان پوری
عبداللہ بن ابراہیم بری ___ ۲۹۲
عبداللہ بن ابراہیم سندھی، قاضی ___ ۲۳۲، ۲۶۵
عبداللہ بن ادریس الکوفی ___ ۱۷۹
عبداللہ بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن عیسیٰ بن ابی جعفر المنصوری
دیکھیے ابوجعفر عبداللہ
عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ ___ ۱۵۰
عبداللہ بن حضرمی ___ ۲۵۳
عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ___ ۱۵۱
عبداللہ بن سالم بصری ___ ۲۸۳، ۲۹۳، ۳۲۲
عبداللہ بن سعدالدین ___ ۲۳۷، ۲۴۲، ۲۴۹
عبداللہ سندیلوی ___ ۲۴۹
عبداللہ بن سید ___ ۲۵۲
عبداللہ بن صبغۃ اللہ مدراسی، مولانا ___ ۳۲۴
عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ۱۴۹، ۱۷۰، ۱۸۴، ۱۹۴، ۱۹۶، ۲۵۴، ۲۷۰، ۲۸۹
عبداللہ بن عبدالباقی، خواجہ ___ ۲۷۷
عبداللہ بن عبدالرحیم غازی پوری، مولانا ___ ۳۲۹
عبداللہ بن عبدالقادر مدراسی ___ ۳۱۳
عبداللہ بن عبدالوہاب سورتی، مولانا ___ ۳۲۷
عبداللہ بن عتبہ ___ ۱۵۱
عبداللہ بن عدی جرجانی ___ ۱۸۲
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ۱۳۹، ۱۴۲، ۱۵۲، ۱۵۴، ۲۵۴، ۲۸۹
عبداللہ بن مبارک ___ ۱۵۹، ۱۶۳
عبداللہ بن محمد ___ ۱۹۷
عبداللہ بن محمد البغوی ___ ۱۵۰
عبداللہ بن محمد غزنوی، مولانا ___ ۳۲۵
عبداللہ بن مسعودؓ ___ ۱۵۲، ۱۶۸، ۲۷۹
عبداللہ بن ملا ابن سعداللہ ___ ۲۷۳
عبداللہ بن ولایت علی ہاشمی، مولانا ___ ۳۲۸
عبداللہ بن وہب ___ ۱۵۹

عبداللہ بن یافعی مکی — ۲۲۰

عبداللہ پشاوری، حافظ — ۳۸۱

عبداللہ جان، مولانا — ۲۹۲

عبداللہ سراج — ۳۱۴

عبداللہ صدیقی محمدی، الہ آبادی — ۳۱۴

عبداللہ عیدروسی — ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۵۹

عبداللہ غازی پوری، مولانا — ۳۵۸

عبداللہ قطب شاہ بن حبیب شاہ عباسی، ۳۲۷

عبداللہ کشمیری — ۲۱۹

عبدان بن احمد بن موسی العسکری — ۱۹۲

عبد بن حمید نصر الکسی سندھی، حافظ — ۱۸۱، ۱۸۲

عبید الرحمٰن، مولانا — ۳۵۱

عبیداللہ انور، مولانا — ۳۶۶

عبیداللہ بن جعفر بن سرہ، ابو محمد منصوری حاکم نیشاپور
دیکھئے ابو محمد

عبیداللہ بن عباس بن ربیع الحارثی

عبیداللہ بن محمد العائشی — ۱۸۴

عبیداللہ بن موسیٰ عبسی — ۱۶۰

عبیداللہ حافظ — ۳۶۰

عبیداللہ سندھی، مولانا — ۳۵۷، ۴۰۵

عبید الرحمٰن، مولانا

عتیق الرحمٰن عثمانی، مفتی — ۳۶۶

عثمان بن ابی شیبہ — ۱۶۰

عثمان بن سندھی — ۲۷۲

عراک بن خالد دمشقی — ۱۷۷

عزیز احمد بن مولانا علاء الدین بدایونی قادری، مفتی (۳۹۹)

عزیز الرحمٰن سیوہاروی، مولانا — ۳۹۰

عزیز الرحمٰن، مفتی — ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۶۶

عصام الدین بن ابراہیم — ۲۳۶

عطاء اللہ لکھوی۔ مولانا

عطاء بن ابی رباح — ۱۷۳، ۱۷۶، ۲۷۹

عفان بن مسلم — ۱۷۳

علاء الدولہ رکن الدین احمد بن محمد سمنانی — ۲۰۹، ۲۲۲

علاء الدین ابوالعباس احمد بن محمد نہروالی
دیکھئے ابوالعباس احمد

علاؤ الدین علی بن منظفر، صلاح الکتبی — ۲۰۷

علم اللہ امیٹھوی، مولانا — ۲۷۰

علی الصائغ مکی — ۱۹۴

علی بن ابراہیم بن جمعہ — ۲۹۲

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ۱۹۶، ۳۵۳، ۳۷۹، ۳۸۹، ۱۴۴، ۱۴۶، ۱۵۰

علی بن احمد بن نصر — ۱۸۰

علی بن اسحٰق السمادرائی — ۱۸۳

علی بن اسعد حسینی

علی بن المدینی — ۱۸۶

علی بن حسام الدین متقی برہانپوری ۲۲۷، ۲۳۸، ۲۴۷، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴

علی بن سلطان القاری — ۲۳۷

علی بن شہاب حسینی ـــ ۲۲۵
علی بن شہاب ہمدانی ـــ ۲۲۲
علی بن صادق داغستانی ـــ ۲۹۳
علی بن علاء الحسینی جونپوری ـــ ۲۳۲
علی بن عمر لاہوری، ابوالحسن
دیکھیے ابوالحسن علی
علی بن محمد الحسینی، ابوالقاسم
دیکھیے ابوالقاسم
علی بن محمد خراسانی ـــ ۲۱۱
علی بن موسیٰ دیبلی ـــ ۱۹۳
علی محمد مراد حسوی، شیخ ـــ ۲۸۲
علی مرزا حسن علی المحدث ـــ ۳۱۴
علی نعمت بن عنایت رسول جعفری پھلواری، مولانا ۳۲۹
علیم اللہ بن عبدالرشید لاہوری ـــ ۲۹۳
علیم الدین حسین بن تصدق حسین نگرنہسوی، مولانا ۲۲۷
عماد الدین محمد بن محمود طاری ـــ ۲۴۲
عمر بن عبدالعزیز ـــ ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۷۲، ۲۱۷
عمر بن عبدالکریم ـــ ۳۱۳
عمر فاروق رضی اللہ عنہ ۱۹۹، ۲۵۰، ۲۴۶، ۲۴۹، ۲۸۹، ۱۴۱، ۱۴۶، ۱۶۷
عمرو بن رافع ـــ ۱۷۸
عمرو بن سعید لاہوری ـــ ۲۱۵
عمرو بن مالک الراسی ـــ ۱۸۸

عمرو بن مسلم الباہلی ـــ ۱۷۰، ۱۷۱
عنایت احمد کاکوروی، مفتی ـــ ۳۱۳
عنایت اللہ شال کشمیری ـــ ۲۸۲
عیسیٰ بن قاسم سندھی ـــ ۲۳۹، ۲۵۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۹۵

غ

غازی الدین خان ـــ ۲۹۱
غضنفر بن جعفر حسینی، سید ـــ ۲۲۷، ۲۶۲
غلام رسول، مولانا
دیکھیے انی بابا
غلام رسول، مولانا ـــ ۲۴۱، ۲۶۰، ۳۰۵
غلام رسول بن چودھری نبی بخش، مولانا ۳۲۸، ۴۰۰
غلام سرور قادری، مولانا ـــ ۳۹۰
غلام علی بن عبداللطیف دہلوی ـــ ۳۰۶، ۳۰۸، ۳۱۲
غلام علی بن نوح واسطی بلگرامی ـــ ۲۹۳
غلام محمد بن ولی اللہ سورتی ـــ ۳۰۹
غلام محمد معین ٹھٹھوی
غلام مصطفیٰ قاسمی، ڈاکٹر ـــ ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹

ف

فتح بن عبداللہ سندھی، ابوالنصر
دیکھیے ابوالنصر
فتح محمد برہانپوری ـــ ۲۷۳، ۲۹۵
فتح محمد بن عیسیٰ سندھی ـــ ۲۷۲

فخرالحسن بن عبدالرحمٰن گنگوہی، مولانا — ۳۷۲
فخرالدین بن عبدالعلی بریلوی، مولانا — ۳۲۹
فخرالدین بن محب اللہ دہلوی — ۲۸۱، ۳۰۱
فرحت حسین بن فتح علی عظیم آبادی — ۳۱۶
فرخ شاہ بن محمد سعید، مولانا — ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۹۵
فریدالدین احمد آبادی — ۲۱۸، ۲۸۰
فریدالدین بن مسیح الدین کاکوری، مولانا — ۳۲۹
فریدالدین عطار — ۲۴۹
فضل احمد، مولانا — ۳۶۱
فضل الرحمٰن بن اہل اللہ، مولانا — ۳۲۷
الفضل بن سکین سندھی بغدادی — ۱۷۸
فضل بن محمد جندی — ۱۹۲
فقیراللہ جالندھری، مفتی — ۳۶۱
فیاض علی بن الٰہی بخش صادق پوری، مولانا — ۳۲۴
فیروز شاہ سلطان التدریس — ۲۱۸
فیض الحسن بن علی بخش سہارنپوری، مولانا — ۳۲۶
فیض الدین بلخی، مولانا — ۳۹۶
فیض اللہ، مولانا
فیض عالم بن ملاجیون ہزاروی، مولانا — ۳۳۵

ق

قاسم بن عباس معشری — ۱۸۴
قاسم بن قیمر — ۱۷۶
قاضی محمد، مولانا — ۳۲۷

قتیبہ بن مسلم الباہلی — ۱۷۰
قدرت علی رودولوی — ۳۱۵
قدیر بخش بدایونی، مولانا — ۳۶۰، ۳۶۲
قطب الدین بن علاء الدین، مفتی گجراتی — ۲۶۱
قطب الدین بن محی الدین دہلوی، مولانا — ۳۱۳، ۳۲۴
قطب الدین رازی — ۲۱۸۰
قطب الدین سرہندی — ۲۷۴، ۲۸۱، ۲۹۵
قطب الدین غور غشتوی، مولانا — ۳۶۴
قطب الدین محمد النہروالی، مفتی مکہ
قطب الدین نہروالی، مفتی
قطب الہدیٰ بن محمد واضح بریلوی — ۳۰۶، ۳۰۸
قطب شاہ حیدرآبادی
قمرالدین، قاضی — ۳۵۹
قمرالدین سونی، پتی
قوام الدین محمد کشمیری — ۲۹۳
قیس بن ابی حازم — ۱۸۲

ک، گ، ل

کرامت علی بن حیاۃ علی اسرائیلی، دہلوی
کمال الدین بن محمد الیمانی
کمال الدین زاہد، محمد بن احمد المرکلی — ۲۱۴، ۲۱۶، ۲۱۸
گدا علی — ۲۹۱
گل محمد، مولانا — ۳۴۱، ۳۵۷
گیسو دراز — ۲۲۲

لشکر محمد العارف سطاری سہارنپوری ــــ ۲۷۲

لیث بن سعد ــــ ۱۷۳، ۱۷۵

م

مالک بن انس رضی اللہ عنہ ۲۶۵، ۳۴۵، ۳۵۳، ۱۵۹، ۱۶۰

مبارک الفاضل گوالبری ــــ ۲۴۹

مبارک بن ارزانی عمری بنارسی ــــ ۲۳۶

مبارک بن عبد الجبار الطیوری، ابوالحسن

دیکھئے ابوالحسن مبارک

مبارک بن فخر الدین بلگرامی ۱۷۳، ۲۵۹، ۲۷۷، ۲۷۹

مجاہد بن جبیر ــــ ۱۷۲، ۲۵۴

مجدد الف ثانی احمد بن عبد الاحد سرہندی ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۹۵

محب احمد قادری، مولانا ــــ ۳۶۰، ۳۹۹

محبوب علی بن مصاحب دہلوی ــــ ۲۱۸

محدث پشاوری، دیکھئے محمد ایوب بن عبد اللطیف

محسن بن یحییٰ ترہطی

۲۱۸ ــــ

محمد ابراہیم بلیاوی، مولانا ــــ ۲۹۲، ۲۹۳

محمد ابراہیم شاہ قادری، مولانا ــــ ۳۹۹

محمد ابراہیم مفتی، مولانا ــــ ۳۶۰

محمد احمد بن عمر، مولانا ــــ ۳۳۵، ۳۴۱

محمد ادریس بن محمد اسمٰعیل کاندھلوی، مولانا ۳۴۱، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۵، ۴۰۲، ۴۰۴، ۴۰۶

محمد ادریس طوروی، مولانا ــــ ۳۵۸

محمد اسحٰق بردوانی، مولانا ــــ ۳۴۷

محمد اسحٰق بھٹی، مولانا

محمد اسحٰق حافظ، مولانا

محمد اسعد سہارنپوری، مولانا ــــ ۲۷۵

محمد اسمٰعیل لاہوری ــــ ۱۹۹، ۲۰۰

محمد اسمٰعیل، مولانا ــــ ۳۵۸

محمد اسمٰعیل، مولوی ــــ ۳۹۲

محمد اشرف، مولانا ــــ ۳۶۰

محمد اشفاق احمد، مولانا ــــ ۲۴۱

محمد اعظم بن سیف الدین گجراتی ــــ ۲۷۷، ۲۹۵

محمد افضل سیالکوٹی ــــ ۲۹۱

محمد اکرم بن عبد الرحمٰن نصرپوری، قاضی ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰

محمد العلقمی شافعی ــــ ۲۶۵

محمد امین الشیخ ــــ ۲۶۲، ۳۰۸

محمد امین، مفتی ــــ ۴۰۰

محمد انوری ــــ ۳۶۲

محمد ایوب بن لطیف اللہ محدث پشاوری ۳۳۶

محمد بن ابراہیم التیمی ــــ ۱۷۶

محمد بن ابراہیم العفری ــــ ۱۹۱

محمد بن ابراہیم بیلمانی ــــ ۱۷۲

محمد بن ابراہیم دیبلی، ابوجعفر

دیکھئے ابوجعفر

محمد بن ابی الحسن بکری

محمد بن ابی الفوارس ــــ ۱۹۶، ۲۲۴

محمد بن ابی بکر دمیانی
محمد بن ابی معشر نجیح ــ ۱۷۵، ۱۸۱، ۱۸۳، ۱۸۷، ۱۸۹
محمد بن احمد الحکیمی ــ ۱۸۳
محمد بن احمد المرکلی، کمال الدین زاہد ــ ۲۱۴
دیکھیے کمال الدین زاہد
محمد بن احمد نہروالی ــ ۲۴۴
محمد بن اسحٰق بن خزیمہ ــ ۱۵۹، ۱۸۱
محمد بن اسماعیل یعقوبی ــ ۲۰۳
محمد بن الحارث ــ ۱۷۱
محمد بن الحسن گجراتی ــ ۲۵۲
محمد بن بشیر العبدی ــ ۱۸۲
محمد بن بکار ــ ۱۷۵
محمد بن تاج حنفی ــ ۲۲۷
محمد بن جریر الطبری، ابو جعفر
دیکھیے الطبری
محمد بن جعفر گجراتی ــ ۲۷۶، ۲۸۰
محمد بن حداد، ابو الفتح
دیکھیے ابو الفتح محمد
محمد بن حسین انصاری یمانی، مولانا ــ ۳۲۰
محمد بن حسین پٹنی
محمد بن حماد طہرانی ــ ۱۷۸
محمد بن خلف لاہوری، ابو القاسم محمد
دیکھیے ابو القاسم محمد

محمد بن ربیعہ
محمد بن رجاء السندی، ابو عبد اللہ
دیکھیے ابو عبد اللہ محمد
محمد بن سیرین ــ ۱۷۶
محمد بن شاد ــ ۲۴۴
محمد بن صادق ٹھٹھوی
دیکھیے ابو الحسن صغیر
محمد بن صالح بن ہانی ــ ۱۸۶
محمد بن طاہر پٹنی ــ ۲۳۷، ۲۴۹
محمد بن عباس المؤدب ــ ۱۹۶
محمد بن عبد الرحمٰن البیلمانی الکوفی ــ ۱۷۱
محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی ذئب ــ ۱۵۹
محمد بن عبد الرحمٰن سہارنپوری، مولانا
۲۴۴، ۲۷۲، ۲۸۲، ۳۲۷
محمد بن عبد الرزاق حسینی ــ ۲۰۴
محمد بن عبد الرسول برزنجی ــ ۲۸۳
محمد بن عبد العزیز پھلی شہری، قاضی ــ ۳۱۸، ۳۲۸
محمد بن عبد العزیز ہاشمی منصوری، ابو الفضل
دیکھیے ابو الفضل
محمد بن عبد السلام انصاری، ابو الفضل
دیکھیے ابو الفضل محمد
محمد بن عبد القادر سندھی
دیکھیے ابو طیب محمد
محمد بن عبد اللہ الاسدی ــ ۱۷۹

محمد بن عبداللہ بن یزید المقری ـــ ۱۹۷
محمد بن عبداللہ جیون بن نور الدین ہزاروی، مولانا ۲۸
محمد بن عبداللہ جلبفتی ـــ ۲۹۳
محمد بن عبداللہ غزنوی، مولانا ـــ ۲۹۲
محمد بن عبد الہادی
دیکھئے ابوالحسن کبیر
محمد بن عبد بن نمیر ـــ ۱۷۹
محمد بن عثمان بن ابی سر بد بصری ـــ ۱۹۲
محمد بن علاء الدین مرجاجی ـــ ۳۰۳
محمد بن علاء الصیرفی ـــ ۱۸۰
محمد بن علی بن احمد البامیانی ـــ ۱۰۸
محمد بن علی بن خاتون العاملی ـــ ۲۷۱
محمد بن علی بن محمد خشاب نیشاپوری، ابوسعید
دیکھئے ابوسعید
محمد بن علی بن یعقوب، ابوالعلاء القاضی
دیکھئے ابوالعلاء
محمد بن علی شروان ـــ ۲۹۲
محمد بن عمر خشرمی ـــ ۲۳۰
محمد بن فضل اللہ برہانپوری ـــ ۲۶۵، ۲۶۷
محمد بن قاسم ـــ ۱۶۷، ۱۶۹، ۱۷۰
محمد بن کعب ـــ ۱۷۵
محمد بن محمد الحجاج، ابوالحسن
دیکھئے ابوالحسن محمد
محمد بن محمد الحسن المنصوری ہاشمی، ابوالعباس
دیکھئے ابوالعباس
محمد بن محمد ایجی ـــ ۲۲۹۰
محمد بن محمد بن رجاء السندی، ابوبجر ـــ ۱۷۷
دیکھئے ابوبجر محمد
محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن
محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن مالکی
دیکھئے ابن سوید
محمد بن محمد بن عبداللہ دہلی ـــ ۱۹۲
محمد بن محمد مراجی دہلوی، نجیب الدین ـــ ۲۲۲
محمد بن محمد سخاوی مصری ـــ ۲۳۰، ۲۳۳
محمد بن محمد لاہوری، اسفرائنی ـــ ۲۴۵
محمد بن محمد موسیٰ برہانپوری
محمد بن مخلد ـــ ۱۸۵
محمد بن معصوم صغانی ترمذی ـــ ۲۲۸
محمد بن ہاشم سورتی، مولانا ـــ ۳۲۸
محمد بن یحییٰ اسفرائنی ـــ ۱۸۱
محمد بن یعقوب ابوعبداللہ
دیکھئے ابوعبداللہ
محمد بن یوسف بن علی الکرانی النصیر الدین ۲۳۲
محمد بن یعقوب عباسی
محمد بن یوسف فربری
محمد بن یوسف فریابی ـــ ۱۷۶

محمد بشیر بن بدر الدین سہسوانی ـــ ۳۲۸

محمد تقی عثمانی بن محمد شفیع، مولانا ۵، ۳۷، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۴، ۳۴۹

محمد جعفر بدر عالم گجراتی ـــ ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶

محمد جمال چشتی ـــ ۳۲۰

محمد حبیب اللہ نعمانی، مولانا

محمد حسن الشاط المکی ـــ ۴۰۱

محمد حسن بن ظہور حسن سنبھلی، مولانا

محمد حسن حقانی، مفتی ـــ ۳۸۹

محمد حسن حکیم، مولانا ـــ ۳۴۱

محمد حسین اسرائیل بن عبد الستار ـــ ۳۳۴

محمد حسین مدارسی ـــ ۳۱۳

محمد حنیف، مولانا

محمد حیات ابن ابراہیم سندھی ۲۹۵، ۳۰۲، ۳۰۴، ۳۲۲، ۲۸۳، ۲۹۳

محمد خلیل بن سید محمد مختار کاظمی، مولانا ـــ ۳۸۹، ۳۹۳

محمد رسول خان ہزاروی، مولانا ـــ ۳۶۰، ۳۹۴

محمد رشید بن مصطفی عثمان جونپوری ـــ ۲۵۹

محمد رشید کانپوری، مولانا ـــ ۲۷۴

محمد رفیع عثمانی مفتی بن محمد شفیع، مولانا ۴۰۴، ۴۰۵، ۳۸۵، ۴۰۳

محمد زاہد شاہ ہمدانی ـــ ۳۱۹

محمد زبیر بن ابی لیلی سرہندی ـــ ۲۴۱

محمد زکریا کاندھلوی، مولانا ـــ ۲۷۵، ۳۸۵، ۳۹۶

محمد سالم طبلاوی مصری ـــ ۲۶۵

محمد سعید بن حسین کوکنی ـــ ۲۷۷

محمد سعید بن صبغۃ اللہ مدراسی، مولانا ـــ ۲۲۷

محمد سعید بن مولانا خواجہ حنفی
دیکھئے خواجہ میر کلاں

محمد سعید بن مولانا خواجہ کوہی، شیخ المسند ـــ ۲۶۲

محمد سعید بن واعظ علی عظیم آبادی، مولانا ـــ ۲۲۶

محمد سعید سرہندی ـــ ۲۵۹، ۲۹۵

محمد سعید صفر ـــ ۲۹۳

محمد سعید کوکنی ـــ ۲۹۲

محمد سلیمان گیلانی، مولانا

محمد شاہ بن حسن شاہ حسینی رامپوری، مولانا ـــ ۳۲۹

محمد شاہ تغلق ـــ ۲۲۰

محمد شفیع اوکاڑوی، مولانا ـــ ۳۹۰

محمد شفیع دیوبندی، مفتی ۳۹۲، ۳۹۳، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۴، ۴۰۳، ۳۴۱، ۳۵۰، ۳۹۱

محمد صادق بن محمد غنی گجراتی، مولانا ـــ ۲۷۷، ۳۹۶

محمد صالح فیلنوی افغانی، شیخ ـــ ۳۸۱

محمد صدیق بن شریف ـــ ۲۵۳، ۳۹۲

محمد طاہر بن غلام نبی مردانی، مولانا ـــ ۴۰۵

محمد طیب قاسمی، مولانا قاری ـــ ۳۴۱، ۳۵۰، ۴۰۳

محمد عابد انصاری سندھی ـــ ۳۰۲

محمد عابد سندھی

محمد عاشق بن عبید اللہ پھلتی ـــ ۳۰۰، ۳۰۸

محمد عبد الحامد بن حکیم عبد القیوم قادری بدایونی، مولانا ۳۶۱

محمد عبد الحکیم شرف قادری، مولانا ـــ ۴۰۰

محمد عبدالرحیم باجابر

محمد عبید بن محمد عرب

محمد عتیق بہاری ___ ۲۷۹

محمد عثمان مٹیاروی ___ ۲۶۷

محمد عطاء اللہ حنیف بن میاں صدر الدین حسن، مولانا

محمد علی، مولانا

محمد علی بن عبدالعزیز لکھنوی، مولانا ___ ۳۱۴

محمد علی بن عنایت علی رامپوری، مولانا ___ ۳۱۲، ۴۰۰

محمد عیسیٰ، حافظ ___ ۲۶۰

محمد غوث شافعی ___ ۳۱۲

محمد فاخر بن محمد یحییٰ عباس الٰہ آبادی ___ ۲۹۳

محمد قاسم بن شیخ اسد علی نانوتوی، مولانا ___ ۳۲۴

محمد قاسم سندھی ___ ۲۹۱، ۲۹۵

محمد قدیر بخش بدایونی، مولانا ___ ۲۹۹

محمد گوندلوی، مولانا ___ ۲۸۱

محمد لاہوری، مولانا

محمد مالک بن محمد ادریس کاندھلوی، مولانا ۳۴۱، ۳۶۶، ۳۹۰، ۳۹۵، ۴۰۶، ۴۰۷

محمد متین ہاشمی سید، مولانا ___ ۲۶۶

محمد محترم فہیم عثمانی، مولانا ___ ۳۸۷، ۳۸۸

محمد محدث تھانوی، مولانا ۳۲۵

محمد مخدوم بن ظہیر الدین ___ ۲۰۵

محمد مخدوم بن محمد نواز لکھنوی ___ ۳۰۷

محمد معروف

محمد معصوم بن عبدالرشید دہلوی، مولانا ___ ۳۳۰

محمد معین ٹھٹھوی ___ ۲۹۱، ۲۹۳، ۲۹۵

محمد مقبول ریلہال ___ ۳۰۳

محمد میاں دیوبندی، سید، مولانا ___ ۳۶۶

محمد نافع، مولانا ___ ۲۶۰

محمد نذیر بن فضل احمد، مولانا صاحب حق ___ ۳۶۴

محمد نعیم الدین سید مراد آبادی، مولانا ___ ۳۶۲

محمد نعیم بن عبدالحکیم لکھنوی، مولانا ___ ۳۲۸

محمد یٰسین سرہندی، مولانا ___ ۳۶۱

محمد یعقوب، پیر

محمد یوسف بن سید محمد زکریا بنوری، مولانا ۳۸۲، ۳۹۰، ۳۴۱، ۳۵۰، ۳۶۶، ۳۸۱، ۳۸۲

محمد یوسف بن مفتی محمد اصغر، مفتی ___ ۳۲۴

محمد یوسف طلال، مولانا ___ ۲۸۲

محمود

محمود احمد بن ابوالبرکات سید احمد رضوی، مولانا

محمود بن ابی الخیر بلخی، برہان الدین ۲۱۴، ۲۱۶

محمود بن محمد ___ ۲۰۲، ۲۱۵، ۲۲۷

محمود حسن بن ذوالفقار حسن دیوبندی، شیخ الہند ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۸، ۲۴۱ تا ۲۵۹، ۲۶۵

محمود شاہ سلطان الہند ۲۲۸، ۲۲۹

محمود شیخ، خادم رتن الہندی

محمود عثمانی، مولانا ___ ۳۳۷

محمود گاوان

محمود نقشبندی، خواجہ ___ ۲۷۴

محی الدین لکھوی، مولانا

مخدوم بن برہان الدین ___ ۲۲۷

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھائی ___ ۲۶۷، ۲۹۴

مراد بن اکبر

مرتضی بن محمد بلگرامی ___ ۳۰۲

مرتضی احسن چاندپوری، مولانا ___ ۳۴۱

مرتضی زبیدی ___ ۳۰۲

مرتضی کوفی، سید

مرزا باقی امیر بن مرزا عیسیٰ ترخان

مرزا جان برکی ___ ۲۶۲

مرزا عیسیٰ ترخان

مسدد بن مسرہد ___ ۱۶۰، ۱۸۴

مسعود احمد دہلوی، مولانا ___ ۳۵۱

مسلم بن ابراہیم الوراق ___ ۱۷۲، ۱۸۵

مشتاق احمد کانپوری، مولانا ___ ۲۶۰، ۳۶۲

مصباح اللہ شاہ، مولانا ___ ۳۸۲

مصطفی بن طیب رفیقی کشمیری، مولانا ___ ۲۲۵

مظفر بن شمس الدین بلخی ___ ۳۲۲

معجز الدین بخاری

معصوم بن احمد سرہندی ___ ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۹۵

معمر بن راشد ___ ۱۵۹، ۱۶۲

معن بن عیسیٰ القزاز ___ ۱۷۹

معین الدین، خواجہ ___ ۲۷۴

معین الدین شافعی، مولانا ___ ۴۰۰

معین الدین لکھوی، مولانا

مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ___ ۱۵۱

مفضل ابن مہلب ابن ابی صفرۃ ___ ۱۶۶

مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ ___ ۱۹۶

مکی بن ابراہیم بن علی الزہلی ___ ۱۸۱

ملا محمود دیوبندی ___ ۳۲۶

ممتاز بیگ کاندھلوی، مولانا ___ ۳۹۱

منظور احمد خان، مولانا ___ ۲۹۷

منور بن عبد المجید لاہوری ___ ۲۶۵

منور علی بن مظہر الحق رامپوری، مولانا ___ ۲۳۰

منہاج السراج جرجانی، قاضی ___ ۲۱۳، ۲۱۴

منیب احمد، مولانا ___ ۴۰۱، ۴۰۳

مودودی، ابوالاعلیٰ سید
دیکھئے ابوالاعلیٰ

موسیٰ بن جعفر کشمیری ___ ۲۵۲، ۲۷۳

موسیٰ بن سندھی جرجانی، ابو محمد ___ ۱۸۰

موسیٰ بن ہارون البزاز ___ ۱۹۲

موسیٰ بن ہارون الحافظ ___ ۱۹۶

مہر علی شاہ، گولڑوی، پیر

مہر محمد، مولانا ___ ۳۹۷، ۴۰۰

مہروک بن رائق ___ ۱۸۷

میر ابوالغیث بخاری ___ ۲۴۲

میر سید عبدالاول ___ ۲۳۲، ۲۳۹

ن

نثار علی بن محمد صادق ظفر آبادی ___ ۳۰۴

نجم الدین ابی الیامن محمد بن احمد الموافق الاذکانی ۲۲۲

نجم الدین الکبری، شیخ ___ ۲۰۹

نجم الدین محمد بن احمد غیطی مصری ___ ۲۶۵

نجیح بن عبدالرحمٰن سندھی، المعروف بابی معشر

نذیر حسین بن جواد علی دہلوی، سید ۲۹۹، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۲۸، ۳۳۴، ۳۲۷، ۳۳۱

نسائی ابوعبدالرحمٰن شعیب بن محمد ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸

نسیم الدین میرک شاہ، سید ۱۰۰، ۱۷۳، ۱۷۹، ۲۱۶

نصر اللہ بن احمد بن السندی ___ ۱۹۹، ۳۰۴

نصیب الدین ___ ۲۷۳

نصیر الدین برہانپوری، قاضی ___ ۲۷۲

نصیر الدین چراغ دہلی ___ ۲۲۱، ۲۲۷

نصیر الدین غور عشتوی، مولانا ___ ۲۵۹، ۳۰۵

نضر بن منصور العنبری ___ ۱۸۱

نظام الدین اولیاء ___ ۲۱۴، ۲۱۶، ۲۱۸، ۲۲۱، ۲۲۷

نظام الدین بن سیف الدین ___ ۲۴۵

نظام الدین عثمان امیٹھوی ___ ۲۷۰

نظام الدین ملامی، زبدۃ المحدثین ___ ۲۱۹

نعمان بن بشیر ___ ۱۰۹

نعیم بن حماد خزاعی مصری ___ ۱۰۰

نواب صدیق حسن خان بن اولاد حسن، قنوجی ۳۲۱، ۳۲۷

نورالاسلام بن سلام اللہ رامپوری، مولانا ___ ۳۲۵

نورالحسن بخاری، سید ___ ۳۳۵

نورالحق دہلوی، مفتی ___ ۲۶۰، ۲۷۸، ۳۱۶

نورالدین ابوالحسن علی بن ابی عبداللہ قاضی، ۲۰۷

نورالدین ابوالفتوح ___ ۲۴۴

نورالدین بن محمد صالح گجراتی ___ ۲۷۷، ۲۸۰

نورالدین علی بن العراقی الخطیب ___ ۲۶۵

نور اللہ شیخ ___ ۳۰۴، ۳۰۸

نور الہدی لیسوی کشمیری ___ ۳۱۹

و

واحد حسین فلسفی، مولانا ___ ۲۶۰، ۳۶۹

وجیہ الدین سہارنپوری، مولانا ___ ۳۱۳

وجیہ الدین عبدالرحمٰن ___ ۲۴۴

وجیہ الدین علوی گجراتی ___ ۲۴۲، ۲۴۹

وحید الزماں بن مسیح الزماں حیدرآبادی، مولانا ۳۲۹

وفد اللہ مکی ___ ۲۹۸

وکیع بن الجراح ___ ۱۷۲، ۱۷۹، ۱۸۳

ولایت علی بن فتح علی صادق پوری ۲۸۴، ۲۸۶، ۲۹۱

ولی اللہ، مولانا ___ ۳۶۰

ولی حسن، مفتی ___ ۴۰۱

ولید بن عبد الملک

ولید بن مسلم ـــ ۱۷۶

ھ

ھبتہ اللہ بن سہل سندھی ـــ ۲۰۱

ہداد بن سعد اللہ ـــ ۲۴۹

ہشام بن عروہ ـــ ۱۷۴

ہشیم بن بشیر ـــ ۱۷۹،۱۵۹

ی

یحیی بن ابراہیم المخول ـــ ۲۰۰

یحیی بن ابی کثیر ـــ ۱۷۶

یحیی بن عبد الحامد الحانی ـــ ۱۸۵

یحیی بن عبد الرحمن بن ابی الخیر ہاشمی ـــ ۲۲۵

یحیی بن عبدک القردینی ـــ ۱۷۹

یحیی بن قطان ـــ ۱۷۶،۱۷۲

یحیی بن موسی البلخی ـــ ۱۸۱

یحیی علی بن الہی بخش صادق پوری، مولانا ـــ ۳۲۲

یزید بن ہارون ـــ ۱۸۲،۱۸۱

یزید رقاشی ـــ ۱۷۳

یعقوب البنانی لاہوری ـــ ۲۷۶

یعقوب بن ابراہیم بن سعد الزہری ـــ ۱۷۹

یعقوب بن ابراہیم دورقی

یعقوب بن حسن صرفی کشمیری ۲۶۴،۲۶۳،۲۵۰

یعقوب بن سعد الزہری ـــ ۱۸۲

یعقوب بن شیبہ ـــ ۱۷۹

یعقوب بن عبد العزیز ـــ ۲۰۷

یعقوب بن ملوک علی صدیقی نانوتوی، مولانا

یعلی بن عبید ـــ ۱۷۱

یعیش بسطامی ـــ ۱۸۰

یوسف بن جمال ملتانی ـــ ۲۱۸

یوسف بن عبد الکریم ـــ ۲۹۲

یونس سندھی ـــ ۲۳۹

یونس عثمانی، مولانا ـــ ۴۰۱

الکنیٰ ۔ ابناء

ابن ابی الدنیا ـــ ۱۷۷

ابن ابی حاتم

ابن اثیر، ابو الحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد عبد الکریم

ابن ادریس ـــ ۱۷۷

ابن الحزم

ابن السندی، نصر اللہ بن احمد

دیکھئے نصر اللہ بن احمد

ابن الشرقی ـــ ۱۸۶

ابن المبارک ـــ ۱۹۱

ابن بطوطہ، محمد بن عبد اللہ بن محمد ابراہیم

ابن بویہ، ابو جعفر عبد اللہ بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن عیسیٰ

دیکھئے ابو جعفر

ابن جریج
دیکھئے عبدالملک بن عبدالعزیز
ابن جریر الطبری، ابوجعفر محمد
دیکھئے الطبری
ابن حبان ۱۶۲، ۱۶۹، ۱۷۳، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۹، ۱۸۱
ابن حجر ۱۶۹، ۲۲۶، ۲۳۳، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۶۴
ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد
ابن رزقویہ ـــــ ۱۹۶
ابن سعد، محمد بن سعد ـــــ ۱۷۳
ابن سکر ـــــ ۲۱۹
ابن سوید محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن مالکی ـــــ ۲۲۸، ۲۲۹
ابن شہاب زہری ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۷۳، ۲۴۵، ۲۵۴، ۱۴۰
ابن فنان
ابن عدی ـــــ ۱۷۴، ۱۷۹
ابن عساکر ـــــ ۲۰۱
ابن عماد حنبلی ـــــ ۱۹۱
ابن فہد، ابوالقاسم بن احمد مکی ـــــ ۲۲۹
ابن محمد ارشد خیرآبادی، امام
ابن معین ـــــ ۱۷۳
ابن نظیف ـــــ ۱۹۸
ابن نمیر ـــــ ۱۸۶

آباء

ابوابراہیم، اسمٰعیل بن سندھی
دیکھئے اسمٰعیل
ابواحمد الحاکم ـــــ ۱۷۳
ابواحمد زبیری ـــــ ۱۷۹
ابواسحٰق ابراہیم بن عمر بن ابراہیم ـــــ ۱۹۲، ۲۰۲
ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا
ابوالحسن احمد بن ابراہیم فراس المکی ـــــ ۱۹۱
ابوالحسن بختیار بن عبداللہ ہندی ـــــ ۲۰۳
ابوالحسن حاجی سندھی ـــــ ۲۸۲، ۲۲۲
ابوالحسن شافعی۔ بحری ـــــ ۲۲۳، ۲۳۸، ۲۶۵
ابوالحسن صغیر، محمد بن صادق ٹھٹھوی ۲۸۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۳۰۲، ۳۱۱
ابوالحسن علی بن عمر لاہوری ـــــ ۲۰۱، ۲۰۲
ابوالحسن علی ندوی، سید
ابوالحسن کبیر محمد بن عبدالہادی ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۵، ۲۰۴، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶
ابوالحسن محمد بن محمد الحجاج ـــــ ۱۹۱
ابوالحسن میاں ـــــ ۲۸۲
ابوالحسن بن الجندی ۱۹۳
ابوالحسین مبارک بن عبدالجبار الطیوری ۲۰۳
ابوالحسین محمد رزق ـــــ ۱۹۵
ابوالعباس احمد بن عبداللہ بن سعید دیبلی ۱۹۱،
ابوالعباس احمد بن محمد بن صالح بن عبدربہ منصوری القاضی
دیکھئے احمد بن محمد

الوالعباس احمد بن محمد نہروالی، علاء الدین
الوالعباس بن الاثرم ــــ ۱۹۶
الوالعباس محمد بن محمد الحسن المنصوری ہاشمی ۱۹۵
الوالعباس محمد بن محمد بن عبداللہ دیلی
دیکھئے محمد بن محمد
الوالعلاء القاضی، محمد بن علی بن یعقوب
الوالفتح عبدالرزاق بن حسان المنیعی ــــ ۲۰۲
الوالفتح محمد بن حداد
الوالفتوح عبدالصمد بن عبدالرحمٰن لاہوری ۲۱۵، ۲۰۴
الوالفتیان عمرو بن الوالحسن الرواسی ــــ ۲۰۱
الوالفضل محمد بن عبدالسلام بن احمد انصاری ۲۰۲
الوالفضل محمد بن عبدالعزیز ہاشمی منصوری ۱۹۴
الوالفضل محمد بن نصیر السلمی بغدادی ــــ ۲۰۲
الوالفوارس طراد بن محمد ــــ ۲۰۳
الوالقاسم البغوی ــــ ۱۷۹
الوالقاسم الحسین بن محمد بن اسد دیلی
دیکھئے الحسین بن محمد
الوالقاسم بن احمد مکی
دیکھئے ابن فہد
الوالقاسم بن سابنک ــــ ۱۹۹
الوالقاسم شعیب بن محمد بن احمد دیلی
الوالقاسم صید لانی ــــ ۱۹۸
الوالقاسم عبدالملک بن علی بن خلف ــــ ۲۰۳
الوالقاسم عبداللہ البغوی ــــ ۱۹۵
الوالقاسم علی محمد الحسینی
الوالقاسم محمد بن خلف لاہوری ــــ ۲۰۲، ۲۱۵
الوالقاسم نقشبندی
الوالمظفر السعیدی السمعانی ــــ ۲۰۶، ۲۰۲، ۲۰۴
الوالمعالی البغدادی ــــ ۲۰۱
الوالمواہب احمد بن علی ــــ ۲۶۲
الوالنعمان محمد بن فضل ــــ ۱۸۲
الوالولید ــــ ۱۷۰، ۱۷۲، ۱۸۲، ۱۸۴
الوبردة بن ابی موسیٰ ــــ ۱۷۵
الوبکر احمد بن سندھی بن بحر الحداد
دیکھئے احمد بن سندھی
الوبکر الخطیب ــــ ۱۹۵، ۱۹۸
الوبکر برقان ــــ ۱۹۶
الوبکر بن ابی الخیر جونپوری، مولانا ــــ ۳۳۰
الوبکر بن ابی داؤد سجستانی ــــ ۱۹۵
الوبکر بن المحذور ــــ ۱۸۱
الوبکر بن حزم ــــ ۱۷۲
الوبکر بن خلف شیرازی ــــ ۲۰۲
الوبکر بن یید داؤد دغرنوی، مولانا ــــ ۳۸۰
الوبکر بن شیبہ ــــ ۱۸۶
الوبکر بن عبدالرحمٰن بن شہاب

ابوبکر بن عیاش ـــ ۱۷۷، ۱۷۹

ابوبکر شبلی باعلوی

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۱۶۶، ۱۸۲، ۳۱۰، ۳۸۹، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۵، ۱۵۴، ۱۵۵

ابوبکر محمد بن محمد بن رجاء السندی ـــ ۱۷۷، ۱۹۰

ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی
دیکھیے طحاوی

ابوجعفر سندھی

ابوجعفر عبداللہ بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن عیسیٰ بن ابی جعفر المنصوری ـــ ۱۹۵

ابوجعفر محمد بن ابراہیم دیبلی ـــ ۱۸۸، ۱۹۱، ۱۹۲

ابوجعفر محمد بن جریر الطبری
دیکھیے الطبری

ابوحاتم الرازی ـــ ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۷، ۱۷۹، ۱۸۱

ابوحازم الاشجعی ـــ ۱۷۲

ابوحامد خضری ـــ ۱۸۱، ۱۸۶

ابوحذیفہ البخاری

ابوحفص الربیع بن صبیح السعدی البصری ۱۶۳، ۱۷۵، ۱۷۲

ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ۲۶۸، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۰۷، ۲۱۶، ۲۹۰، ۳۴۳

ابوخلیفہ الفضل بن حباب الجمحی

ابوخلیفہ، قاضی ـــ ۱۹۲

ابوداؤد الطیالسی ـــ ۱۶۰، ۱۷۳

ابورافع رضی اللہ عنہ

ابورزاق الہرانی ـــ ۱۹۶

ابورضا بن اسمٰعیل دہلوی ـــ ۲۷۸

ابوزرعہ عبدالرحمٰن بن عمرو دمشقی ـــ ۱۷۳، ۱۷۹

ابوزہیر عبدالرحمٰن بن معزاء ـــ ۱۸۵

ابوسعد الادریسی ـــ ۱۹۵، ۲۰۲

ابوسعید بن صفی دہلوی ـــ ۲۱۰

ابوسعید محمد بن علی بن محمد خشاب نیشاپوری ـــ ۲۰۱

ابوسعید محمد شرف الدین، مولانا ـــ ۲۱۱

ابوسلیمان اسحٰق بن محمد افضل دہلوی

ابوسہل احمد بن اسمٰعیل بن بشر المقرجانی ـــ ۲۰۲

ابوطاہر محمد بن ابراہیم کروی ـــ ۲۹۸، ۳۰۰

ابوطیب محمد بن عبدالقادر سندھی ۲۹۲، ۲۹۵

ابوعاصم النبیل

ابوعبداللہ محمد بن رجاء السندی ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۹۰، ۱۸۰، ۱۸۱

ابوعبداللہ محمد بن یعقوب ـــ ۱۷۸، ۱۸۱

ابوعلی بن احمد علی تستری ـــ ۲۰۳

ابوعلی بن شاذان ـــ ۱۹۶

ابوعلی ثقفی ـــ ۱۸۳

ابوعمرو بن سماک ـــ ۱۸۲، ۱۸۴

ابوعمرو بن نجید ـــ ۱۹۲

ابوعوانہ ـــ ۱۸۶

ابوعون البیزوری ـــ ۱۸۲

ابولقمان یحییٰ بن عماد

ابومحمد اسفرائنی، رجاء بن سندھی نیشاپوری
دیکھیے رجاء السندی

ابومحمد النہدی البغدادی ــــ ۱۸۸
ابومحمد بختیار بن عبداللہ الفصاد النہدی المروزی
دیکھئے بختیار بن عبداللہ
ابومحمد جعفر بن احمد سراج ــــ ۲۰۳
ابومحمد خلف بن سالم
دیکھئے خلف بن سالم
ابومحمد رزق اللہ بن عبدالوہاب ــــ ۲۰۲
ابومحمد عبدالرحمن بن احمد بن الحسن الدوقی ۲۰۳
ابومحمد عبداللہ بن جعفر بن مرہ منصوری حاکم نیشاپور ۱۹۶
ابومسعود احمد بن الفرات ــــ ۱۸۶
ابومعاویہ الضریر
ابومعشر نجیح بن عبدالرحمن سندھی
۱۸۹،۱۸۴،۱۷۶،۱۷۵
ابوموسیٰ اسرائیل بن موسیٰ البصری ــــ ۱۷۲
ابوموسیٰ المدینی، حافظ ــــ ۲۰۴
ابونصر سندھی بن ابان ــــ ۱۸۵
ابونصر فتح بن عبداللہ سندھی ــــ ۱۸۳
ابونصر محمد بن محمد البابان ــــ ۲۰۳،۲۰۲
ابونعیم
ــــ ۱۹۶،۱۷۵،۱۷۳
ابونوح الانصاری ــــ ۱۸۱
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ۲۸۹،۳۴۵،۲۶۱،۱۵۳
۱۴۸
ابویعلی احمد بن حسن الموصلی ۲۰۳،۱۹۲،۱۹۱
۱۸۱،۱۷۸

خواتین

اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ــــ ۱۵۱
امۃ الغفور بنت اسحٰق اہلیہ عبدالقیوم بن عبدالحئی
بڈھانوی ــــ ۳۲۵
عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا
۲۸۹،۲۵۴،۱۹۴،۱۵۲
فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا ــــ ۱۵۱

اصطلاحات

الاثر ۶۰، ۶۱

اسوة ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹

اصحاب صفہ ۱۲۷، ۱۳۸

اطاعت الٰہی ۱۰۰، ۷۳، ۷۷، ۹۲، ۹۴، ۹۵

اطاعت رسول ۶۹، ۷۰، ۷۲، ۱۰۰، ۱۰۲

ایمان ۸۵، ۹۵، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۸۱

بدعت ۶۷، ۱۲۹، ۵۴، ۵۹، ۶۰

تام الضبط

تزکیہ نفس ۱۰۷

تعلیم کتاب وحکمت

تقریر ۵۰، ۵۷، ۶۰

ثمر ۸۱، ۸۲

حبط اعمال ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵

حدیث ۶۱

حدیث مردود

حدیث مقبول

حسن ۱۲۲، ۱۲۶، ۱۲۸، ۱۲۹، ۲۵۷

حسن لذاتہ ۱۲۲، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸

حسن لغیرہ ۱۲۲

الخبر ۶۰، ۶۱، ۱۱۲

سنت ۱۰۸، ۵۹، ۶۰، ۷۹، ۸۷، ۸۸، ۹۹

سند عالی ۱۳۵، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۲۲، ۱۲۴، ۱۲۵
۱۳۶، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۳۱، ۱۳۲

شاذ ۱۲۲، ۱۲۴، ۱۲۷، ۱۲۸

صحیح ۱۲۶، ۱۲۸، ۱۳۴، ۱۰۴، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۲۲، ۱۲۴، ۱۲۵

صحیح لذاتہ ۱۲۲، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۸

صحیح لغیرہ ۱۲۲، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۸

ضعیف ۱۲۲، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۶، ۲۵۷

عزیز ۱۱۹، ۱۲۰

غریب ۱۱۹، ۱۲۰

فعل نبی ۸۰، ۸۷، ۹۲، ۹۵، ۱۳۲، ۵۶، ۵۷، ۶۰، ۷۳، ۷۴، ۷۶، ۷۷

قول نبی ۸۰، ۸۷، ۹۵، ۱۰۲، ۱۰۵، ۶۱، ۵۶، ۵۷، ۶۰، ۷۴، ۷۶، ۷۷
۱۱۹، ۱۳۲

متصل ۱۲۲، ۱۲۴، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۳۲

متواتر ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۲۰، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۱۳، ۱۱۵

متواتر لفظی ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۷

متواتر معنوی ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۷

مدرج ۱۳۵

مدرج الاسناد ۱۳۵

مدرج المتن ۱۳۵

مدلس ۱۲۵، ۱۳۲، ۱۳۴

مرسل ۱۲۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۹۲

موضوع ۱۲۲

المسند ۱۲۲

مشہور ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۲۰

معجزات

معضل	۱۲۳	موضوع	۱۰۹، ۱۲۰، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۶۲، ۲۵۷
معلل	۱۲۳، ۱۲۷، ۱۳۵	موقوف	۶۰، ۱۳۲
معنعن	۱۳۳، ۱۳۴	ناقص الضبط	۱۲۷
معیار برہانی	۱۰۸، ۱۰۹	نقل عدل	۱۲۷، ۱۲۸
معیار وجدانی	۱۰۹	واؤ	۸۱، ۸۲
مقطوع	۱۳۳	وحی	۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۹۶
مقلوب	۱۳۵، ۱۳۶	وحی غیر متلو	۶۴، ۶۹، ۹۷
ملٰئکہ	۷۱، ۹۴، ۹۵	وحی متلو	۶۲، ۹۷
منقطع	۱۲۹، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۶۲	وصف نبی	

ماخذ و مصادر

- آمدی، سیف الدین ابی الحسن علی بن علی، الاحکام فی اصول الاحکام بیروت، دار الکتب س ن، ۔
- ابن اثیر، مبارک بن محمد الجزری، جامع الاصول من احادیث الرسول بیروت، دار الاحیا التراث، ۱۹۸۰۔
- ابن بطوطہ، محمد بن عبد اللہ، رحلہ ابن بطوطہ، بیروت، دار الکتب البنانی، س ن ۴۶۳
- ابن حجر احمد بن علی العسقلانی، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، بیروت، دار الاحیاء التراث العربی ۱۳۲۸ھ
- ایضاً تہذیب التہذیب، حیدر آباد، مجلس دائرہ المعارف النظامیہ ۱۳۲۵، ۱۴
- ایضاً شرح شرح نخبۃ الفکر، کوئٹہ، مکتبہ اسلامیہ، ۱۳۹۷، ۲۶۹
- ایضاً فتح الباری شرح صحیح البخاری، بیروت، دار المعرفۃ، س ن، ۱۴
- ایضاً لسان المیزان، بیروت، موسسۃ الأعلمی للمطبوعات، ۱۹۸۱، ۷
- ابن خلدون، عبد الرحمن، مقدمہ ابن خلدون، بیروت، موسسۃ الاعلمی للمطبوعات۔
- ابن خلکان، شمس الدین ابی العباس احمد بن محمد، وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، بیروت دار صادر، ۱۹۷۸، ۸
- ابن سعد الطبقات الکبرای، بیروت دار صادر، ۱۹۵۷ ۸
- ابن عبد البر، ابو عمر یوسف قرطبی اندلسی، جامع بیان العلم وفضلہ وماینبغی فی روایتہ مصر ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ، س ن،
- ابن عساکر، تاریخ الدمشق الکبیر، دمشق، ۱۳۲۲ھ
- ابن کثیر، ابی الفداء اسمعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ، لاہور، مکتبہ قدوسیۃ،

- ایضاً تفسیر القرآن العظیم، لاہور ۱۹۷۳ء۔ ۴
- ابن منظور، جمال الدین ابو الفضل محمد بن محمد مکرم لسان العرب، قاہرۃ دار المعارف، س ن ۶
- ابن ہشام ابو محمد عبد الملک، السیرۃ النبویۃ، بیروت دار الاحیاء، ۱۹۳۶ء، ۲
  تدوین مصطفیٰ السقا، ابراہیم الابیاری، عبد الحفیظ شلبی۔
- ابو الحسن، عبید اللہ بن عبد السلام مبارکپوری، مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، سانگلہ ہل المکتبہ الاثریہ، س ن ۶
- ابو الحسن کبیر، محمد بن عبد الہادی، حاشیہ الجامع الصحیح للبخاری، بیروت، دار المعرفۃ، ۱۹۷۶ء، ۴
- ایضاً حاشیہ الجامع الصحیح لمسلم، کراچی، اصح المطابع، س ن، ۲
- ایضاً حاشیہ سنن المصطفیٰ لابن ماجہ، مصر مطبع تازیہ، س ن، ۲
- ایضاً حاشیہ کتاب السنن للنسائی، بیروت، دار الاحیاء التراث العربی س ن، ۸
- ابو داؤد، سلیمان اشعث، کتاب السنن، بیروت، دار الفکر، (س ن) ۲
- ابی نعیم، احمد بن عبد اللہ الحافظ حلیۃ حلعۃ طبقات الاصفیاء بیروت، دار الکتب العربی ۱۹۸۰ء ۱۰
- احمد بن حنبل، امام، مسند الامام احمد بن حنبل، بیروت، المکتبہ الاسلامی، س ن، ۶
- اطہر مبارکپوری، القاضی، رجال السند والہند الی القرن السابع، بمبئی، ادارۃ البلاغ، ۱۹۵۸ء، ۲۲۸
- اکرم نصر پوری، محمد، امعان النظر شرح شرح نخبۃ الفکر، حیدر آباد، شاہ ولی اللہ اکیڈمی، س ن، صفحات ۲۸۱، ترتیب و تدوین قاسمی، غلام مصطفیٰ ڈاکٹر،
- النطاکی، فتح اللہ، الہند، کمارانتیا، مطبع ودیع ابو الفاضل، ۱۹۲۳ء
- بخاری، محمد بن اسمٰعیل، التاریخ الکبیر، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، س ن۔ ۹
- ایضاً الجامع الصحیح السند من حدیث رسول اللہ وسننہ وایامہ بیروت دار الاحیاء التراث العربی وسننہ وایامہ
- بلاذری، فتوح البلدان،
- بنوری، محمد یوسف، معارف السنن شرح سنن الترمذی، کراچی ایچ ایم سعید ۱۹۸۴ء، ۷

- ترمذی، محمد بن عیسی جامع الترمذی، ملتان، نشر السنۃ، س ن ۴
- حاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ، المستدرک، حیدر آباد، دائرۃ المعارف ۱۳۲۴، ۲
- الحسنی، عبدالحئی، الثقافہ الاسلامیۃ فی الہند، دمشق مجمع اللغۃ العربیۃ، ۱۹۸۲ء، ۱۹۶ ۴
ترتیب وتدوین، ابوالحسن علی الندوی
- ایضاً نزھۃ الخواطر حیدر آباد دکن، مجلس دائرۃ المعارف الاسلامیہ ۱۹۶۲ء ۸
وبہجۃ المسامع والنواظر،
- خضری بک، محمد، اصول الفقۃ، مصر، مکتبہ التجاریہ الکبرٰی، ۱۹۶۹ء، ۲۹۱
خطابی معالم السنن،
- خطیب، ابوبکر احمد بن علی البغدادی تاریخ بغداد، المدینۃ المنورہ المکتبہ السلفیہ، س ن ۱۴
- الخطیب، محمد عجاج، السنۃ قبل التدوین، قاہرہ مکتبہ وھبیۃ، ۱۹۶۳ء، ۶۵۶
- دارمی، ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن سنن الدارمی، ملتان، نشر السنۃ، س ن، ۲
- ذہبی، محمد بن احمد بن عثمان تذکرۃ الحفاظ،
- ایضاً میزان الاعتدال فی نقد الرجال، سانگلہ ہل، مکتبہ اثریہ ۱۹۶۳ء ۶
- رازی، فخر الدین ابوعبداللہ، محمد بن عمر، التفسیر الکبیر، تہران، دار الکتب العلمیہ س ن ۱۶
- راغب الأصفہانی، ابوالقاسم الحسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، بیروت دار المعرفۃ ۵۵
- سمعانی، ابوسعید عبدالکریم بن محمد، الانساب، بغداد، مکتبۃ المثنیٰ، س ن، ۴۰۶ ورق
- السیوطی، جلال الدین بن عبدالرحمٰن تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۹۷۹ء صفحات تدوین عبدالوہاب عبداللطیف
- الشاشی، نظام الدین، اصول الشاشی، لاہور، مکتبہ مدینہ، س ن، ۱۰۷
- صبحی صالح الدکتور، علوم الحدیث ومصطلحہ، دمشق، مطبعہ جامعہ ۱۹۵۹، ۲۵۴
حسن بن محمد، مشارق الانوار مع شرح مبارق الازہار، القاہرۃ، دار الطباعۃ، ۱۳۲۸ - ۲
- طبری، ابوجعفر محمد بن جریر تاریخ الامم والملوک، بیروت دار الفکر ۱۹۷۹، ۶
- عبدالعزیز پرہاروی، نبراس الساری علی اطراف البخاری، لاہور، مطبع کریمی، ۱۳۴۵ھ ۲

- عتر، نور الدین الدکتور، منہج النقد فی علوم الحدیث، دمشق، دار الفکر ۱۹۸۱ء،
- عثمانی، شبیر احمد علامہ، فتح الملہم شرح صحیح المسلم، کراچی، المکتبۃ الرشیدیۃ، ۱۹۸۲ ۳
- عثمانی، ظفر احمد مولانا، اعلاء السنن، کراچی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، س ن ۱۸
- عثمانی، محمد تقی مولانا، تکملہ فتح الملہم بشرح صحیح الامام مسلم، کراچی، مکتبہ دار العلوم، ۱۹۸۵، ۲
- عینی، بدر الدین العلامہ، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، دمشق ۱۹۷۹،
- القسطلانی، ابی العباس شہاب الدین احمد بن محمد، ارشاد الساری الشرح صحیح البخاری، بیروت، دار صادر، ۱۹۸۲ ۱۰
- الکتانی، محمد بن جعفر، الرسالۃ المستطرفۃ مشہور کتب السنۃ المشرفۃ، کراچی، نور محمد، ۱۹۶۰، ۲۱۲
- الکتبی، محمد بن شاکر، فوات الوفیات، بیروت، دار صادر ۱۹۷۳ء ۵
  تدوین، احسان عباس الدکتور،
- الکرمانی، افضل الدین ابو حامد احمد بن حامد، صحیح البخاری بشرح الکرمانی، بیروت، دار الاحیاء التراث العربی، ۱۹۸۱،
- المالکی، ابو عبداللہ بن فرج اقضیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بیروت، دار الکتب ۱۹۸۲ء
- محمد حمید اللہ الدکتور، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ، قاہرہ، لجنۃ التألیف والترجمۃ والنشر ۱۹۴۱ء ۴۰۱
- محمد شفیع دیوبندی مفتی، الازدیاد السنی علی الیانع الجنی، کراچی، ادارۃ المعارف ۱۹۸۳، ۳۸+۲۲
- محمد محمد ابو زہو، الحدیث والمحدثون، قاہرہ، شرکۃ مساھمۃ مصریۃ، ۱۹۵۸ء ۴۹۶-
- محمود الطحان، الدکتور، تیسیر مصطلح الحدیث، بیروت، دار القرآن الکریم ۱۹۷۹، ۲۳۹
- نووی، یحیٰی بن شرف، التقریب للنووی فی اصول الحدیث، بیروت، ۱۹۷۳،
- یاقوت، شہاب الدین ابی عبداللہ الحموی، معجم البلدان، بیروت، دار الاحیاء التراث العربی ۱۹۲۲، ۱۰

اُردو کتب

- ابو یحییٰ امام خان نوشہروی، تراجم علماء حدیث ہند لاہور، سبحانی اکیڈمی ۱۹۲۸ء، ۴۴۰
- ایضاً، ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات، چیچہ وطنی، مکتبہ نذیریہ، صفحات ۲۴۴
  جمع و ترتیب یزدانی، محمد حنیف مولانا۔
- اختر، احسان الحق، حضرت شاہ ولی اللہ، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، س ن۔ ۲۰۰
- اختر راہی، تذکرۂ علمائے پنجاب، لاہور، مکتبہ رحمانیہ ۱۹۸۱ء ۲
- اشفاق الرحمٰن کاندھلوی، مولانا، علم حدیث، لاہور، کتب خانہ شانِ اسلام، ۱۹۷۷ء، ۲۳۸
- انصاری، عبدالعظیم، تذکرۂ علماء بھوجیاں، لاہور، سبحانی اکیڈمی، ۱۹۸۴ء، ۲۳۶
- برکاتی، محمود احمد، شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان، لاہور، مجلس اشاعتِ اسلام ۱۹۷۶ء، ۲۰۸
- پرویز، غلام احمد، مفہوم القرآن، لاہور، ادارۂ طلوعِ اسلام، ۱۹۶۱ ۳
- رحمٰن علی، تذکرۂ علمائے ہند، اردو ترجمہ، قادری، محمد ایوب، کراچی، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، ۱۹۶۱ ۷۰۹
- رضوی، سید محبوب، تاریخ دار العلوم دیوبند، دیوبند، ادارۂ اہتمام دار العلوم ۱۹۷۹ء، ۲
- رضوی، سید محمود احمد فیوض الباری شرح صحیح البخاری۔
- سلیمان ندوی، سید، عرب و ہند کے تعلقات، کراچی، کریم سنز پبلشرز ۱۹۷۶ء، ۴۰۲
- ایضاً، مقالاتِ سلیمان، اعظم گڑھ، مطبع معارف، ۱۹۶۸ء
  ترتیب و تدوین شاہ معین الدین ندوی۔
- ایضاً، یادِ رفتگان، کراچی، مجلس نشریات اسلام، ۱۹۸۳ ۴۵۲
- شاہ عبدالعزیز، بستان المحدثین، ترجمہ، عبدالسمیع، مولانا، کراچی، میر محمد، س ن، ۲۲۹
- صارم، عبدالصمد، تاریخ الحدیث،
- صدیقی، محمد میاں، تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی، لاہور، مکتبہ عثمانیہ ۱۹۷۷ء ۴۰۰
- عبدالحئی، سید، یادِ ایام، علی گڑھ، مطبع انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۱۹ء، ۸۴

- عثمانی، شبیر احمد علامہ، فضل الباری شرح اردو صحیح بخاری، کراچی ادارۂ علوم شرعیہ ۱۹۷۳ء، ۲
- عثمانی، محمد رفیع، کتابتِ حدیث عہد رسالت و عہد صحابہؓ میں، کراچی، ادارۃ المعارف، ۱۹۸۰ء، ۱۹۲
- عثمانی، محمد محزم فہیم، حفاظت و حجیت حدیث، لاہور، دارالکتب ۱۹۷۹ء، ۵۹۲
- عزیز الرحمٰن، مفتی، تذکرہ مشائخ دیوبند، کراچی، قرآن محل ۱۹۶۴ ۴۱۴
- غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء ترتیب و ترجمہ، فاروقی، اقبال احمد لاہور، مکتبہ نبویہ، ۱۹۸۳ء، ۴۴۶
- فاروقی، خورشید احمد، حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط، لاہور ادارۂ اسلامیات، ۱۹۷۸ء، ۳۰۶
- فقیر محمد جہلمی، حدائق حنفیہ، لاہور، مکتبہ حسن سہیل، س ن، ۵۳۶
- فیوض الرحمٰن قاری، مشاہیر علمائے دیوبند، لاہور، المکتبۃ العزیزیۃ ۱۹۷۰ء ۶۴۶
- قادری، عبدالحکیم شرف، تذکرہ اکابر اہل سنت، لاہور، مکتبہ قادریہ ۱۹۷۶ ۵۹۲
- کاندھلوی، محمد ادریس مولانا، الابواب والتراجم، لاہور، مکتبہ عثمانیہ،
- ایضاً حجیت حدیث لاہور، ناشر ایم ثناء اللہ، س ن ۱۸۴
- ایضاً سیرت المصطفیٰ، لاہور مکتبہ عثمانیہ، ۳
- ایضاً معارف القرآن ایضاً ۱۹۸۲ ۷
- محمد اسحٰق بھٹی، فقہائے ہند، ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۷۵
- محمد اسحٰق، ڈاکٹر، علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ، اردو ترجمہ رازقی، شاہد حسین لاہور ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۷ء، ۳۰۸
- محمد انور شاہ کاشمیری، مولانا، مقدمہ انوار الباری شرح صحیح البخاری، گوجرانوالہ، ۱۹۸۱ء، تدوین احمد رضا بجنوری، مولانا،
- محمد بدر عالم میرٹھی، سید، حجیت حدیث، لاہور، المطبع العربی السعودی، ۱۹۷۹ء
- محمد حمید اللہ ڈاکٹر، سیاسی وثیقہ جات، ترجمہ مجموعہ الوثائق السیاسیۃ، مترجم ابو یحییٰ امام خان نوشہروی مولانا، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۰ء ۲۴۴
- ایضاً صحیفہ ہمام بن منبہ، فیصل آباد، ملک سنز، مع دیباچہ، حریری، غلام احمد ۱۹۸۳ء ۱۴۶
- محمد حنیف گنگوہی، ظفر المحصلین باحوال المصنفین، کراچی، میر محمد ۱۳۹۸ھ، ۴۸۷

- محمد صدیق، تعارف علماء اہل سنت۔ لاہور، مکتبہ قادریہ، ۱۹۷۹ء، ۴۲۷
- محمد طیب، مولانا، تاریخ دار العلوم دیوبند، کراچی، دار الاشاعت، ۱۹۷۲ء، ۱۲۸
- محمد لطیف، سید، تاریخ پنجاب، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز ۱۹۸۲ء، ۳۸۲
- محمد مالک کاندھلوی، مولانا، تجریدِ صحیح مسلم، لاہور، ۲
- مودودی، سید ابوالاعلیٰ، سنت کی آئینی حیثیت، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز ۱۹۶۳ء، ۲۹۲
- نعیمی، احمد یار خان مفتی مرأت المناجیح اُردو ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح، گجرات، نعیمی کتب خانہ ۱۹۵۹ء، جلدیں۔
- ولی حسن، فتنۂ انکارِ حدیث، کراچی، المعلمین ٹرسٹ، ۱۴۰۵ھ ۲۵۶

مخطوطات

کاندھلوی، محمد ادریس، تحفۃ القاری (حصہ غیر مطبوعہ)

ایضاً مقدمۃ الحدیث

انگریزی کتب

Azami, Muhammad Mustafa. Studies in Early Hadith Literature; 1978, Indiana, American Trust Publication, 342 + 164.

Gibb, H.A.R. Muhammedanism. An Historical Survey; 1964, London, Oxford University Press, 208.

دائرہائے معارف ولغات

اُردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ، لاہور، دانش گاہ پنجاب، ۱۹۷۱ء

الموسوعہ العربیہ المیسرۃ، عزبال محمد شفیق، قاہرہ، ۱۹۶۵ء

قاموس الیاس، العصری، الیاس انطون الیاس، بیروت، ۱۹۷۲ء
(مدالقاموس)

Arabi- English Lexicon, Lahore,

Dictionary Persian, Arabic and English, Lahore, 1984.

The Encyclopadia of Islam; London, 1979.

رسائل وجرائد

الحق، ماہنامہ،

۱۹۷۶ء

الرحیم، ماہنامہ، حیدرآباد، شاہ ولی اللہ اکیڈمی،

جون، جولائی، اگست، ستمبر، اکتوبر، نومبر، دسمبر ۱۹۶۳ء

مارچ، جون، جولائی، اگست، ستمبر، اکتوبر، نومبر ۱۹۶۴ء

مئی ۱۹۶۵ء

جون، اگست، نومبر ۱۹۶۶ء

فروری، اپریل، جون، نومبر ۱۹۶۷ء

جنوری، فروری، مارچ، اپریل ۱۹۶۸ء

الولی، ماہنامہ، حیدرآباد، شاہ ولی اللہ اکیڈمی۔

اپریل، ستمبر، ۱۹۷۲ء

مارچ، اگست، ۱۹۷۳ء

دسمبر ۱۹۷۴ء

اپریل، مئی، ۱۹۷۵ء

اگست، ستمبر، اکتوبر، نومبر، دسمبر ۱۹۷۶ء

نومبر، دسمبر ۱۹۸۰ء

معارف ماہنامہ اعظم گڑھ، دار المصنفین،

فروری، ۱۹۲۷ء

اپریل جون، ۱۹۲۸ء

اپریل مئی، اکتوبر، نومبر ۱۹۲۹ء

اکتوبر، نومبر ۱۹۴۵ء

فروری، مارچ، اپریل، ۱۹۴۷ء

جنوری، ۱۹۴۸ء

مقام حدیث، کراچی، ادارۂ طلوعِ اسلام

نقوش

رسول نمبر،

لاہور نمبر،

مطبوعاتِ شعبہ تحقیق قائداعظم لائبریری
باغ جناح لاہور

علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت

(محمد سعد صدیقی) قیمت

مسلمان مؤرخین کا اسلوب تحقیق

(محمد سعد صدیقی) قیمت ۳۰/۰۰ روپے

اسلامی قانون میں مصلحت کا تصور

(سید عبدالرحمٰن بخاری) زیر طبع

اصطلاحاتِ حدیث

(محمد سعد صدیقی) زیر طبع

بچوں کے لیے خوبصورت اور دیدہ زیب کتب

ابتدائی فلکیات
(خالد مسعود) قیمت ۰۰/۲۰ روپے

پودوں کی دنیا
(خالد مسعود) زیر طبع

کلیاں میرے گلشن کی
(عبدالرحمٰن خالد) قیمت ۰۰/۲۰ روپے

کرۂ زمین
(خالد مسعود) قیمت ۰۰/۲۰ روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

علم حدیث
اور
پاکستان میں اس کی خدمت

محمد سعد صدیقی

ریسرچ آفیسر

قائد اعظم لائبریری

شعبہ تحقیق قائد اعظم لائبریری

باغ جناح ○ لاہور